

# محمود الفتاویٰ (مبوب)

جلد پنجم

کتاب الزکاح، کتاب الطلاق، کتاب البیوع

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم  
(سابق صدر مفتی، حال شیخ الحدیث: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل)

مرتب: مفتی عبدالقیوم صاحب راجکوٹی

ناشر

مکتبہ محمودیہ، محمودنگر، ڈابھیل، گجرات

# تفصیلات

نام کتاب: ..... محمود الفتاویٰ (جلد پنجم)

مرتب: ..... مفتی عبدالقیوم صاحب راجکوٹی

کمپیوٹر سٹنگ: ..... محمد ساجد بن مصطفیٰ پٹنی ، عبداللہ بن اشرف مانگرولی

ناشر: ..... مکتبہ محمودیہ، محمودنگر، ڈابھیل

## ملنے کے پتے

مکتبہ انور، محمودنگر، ڈابھیل ، 9924693470

ادارۃ الصدیق ڈابھیل، نزد جامعہ ، 9904886188 / 9913319190

ادارۃ الصدیق دیوبند، نزد مدنی مسجد، مدنی روڈ، دیوبند، 9997953255

## فہرست

صفحہ	عناوین	نمبر شمار
<b>کتاب النکاح</b>		
۳۱	اولاد کی رضامندی کے بغیر رشتہ طے کرنا شرعاً کیسا ہے؟	۱
۳۳	رشتہ نکاح میں اولاد کی رضامندی کا خیال رکھنا	۲
۳۵	لڑکی کی رضامندی کے بغیر نکاح کرنا	۳
۳۶	جس لڑکی سے شادی کا ارادہ ہو اس کو دیکھنا	۴
۳۷	جس لڑکی سے شادی کا ارادہ ہو اس کو کون کون دیکھ سکتا ہے؟	۵
۳۸	کم سے کم مہر	۶
۳۸	مہر کی مقدار کتنی ہے؟	۷
۴۰	کم از کم مہر اور مہر فاطمی کی مقدار	۸
۴۰	مہر فاطمی کی مقدار	۹
۴۱	مہر کے ساتھ دینا شرعی دینا	۱۰
۴۲	بوقت نکاح کمیٹی کا مقدار مہر مقرر کرنا	۱۱
۴۸	مہر کی معافی کے بعد بیوی پاگل ہوگی	۱۲
۴۹	مہر کی جائداد کا استعمال	۱۳
۵۰	جہیز کی اشیا کا استعمال	۱۴

۵۰	بڑا مہر مقرر کرنا	۱۵
۵۱	مہر معاف کرنے پر جبر کرنا	۱۶
۵۲	نکاح کی اجازت لیتے وقت گواہ ہونا ضروری نہیں	۱۷
۵۲	عقد نکاح میں عاقد کے علاوہ دو گواہ ہونا شرط ہے	۱۸
۵۳	خدا کو گواہ بنا کر نکاح کرنا	۱۹
۵۴	منکوحہ سے نکاح حرام ہے	۲۰
۵۴	بوری شیعہ سے نکاح کرنا	۲۱
۵۵	بوہرہ قوم کی لڑکی سے نکاح	۲۲
۵۶	غیر مسلمہ سے مسلمان کا نکاح	۲۳
۵۶	سابق شوہر کی اولاد سے مطلقہ کی اولاد کا نکاح	۲۴
۵۷	ایک دوسرے کی بہن سے آپسی نکاح	۲۵
۵۷	زوجہ مفقود سے نکاح	۲۶
۵۸	زوجہ مفقود کا بغیر فسخ کے نکاح ثانی کر لینا	۲۷
۵۹	منکوحہ کا قبل از طلاق دوسرے سے نکاح درست نہیں	۲۸
۶۰	نؤ مسلمہ سے نکاح	۲۹
۶۱	سوتیلی خالہ کے ساتھ نکاح	۳۰
۶۱	چھوٹے بھائی کی بیوہ سے نکاح	۳۱
۶۲	ایک بیوی کے لڑکے کا دوسری بیوی کی بہن سے نکاح کا حکم	۳۲



۶۲	چچا زاد بھائی کی لڑکی سے نکاح	۳۳
۶۳	رضا خانی سے رشتہ نکاح	۳۴
۶۴	مزنیہ لڑکی سے کنوارے لڑکے کا نکاح کرنا	۳۵
۶۴	غیر کفو میں نکاح	۳۶
۶۵	عجم میں کفو کی حیثیت اور حسب نسب پر بے جا فخر و تفاخر	۳۷
۶۷	الزام لگانے والی بدچلن عورت سے نکاح پر مجبور کرنا	۳۸
۶۹	عدت میں شوہر اول سے نکاح کرنا	۳۹
۷۰	طلاقِ رجعی میں عدت کے بعد دوبارہ نکاح	۴۰
۷۱	تین طلاق کے بعد عدت میں نکاح	۴۱
۷۲	حاملہ عورت سے نکاح کا حکم	۴۲
۷۳	تفویض طلاق کی شرط پر نکاح	۴۳
۷۳	ہندو آشرم میں مسلمان کا نکاح	۴۴
۷۴	فون پر نکاح و طلاق	۴۵
۷۶	فون اور انٹرنیٹ پر نکاح کی صورتیں	۴۶
۸۲	ٹیلی فون، ای میل اور انٹرنیٹ سے نکاح	۴۷
۸۸	عرفی نام سے بھی نکاح ہو جاتا ہے	۴۸
۸۸	بوقت نکاح سوتیلے باپ کی طرف نسبت کرنا	۴۹
۹۰	مجلس نکاح میں تحریر سے نکاح	۵۰

۹۲	موعود نکاح کی شرعی حیثیت	۵۱
۹۲	نکاح پر تعلیق طلاق کی تھی اس سے نکلنے کا حیلہ	۵۲
۹۲	نکاح فضولی	۵۳
۹۴	باپ کے کرائے ہوئے نکاح میں فسخ کا اختیار نہیں	۵۴
۹۶	نو مسلم میاں بیوی کے لیے تجدید نکاح	۵۵
۹۶	منکوحہ کے نام کے ساتھ کس کا نام لکھا جائے؟	۵۶
۹۸	خفیہ طور پر نکاح کرنے کے بعد دوبارہ جمع میں نکاح کرنے سے متعلق چند احکام	۵۷
۱۰۱	خفیہ نکاح کے بعد علی الاعلان دوسرا نکاح	۵۸
۱۰۲	خفیہ نکاح	۵۹
✽	<b>نکاح ثانی</b>	✽
۱۰۵	دوسرے نکاح کے لیے پہلی بیوی سے اجازت	۶۰
۱۰۵	دوسرا نکاح کرنے کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا	۶۱
۱۰۶	ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی	۶۲
۱۰۷	دوسری شادی پندرہ سالہ لڑکی سے	۶۳
۱۰۸	نکاح باطل و فاسد کے احکام	۶۴
✽	<b>باب النکاح والسفاح</b>	✽
۱۱۳	محرم مرد کا عورت کے ساتھ میاں بیوی کی طرح رہنا	۶۵

۱۱۴	اجنبیہ کے ساتھ میاں بیوی کی طرح رہنا	۶۶
۱۱۵	اجنبیہ کے ساتھ زندگی گزارنا	۶۷
۱۱۶	تین ماہ میں بچی پیدا ہونے سے کیا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟	۶۸
۱۱۹	شوہر کی عدم موجودگی میں اجنبی مرد کے ساتھ رات گزارنا	۶۹
۱۲۳	عورت کے ارتکاب زنا میں شوہر پر گناہ ہے؟	۷۰
۱۲۴	زنا، نکاح، ثبوتِ نسب اور نافرمان عورت کو طلاق دینا	۷۱
۱۳۰	بدون طلاق چلی جانے والی دو عورتوں کے بعد چوتھا نکاح اور نافرمان بیوی کی اولاد کا حکم	۷۲
❁	<b>متفرقات نکاح</b>	❁
۱۳۲	بیوی کا پستان منہ میں لینے سے نکاح فاسد نہیں ہوتا	۷۳
۱۳۲	شرعاً حلال رشتہ داروں سے نکاح کرنے کو عیب سمجھنا	۷۴
۱۳۷	”ہنی مون“ منانا بے اصل ہے	۷۵
۱۳۸	ولیمہ کی شرعی حیثیت اور وقت	۷۶
۱۳۹	خلوتِ صحیحہ کے بعد ولیمہ	۷۷
۱۳۹	شادی سے پہلے دعوت کا حکم	۷۸
۱۴۰	خلوتِ صحیحہ اور عورت کی اجازت کے بغیر ولیمہ کرنا	۷۹
۱۴۰	کیا ولیمہ کے لیے بڑی دعوت کرنا ضروری ہے؟	۸۰
۱۴۲	ولیمہ کتنے دنوں تک ہو سکتا ہے؟	۸۱

۱۴۲	شب زفاف سے قبل ولیمہ ہو سکتا ہے؟	۸۲
۱۴۲	وظیفہ زوجیت ادا نہ کرنے کے قابل عورت سے نکاح پر مالی مطالبہ	۸۳
۱۴۵	رسومات سے بچنے کے لیے اجتماعی نکاح	۸۴
۱۴۷	”یہ لڑکی قیامت تک میری لڑکی کے برابر رہے گی“ کہنے کے بعد اس سے نکاح	۸۵
۱۴۸	چغل خور بیوی کو میکے جانے سے روکنا	۸۶
۱۵۰	دولہا سے رقم لینا ناجائز ہے	۸۷
۱۵۱	شادی کے دعوت نامے کی ایک شکل	۸۸
۱۵۲	نکاح خوانی کی اجرت کے حق دار کون؟	۸۹
۱۵۳	نکاح خوانی کی اجرت کس کا حق؟	۹۰
۱۵۴	شادی میں ہدیہ کا لینا دینا	۹۱
۱۵۵	بارہ بچوں کے بعد تجدید نکاح	۹۲
۱۵۵	ویزا فیس اپنے ذمہ لینے کیے بعد اس سے فرار چاہنا	۹۳
۱۵۷	کیا کثرتِ اولاد عورت پر ظلم ہے؟	۹۴
۱۵۷	شوہر، اپنی بیوی کو میکے جانے سے کب روک سکتا ہے؟	۹۵
۱۵۸	جس شادی میں رسومات ہو اس میں علما کی شرکت	۹۶
۱۵۹	نکاح سے قبل شوہر کی طرف سے ہدیہ بھیج سکتے ہیں؟	۹۷
۱۶۱	خطبہ نکاح اور چند رسومات	۹۸

❁	باب حرمة المصاهرة	❁
۱۶۲	خسر کی ناپاک نظر سے بچاؤ کی خاطر الگ مکان میں رہنا	۹۹
۱۶۳	بہو کو چھونے سے حرمت مصاہرت	۱۰۰
۱۶۵	بہو کی پشت پر ہاتھ رکھنے سے حرمت مصاہرت	۱۰۱
۱۶۷	اپنی بیٹی سے زنا	۱۰۲
۱۶۹	ممسوسہ کی بیٹی سے نکاح	۱۰۳
۱۷۲	اغلام بازی کی اولاد کا آپس میں نکاح جائز ہے	۱۰۴
۱۷۳	سالی کے ساتھ زنا سے نکاح، اولاد، نسب اور میراث کا حکم	۱۰۵
۱۷۴	سالی کے ساتھ زنا کرنے سے بیوی حرام نہیں ہوتی	۱۰۶
۱۷۵	بوسہ سے حرمت مصاہرت کا ثبوت	۱۰۷
۱۷۵	بھابھی کے مخصوص اعضاء کو چھونے سے حرمت مصاہرت	۱۰۸
۱۷۶	خسر کے زنا کرنے سے حرمت مصاہرت	۱۰۹
۱۷۷	بہو سے زنا سے حرمت مصاہرت	۱۱۰
❁	باب احکام النسب والمولود	❁
۱۷۸	ایک بچے کی ماں ہونے کا نرالا ثبوت	۱۱۱
۱۷۹	مسلم عورت کے کافر سے دو بچوں کا حکم	۱۱۲
۱۸۰	ثبوت نسب کے لیے ڈی، این، اے رپورٹ کا اعتبار نہیں	۱۱۳

۱۸۱	کچھ کھلا کر نکاح کے لیے راضی کرنا اور اس نکاح سے پیدا شدہ اولاد کا حکم	۱۱۴
۱۸۱	لے پالک لینا جائز ہے	۱۱۵
۱۸۲	متبنی بنانا درست ہے	۱۱۶
۱۸۲	لے پالک بیٹے کی نسبت	۱۱۷
۱۸۳	نو مسلم کے ساتھ سیٹھ کا نام لگانا	۱۱۸
۱۸۴	خسر کو باپ کہنا	۱۱۹
۱۸۷	عبدالرسول، عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا	۱۲۰
۱۸۸	نو مولود کے کان میں نہلا کر اذان کہے	۱۲۱
۱۸۸	کسی بچے کا نام عفان رکھنا	۱۲۲
۱۸۹	مناف نام رکھنا	۱۲۳
❁	<b>باب الرضا عت</b>	❁
۱۸۹	ثبوت رضاعت میں دودھ کی مقدار	۱۲۴
۱۹۰	خشک پستان والی عورت سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی	۱۲۵
۱۹۲	خارج سے دودھ پلانے سے رضاعت	۱۲۶
۱۹۳	ثبوت رضاعت کے بعد تفریق	۱۲۷
۱۹۴	رضاعی بہن کی اولاد ثابت النسب ہے	۱۲۸
۱۹۴	ایضاً	۱۲۹

۱۹۵	ایک عورت کے قول سے ثبوت رضاعت	۱۳۰
۱۹۵	حقیقی بھائی کی رضاعی بہن کے ساتھ نکاح	۱۳۱
۱۹۶	رضاعی بھائی کی حقیقی بہن سے نکاح	۱۳۲
۱۹۷	رضاعی چھٹی سے نکاح	۱۳۳
۱۹۸	رضاعی خالہ سے نکاح	۱۳۴
۱۹۹	رضاعی خالہ سے نکاح	۱۳۵
✽	<b>باب الحضانة والولاية</b>	✽
۲۰۰	تین طلاق کے بعد بچے کس کے پاس رہیں؟	۱۳۶
۲۰۱	ماں حق پرورش سے انکار کر سکتی ہے؟	۱۳۷
۲۰۲	شوہر کے انتقال کے بعد لڑکے کی پرورش کا حقدار کون؟	۱۳۸
۲۰۳	پرورش کا حق کس کو ہے؟	۱۳۹
✽	<b>باب النفقة</b>	✽
۲۰۵	ولادت کے مصارف کا ذمہ دار کون ہے؟	۱۴۰
۲۰۶	ظالم شوہر کے جیب سے رقم نکالنا	۱۴۱
۲۰۷	بالغ لڑکے کا باپ سے بذریعہ کورٹ نفقہ کا مطالبہ کرنا	۱۴۲
۲۰۷	دو بچوں کو دودھ پلانے کی مدت	۱۴۳
۲۰۸	بچوں کی پرورش کا حق	۱۴۴
۲۱۰	لڑکی کی پرورش کا حق کس کو ہے؟	۱۴۵

۲۱۰	مطلقہ اور اولاد کا نفقہ اور شوہر کے سامان کا حکم	۱۳۶
۲۱۲	شوہر کے ظلم سے میکے جانے والی بیوی کا نفقہ	۱۳۷
۲۱۳	قبل از رخصتی بیوی کا نفقہ کس کے ذمہ ہے؟	۱۳۸
۲۱۴	باپ اور دادا کی موجودگی میں ولایت کس کو حاصل ہے؟	۱۳۹
۲۱۴	نابالغ کے مال میں غیر ولی کے تصرف کا حکم	۱۵۰
<b>کتاب الطلاق</b>		
۲۱۹	طلاق، ظہار اور خلع کے بارے میں عورت کا اختیار	۱۵۱
۲۱۹	طلاق سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے	۱۵۲
۲۲۰	وقوع طلاق میں اضافتِ معنویہ کافی ہے	۱۵۳
۲۲۱	بدکردار بیوی کو طلاق دینا	۱۵۴
۲۲۴	فاحشہ عورت کو طلاق دینے کا حکم	۱۵۵
۲۲۵	نافرمان بیوی کو طلاق دینا	۱۵۶
۲۲۵	ناشزہ عورت کو طلاق دینا	۱۵۷
۲۲۷	بیوی کے ناجائز تعلقات اور ایسی عورت کو طلاق دینے کا حکم	۱۵۸
۲۲۸	حمل ساقط کرانے والی بیوی کو طلاق دینا	۱۵۹
۲۳۰	طلاق دینے کے بعد اس کی متعدد بار خبر دی	۱۶۰
۲۳۲	صریح تین طلاق	۱۶۱
۲۳۴	غیر مدخول بہا کو تین طلاق کا حکم	۱۶۲



۲۳۵	غیر مدخول بہا کو تین طلاق دینا	۱۶۳
۲۳۶	غصہ کی حالت میں طلاق ثلاثہ	۱۶۴
۲۳۸	حالت حیض میں تحریری تین طلاق دینا	۱۶۵
۲۳۹	تین طلاق میں اختلاف	۱۶۶
۲۴۱	طلاق میں میاں بیوی کا اختلاف ہو تو کیا کرے؟	۱۶۷
۲۴۲	عورت کے مطالبے پر تین طلاق دینا	۱۶۸
۲۴۳	حاملہ کو طلاق دینے کا عمدہ طریقہ	۱۶۹
۲۴۵	حالت حمل میں تین طلاق دینا	۱۷۰
۲۴۵	حالت حمل میں طلاق ثلاثہ	۱۷۱
۲۴۶	نشہ کی حالت میں تین طلاق	۱۷۲
۲۴۸	مذاق میں بلاگواہ طلاق اور حمل کا حکم	۱۷۳
۲۴۹	تحریری طلاق	۱۷۴
۲۵۰	روبرو طلاق بالکتابت واقع نہیں ہوتی	۱۷۵
۲۵۵	طلاق بذریعہ تحریر	۱۷۶
۲۵۶	سامنے موجود بیوی کو تحریر سے طلاق دینا	۱۷۷
۲۵۷	طلاق کی دھمکی اور لفظ 'طلاق' کا اطلاق	۱۷۸
۲۵۸	'طلاق دیدوں گا' دھمکی ہے	۱۷۹
۲۵۹	زوجین کا وقوع طلاق میں اختلاف ہو تو کس کی بات معتبر ہے؟	۱۸۰

۲۶۱	طلاق دینے کے بعد شوہرا انکار کرے تو کیا حکم ہے؟	۱۸۱
۲۶۲	عورت طلاق کا اقرار کرے اور مرد منکر ہو تو کیا کرے؟	۱۸۲
۲۶۳	لواطت کے ایک واقعہ میں طلاق کی قسم	۱۸۳
۲۶۶	لواطت کے ارتکاب سے بیوی نکاح سے نہیں نکلتی	۱۸۴
۲۶۷	”تجھے طلاق کی قسم“ کہنے سے طلاق	۱۸۵
۲۶۸	حصول وثیقہ کے لیے طلاق کی قسم	۱۸۶
۲۷۰	عنین کے نکاح، طلاق اور مہر کا حکم	۱۸۷
۲۷۱	نکاح سے پہلے طلاق کا حلف نامہ لکھوانا	۱۸۸
۲۷۲	غیر مسلم قاضی کے فیصلہ طلاق کا حکم	۱۸۹
۲۷۳	غیر مسلم جج کا فیصلہ طلاق	۱۹۰
۲۷۵	طلاق طلاق، تو آزاد کہنے کا حکم	۱۹۱
۲۷۵	طلاق کی جگہ خالی چھوڑ کر تحریر لکھنے کا حکم	۱۹۲
۲۷۸	غلط فہمی میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے	۱۹۳
۲۸۰	لفظ ”دوسری طلاق“ پہلی طلاق کے اقرار کو متضمن ہے	۱۹۴
۲۸۲	محض تصور کرنے سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟	۱۹۵
۲۸۳	زبان سے بے اختیار طلاق کے الفاظ نکل جائے تو؟	۱۹۶
۲۸۴	صرف دل میں طلاق دینا	۱۹۷
۲۸۴	اتنی آہستہ سے طلاق دینا کہ خود بھی نہ سن سکے	۱۹۸

❁	باب الطلاق البائن	❁
۲۸۵	”فارختی“ سے طلاق بائن واقع ہوگی	۱۹۹
۲۸۶	”تو چلی جا مجھے نہیں چاہیے“ کہنا	۲۰۰
۲۸۶	”تو دوسرا شوہر تلاش کر لینا“ لکھنا	۲۰۱
۲۸۷	بیوی کو ”اپنے ماں باپ کے گھر چلی جا“ کہنا	۲۰۲
۲۸۸	طلاق بائن اور ”تو چلی جا“ کہنا	۲۰۳
۲۸۹	طلاق بائن کے الفاظ	۲۰۴
۲۸۹	طلاق کے متعدد الفاظ کنائی کا حکم	۲۰۵
۲۹۱	”یہاں نہیں رہے گی تو میرے نکاح میں نہیں“ کہنا	۲۰۶
۲۹۲	تم کو جہاں جانا ہو چلی جا سے طلاق	۲۰۷
۲۹۵	تھماری بیٹی تمھارے منہ پر مار دوں گا سے طلاق نہیں ہوتی	۲۰۸
۲۹۶	کنائی تین طلاق میں نیت کی تبدیلی	۲۰۹
❁	باب الاکراه فی الطلاق	❁
۲۹۷	جبراً طلاق کی قسم کا حکم	۲۱۰
۲۹۸	جبراً تحریری طلاق	۲۱۱
۳۰۰	کورے اسٹامپ پیپر پر دستخط سے طلاق	۲۱۲
۳۰۰	ڈرانے کے لیے طلاق نامہ لکھوانے سے طلاق	۲۱۳
۳۰۲	زبردستی طلاق کا حکم	۲۱۴

۳۰۳	مکرہ کی طلاق کا حکم	۲۱۵
۳۰۴	طلاقِ مکرہ	۲۱۶
✽	<b>حلالہ کے مسائل</b>	✽
۳۰۵	تین طلاق کے بعد نکاح کی صورت	۲۱۷
۳۰۷	طلاق کی شرط پر حلالہ	۲۱۸
۳۰۸	طلاق کی شرط پر حلالہ	۲۱۹
۳۰۹	کوڑھ والی مطلقہ کا حلالہ	۲۲۰
۳۱۰	نادرست حلالہ میں وطی کے بعد شرعی حلالہ کرنا	۲۲۱
۳۱۳	حلالہ کی مشروع صورت	۲۲۲
۳۱۵	مطلقہ، مغالطہ کے نفقہ، حلالہ اور اولاد کے ساتھ رہنے کا حکم	۲۲۳
۳۱۶	حلالہ کر کے نکاح میں آنے والی عورت کو طلاق دینا	۲۲۴
✽	<b>باب الخلع</b>	✽
۳۲۰	حق خلع اور بدل خلع	۲۲۵
۳۲۱	بیوی کو تنگ کرنے والے سے خلاصی کی صورت	۲۲۶
۳۲۲	شرابی شوہر سے خلاصی کی صورت	۲۲۷
۳۲۳	خلع	۲۲۸
۳۲۴	زوج متعنت سے چھٹکارہ کی صورت	۲۲۹
۳۲۵	شوہر کا طلاق کے عوض پیسہ لینا	۲۳۰

❁	متفرقات طلاق	❁
۳۳۱	میاں بیوی میں تعلقات نہ ہونے کا اثر رشتہ نکاح پر	۲۳۱
۳۳۱	شوہر کی اجازت کے بغیر لڑکی میکے آگئی، فریقین کیا کریں؟	۲۳۲
۳۳۲	انسداد طلاق کے لیے کمیٹی بنانا	۲۳۳
۳۳۴	کثرت طلاق کی روک تھام کے لیے بائیکاٹ، مالی جرمانہ لینا	۲۳۴
۳۵۳	بلا وجہ شرعی طلاق دینے والے کو کوڑے مارنا	۲۳۵
۳۵۴	ظلماً طلاق پر بہ طور تعزیر بائیکاٹ کرنا	۲۳۶
۳۵۷	مطلقہ کی مالی مدد کرنا	۲۳۷
۳۵۸	انتقاماً طلاق نہ دینا	۲۳۸
۳۶۰	والدین کا اپنے بیٹے کو طلاق دینے پر دباؤ کیوں؟	۲۳۹
۳۶۳	بیوی کو بہن کہنے کا حکم	۲۴۰
۳۶۳	شوہر کے ظلم کی وجہ سے طلاق کا مطالبہ کرنا	۲۴۱
۳۶۶	بیوی کو خط نہ پہنچے تو بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے	۲۴۲
۳۶۶	جھگڑے کی وجہ سے عورت کو معلق چھوڑ دینا کیسا ہے؟	۲۴۳
❁	باب التفویض والتعلیق	❁
۳۶۸	تفویض طلاق کے بعد بھی ایقاع طلاق کا حق ہے	۲۴۴
۳۶۹	ایقاع طلاق کو مشروط کرنا	۲۴۵
۳۷۰	سرکاری کارروائی نہ کرنے یا نکاح ثانی کی شرط پر طلاق دینا	۲۴۶

۳۷۱	”رمضان سے پہلے شادی نہ ہوئی تو وہ عورت میرے لیے حرام ہے“ کے الفاظ سے قسم کھانا	۲۴۷
۳۷۲	ماں کے گھر جانے پر شرطی طلاق	۲۴۸
۳۷۳	”جب بھی شادی کروں تو طلاق“ کہنا	۲۴۹
۳۷۵	جب بھی شادی کروں تو طلاق	۲۵۰
۳۷۶	وقوع شرط کے بعد منسوبہ پر طلاق واقع نہیں ہوتی	۲۵۱
۳۷۸	”تیرے علاوہ سے نکاح کروں تو طلاق“ کہنے کا حکم	۲۵۲
۳۷۸	تعلیق طلاق کے بعد اس کام کی اجازت دینے سے وقوع طلاق	۲۵۳
۳۸۰	”اگر تم اپنے میکہ جاؤ گی تو سمجھ لینا“ کہنے سے طلاق	۲۵۴
۳۸۱	طالب علم کا امتحان میں ناکامی پر طلاقِ مخطوبہ کو معلق کرنا	۲۵۵
۳۸۲	تین طلاق معلق سے بچنے کی صورت	۲۵۶
۳۸۳	شادی پر طلاق کی تعلیق کا حل	۲۵۷
۳۸۵	نکاح سے پہلے تعلیق طلاق	۲۵۸
۳۸۷	نکاح سے پہلے تعلیق طلاق کا حکم	۲۵۹
۳۸۸	جماع پر تین طلاق کو معلق کرنا	۲۶۰
۳۸۹	”اگر اس سال رخصتی نہ کرے تو طلاق“ کہنا	۲۶۱
۳۹۰	تعلیق و طلاق میں خیالات کا اعتبار نہیں	۲۶۲
۳۹۲	تعلیق طلاق کی ایک صورت	۲۶۳

۳۹۶	طلاق ثلاثہ کی تعلیق	۲۶۴
۳۹۶	اجمالی تعلیق میں طلاق کا حکم	۲۶۵
۳۹۸	یمین اور طلاق وسوسے سے واقع نہیں ہوتے	۲۶۶
❁	<b>باب العدة</b>	❁
۴۰۰	عدت کی مصلحت اور اس کے احکام	۲۶۷
۴۱۳	حاملہ کی عدت	۲۶۸
۴۱۴	شوہر کا انتقال سابق وطن میں ہو تو عدت کہاں گزارے؟	۲۶۹
۴۱۴	عدت میں نکاح و تداخلِ عدت	۲۷۰
۴۱۵	عدت میں نکاح صحیح نہیں	۲۷۱
۴۱۷	عدت کب شروع ہوگی؟ جہیز کے سامان کا حکم	۲۷۲
۴۱۸	بیوہ عدت کہاں گزارے؟	۲۷۳
۴۱۹	ایام عدت میں عورت کہاں رہے؟	۲۷۴
۴۱۹	علاج کے ذریعہ خون جاری کر کے عدت پوری کروانا	۲۷۵
۴۲۰	بعد طلاق عدت کی رقم واپس کر دے تو شوہر کیا کرے؟	۲۷۶
۴۲۱	بذریعہ عدالت تاحیات نفقہ کا مطالبہ	۲۷۷
۴۲۳	عدت کے خرچ سے زیادہ لینے کا قانون اور زنا پر جرمانہ طے کرنا تعزیر بالمال ہے؟	۲۷۸
۴۲۶	مطلقہ ثلاثہ کا نفقہ عدت اور سامان کا حکم	۲۷۹

۴۲۷	معتدہ وفات کے لیے بیرون ملک کا سفر	۲۸۰
۴۲۸	معتدہ کے لیے شوہر کے بھتیجے بھانجے سے پردہ کا حکم	۲۸۱
۴۲۹	معتدہ کا سونے کے لنگن پہننا	۲۸۲
<b>کتاب البیوع</b>		
۴۳۳	نقد اور ادھار خریداری کے بھاؤ میں فرق رکھنا	۲۸۳
۴۳۳	نقد ثمن کی صورت میں کمیشن	۲۸۴
۴۳۴	نقد اور ادھار کی قیمت میں فرق	۲۸۵
۴۳۴	نقد اور ادھار میں قیمت کا تفاوت	۲۸۶
۴۳۵	وقت پر قیمت ادا نہ کرنے پر فسخ بیع یا زیادتی وصول کرنا	۲۸۷
۴۳۶	ادھار میں زیادہ قیمت لینا اور کسی مجبوری کا غلط فائدہ اٹھانا	۲۸۸
۴۳۷	کم قیمت میں ذخیرہ کر کے زیادہ قیمت پر ادھار بیچنا	۲۸۹
۴۳۷	بیع پر ملکیت سے پہلے بیع باطل ہے	۲۹۰
۴۳۸	وزن کیے بغیر بیع کا استعمال	۲۹۱
۴۳۹	مال پر قبضہ کیے بغیر کسی دوسرے کو بیچنا درست نہیں	۲۹۲
۴۴۰	ثمن پر قبضہ کیے بغیر وہی چیز کم قیمت میں مشتری سے خریدنا	۲۹۳
۴۴۱	ایک ممبر کا مکان کی تعمیر مکمل ہونے سے پہلے مکان بیچ دینا	۲۹۴
۴۴۲	شرعی قبضہ اور تکمیل سے پہلے نفع لے کر مکان بیچنا	۲۹۵
۴۴۲	عقار کی بیع میں اندیشہ ہلاک اور قبضہ کا حکم	۲۹۶



۲۴۶	بیع کے بعد بیع پر قبضہ جمائے رکھنا	۲۹۷
۲۴۷	ایجاب و قبول کے بعد قانونی رجسٹری سے پہلے زمین بیچنا	۲۹۸
۲۴۸	نام رجسٹری کرالینے سے ملکیت نہیں آتی	۲۹۹
۲۵۰	خرید و فروخت میں نفع کا حکم	۳۰۰
۲۵۰	تجارت میں نفع کی کوئی حد ہے؟	۳۰۱
۲۵۱	کیا گاہک سے مقدمہ کے مصارف وصول کر سکتے ہیں؟	۳۰۲
۲۵۲	ثمن کی وصولیابی کے مصارف خریدار سے وصول کر سکتے ہیں؟	۳۰۳
۲۵۲	قیمت کے تعین میں سیل ٹیکس شمار ہوگا؟	۳۰۴
۲۵۳	رعایتی دام سے خریدی ہوئی چیز زیادہ نفع لے کر بیچنا	۳۰۵
۲۵۵	ایضاً	۳۰۶
۲۵۶	خیار عیب بہر حال خریدنے والے کو حاصل ہے	۳۰۷
۲۵۷	خیار عیب کب ساقط ہو جاتا ہے؟	۳۰۸
۲۵۸	گڑ سے چائے خراب ہو جائے تو واپس کر سکتے ہیں؟	۳۰۹
۲۵۸	خریدار کی ملکیت میں دودھ خراب ہوا تو بائع ذمہ دار نہیں	۳۱۰
۲۵۹	کپڑے کا رنگ کچا ہونا عیب ہے یا نہیں؟	۳۱۱
۲۶۰	عیب سے سلامتی کی شرط پر گاہک بھن بھینس خریدنا	۳۱۲
۲۶۲	بیع مراہمہ، مساومہ، اور تولیہ کے طور پر ہوٹل کے حصوں کی بیع	۳۱۳
۲۶۵	مختلف اشیاء مجموعی قیمت سے خریدنا	۳۱۴

۴۶۵	خرید و فروخت کی ایک جائز صورت	۳۱۵
۴۶۶	ڈیلر اور بینک سے گاڑی خریدنے کی چند صورتیں	۳۱۶
۴۶۹	مشتراکہ ملکیت میں بیع اور وصیت	۳۱۷
۴۷۴	فسخ بیع کا معاوضہ لینا	۳۱۸
۴۷۵	مقررہ وقت گزر جانے پر ثمن مع سود دینے کی شرط لگانا	۳۱۹
۴۷۵	بلڈر کو دی ہوئی رقم سے زائد وصول کرنا حرام ہے	۳۲۰
۴۷۷	حرام ثمن والے مشتری کے ساتھ خرید و فروخت	۳۲۱
۴۷۹	ناجائز کمائی والے سے تعمیر کا اگر ایمنٹ ہو چکا اب کیا کرے؟	۳۲۲
۴۸۰	غلہ کی تجارت کا ایک طریقہ	۳۲۳
۴۸۲	بیع فسخ ہونے کی صورت میں بیع کے بیچنے کی شرط لگانا	۳۲۴
۴۸۵	بیع فاسد کے ثمن کو قرض میں شمار نہیں کر سکتے	۳۲۵
۴۸۶	علاقہ میں مال سپلائی کا حق فروخت کرنا	۳۲۶
۴۸۸	اینٹ کی بیع استحصاع	۳۲۷
۴۸۸	بلڈر سے معہود مکان خریدنا	۳۲۸
۴۸۹	دال کی بوری کے ساتھ بیع کرنا	۳۲۹
۴۹۱	بیع مجازفہ کی ایک صورت	۳۳۰
۴۹۱	ایضاً	۳۳۱
۴۹۲	تھیلی اور کاغذ بیع میں شامل ہے	۳۳۲

۴۹۳	”زائد بھاؤ“ کا عرف	۳۳۳
۴۹۳	مزدور کو قرض نہ دینا اور اجرت طے کرنا	۳۳۴
۴۹۴	بیع وفا کی ایک صورت	۳۳۵
۴۹۴	میخ کم قیمت پر بائع ہی کو بیچنا	۳۳۶
۴۹۶	نقد رقم حاصل کرنے کے لیے بیع	۳۳۷
۴۹۶	دودھ کی کمی بیشی پر دائر شمن والی بیع فاسد ہے	۳۳۸
۴۹۸	گابھن بنانے کی شرط پر بیع	۳۳۹
۵۰۰	شمن کی ادائیگی کا وقت مقرر کیے بغیر بیع	۳۴۰
۵۰۰	کپڑے کے تھان پر درج مقدار میں کمی بیشی کا امکان اور بیع کا حکم	۳۴۱
۵۰۱	مال تجارت میں نفع کمیشن پر لینا۔ کمیشن پر چندہ کرنا	۳۴۲
۵۰۲	حکومت کی طرف سے طے شدہ نرخ سے زیادہ لینا	۳۴۳
۵۰۲	ڈاکخانہ وغیرہ کی اشیاء کو زیادہ قیمت سے خرید و فروخت کرنا	۳۴۴
۵۰۳	کسی چیز کا حکومتی قیمت سے زیادہ پر فروخت کرنا	۳۴۵
۵۰۳	ریلوے ٹکٹ، منافع لے کر بیچنا	۳۴۶
۵۰۴	اقالہ کی فضیلت و حکم	۳۴۷
۵۰۵	فروخت شدہ مکان کو غصب کر کے پرانی قیمت واپس کرنا	۳۴۸
✽	<b>بیع میں جھوٹ وغیرہ کے مسائل</b>	✽
۵۰۶	ملازم کا متعین نرخ سے زائد قیمت پر چیز بیچنا	۳۴۹

۵۰۷	بغیر سامان کے صرف بل (رسید) بیچنا کیسا ہے؟	۳۵۰
۵۰۸	بی۔ پی ایل کارڈ اور راشن کارڈ سے ناجائز فائدہ اٹھانا	۳۵۱
۵۰۹	تمباکو کے اصلی ڈبہ میں نقلی مال فروخت کرنا	۳۵۲
۵۱۰	ٹیکس سے بچنے کے لیے میچ کی قیمت کم بتلانا	۳۵۳
۵۱۱	ٹیکس سے بچنے کے لیے تدبیر اختیار کرنا کیسا ہے؟	۳۵۴
۵۱۱	اپنی مصنوعات پر جاپانی مارک لگانا	۳۵۵
۵۱۳	بغیر لائسنس کے منجن فروخت کا کاروبار کرنے میں رشوت دینا	۳۵۶
۵۱۴	رجسٹرڈ شدہ کمپنی کے لیبل سے اپنی مصنوعات فروخت کرنا	۳۵۷
۵۱۸	بگڑنے سے بچانے کے لیے دودھ میں برف ڈالنا کیسا ہے؟	۳۵۸
۵۱۹	مٹی کا تیل زیادہ دام سے بیچنا	۳۵۹
۵۲۰	مکان فروخت کرنے کے بعد دستخط نہ کرنا	۳۶۰
۵۲۱	سرکاری امداد کے لیے جعلی بل دینا	۳۶۱
۵۲۲	جعلی بل پیش کر کے حکومت سے روپے وصول کرنا	۳۶۲
۵۲۲	زیادہ رقم کا بل بنا کر زائد رقم واپس لینا	۳۶۳
✽	<b>ممنوع اور مباح اشیاء کی بیع کے مسائل</b>	✽
۵۲۳	انسان کے پاخانہ کی بیع	۳۶۴
۵۲۴	ذی روح کھلونے کی تجارت	۳۶۵
۵۲۶	”اے ٹو زیڈ مارکیٹنگ“ نامی کمپنی کا گاہک بننے کا حکم	۳۶۶

۵۲۸	گانے بھرے ہوئے کیسٹ کی تجارت جائز نہیں	۳۶۷
۵۲۸	گانے کی کیسٹ فروخت کرنا	۳۶۸
۵۲۹	ایضاً	۳۶۹
۵۲۹	شراب کی خالی بوتلوں کی تجارت درست ہے	۳۷۰
۵۳۰	شراب کی بوتلوں کا کاروبار	۳۷۱
۵۳۰	مورقی کی تجارت جائز نہیں	۳۷۲
۵۳۱	گمراہ کن عقائد پر مشتمل کتابوں کی تجارت درست نہیں	۳۷۳
۵۳۲	الکحل کی خرید و فروخت	۳۷۴
۵۳۲	الکحل اور کیمرہ کی خرید و فروخت	۳۷۵
۵۳۳	الکحل والے سینٹ اور عطریات فروخت کرنا	۳۷۶
۵۳۳	الکحل والے پرفیوم فروخت کرنا	۳۷۷
۵۳۵	زندہ جانور وزن کر کے بیچنا	۳۷۸
۵۳۵	مختلف مردہ جانوروں کی بیچ کا حکم	۳۷۹
۵۳۶	مچھلی کے علاوہ بحری جانوروں کی خرید و فروخت کا حکم	۳۸۰
۵۳۷	ٹی وی اور ریڈیو کی بیچ کے حکم میں فرق	۳۸۱
۵۳۸	چرس، حشیش وغیرہ کا استعمال اور خرید و فروخت کا حکم	۳۸۲
۵۴۰	مردار کے چمڑے کی بیچ	۳۸۳
۵۴۱	گڑ، پھٹکری اور سیاہ مرچ شراب بنانے والے کے ہاتھ بیچنا	۳۸۴

۵۴۲	پوجا پاٹ کا سامان خریدنا	۳۸۵
۵۴۲	گوچن کو بیچنا	۳۸۶
۵۴۳	گوچن کی خرید و فروخت	۳۸۷
۵۴۴	دھات کی انگوٹھی کا استعمال اور خرید و فروخت	۳۸۸
۵۴۵	بینک کی ضبط کردہ گاڑی خریدنا	۳۸۹
۵۴۵	جو کے باغات شراب بنانے والے کے ہاتھ بیچنا	۳۹۰
۵۴۶	گورنمنٹ کی دی ہوئی زمین خریدنا	۳۹۱
۵۴۷	آتش بازی کی خرید و فروخت اور استعمال	۳۹۲
۵۴۷	کان میں جھے ہوئے پتھروں کی خرید و فروخت	۳۹۳
۵۵۳	الیم اور فوٹو فریم بیچنا	۳۹۴
۵۵۳	پان کا ٹھیلہ کھولنا	۳۹۵
۵۵۴	لپسٹک اور پاؤڈر وغیرہ میک اپ کی تجارت کرنا	۳۹۶
۵۵۵	لکس صابن بیچنا	۳۹۷
۵۵۵	ویڈیو گیم کی تجارت کرنا	۳۹۸
۵۵۶	آلات لہو و لعب کی بیچ	۳۹۹
۵۵۶	چور بازار کی اشیاء کا حکم	۴۰۰
۵۵۷	ضبط کردہ مشین خریدنا	۴۰۱
۵۵۷	اخبار کی کوپن خریدنا ناجائز ہے	۴۰۲

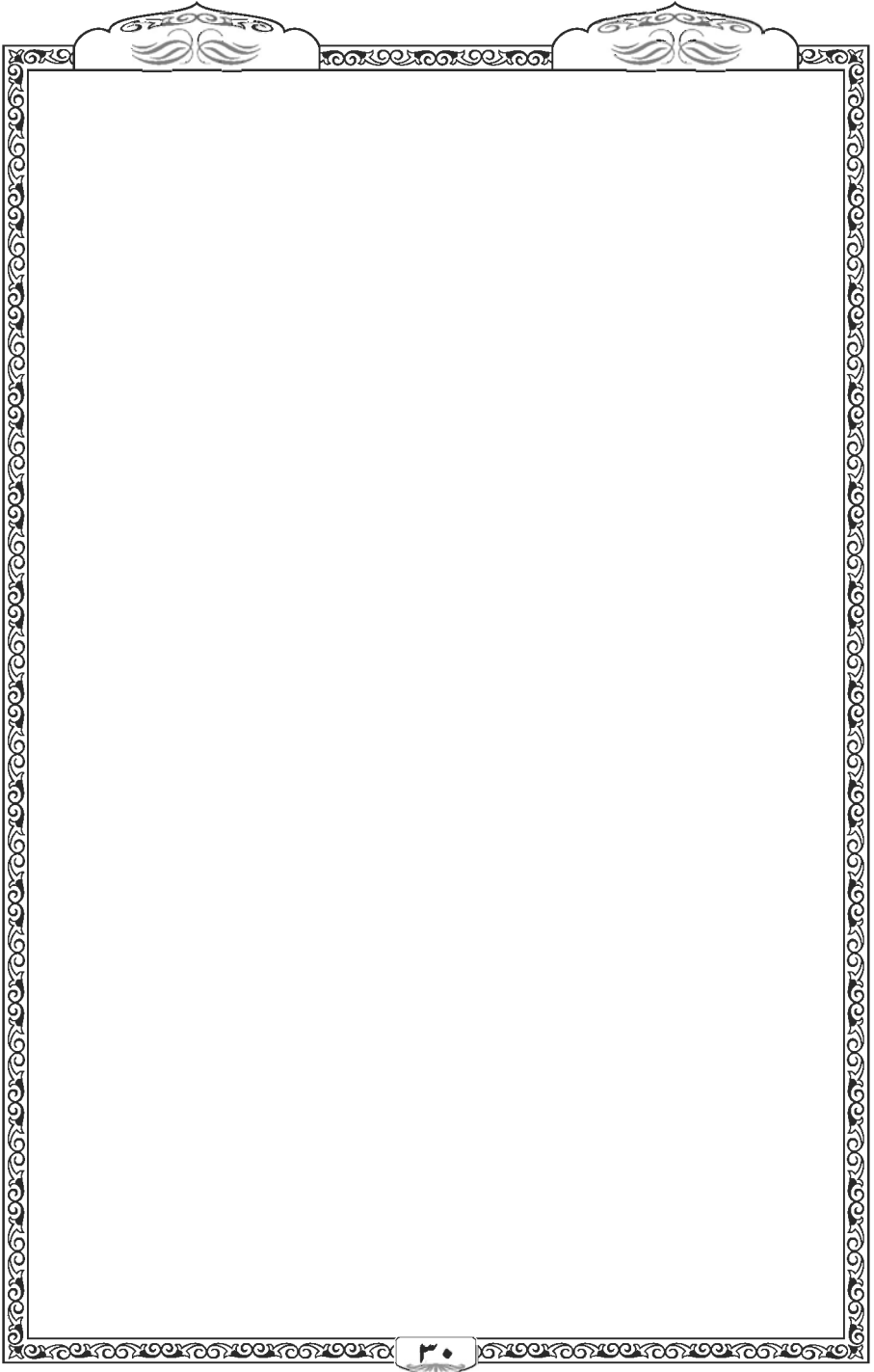
۴۰۳	اخبارات میں امور معاصی کا اشتہار اور اس کی آمدنی کا حکم	۵۵۹
✽	<b>باب بیع الصرف والسلام</b>	✽
۴۰۴	سونے چاندی کو ادھار بیچنے کی مختلف صورتوں کا حکم	۵۶۱
۴۰۵	ہنڈی کا کاروبار کرنا کیسا ہے؟	۵۶۵
۴۰۶	حوالے کا کاروبار جائز ہے؟	۵۶۵
۴۰۷	ہنڈی کا حکم	۵۶۶
۴۰۸	ریال کے عوض نوٹسے لینا	۵۶۹
۴۰۹	بیرونی کرنسی زیادہ دام میں فروخت کرنا	۵۶۹
۴۱۰	کاغذی نوٹ کی شرعی حیثیت	۵۷۰
۴۱۱	ڈالر کے ذریعہ نفع بخش تجارت	۵۷۱
۴۱۲	ریزگاری بیچنے کی ناجائز صورت اور اس کے جواز کی شکلیں	۵۷۲
۴۱۳	پھٹے ہوئے روپے کم قیمت سے بیچنا	۵۷۳
۴۱۴	بیع سلم میں بیع پر قبضہ کے بعد بیع	۵۷۳
۴۱۵	اینٹ میں بیع سلم اور استصناع کا حکم	۵۷۴
۴۱۶	گیہوں میں بیع سلم	۵۷۵
✽	<b>متفرقات بیوع</b>	✽
۴۱۷	جمعہ وعیدین کے خطبہ کے وقت خرید و فروخت	۵۷۶
۴۱۸	جمعہ کی اذان کے بعد بیع کا حکم	۵۷۶

۵۷۶	چٹھی کے ذریعہ رقم جمع کرنا	۴۱۹
۵۷۶	باہمی تعاون کے لیے مساوی رقم جمع کر کے قرضہ اندازی کرنا	۴۲۰
۵۸۰	ماہ رمضان میں دن کے وقت ہندو محلہ میں ہوٹل کھلا رکھنا	۴۲۱
۵۸۱	بیج میں چھ ماہ میں رقم ادا کرنے کی شرط	۴۲۲
❀	<b>پولٹری فارم کے مسائل</b>	❀
۵۸۲	چوزے دینے کی شرط پر انڈے دوسرے کی مرغی سے سینا	۴۲۳
۵۸۲	صنعت کے لیے حکومت سے سبسڈی لینا	۴۲۴
۵۸۳	نرخ متعین کیے بغیر انڈا فروخت کرنا	۴۲۵
۵۸۴	انڈوں کی مقدار طے کیے بغیر بیج کرنا	۴۲۶
۵۸۴	انڈوں میں بیج سلم	۴۲۷
۵۸۵	مرغیوں کی بیج وزناً و عدداً میں تطبیق	۴۲۸
۵۸۶	مرغیوں کی کھاد کی بیج	۴۲۹
۵۸۷	فارمی مرغیوں کے لیے بنائی جانے والی غذاؤں کا حکم	۴۳۰
۵۹۰	مرغیوں کو لڑائی سے بچانے کے لیے چونچ کا حصہ کاٹنا	۴۳۱
۵۹۰	ضرورت کی وجہ سے مرغیوں کی چونچ کاٹنا	۴۳۲





# كتاب النكاح



## اولاد کی رضامندی کے بغیر رشتہ طے کرنا شرعاً کیسا ہے؟

**سوال:** زید کی منگنی ان کے دادا بکر نے عائشہ بنت خالد سے طے کی، زید کی والدہ فاطمہ کو اس منگنی سے بے خبر رکھا گیا، زید کو لڑکی بھی دکھلا دی گئی مگر زید کی مرضی نہیں معلوم کی گئی، زید کی والدہ پر منگنی کے متعلق مبارک باوی کا فون آیا تب اسے علم ہوا، نیز زید کی والدہ اس منگنی سے راضی نہیں، بالآخر منگنی طے ہوئی ہے، فریق ثانی میں عائشہ کو بھی منگنی کا پتہ نہیں تھا، اس سے بھی اس کے والدین نے منگنی کو پوشیدہ رکھا؛ البتہ عائشہ کے والدین راضی تھے، عائشہ کی والدہ کو کسی نے پوچھا کہ کیا عائشہ کو منگنی کا علم ہے؟ تو اس کی والدہ نے کہا کہ عائشہ کو بتانے کی کیا ضرورت ہے؟ زید کے والد عمران کے والد بکر کے کہنے سے راضی ہو گئے ہیں، زید اور گھر کے دیگر افراد کو جب منگنی کا علم ہوا تو تعجب میں پڑ گئے؛ لہذا مذکورہ مسئلہ کے بارے میں شرعی رہنمائی فرما کر ممنون کریں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

حضرت علامہ نور شاہ کشمیری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”قد تقرر عندنا من سبر طريق الشارع ان كل أمر يقوم بجماعة يراعى فيه حال الطرفين، والأحاديث فيه ترد في الجانبين وذلك هو الاصلاح لإقامة النظم، فالصواب في هذه المواضع أن تجمع أحاديث الطرفين ويؤخذ المراد من مجموعها ومن يقصر نظره على حديث الجانب الواحد فإنه لا يدرك من مراد الشارع الا شطرا منه“.

صاحب شریعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کار پر غور و فکر کے نتیجہ میں جو بات

ہمارے نزدیک ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ ہر وہ معاملہ جس کا تعلق ایک جماعت یعنی چند افراد سے ہو ایسے معاملہ میں دونوں جانب کی حالت کا خیال رکھا جاتا ہے، اور احادیث اس سلسلہ میں دونوں فریق کی رہنمائی کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں، اور نظم و نسق کو قائم رکھنے کے لیے یہی طریق کار موزوں اور مناسب ہے؛ اس لیے ایسے مواقع پر صحیح طریقہ یہ ہے کہ دونوں طرف کی احادیث کو پیش نظر رکھا جائے اور دونوں کے مجموعہ کو سامنے رکھ کر صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد سمجھنے کی کوشش کی جائے، جو آدمی صرف ایک طرف کی احادیث کو پیش نظر رکھے گا وہ صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی آدھی مراد پاسکے گا۔  
(فیض الباری ۴/۲۸۴)

آگے چل کر حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے اس کی چند مثالیں پیش فرمائی ہیں۔ اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں: ”فاعلم ان الاحادیث فی امر النکاح ایضا وردت بالوجهین“ الخ نکاح کے معاملہ میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان کا تعلق دونوں گروہ یعنی اولیاء اور ماتحتوں سے ہے جہاں ایک طرف ماتحتوں کو اولیاء کی اطاعت اور فرماں برداری کا حکم دیا گیا، وہاں دوسری طرف اولیاء کو بھی ماتحتوں کے جذبات و احساسات کا خیال رکھنے کی تاکید کی گئی۔

صورت مسئلہ میں دادانے پوتے کا رشتہ طے کرتے ہوئے پوتے اور اس کی والدہ کی مرضی معلوم نہیں کی اور اپنے طور پر اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے یہ رشتہ طے کر دیا جس پر خود لڑکا جس کا رشتہ طے کیا گیا ہے راضی نہیں اور اس کی والدہ بھی اس رشتہ کے لیے تیار نہیں، اب اگر ان دونوں کی یہ ناراضگی اس لیے ہے کہ جہاں رشتہ طے کیا گیا ہے اس میں ان کے خیال سے شرعی طور پر نقص ہے یا لڑکے کو لڑکی

پسند نہیں تو اس صورت میں داد کو چاہیے کہ ان کے جذبات کی رعایت کرتے ہوئے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرے۔ بخاری شریف میں واقعہ ہے کہ ایک خاتون خنساء بنت حزام رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے والد نے ان کی اجازت لیے بغیر کر دیا، انہیں وہ ناگوار ہوا اور رسول اللہ ﷺ سے آ کر شکایت کی تو آپ نے وہ نکاح کا عدم قرار دے دیا۔

(معاشرتی مسائل ص: ۵۶)

جب آپ ﷺ نے لڑکی کے جذبات کی اتنی رعایت کی جس کے اختیار میں نکاح کے بعد طلاق کا حق بھی نہیں رہتا تو لڑکے کے جذبات کی رعایت بطریق اولیٰ کرنی چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں کوئی ناگوار صورت پیش آئے۔

اور اگر جہاں رشتہ طے کیا گیا ہے ان میں شرعی طور پر کوئی قابل اعتراض چیز نہیں اور ناپسند بھی نہیں، صرف اس لیے مخالفت کی جا رہی ہو کہ ہم کو کیوں نہیں پوچھا گیا؟ تو لڑکے اور ان کی والدہ کا یہ رویہ شرعاً قابل مذمت ہے، ان کو چاہیے کہ اپنے بڑوں کے فیصلہ کو سرچڑھا کر مان لیں، اسی میں اللہ کی طرف سے خیر ڈالی جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاء: العبد احمد خان پوری، ۲/۲/۲۰۲۵ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## رشتہ نکاح میں اولاد کی رضامندی کا خیال رکھنا

**سوال:** اللہ رب العزت نے شریعت محمدی اور حضور ﷺ نے اپنے اسوۂ حسنہ کے ذریعہ تمام مسلمانوں پر یہ حکم نافذ کر دیا کہ لڑکے یا لڑکی کی اجازت لیے بغیر نکاح

نہیں کیا جاسکتا لیکن آج بھی کئی والدین اس خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ کیا وہ اپنی اولادوں کا بُرا کریں گے اور نکاح سے قبل اپنی اولاد سے اجازت لینا بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں اور کبھی کبھی ایسے واقعات رونما ہو رہے ہیں کہ اولاد نہ چاہتے ہوئے بھی نکاح کے وقت ایسے رشتے کے لیے ہاں کہنے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ جب رشتہ طے پاتا ہے تو اس وقت ان کی رائے لی ہی نہیں جاتی اور رشتہ طے کر لیا جاتا ہے اور نکاح کے وقت خاندان اور معاشرت میں اپنی عزت کے لیے وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ہاں کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں تو کیا ایسا نکاح جس میں طرفین میں سے کوئی ایک راضی نہ ہو اور مجبوری اور عزت کے خاطر ایسے نکاح کو ہاں کہہ دے تو کیا یہ جائز ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

شریعت نے جس طرح اولاد کے ذمہ والدین کے حقوق رکھے ہیں اسی طرح والدین کے ذمہ اولاد کے حقوق بھی رکھے ہیں اور جو بھی ان حقوق کو نظر انداز کرے گا اس کا خمیازہ اس کو بھگتنا ہوگا مثلاً شادی کے معاملہ میں اولاد کی رضامندی لازم ہے اگر والدین کسی غیر مناسب جگہ رشتہ تجویز کریں تو اولاد کو انکار کا حق ہے اور اگر وہ اپنی ناگواری کے باوجود محض والدین کی رضا جوئی اور آپ کے احترام کی بنا پر قبول کر لیں اور پھر نباہ کر دکھائیں تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم اجر کا مستحق ہے لیکن اگر وہ قبول نہ کرے تو والدین کو اس پر جبر کرنے کا کوئی حق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ: العبد احمد خانپوری، ۱۴ شوال ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## لڑکی کی رضامندی کے بغیر نکاح کرنا

**سوال:** اور اگر ایسے نکاح میں لڑکا یا لڑکی کسی لڑکے یا لڑکی کی بدچلنی اور آوارگی کی وجہ سے اس کو پسند نہ کرے تو کیا ایسا نکاح جائز ہوگا خاص طور سے لڑکی (جب کہ لڑکا اپنی رائے کا کھل کر اظہار کر سکتا ہے) جب اپنے والدین کے زبردستی کیے ہوئے ایسے لڑکے کے رشتے کو جس کے عادات و اطوار بھی مشکوک ہو لیکن والدین کے نزدیک اپنی جماعت کا غلط عادات و اطوار کا لڑکا کسی دوسری جماعت یا ذات کے بہترین لڑکے کے مقابلے میں اولویت رکھتا ہو تو کیا ایسا نکاح جائز ہوگا اور لڑکی ایسے نکاح میں اپنی رضامندی دینے سے انکار کر دے تو سماج اور معاشرے میں اس کا کیا مقام ہوگا اور کیا وہ اپنے ماں باپ کی بات ٹھکرانے کے لیے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں گنہگار بھی ہوگی اور نکاح کے بعد بھی لڑکے کے عادات و اطوار میں کوئی تبدیلی نہ آئے اور لڑکی کو بیوٹی پارلر وغیرہ میں جانے کے لیے مجبور کرے تو لڑکی کو نکاح کے بعد کیا اختیار حاصل رہے گا؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

والدین کو حکم ہے کہ وہ شادی کرتے وقت اولاد کے جذبات اور خواہش کو ترجیح دیں عاقلہ بالغ لڑکی کا نکاح کو قبول کرنا ضروری ہے بغیر اس کے نکاح نہیں ہوتا اگر لڑکی نے نکاح کی اجازت بھی نہیں دی اور نکاح ہونے کے بعد اس کو مسترد کر دیا تو یہ نکاح نہیں ہوا البتہ نکاح کے بعد اگر لڑکی نے اس نکاح کو مسترد نہیں کیا تھا بلکہ خاموش رہی تھی اور پھر جب لڑکی کو رخصت کیا گیا تو وہ چپ چاپ رخصت ہو گئی اور جس شخص سے اس کا نکاح کیا گیا تھا اس کو میاں بیویوں کے تعلق کی اجازت دے دی تو اس کا مطلب

یہ ہوگا کہ اس نے والدین کے کیے ہوئے نکاح کو عملاً قبول کر لیا لہذا نکاح صحیح ہو گیا اور اب اس کو کوئی اختیار حاصل نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ: العبد احمد خان پوری، ۱۴ ارشوال ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## جس لڑکی سے شادی کا ارادہ ہو اس کو دیکھنا

**سوال:** ایک شخص نکاح کی بات چیت چلانے سے پہلے لڑکی کو دیکھنا چاہتا ہے، اور چوں کہ وہ لڑکی ہمیشہ باپردہ رہتی ہے اس لیے دیکھنے کی کوئی اور صورت نہیں، تو کیا وہ شخص باقاعدہ طور پر اس لڑکی کے گھر جا کر اس لڑکی کو دیکھ سکتا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

شریعت میں اجنبی مرد کا عورت کو دیکھنا منع ہے، اس کے باوجود نکاح سے (بلکہ پیام دینے سے) قبل مرد کو اجازت دی گئی کہ جس عورت سے شادی کا ارادہ ہے اگر چاہے تو اس کو دیکھ سکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”إذا خطب أحدكم المرأة فإن استطاع أن ينظر إلى ما يدعوه إلى نكاحها فليفعل“ (یعنی) جب تم کسی عورت کو نکاح کا پیغام دو (یا دینا چاہو) تو اگر یہ ممکن ہو کہ اس کے وہ اوصاف دیکھ سکو جو نکاح میں مطلوب ہیں تو ضرور ایسا کر لو۔ (ابوداؤد شریف)

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر ایک عورت کو پیغام دینے کا ارادہ ظاہر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: پہلے جا کر دیکھ لو، کیوں کہ اس سے تعلقات کے پائیدار ہونے میں بہت مدد ملے گی، میں اس عورت کے گھر گیا اور اس کے



والدین کو پیغام دیا، اس کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کا مشورہ سنایا، اس سے ان دونوں کو کچھ ناگواری سی ہوئی؛ لیکن اس عورت نے پردہ کے پیچھے سے یہ بات سن لی، اس نے کہا کہ اگر اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں دیکھنے کا حکم دیا ہے تو ضرور دیکھو؛ ورنہ سمجھ لو (کہ بہت بری بات ہوگی) چنانچہ دیکھ کر شادی کی، چنانچہ وہ تعلقات بہت اچھے رہنے کا ذکر کیا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ شریف)

جمہور علماء کہتے ہیں کہ مخطوبہ کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں؛ مگر چہرہ اور ہتھیلیوں کے علاوہ کچھ اور نہ دیکھے، اس میں عورت کی اجازت بھی ضروری نہیں۔ (معاشرتی مسائل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

جس لڑکی سے شادی کا ارادہ ہو اس کو کون کون دیکھ سکتا ہے؟

**سوال:** زید کے گھر والے زید کے نکاح کی بات چلانے سے پہلے اس کو، اس کے والد اور بھائیوں؛ نیز چچا، ماموں وغیرہ کو لڑکی دکھانا چاہتے ہیں؛ لہذا شریعت مطہرہ میں کس حد تک اجازت ہے؟ اور کس کے لیے دیکھنا جائز ہے؟ (خیال رہے کہ لڑکی باپردہ رہتی ہے) نیز رشتہ طے ہونے کے بعد مذکورہ بالا لوگوں میں سے کن لوگوں کو لڑکی دیکھنے کی اجازت ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

جو آدمی نکاح کرنا چاہتا ہے صرف اسی کو دیکھنے کی اجازت ہے، اس کے علاوہ اس کے گھر کے دوسرے مرد لڑکی کو نہیں دیکھ سکتے؛ البتہ اگر عورتیں دیکھنا چاہیں تو دیکھ

سکتی ہیں، رشتہ طے ہونے کے بعد بھی (نکاح سے قبل) ان لوگوں کو دیکھنے کی اجازت نہیں؛ البتہ نکاح کے بعد زید کا باپ یعنی لڑکی کا خسر دیکھ سکتا ہے، بھائی، ماموں، چچا نہیں دیکھ سکتے کہ یہ تمام نامحرم ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۳/ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۸ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

## کم سے کم مہر

**سوال:** کم سے کم مہر باعتبار چاندی کے کتنے تولہ چاندی سے رائج ہوتی ہے؟  
اور اس زمانہ میں ہندوستان کے رائج سکہ کے حساب سے مہر کتنے روپے ہوتی ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

عورت کے مہر کی کم سے کم مقدار جو حنفیہ کے نزدیک دس درہم ہے، دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی ہے۔ (جواہر الفقہ ۱/ ۲۲۳، ۲۲۴)

جدید وزن کے اعتبار سے احتیاطی طور پر بتیس گرام ہوگی، چوں کہ چاندی کے بھاؤ میں روزانہ کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، اس لیے جس روز مہر مقرر کیا جا رہا ہے اس روز بازار سے بھاؤ معلوم کر کے بتیس گرام چاندی کا جو بھاؤ ہو وہ مقرر فرمائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۳۰/ ذوالقعدہ ۱۴۰۹ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

## مہر کی مقدار کتنی ہے؟

**سوال:** مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار کتنی ہو سکتی ہے؟ اگر لڑکے والے مالدار

ہوں، ادائیگی پر قدرت بھی رکھتے ہوں، تو ایسی صورت میں کس حد تک شرعی جواز ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مطلوب ہے، بعض حضرات مہر کی قدرے زیادتی پر علماء کو نشانہ بناتے ہیں، کس حد تک درست ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک مہر کی کم از کم تعداد س درہم (تقریباً دو تولے، ساڑھے سات ماشہ چاندی) ہے، اور زیادہ مہر کی کوئی تعداد مقرر نہیں، حسبِ حیثیتِ طرفین جس قدر چاہیں اور وسعت سمجھیں مقرر کر سکتے ہیں۔

درمختار میں ہے: أقله عشرة دراهم لحديث البيهقي وغيره، لا مهر

أقل من عشرة دراهم الخ (درمختار علی هامش الشاشی ۲/۳۰۷)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات کو بطور مہر ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی، یعنی پانچ سو درہم جس کی مقدار ایک سواکتیس تولہ تین ماشہ چاندی بنتی ہے دیا ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر بھی اتنا ہی تھا، اس لیے اس مقدار کو ”مہرِ فاطمی“ بھی کہا جاتا ہے، اگر زیادہ مہر مقرر کرنے والے میں ادائیگی کی حیثیت ہے اور یہ زیادتی فخر و مباہات کے طور پر نہیں ہے تو شرعاً اس کی اجازت ہے، کوئی حرج نہیں؛ البتہ محض نام آوری اور شہرت کے لیے حیثیت سے زیادہ مقرر کرنا شرعاً پسندیدہ نہیں؛ بلکہ مذموم اور برا ہے، خصوصاً معاف کرانے یا نہ دینے کی نیت ہو تو بہت ہی برا ہے۔ (ماخوذ از فتاویٰ محمودیہ کراچی ۱۲/۲۸، ۲۶، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۵/۱۵۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۱/ صفر ۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## کم از کم مہر اور مہر فاطمی کی مقدار

**سوال ①:** زید کا نکاح خالدہ ڈھائی سو یا تین یا ساڑھے تین روپیہ رائج الوقت کو مہر بنا کر کیا گیا، تو کیا یہ صحیح ہے؟ حنفیہ کے نزدیک دس درہم سے کم میں نکاح نہیں ہوگا، تو دس درہم کے کتنے تو لے چاندی کے بنتے ہیں؟ اور اس کی کیا قیمت ہوگی؟ سکہ رائج الوقت یعنی فی الحال جو روپیہ ہندوستان میں چلتا ہے اس کو اگر مہر میں دیا جائے تو کم از کم کتنا؟

**② مہر فاطمی کی مقدار اور فی زمانہ اس کی کتنی قیمت ہوگی؟**

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

**①** دس درہم موجودہ حساب سے بتیس گرام چاندی ہوتی ہے، جس روز نکاح ہو رہا ہے اس روز بازار میں چاندی کا نرخ معلوم کر لیا جائے، سکہ رائج الوقت کی جو مقدار بطور مہر مقرر کی جا رہی ہے اگر اس سے بتیس گرام چاندی خریدی جاسکتی ہے تو یہ تعیین درست ہوگی، ورنہ اتنی کمی پوری کر لی جائے گی۔

**②** مہر فاطمی پانچ سو درہم ہے موجودہ حساب سے ایک ہزار پانچ سو اکتیس (۱۵۳۱) گرام چاندی ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۵ رذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## مہر فاطمی کی مقدار

**سوال:** مہر فاطمی جدید وزن کے حساب سے کتنے گرام سونا یا چاندی ہوگی؟ نیز

یہ بھی وضاحت فرمائیں کہ نبی کریم ﷺ نے اوقیہ یا مثقال کے حساب سے کتنا رکھا تھا؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

احسن الفتاویٰ میں ہے: حضرت فاطمہ کے مہر کے بارے میں دو روایتیں ہیں:

ایک ۴۸۰ درہم، ۲۹۶، ۶۳، اٹکو چاندی۔ دوسری روایت ۴۰۰ مثقال: ۹۴۴، اٹکو چاندی۔ مقدار اول متعدد روایت حدیث و سیرت سے ثابت ہے، اور دوسری روایت صرف سیرت خمیس کی ہے، لہذا مقدار اول راجح ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۳۱/۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۲/۱۲ والقعدة الحرام ۱۵/۱۴ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

**مہر کے ساتھ دینا شرعی دینا**

**سوال:** کسی عورت کا مہر پانچ سو روپے اور دو دینار شرعی ہو، تو شریعت میں دو دینار شرعی کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ معافی کے درجہ میں ہے یا اس کو ادا کرنا ضروری ہے؟ اگر ادا کیا جاوے تو اس کی کیا صورت ہے؟ مع دلائل اس مسئلے کو واضح فرمائیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

بوقت عقد جب مہر متعین کیا گیا ہے، اور اس میں پانچ سو روپے کے ساتھ دو دینار شرعی کو بھی رکھا گیا ہے، تو اس کی ادائیگی ضروری ہے۔

ويجب الأكثر منها إن سمي الأكثر (در مختار) (قوله: ويجب الأكثر)

أى بالغ ما بلغ (شامی ۲/۳۵۸)

دو دینار شرعی کی مقدار ہندوستانی وزن کے اعتبار سے نو ماشہ سونا ہوتی ہے۔

(جو اہر الفقہ ۳/۳۱۶ کراچی)

اس لیے شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی عورت کو مہر کے طور پر پانچ سو روپیوں کے ساتھ نو ماشہ سونا یا اس کی قیمت ادا کرے، ایک تولہ بارہ ماشہ کا ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲/ ذی الحجۃ الحرام ۱۴۱۱ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## بوقت نکاح کمیٹی کا مقدار مہر مقرر کرنا

**سوال ①:** آپ کی خدمت میں عرض کرنا ہے کہ ہماری جماعت میں نکاح کے وقت لڑکی کا مہر ۳۵۰ روپیہ جماعت نے جنرل میٹنگ میں طے کیا ہوا ہے، ہر غریب، امیر لڑکے کو یہی مہر دینا ہوتا ہے تب ہی جماعت کے قاضی صاحب نکاح پڑھاتے ہیں، ساتھ ہی اگر کوئی صاحب کسی اور قاضی صاحب سے نکاح پڑھوانا چاہتے ہیں تو ان کو اجازت دی جاتی ہے، جماعت کے ہر طبقہ کے لوگوں کی مالی حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے مہر صرف جماعت بھائیوں کے لیے طے کرنا شرعاً مناسب ہے؟

**②:** دیکھا دیکھی اور صرف اپنی آن اور بڑائی جتلانے یا شرمائی میں نکاح کے وقت زیادہ رقم لکھا کر ادا نہ کرے اور آخرت کا گناہ گار بنے، اس چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے اس وقت کے مطابق جماعت کے لوگ مل کر صرف جماعت کے لوگوں کے لیے مہر کی کوئی رقم طے کر سکتے ہیں؟ یا کم سے کم اتنی اور زیادہ سے زیادہ اتنی رقم، درمیان کی رقم اپنی خاندانی حیثیت کے مطابق طے کر لیں، ایسا قانون (ترغیبی حیثیت سے، نہ

کہ ڈنڈ کی حیثیت سے) جماعت بنا سکتی ہے؟

③ ہمارے یہاں پہلے کے دستور میں قاضی صاحب نکاح میں ہمیں جہاں تک یاد ہے یوں فرماتے تھے: مہر فاطمی ۵۰ / ۱۲ روپے مہر کے بدل فلاں کی پوتی..... ممکن ہے کہ اس وقت مہر فاطمی چاندی، دینار کی رقم ۵۰ / ۱۲ سے زیادہ ہو تو کیا ابھی وہ رقم ادا کرنی پڑے گی اور کتنی رقم ادا کرنی پڑے گی؟ اگر بیوی نے معاف کر دیا ہو تو کوئی مسئلہ پیش آتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

① ② شریعت کے مقرر کردہ اصول و ضوابط اور طریقہ کے مطابق جب کوئی عورت اپنی ذات کو بحیثیت بیوی کسی مرد کے حوالے کرتی ہے اور اس کے معاوضہ میں جو رقم اس عورت کو دی جاتی ہے اس کو شریعت کی اصطلاح میں مہر کہا جاتا ہے، یہ شریعت کی طرف سے عورت کو دیا گیا ایک حق ہے جس کی ادائیگی شوہر کے ذمہ ضروری ہے، اسلام میں مہر کی کم سے کم مقدار ہمارے حنفی مسلک کے مطابق دس درہم ہے، اس سے کم مہر مقرر کرنا درست نہیں، حضرت نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”لا مہر من اقل عشرة دراهم“ (یعنی دس درہم سے کم مہر درست نہیں) عصر حاضر کے اعشاری وزن کے مطابق یہ مقدار اکتیس (۳۱) گرام چاندی سے کچھ زیادہ ہوتی ہے، اس لیے مہر میں کم سے کم بتیس (۳۲) گرام چاندی یا اس کی قیمت مقرر کرنا ضروری ہے۔

مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار شریعت نے مقرر نہیں کی ہے، اس لیے زیادہ مہر جتنی بھی مقرر کرنا چاہے کر سکتے ہیں؛ البتہ اس کے لیے شوہر کا اس کی ادائیگی پر قادر

ہونا ضروری ہے؛ اس لیے کہ جو آدمی نکاح کے وقت مہر ادا نہ کرنے کے ارادہ سے زیادہ مہر مقرر کرے یا اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لیے بڑا مہر باندھے؛ حالاں کہ اس کو معلوم ہے کہ وہ کبھی یہ مقدار ادا نہیں کر سکے گا تو ایسے مہر پر نکاح تو درست ہو جائے گا مگر وہ آدمی گنہگار بنے گا، بعض روایتوں میں ہے کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ نکاح کرے اور اس کا ارادہ مہر ادا کرنے کا نہیں ہے اور پھر وہ مہر ادا کئے بغیر ہی انتقال کر جائے تو ایسا شخص قیامت کے دن زانی کی شکل میں اللہ کے حضور پیش کیا جائے گا، اس لیے بہت بڑی مقدار میں مہر مقرر کرنے کا لالچ چھوڑ دینا چاہیے، یہ کوئی بڑائی یا عزت کی چیز نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ کے اندر شریعت کی اس روح کو نہایت عمدہ انداز میں بیان فرمایا: ”کان کھول کر سن لو! عورتوں کے مہر زیادہ نہ باندھا کرو، اگر یہ دنیا میں اعزاز کی بات یا اللہ کے نزدیک پسندیدہ بات ہوتی تو اللہ کے نبی ﷺ ضرور ایسا کرتے“۔ (مشکوٰۃ ۲۷۷)

آگے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ ”میرے علم کے مطابق حضور ﷺ کی ازواج مطہرات اور بنات طاہرات کا مہر بارہ (۱۲) اوقیہ چاندی سے زیادہ نہیں تھا“۔

(مشکوٰۃ ۲۷۷)

اسی موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار کے لیے ایک حد مقرر کرنے کا اپنا ارادہ ظاہر فرمایا لیکن ایک عورت نے اس کے خلاف قرآن پاک کی ایک آیت سے دلیل پکڑی، تو حضرت رضی اللہ عنہ نے اپنا یہ ارادہ ترک فرما دیا۔ (مرقاۃ ۶/۲۳۶)

اور لوگوں کو اپنی مرضی کے مطابق زیادہ مہر مقرر کرنے کی اجازت دے دی۔

(احکام القرآن ۲/۱۹۸)



اسی لیے علماء نے لکھا ہے کہ بڑا مہر باندھنا اگرچہ جائز ہے لیکن پسندیدہ نہیں، حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ بہترین عورتیں وہ ہیں جن کا مہر آسان ہو۔

(احکام القرآن ۲/۱۹۸ بحوالہ تفسیر مظہری)

یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ لوگوں کو بڑا مہر باندھنے سے روکنے کے لیے کسی حاکم یا جماعت یا برادری کے ذمہ داروں کا زیادہ سے زیادہ مہر کے لیے کسی مقدار کو طے (فکس) کرنا درست نہیں، فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ: ”حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا شرعاً پسندیدہ نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منع فرمایا ہے؛ لیکن کسی فرد کو کسی جماعت کو یہ حق نہیں ہے کہ سب برادری کے لیے مہر کی کوئی خاص مقدار مقرر کر دے کہ اس سے کمی زیادتی کی اجازت ہی نہ رہے، اور ہر شخص خواہی مخواہی اسی مقدار پر مجبور ہو جائے“۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۳/۲۳۶)

حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب لدھیانوی رضی اللہ عنہ ایک ایسے سوال کے جواب میں جس میں پوچھا گیا ہے کہ برادری کی کمیٹی نے مہر کے لیے ایک رقم مقرر (فکس) کر دی ہے، اس سے کم و بیش کرنے نہیں دیتے تو کیا کمیٹی کا یہ فیصلہ درست ہے؟ فرماتے ہیں کہ ”برادری کی کمیٹی کا یہ فیصلہ غلط ہے، حق مہر میں بیوی و شوہر کی حیثیت کو ملحوظ رکھے..... مہر چوں کہ بیوی کا حق ہے؛ اس لیے برادری کے لوگ اس کی مقدار مقرر کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے“۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۵/۱۵۳)

البتہ اگر معاشرہ میں نام آوری اور شہرت کے خاطر بڑا بڑا مہر باندھنے کا رواج ہو جائے اور اس کی ادائیگی کا اہتمام نہ کیا جائے، اور اس قباحت سے روکنے کے لیے برادری کے ذمہ دار مہر کی کوئی مقدار مقرر کر کے اس کے مطابق عمل کے لیے صرف

اپیل کریں اور ترقیبی پہلو سے لوگوں کو آمادہ کریں، اور اس کے خلاف کرنے والے پر کوئی تادیبی کارروائی (یعنی ڈنڈیا مقاطعہ یا برادری کی طرف سے دی جانے والی خدمات سے محروم کر دینے وغیرہ) نہ کرے تو اس کی گنجائش ہے، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”البتہ برادری کے لوگوں کو مناسب مہر مقرر کرنے کی اپیل کرنی چاہیے“۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۵/ ۱۵۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطبے کے جو الفاظ اوپر آچکے، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات اور بنات طاہرات کے لیے مہر کی جو مقدار مقرر فرمائی تھی وہ معتدل اور مناسب ہے، موجودہ زمانے کے وزن کے حساب سے وہ مقدار ”۱۵۳۱“ گرام چاندی ہوتی ہے، اس لیے اگر کمیٹی بطور مشورہ کسی مقدار کی طرف ترغیب دینا چاہتی ہے تو یہ مقدار مناسب ہے، یہ یاد رہے کہ ۵۰۰ / درہم مہر جو عام طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات اور بنات طاہرات کے لیے مقرر فرمایا تھا، اسی کو ”مہر فاطمی“ سے بھی جانا جاتا ہے، اُس زمانے میں عام طور پر پانچ درہم میں ایک بکری آجاتی تھی گویا ۵۰۰ / درہم سو بکریوں کی قیمت ہے، آج کل ایک بکری کا بازاری بھاؤ سا منے رکھ کر اندازہ لگالیں کہ یہ مقدار کتنی ہوتی ہے؟ آپ نے ۳۵۰ / روپے جو فکس کئے ہیں اس سے تو بکری کا پانچ کلو گوشت بھی نہیں آتا۔ حضرت مولانا برہان الدین سنہجلی دامت برکاتہم لکھتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل سے جس طرح یہ بات معلوم ہوئی کہ مہر کی مقدار اتنی زیادہ نہیں مقرر کرنی چاہیے کہ ادا کرنا ہی مشکل ہو جائے، اسی طرح یہ بھی پتہ چلا کہ مہر اتنا کم بھی نہ ہونا چاہیے کہ جس سے عورت کی بے وقعتی؛ بلکہ بے قیمتی کا احساس ہونے لگے، اس بارے میں بھی

اکثر لوگ افراط اور تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں کہ یا تو اتنا زیادہ مہر مقرر کرنا باعث فخر سمجھتے ہیں جس کا ادا کرنا مشکل ہی نہیں؛ بلکہ بسا اوقات محال ہوتا ہے، یا اتنی کم مقدار بعض برادر یوں اور خاندانوں کے لوگ مقرر کرتے ہیں کہ سن کر ہنسی آجائے اور عورت کی کھلی توہین محسوس ہو، شریعت نے اس سلسلہ میں بھی اعتدال کی راہ پسند فرمائی اور اس پر چلنا بہتر بتایا کہ وہ نہ بہت زیادہ ہو، اور نہ عورت کی حیثیت سے اتنا کم ہو کہ اسے ہم چشموں میں سبکسار ہونا پڑے، اُس زمانے میں قوتِ خرید کے لحاظ سے درہم کی جو مالی حیثیت تھی کہ پانچ درہم میں عموماً ایک اچھی بکری آجاتی تھی، اس کے اعتبار سے پانچ سو درہم کی خاصی مالیت ہوئی۔ (معاشرتی مسائل دینِ فطرت کی روشنی میں ۵۲، ۵۳)

نیز یہ پہلو بھی مد نظر رہے کہ نکاح کرنے والوں کے مختلف اوصاف و کمالات (علم، ہنر، اخلاق، حسن، عمر وغیرہ) کی وجہ سے بھی مہر کی مقدار میں کمی بیشی ہونے کی بات فقہانے کتابوں میں صاف صاف لکھی ہے، چنانچہ جہاں مہر مثل پر بحث کرتے ہیں وہاں لکھا ہے کہ عمر، جمال، مال، شہر، زمانہ، عقل ہوشیاری، دین داری، علم، پاک دامنی، ادب، اخلاق وغیرہ امور کی وجہ سے مہروں میں فرق آتا ہے۔ (در المختار، شامی ۲/۳۸۵)

اس لیے مشورہ دینے والی صورت میں بھی کوئی ایک ہی مقدار متعین کر کے ایک ہی ڈنڈے سے سب کو ہزکالنا شریعت کی منشاء اور عقل دونوں کے خلاف ہے۔

بہر حال سارے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ مناسب تو یہی ہے کہ کمیٹی مہر کی کوئی مقدار مقرر (فکس) نہ کرے اور بطور مشورہ اور اپیل کوئی مقدار مقرر کرنا چاہتی بھی ہے تو اس میں تمام امور کا خیال رکھا جائے، اور مختلف حیثیتوں سے مختلف مقداریں تجویز کر کے مشورہ دیا جائے اور اس میں بھی یہ بات یاد رہے کہ جو لوگ اس پر عمل نہ کریں

ان کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہ کی جائے؛ البتہ کسی کے متعلق عام رجحان اور گمان یہ ہو کہ مہر کی جو زیادہ مقدار اس نے مقرر کی ہے اس کی ادائیگی پر وہ قادر نہیں اور اندیشہ ہے کہ آگے چل کر وہ اس کو ادا نہیں کرے گا، اس صورت میں اگر کمیٹی وہ مقدار فوری طور پر ادا کرنے پر اس کو پابند بنائے تو اس کی گنجائش ہے۔

③ مہر فاطمی کی مقدار چاندی کے حساب سے موجودہ وزن میں ”۱۵۳۱“ گرام ہوتی ہے، جس روز نکاح ہو اس روز رائج الوقت سکے کے اعتبار سے اتنی مقدار چاندی کی جو قیمت ہوتی ہو وہ طے کر دی جائے تو اتنا سکہ مہر میں واجب ہوگا، اور اگر مہر فاطمی طے کر کے رائج الوقت سکے کا تذکرہ نہیں کیا تو جس روز مہر ادا کیا جائے اس روز ۱۵۳۱ گرام چاندی کی جو قیمت ہوگی وہ ادا کرنی پڑے گی۔

بیوی نے اگر مہر سچے دل سے بغیر جبر واکراہ کے معاف کر دیا تو اب وہ ساقط ہو گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاءہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۷ / صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## مہر کی معافی کے بعد بیوی پاگل ہوگئی

سوال: ایک شخص نے شادی کی، اور شادی میں مہر بھی زیادہ طے کی، اور نکاح ہو گیا، اور پہلی رات بھی گذاری میاں بیوی نے، اور اسی رات میں بیوی نے مہر معاف کر دی، یعنی جو مہر کی رقم طے ہوئی تھی، اور بعد میں بیوی پاگل ہوگئی، اور بیوی پہلے ہی سے کچھ کم عقل اور کم فہم تھی لوگوں کے کہنے کے مطابق؛ لہذا اس مسئلہ کی

صورت میں جو مہر معاف کر دی لہذا شوہر پر مہر دینا واجب ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر عورت نے بغیر جبر و اکراہ اپنی مرضی سے مہر معاف کر دیا تو وہ درست ہے، اور یائتہ وہ معاف ہو گیا۔

وصح حطها لکله أو بعضه عنه قبل أو لا ويرتد بالرد۔ (درمختار)  
ولا بد من رضاها، ففي هبة الخلاصة: خوفها بضرب حتى وهبت  
مهرها لم يصح (شامی ۲/ ۳۶۶، ۳۶۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۱۹/ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۹ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ غنی عنہ

## مہر کی جائداد کا استعمال

**سوال:** بعض لوگ مہر کے اندر جانور یا زمین لکھوا دیتے ہیں، بتائیں کہ یہ لکھی ہوئی زمین لڑکے کے گھر والے استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور جو کرتے ہیں ایسوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

جو چیز مہر کے طور متعین کی گئی وہ عورت کی ملک ہے، چاہے وہ زمین ہو یا جانور، عورت کی اجازت کے بغیر اس کا استعمال کسی کے لیے بھی درست نہیں ہے، اور عورت کی طرف سے جس کو اجازت دی گئی وہ استعمال کر سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۲۵/ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## جہیز کی اشیا کا استعمال

**سوال:** جہیز میں دی ہوئی رقم یا سامان لڑکا یا اُس کے گھر والے استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

جہیز کی رقم اور سامان لڑکی کی ملک ہے، اس کا بھی وہی حکم ہے جو اوپر کے جواب میں گزرا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۹۱۹ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## بڑا مہر مقرر کرنا

**سوال:** بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ شادی کرتے ہیں تو مہر ۵۰ ہزار یا زیادہ باندھتے ہیں، حالاں کہ ادا کرنے کی نیت نہیں ہوتی، لڑکی والے بھی اس لیے باندھ دیتے ہیں کہ لڑکی کو طلاق نہ دے دے، ادا کرے یا نہ کرے، بتائیں ایسے موقع پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

مہر کی مقدار اتنی مقرر ہونی چاہیے جس کو شوہر بہ آسانی ادا کر سکے، بہ وقت عقد نکاح عدم ادائیگی کی نیت سے بڑا مہر مقرر کرنا یا خاندانی فخر و مباہات کی نیت سے بڑا مہر باندھنا حالاں کہ وہ جانتا ہے کہ کبھی اس کو ادا نہیں کر سکے گا، اس صورت میں نکاح تو

درست ہو جاتا ہے؛ لیکن ایسا کرنا سخت گناہ ہے، اس پر بڑی وعید ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۹۳۱ھ  
الجواب صحیح: عباس داود بسم اللہ

## مہر معاف کرنے پر جبر کرنا

**سوال:** اسلم نے زینب کو نکاح کا پیغام بھیجا، زینب کے گھر والوں نے رضامندی کا اظہار کیا، اسلم نے نکاح سے قبل زینب سے کہا کہ: مہر اتنا ہی باندھنا جو کہ نکاح کے وقت ادا ہو جائے، زینب نے کہا کہ: آپ مہر باندھنے دو گھر والوں کو، نکاح کے وقت جو ادا ہو گیا ٹھیک، جو باقی رہ جائے گا میں معاف کر دوں گی، اب اسلم نکاح کے بعد زینب کو معاف کرنے پر مجبور کر سکتا ہے کہ نہیں؟ اگر اسلم نکاح کے بعد کہتا ہے: معاف کر، تو وہ معاف کر دیتی ہے، تو کیا معاف ہو جائے گا؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

مہر عورت کا حق ہے؛ اس لیے وہ اپنی مرضی سے معاف کر سکتی ہے، چاہے بلا شرط کے معاف کرے خواہ کسی شرط سے معاف کرے؛ البتہ شوہر اس کے لیے مجبور نہیں کر سکتا، خصوصاً جب کہ عورت نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب کہ ابھی نکاح بھی نہیں ہوا تھا، اور مہر واجب ہی نہیں ہوا تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۹۳۱ھ  
الجواب صحیح: عباس داود بسم اللہ

## نکاح کی اجازت لیتے وقت گواہ ہونا ضروری نہیں

**سوال:** دوسرے ملک میں ہمارے ساتھی ہیں ان سے فون پر اجازت لی کہ تمہارا نکاح فلاں عورت سے کر دوں اس نے فون پر ہاں کہا پھر عورت سے بھی اجازت لے لی اور دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح کر دیا تو درست ہے مرد اور عورت سے اجازت لیتے وقت گواہ ہونا ضروری ہے دونوں کی اجازت کے وقت گواہ نہ ہوں اور نکاح کر دیا تو صحیح ہے مرد اور عورت راضی ہیں نکاح سے۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

یہ نکاح درست ہے مرد یا عورت سے اجازت لیتے وقت گواہ ہونا ضروری نہیں۔  
(و) شرط (حضور) شاہدین (در مختار) قوله: و شرط حضور شاہدین) أي يشهدان على العقد، أما الشهادة على التوكيل بالنكاح فليست بشرط لصحته كما قدمناه عن البحر، وإنما فائدتها الإثبات عند جحد التوكيل. (رد المحتار ۲/۲۹۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

أما: العبد احمد عفی عنہ خاں پوری، ۲۸ رذوالقعدہ ۱۴۲۲ھ

## عقد نکاح میں عاقد کے علاوہ دو گواہ ہونا شرط ہے

**سوال:** کسی نے اپنی لڑکی کا نکاح اجتماع میں کرانا چاہا، امام صاحب نام لکھ رہے تھے، تو انہوں نے بھی کہا کہ ہماری لڑکی کا نام بھی لکھ لیں، تو امام صاحب نے کہا کہ گواہ کے نام بتاؤ تو جب باپ خود ہی موجود ہے تو ایسی صورت میں فی الشرع گواہوں کا نام تشخص کر کے بتانا ضروری ہے یا باپ خود وکیل اور شاہد دونوں بن سکتا ہے؟



**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

عقد نکاح یعنی ایجاب و قبول جس مجلس میں ہو رہا ہے، اس مجلس میں جو حضرات موجود ہیں وہ سب گواہ ہی ہیں، ان میں سے دو حضرات کا تقرر و تعین ضروری نہیں ہے، باپ صورت مسئلہ میں گواہ نہیں بن سکتا، اس لیے کہ وہ تو بحیثیت ولی ایجاب کرتا ہے تو وہ عاقد ہوا، اور گواہ عاقد کے علاوہ ہونا چاہیے۔ لأن المرأ لا يشهد على فعل نفسه. فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۵ / رجب المرجب ۱۴۱۲ھ

## خدا کو گواہ بنا کر نکاح کرنا

**سوال:** ایک اجنبی اجنبیہ گھر سے فرار ہو کر ایسے مقام پر پہنچے کہ خدا کے سوا تیسرا کوئی نہیں، دونوں سے شہوانی جذبات میں چورزنا کاری کا قوی مظنہ ہے، ان حالات کے پیش نظر اگر بدکاری سے بچنے کے لیے طرفین کی رضامندی سے شاہدین کی غیبی بیعت میں خدا کو شاہد و گواہ سمجھ کر رشتہ ازدواجیت قائم کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

العقد نکاح کے لیے گواہ شرط ہیں، ان کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوگا۔  
وشرط حضور شاہدین حرین او حر و حرتین مکلفین سامعین  
قولهما معا على الاصح الخ (در مختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۳ / رجب المرجب ۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## منکوحہ سے نکاح حرام ہے

**سوال:** زید نے اپنی دختر کی شادی جب کہ اس کی عمر تقریباً بیس سال کی تھی اور اس کے شوہر کی عمر تقریباً ۶۰ سے ۷۰ سال کی تھی، اس کے ہمراہ عقد کر دیا تھا، نکاح کے کم از کم دس روز تک وہ شخص، یعنی اس کا شوہر اس کے ہمراہ رہا، پھر اس کی بیوی کو چھوڑ کر تقریباً دو سال سے لاپتہ ہو گیا، اور اس کے جانے کے بعد سے آج تک کوئی خط و کتابت یا آنا جانا نہیں ہوا، پتہ نہیں وہ شخص زندہ ہے یا پھر انتقال کر گیا، اب اسی لڑکی کے لیے دوسرا رشتہ آیا ہے، اور اس کے والدین کرنے کے لیے تیار ہیں، اب نہ تو اس کے شوہر کا پتہ ہے، اور نہ اس نے کوئی طلاق تحریری یا زبانی دیا ہے، اب بتائیے کہ اس لڑکی کا نکاح دوسرے سے کرنا جائز ہے یا نہیں؟ گذارش ہے کہ صحیح فتویٰ دے کر قرآن و حدیث کی روشنی سے آشنا کریں؛ تاکہ نکاح خوانی میں آسانی ہو۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

ایسی عورت جو دوسرے کے نکاح میں ہو اس سے نکاح کرنا حرام ہے، جب تک کہ پہلا شوہر طلاق نہ دے دے اور عدت نہ گزر جائے۔ لقوله تعالى ﴿والمحصنات من النساء الخ﴾ (النساء: ۲۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۱/شوال ۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## بوری شیعہ سے نکاح کرنا

**سوال:** ہمارے یہاں ایک لڑکا بورا (شیعہ) قوم کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا

ہے، لڑکاسنی جماعت کا ہے، تو اسے اس موقع پر کیا کرنا چاہیے؟ لڑکی والے کہتے ہیں کہ ہمارا ملا نکاح پڑھائے گا تو کیا ان کا ملا نکاح پڑھاوے تو صحیح ہوگا یا نہیں؟ اپنے امام صاحب نکاح پڑھائیں تو لڑکی کو مسلمان بنانا چاہیے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

ہمارے علاقہ میں جو شیعہ بورے ہیں ان کا تعلق اسماعیلی فرقے سے ہے، اور اسماعیلیہ کے متعلق تمام علمائے مذاہب اربعہ کا اتفاق ہے کہ ان کے ساتھ عقد مناکحت درست نہیں ہے۔ (شامی ۳/۳۲۶)

اس لیے اگر وہ لڑکی اپنے مذہب پر رہتے ہوئے اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہے تو یہ نکاح شرعاً درست نہیں ہوگا؛ البتہ اگر وہ لڑکی اپنے عقیدہ سے توبہ اور براءت کر کے اہل سنت کے عقائد اختیار کر لے تب اس کے ساتھ نکاح درست ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۳ / جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

**بوہرہ قوم کی لڑکی سے نکاح**

**سوال:** بوہری فرقے کی لڑکی سے نکاح کرنے کے لیے اس کو ایمان میں داخل کرنا ہوگا؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

بوہری فرقے کے بعض عقائد ایسے ہیں جن کی وجہ سے وہ ایمان سے خارج ہے؛

اس لیے اس فرقہ کی لڑکی کو اسلام میں داخل کئے بغیر اس سے نکاح درست نہیں ہے۔  
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری

## غیر مسلمہ سے مسلمان کا نکاح

**سوال:** ایک مسلمان مرد نے غیر مسلمہ سے نکاح کیا، عورت اپنے مذہب پر ہے، بھگوان کی پوجا کرتی ہے، اور مرد اپنے اسلام پر ہے، نماز، روزہ کرتا ہے، کیا ایسا نکاح جائز ہے؟ اولاد کس مذہب کی ہوگی؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

یہ نکاح درست نہیں ہے، اولاد زنا کی کہلائے گی، ثابت النسب نہیں ہے۔ فقط  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری

## سابق شوہر کی اولاد سے مطلقہ کی اولاد کا نکاح

**سوال:** زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی تھی، کچھ عرصہ بعد زید نے ہندہ کو طلاق دے دیا، ہندہ نے دوسری جگہ شادی کر لی، اور زید نے بھی اپنی شادی کر لی، اب بہت عرصہ بعد دونوں کے یہاں اولاد ہوئی، اور دونوں کی اولاد جوان ہو گئی، اب ان دونوں نے آپس میں رشتہ ناطہ جوڑ کر لڑکا لڑکی کا نکاح کر دیا، مثلاً طلاق شدہ عورت کا لڑکا اور مرد کی لڑکی، کیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

درست ہے۔ ﴿واحل لكم ما وراء ذلكم﴾ الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## ایک دوسرے کی بہن سے آپسی نکاح

**سوال:** ہمارے وہاں ایک کی بہن میرے یہاں، تو میری بہن اس کے وہاں، مطلب کے بہنوں کا ادل بدل کرنا کیسا ہے کہ کسی کی بہن یا کوئی دوسری رشتے کو دے کر، سامنے والی کی بہن یا اور کوئی اس کی رشتے کو ادل بدل لیتے ہیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر دونوں کا مہر مقرر کیا جاتا ہے تو یہ درست ہے۔ (ہدایہ ۲/۳۲۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## زوجہ مفقود سے نکاح

**سوال:** ایک عورت کا شوہر قبل دو سال مفقود ہو گیا، (لوگوں کے کہنے سے معلوم ہوا کہ قتل ہو گیا ہے؛ مگر کوئی گواہ نہیں ہے) اس درمیان میں وہ عورت کسی کافر کے ساتھ چلی گئی؛ مگر سمجھا بجھا کر اس کو دوبار لائے، اب اس عورت کے ساتھ ایک مسلمان نکاح کرنا چاہتا ہے، تو اس عورت کے شوہر کو مقتول مان کر نکاح کر سکتا ہے؟ یا وہ مفقود کے حکم میں ہے؟ اگر مفقود ہو تو اس کا حکم کیا ہے؟  
تفصیل سے آگاہ فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر اس کے قتل کی بات پایہ ثبوت کو پہنچ جائے، تب اس کے قتل کے دن سے عدت و وفات شمار کر کے عدت کے ختم ہونے پر اس عورت کا عقد ثانی ہو سکتا ہے، اور اگر قتل کی بات درست نہ ہو تو عورت حاکم مسلم با اختیار کی عدالت میں اپنا مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے جو اتنی مدت سے لاپتہ ہے، مجھے نکاح ثانی کی ضرورت ہے، اس پر حاکم مسلم باقاعدہ واقعات کی تحقیق کرے، اگر عورت کا بیان صحیح ثابت ہو تو شوہر کو تلاش کرائے، مکمل تفتیش کے بعد جب ملنے سے مایوس ہو جائے، تو عورت کو کچھ اور مدت حسب صواب دید انتظار کا حکم دے، اگر اس مدت انتظار میں بھی نہ آیا، تو اس پر موت کا حکم لگائے، اس کے بعد عدت موت چار ماہ دس دن گزار کر دوسری جگہ نکاح درست ہوگا، اگر کسی جگہ حاکم مسلم با اختیار نہ ہو تو چند معزز زمیندار مسلمانوں کی ایک جماعت بطور پنچایت یہ سب کام کر سکتی ہے، اور اس میں کم از کم ایک معاملہ شناس معتبر عالم کی شرکت بھی ضروری ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۳/۴۵)

اس کے لیے کتاب ”الحيلة الناجزة“ کا بھی بغور مطالعہ کر لیا جائے، یہ کتاب اردو میں ہے اور اس میں پوری تفصیل موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۵/ ذوالقعدہ ۱۴۱۱ھ

زوجہ مفقودہ کا بغیر فسخ کے نکاح ثانی کر لینا

سوال: زید اور ہندہ کی شادی ۱ اپریل ۱۹۸۸ء کو ہوئی۔ شادی کے تقریباً ۵ یا ۶

ماہ بعد سے زید لاپتہ ہے نہ اب تک کوئی خبر دی ہے اور نہ ہندہ کی خبر لی۔ متوقع جگہوں

میں تلاش بھی کیا گیا لیکن نہیں ملا۔ مجبوراً ہندہ نے ۹۱/۵/۲۸ کو محمد نسیم سے کورٹ میں جا کر شادی کر لی (کورٹ میرج) باضابطہ کسی سے نکاح نہیں پڑھوایا۔ ابھی ۶ ماہ کی حاملہ ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اب کیا کیا جائے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

زید کے محض لاپتہ ہو جانے سے ہندہ کا اس کے ساتھ کیا گیا نکاح ختم نہیں ہوتا جب تک شرعی قاضی کے پاس اپنا مقدمہ پیش کر کے نکاح فسخ نہ کرایا جائے وہاں تک ہندہ زید کی بیوی ہے محمد نسیم کے ساتھ اس کا نکاح شرعاً درست نہیں ہوا۔ محمد نسیم کو چاہیے کہ فوراً علاحدگی اختیار کر لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۱۳/ رجب المرجب ۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ غنی عنہ

## منکوحہ کا قبل از طلاق دوسرے سے نکاح درست نہیں

**سوال:** عبد اللہ نے اپنی نابالغ لڑکی نور جہاں کا نکاح عبد الرحیم سے کیا تھا، اور ابھی تک رخصتی بھی نہیں کی ہے؟ اب صورت حال یہ ہے کہ عبد اللہ اپنے داماد عبد الرحیم سے بد اخلاق کی وجہ سے سخت ناراض ہے اور اپنی لڑکی نور جہاں کو عبد الرحیم کے یہاں بھیجنا نہیں چاہتا ہے اور لڑکی بھی جانے کے لیے راضی نہیں ہے کہ میں اپنے شوہر عبد الرحیم کے نکاح میں ہوں اور نور جہاں جب کہ وہ اس وقت بالغ ہے، اپنے اس نکاح کو جو کہ اس کے باپ نے نابالغی کے زمانے میں کیا ہے اس نکاح سے ہٹ کر دوسرا نکاح اپنے ماں باپ کے راضی سے کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور پہلے نکاح کا کیا حکم ہوگا، شوہر کو طلاق

دینی پڑے گی یا نہیں؟ یا خود لڑکی نکاح کو باقی رکھ سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

نور جہاں کی نابالغی کی حالت میں اس کے باپ عبد اللہ نے اس کا جو نکاح عبد الرحیم سے کرایا تھا وہ منعقد ہو چکا ہے، اس لیے اب جب تک کہ عبد الرحیم نور جہاں کو بذریعہ طلاق اپنے نکاح سے علیحدہ نہ کرے وہاں تک نور جہاں کا نکاح دوسرے آدمی سے جائز نہیں ہے۔ (درمختار مع الثامی ۳۲۹/۳، ۳۳۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۶ رجب ۱۴۱۳ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## نومسلمہ سے نکاح

سوال: دو غیر مسلم میاں بیوی ہیں، اور بیوی کسی مسلمان سے نکاح کا ارادہ کرتی ہے تو سوال یہ ہے کہ غیر مسلم بیوی کا اپنے غیر مسلم شوہر سے طلاق لینا ضروری ہے یا مسلمان مرد کے ساتھ نکاح کرنے سے غیر مسلم خاوند کے نکاح سے نکل جائے گی جب کہ وہ اسلام قبول کر لے گی۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

قبول اسلام کے بعد تین حیض گزرنے پر زوجین میں از خود تفریق واقع ہو جائے گی (بشرطیکہ اس دوران میں شوہر اسلام قبول نہ کرے) اس کے بعد تین حیض عدت کے واجب ہوں گے۔ (درمختار مع الثامی ۲/۳۹۰، ۳۹۱ باب نکاح الکافر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۹ رجب ۱۴۱۸ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ



## سوتیلی خالہ کے ساتھ نکاح

**سوال:** دوستگی بہن ایک باپ سے ہو تو کیا دوسری کا بیٹے کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے؟ یعنی سوتیلی خالہ کے ساتھ نکاح درست ہو سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر کوئی دوسرا سبب حرمت نہیں ہے، تو یہ نکاح درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: عباس داود بسم اللہ

## چھوٹے بھائی کی بیوہ سے نکاح

**سوال:** چھوٹے بھائی کی وفات کے بعد چھوٹے بھائی کی بیوی سے بڑا بھائی بعد عدت نکاح کرنا چاہے تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

چھوٹے بھائی کی وفات کے بعد اس کی بیوی سے بڑا بھائی بعد عدت نکاح کر سکتا ہے، اس عورت کا مرحوم چھوٹے بھائی کی بیوہ ہونا بڑے بھائی کے حق میں نکاح سے مانع نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۸ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: عباس داود بسم اللہ

## ایک بیوی کے لڑکے کا دوسری بیوی کی بہن سے نکاح کا حکم

**سوال:** زید جس کی پہلی بیوی زینب ہے اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا اور وہ زینب مرگئی پھر زید نے مریم سے شادی کی اور مریم کی سگی بہن اس کا نام فاطمہ ہے۔ اب زید کا لڑکا جو زینب سے پیدا ہوا تو وہ مریم کی بہن فاطمہ سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں آپ اس کا جواب دیں۔

**نوٹ:** زید نے مریم سے وطی کر بھی لی تو آپ اب اس مسئلہ کا جواب دیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

زید کی پہلی بیوی زینب کے بطن سے پیدا شدہ لڑکے کا نکاح زید کی دوسری بیوی مریم کی سگی بہن فاطمہ سے درست ہے، بشرطیکہ اور کوئی سبب حرمت دونوں کے درمیان نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۶/ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## چچا زاد بھائی کی لڑکی سے نکاح

**سوال:** مسئلہ یہ ہے کہ ایک مرد ہے یعنی کہ زید ہی اور اس کا چچا زاد بھائی ہے اس چچا زاد بھائی کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

چچا زاد بھائی کی لڑکی سے نکاح درست ہے بشرطیکہ دوسرا کوئی سبب حرمت

دونوں کے درمیان نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۶ / جمادی الاخریٰ ۱۴۱۳ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## رضاخانی سے رشتہ نکاح

**سوال:** رضاخانی گھرانے میں اپنی لڑکیوں کا رشتہ کرنا کیسا ہے؟ اکثر بڑوں سے سنا ہے کہ ان کے عقائد میں فتور ہے، آخر وہ کونسے عقائد ہیں جن کی وجہ سے یہ ممانعت سامنے آرہی ہے؟ برائے مہربانی دلائل کی روشنی میں اس بات کا جواب دیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

رضاخانی حضرات کے عقائد اگر کفر کی حد تک پہنچ چکے ہیں تب تو ان سے رشتہ نکاح جائز ہی نہیں، اور اگر کفر کی حد تک نہیں پہنچے ہیں تو رشتہ کرنا تو جائز ہے کہ آخر وہ بھی مسلمان ہیں اگرچہ مبتدع (بدعتی) ہیں؛ مگر ایسے لوگوں سے رشتہ موانست و مناکحت مناسب نہیں ہے، حدیث شریف میں آیا ہے: لا تجالسوہم ولا تناکحوہم الحدیث ترجمہ: نہ ان کے ساتھ بیٹھو اور نہ ان سے نکاح کرو۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۱۵۸/۷)

رضاخانی حضرات کے عقائد کی تفصیل اور ان کے عقائد کی تردید کے لیے مذکورہ ذیل کتب کا مطالعہ کیجیے:

① براہین قاطعہ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، اور انوار ساطعہ کے رد میں لکھی گئی ہے۔ ② الجنۃ لائل السنۃ، یہ مفتی عبدالغنی صاحب صدر مدرس مدرسہ امینیہ دہلی کی تصنیف ہے۔ ③ راہ سنت، یہ مولانا محمد سرفراز

خاں صاحب صفدر کی تصنیف ہے، اس میں تمام بدعات مروجہ کی تردید کی گئی ہے۔  
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد عبدالقیوم راجکوٹی

الجواب صحیح: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۶ رذی القعدہ ۱۴۲۰ھ

## مزنیہ لڑکی سے کنوارے لڑکے کا نکاح کرنا

**سوال:** ایک لڑکی شادی شدہ نہیں ہے، ابھی تک نکاح ہوا نہیں ہے، اور اس کے ماں باپ کے گھر پر ہے اور زنا کاری کی وجہ سے حمل رہ گیا، اور اس کے بعد عزت و آبرو کی وجہ سے حمل ساقط کروا دیا تو اس سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور لڑکا کنوارا ہے یعنی غیر شادی شدہ ہے تو اس زنا کار لڑکی سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

صورتِ مسئلہ میں اس لڑکی سے نکاح کرنا شرعاً درست ہے، کوئی حرج کی بات نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املأه: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۱۸ / رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: عبدالقیوم راجکوٹی

## غیر کفو میں نکاح

**سوال:** زید اکیس سال کا ہے، اس نے پڑوسی کی لڑکی سے پیار کیا، اور اس کے والدین سے نکاح کی درخواست کی، لڑکی کے والد نے رشتہ نامنظور کرتے ہوئے لڑکی کی منگنی کہیں اور کر دی، لڑکا لڑکی گھر سے فرار ہو جاتے ہیں، اور لڑکے نے اپنے چند

دوستوں کی مدد سے شرعی نکاح کیا، لڑکی نے اپنی عمر کے لیے کورٹ کا تصدیق نامہ پیش کیا اور بتایا کہ وہ ۱۹ سال کی ہے، نکاح درست ہو یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر لڑکا کفو نہیں ہے تو ولی کی رضامندی کے بغیر یہ نکاح (مفتی بہ قول کی بناء پر) درست نہیں ہوگا۔

ويفتى في غير الكفو بعدم جوازہ أصل، وهو المختار للفتوى لفساد الزمان. (درمختار) هذا إذا كان لها ولي لم يرض به قبل العقد فلا يفيد الرضا بعده، بحر وأما إذا لم يكن لها ولي فهو صحيح، نافذ، مطلقاً اتفاقاً (درمختار شامی ۲/ ۳۲۲، ۳۲۳) فقط والله تعالى اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

**عجم میں کفو کی حیثیت اور حسب نسب پر بے جا فخر و تفاخر**

**سوال:** میں ایک گاؤں میں امامت کرتا ہوں وہاں کے لوگ دیسائی خاندان کے ہیں وہ لوگ کہتے ہیں کہ: دنیا میں سب سے بڑا اور اونچا خاندان ہے تو ہمارا ہے اس سے بڑھ کر کوئی خاندان نہیں ہے، باقی سب خاندان ہمارے سے نیچے اور چھوٹے ہیں؛ اس لیے وہ کوئی دوسرے خاندان کی لڑکی یا لڑکے سے شادی کرنے کو عیب سمجھتے ہیں، مثلاً: مکاندان، مجاور، شیخ، جمعدار، گوندی وغیرہ نہ معلوم ابھی کتنے خاندان ہیں مجھے تو اس کا علم نہیں، کیا ان کا اپنے خاندان کو اونچا سمجھنا اور دوسرے خاندان کو نیچا (کمتر) سمجھنا اور دوسرے خاندان کی لڑکیاں یا لڑکے سے شادی کرنے کو عیب سمجھنا غلط ہے یا

صحیح ہے؟ اور خاندان کا جو رواج ہے فلاں خاندان فلاں خاندان، کیا وہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

**الجواب:** حامداً و مصلياً و مسلماً

باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾. (الحجرات: ۱۳)

ترجمہ و خلاصہ و تفسیر: اے لوگو! میں نے تم (سب) کو ایک مرد اور ایک عورت (یعنی آدم و حوا) سے پیدا کیا ہے (اس لیے اس میں تو سب انسان برابر ہیں) اور (پھر جس بات میں فرق رکھا ہے کہ) تم کو مختلف قومیں اور (پھر ان قوموں میں) مختلف خاندان بنایا (یہ محض اس لیے) تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو (جس میں بہت سی مصلحتیں ہیں؛ اس لیے کہ ایک دوسرے پر تفاخر کرو؛ کیوں کہ) اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو (اور پرہیزگاری ایسی چیز ہے جس کا پورا حال کسی کو معلوم نہیں؛ بلکہ اس کے حال کو محض) اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور پورا خبردار ہے (اس لیے کسی نسب اور قومیت پر فخر نہ کرو)۔

معارف و مسائل: اس آیت میں ایک جامع تعلیم انسانی مساوات کی ہے کہ کوئی انسان دوسرے کو کمتر یا رذیل نہ سمجھے اور اپنے نسب اور خاندان یا مال و دولت وغیرہ کی بنا پر فخر نہ کرے؛ کیوں کہ یہ چیزیں درحقیقت تفاخر کی نہیں ہیں، پھر اس تفاخر سے باہمی مفاخرت اور عداوت کی بنیادیں پڑتی ہیں؛ اس لیے فرمایا کہ: تمام انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہونے کی حیثیت سے بھائی بھائی ہیں اور خاندان اور قبائل ہے،

مال و دولت کے اعتبار سے جو فرق اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے وہ تقاخر کے لیے نہیں ہے؛ بلکہ تعارف کے لیے ہے۔

قرآن کریم نے اس آیت میں واضح کر دیا کہ حق تعالیٰ نے اگرچہ سب انسانوں کو ایک ہی باپ اور ماں سے پیدا کر کے سب کو بھائی بھائی بنا دیا ہے؛ مگر پھر اس کی تقسیم مختلف قوموں، قبیلوں میں جو حق تعالیٰ ہی نے فرمائی ہے، اس میں حکمت یہ ہے کہ لوگوں کا تعارف اور شناخت آسان ہو جائے، مثلاً ایک نام کے دو شخص ہیں تو خاندان کے تفاوت سے ان میں امتیاز ہو سکتا ہے اور اس سے دور اور قریب کے رشتوں کا علم ہو سکتا ہے اور نسی قرب و بعد کی بنیاد پر ان کے حقوق شرعیہ ادا کیے جاتے ہیں، عصبات کا قرب و بعد معلوم ہوتا ہے جس کی ضرورت تقسیم میراث میں پیش آتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نسی تفاوت کو تعارف کے لیے استعمال کرو، تقاخر کے لیے نہیں۔

(معارف القرآن ۸/ ۱۲۳-۱۲۵)

حضرات فقہانے تصریح فرمائی ہے کہ: عجم میں نسب کے اعتبار سے کفایت کا اعتبار نہیں، اس لیے کہ انہوں نے اپنے انساب کو محفوظ نہیں رکھا، فقہا کی اس تصریح کے بعد بھی آپ کی بستی کے رہنے والے عجمی حضرات کا اپنے آپ کو سب سے اونچا سمجھنا معتبر نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد خانپوری، ۲/ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

الزام لگانے والی بدچلن عورت سے نکاح پر مجبور کرنا

سوال: ایک عورت جو کہ بدچلن تھی، نکاح سے پہلے غیر مسلم کے ساتھ گھر سے

کئی روز لاپتہ تھی، اس کے بعد کسی بھی طرح فوراً نکاح کر دیا گیا، اس کے بعد چار بچے کی ماں بنی، اس کے بعد بیوہ ہو گئی، چار سال کے عرصہ میں اس کے یہاں کئی لوگوں کا آنا جانا تھا، اس صورت میں بیوہ عورت ایک بچہ کی ماں بنی، اس عورت نے ایک شادی شدہ شخص پر الزام لگایا کہ یہ بچہ اس کا ہی ہے، اور گاؤں کے بعض لوگ اس آدمی پر دباؤ ڈال کر نکاح کے لیے آمادہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جب کہ وہ آدمی اپنے بے گناہی کا ثبوت دینے کے لیے تیار ہے، مگر کوئی اس کی ایک بات بھی سننے کو تیار نہیں، اور بہت مجبور کیا جا رہا ہے، اور اس میں ۱۰۰۰۰ روپیہ مہر اور چار بچہ کی پرورش کی ذمہ داری پر مجبور کیا جا رہا ہے؛ جب کہ بیوہ عورت کے بدچلن ہونے کے ثبوت موجود ہیں، اس صورت میں اس شخص کو کیا کرنا چاہیے؟ ۱۰۰۰۰ / روپیہ مہر اور چار بچے جبراً سپرد کیا جاوے، ایسا کرنا جائز ہے یا حرام یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

شرعی ثبوت کے بغیر کسی پر زنا کی تہمت لگانا گناہ کبیرہ ہے، اور اس عورت کی ایسی بات کو بنیاد بنا کر اس آدمی پر نکاح کے لیے دباؤ ڈالنا حرام ہے، جو لوگ ایسا کریں گے گنہ گار ہوں گے، جب وہ چار بچے اس آدمی کی اولاد نہیں ہیں؛ بلکہ مرنے والی کی اولاد ہیں تو ان بچوں کی پرورش کی ذمہ داری اس آدمی پر نہیں ہے؛ بلکہ جو لوگ ان بچوں کے ذی رحم محرم رشتہ دار ہیں، ان پر بچوں کا نفقہ ہوگا؛ بشرطیکہ ان بچوں کی ملک میں ایسا مال موجود نہ ہو جس سے ان کا نفقہ ادا کیا جاسکے۔

جب جبراً کسی کے ساتھ نکاح کر دینا گناہ ہے، تو اس طرح دس ہزار روپیہ زر مہر اس پر ڈالنا بھی گناہ ہے؛ البتہ اگر جبراً نکاح کر دیا ہے، اور اس نے زبان سے قبول



کر لیا تو وہ نکاح درست ہو گیا، اور دس ہزار مہر اس نے خوشی سے منظور نہیں کیا ہے تو اس عورت کا مہر مثل واجب ہے، اور زیادتی باطل ہوگی۔ (شامی ۵/۹۵)

مہر مثل کا مطلب یہ ہے کہ اس عورت کے باپ کے گھرانے میں سے کوئی دوسری عورت دیکھو جو اس کے مثل ہو، یعنی: اگر یہ کم عمر ہے، تو وہ بھی نکاح کے وقت کم عمر ہو، اگر یہ خوبصورت ہو تو وہ بھی خوبصورت ہو، اس کا نکاح کنوارے پن میں ہوا، اور اس کا نکاح بھی کنوارے پن میں ہوا ہو، نکاح کے وقت جتنی مالدار یہ ہے، اتنی ہی وہ بھی تھی، جس دیس کی یہ رہنے والی ہے اسی دیس کی وہ بھی ہے، اگر یہ دین دار، ہوشیار، سلیقہ دار، پڑھی لکھی ہے تو وہ بھی ایسی ہی ہو؛ غرض جس وقت اس کا نکاح ہوا ہے، اس وقت ان باتوں میں وہ بھی اسی کے مثل تھی جس کا اب نکاح ہوا، تو جو مہر اس کا مقرر ہوا تھا وہی اس کا مہر مثل ہے۔ (بہشتی زیور ۳/۱۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۱۰/ربیع الاول ۱۴۱۰ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

## عدت میں شوہر اول سے نکاح کرنا

**سوال:** زید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، اور طلاق کی عدت گزرنے کے بعد زید نے اپنی طلاق شدہ بیوی سے ہمبستری کی؛ چنانچہ وہ حاملہ ہو گئی پھر تین ماہ بعد حالت حمل میں اس نے دوسرے مرد سے حلالہ کے لیے نکاح کیا، شوہر ثانی نے حلالہ کے بعد اس کو کچھ دنوں بعد تین طلاقیں دے دی، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس عورت کا نکاح شوہر (زید) اول سے (حالتِ مدت) عدت میں کر سکتے ہیں؟ جب کہ حمل بھی

اسی شوہر اول کا ہی ہے یا عدت طلاق کی مدت (وضع حمل) گزارنا ضروری ہے؟ اگر عدت کے گزرنے کا انتظار کرتے ہیں تو مزید حرام کاری ہوتے رہنے کا خطرہ یقینی ہے۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

شوہر اول زید کے تین طلاق دے دینے اور عدت گزارنے کے بعد اس نے مطلقہ کے ساتھ ہمبستری کی، اور اس کے نتیجہ میں جو حمل ٹھہرا وہ زنا کا حمل ہے، اس لیے ایسی حاملہ کے ساتھ دوسرے مرد نے جو نکاح کیا وہ درست ہے؛ البتہ اس دوسرے شوہر کو چاہیے کہ جب تک وہ حاملہ ہے اس کے ساتھ وطی نہ کرے، اس کے باوجود اگر اس دوسرے شوہر نے اس عورت کے ساتھ وطی کر لی، اور اس کے بعد تین طلاق دے دی، تو عدت کے بعد اس عورت کا نکاح شوہر اول کے ساتھ ہو سکتا ہے، اور چونکہ یہ عورت بوقت طلاق حاملہ ہے، اس لیے اس کی عدت وضع حمل (یعنی بچہ پیدا ہونے) تک ہے، عدت گزارے بغیر شوہر اول سے یا کسی اور سے نکاح نہیں ہو سکتا، حرام کاری کے اندیشہ کی وجہ سے عدت ساقط نہیں ہوتی، جماعت مسلمین کو چاہیے کہ ان کو حرام کاری سے باز رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۳/ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ غنی عنہ

## طلاق رجعی میں عدت کے بعد دوبارہ نکاح

**سوال:** ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی، بیس سال کے بعد دونوں

راضی برضا ملنا چاہتے ہیں، اس کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر شوہر نے ایک طلاق دی تھی اور رجوع نہیں کیا، یہاں تک کہ بیس سال بیت گئے، اور اب وہ دونوں دوبارہ ازدواجی تعلق قائم کرنا چاہتے ہیں، تو عفت و نکاح کے ذریعہ کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: احمد عنی عنہ خانپوری، ۱۵/۱۲/۱۴۲۷ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

## تین طلاق کے بعد عدت میں نکاح

سوال: محمد نے مریم سے رسول نکاح کیا، اور بعد میں محمد کے گھر کچھ گڑ بڑ کی وجہ سے محمد نے مریم کو تین طلاق دے دی، اور ابھی مریم نے نہ عدت پوری کی تھی نہ حلالہ کروایا تھا، کہ پھر سے (نکاح کر کے) محمد اور مریم ساتھ میں رہنے لگے، یہاں تک کہ ان کے یہاں ایک اولاد بھی پیدا ہوگئی، تو اس صورت میں ابھی بھی نکاح صحیح کرنا ہوگا اور شرعی حیثیت سے تو مریم کو ابھی عدت گزارنا ہوگی اور حلالہ کروانا ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

محمد نے جب اپنی بیوی مریم کو تین طلاق دے دی تو وہ اس پر حرام ہو چکی ہے، اب جب تک کہ شرعی حلالہ نہ ہو محمد کا نکاح مریم کے ساتھ درست نہیں ہے۔ شرعی حلالہ کی صورت یہ ہے کہ: عدت گزار کر یہ عورت دوسرے آدمی کے ساتھ بلا کسی پیشگی شرط کے نکاح کرے، اور یہ دوسرا شوہر اس کے ساتھ صحبت کرے، اس کے بعد اس کا انتقال ہو جائے یا کسی وجہ سے وہ اس کو طلاق دے، تو اب اس کی عدت گزار کر یہ عورت محمد

کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔

صورتِ مسئلہ میں تین طلاق کے بعد شرعی حلالہ کے بغیر عدت کے اندر ہی محمد نے جو نکاح کیا تھا، وہ درست نہیں ہوا، اب بھی وہ عورت محمد پر حرام ہے؛ اس لیے فوری طور پر دونوں میں جدائی کرادی جائے، اس کے بعد یہ عورت تین حیض گزار کر دوسرے مرد سے نکاح کرے اور وہ صحبت بھی کرے، اس کے بعد اگر وہ طلاق دے یا اس کی وفات ہو جائے تو عدتِ طلاق یا وفات گزار کر اس کا نکاح محمد سے ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۰ صفر ۱۴۲۱ھ  
الجواب صحیح: عباس داود۔ بسم اللہ

## حاملہ عورت سے نکاح کا حکم

سوال: حالت حمل میں کسی غیر عورت سے نکاح جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

آپ کا سوال سمجھ میں نہیں آیا، اس لیے کہ حالت حمل میں نکاح کرنے والی تو عورت ہی ہوگی، بھلا وہ دوسری سے کیسے نکاح کرے گا؟ نیز یہ بھی بتلائیں کہ کیسے یہ حمل قرار پایا؟ نکاح سے یا زنا سے؟ اگر یہ حمل والی پہلے کسی کے نکاح میں تھی، اور اس شوہر کا وہ حمل ہے تو لامحالہ اس شوہر نے طلاق دی ہے، یا اس کی وفات ہوئی ہے، دونوں صورتوں میں اس کے لیے عدتِ ضروری ہے، جو وضع حمل ہے، اس لیے جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے، وہ عورت عدت ہی میں ہے، اور عدت میں نکاح درست

نہیں ہوتا، اور اگر یہ کسی کے نکاح میں نہیں تھی؛ بلکہ غیر منکوحہ ہونے کے باوجود زنا کے نتیجے میں حمل ٹھہرا ہے، تو زنا کا حمل ہوتے ہوئے اس کے ساتھ نکاح درست ہے، البتہ یہ شوہر جب تک وضع حمل نہ ہو اس کے ساتھ وطی نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۵/۵ رذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد۔ بسم اللہ عفی عنہ

## تفویض طلاق کی شرط پر نکاح

**سوال:** زید نے ہندہ کو نکاح کا پیغام دیا، جواب میں ہندہ نے کہا کہ اگر زید مجھے طلاق کا اختیار تفویض کرے تو میں نکاح کروں گی، شریعت کے مطابق ہندہ کو یہ شرط لگانے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

نکاح کے بعد مستقبل میں شوہر کی طرف سے پیش آنے والی ممکنہ زیادتیوں سے حفاظت کے پیش نظر اگر عورت اپنے ہونے والے شوہر سے اس قسم کا کابین نامہ لکھوانا چاہے جس میں طلاق کا اختیار عورت کے ہاتھ میں دیا گیا ہو؛ تاکہ بوقت ضرورت اس سے کام لے سکے؛ یہ شرعاً جائز ہے، اس مسئلہ کی پوری تفصیل ”الحيلة الناجزة“ میں زیر عنوان ”تفویض طلاق بوقت نکاح“ دیکھی جاسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## ہندو آشرم میں مسلمان کا نکاح

**سوال:** ہندو کا بہت بڑا آشرم (استھان) ہے جیسے مسلمانوں کا مدرسہ ہوتا ہے،

اب ہندو کے اس آشرم کی جانب سے یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ جس آدمی کو بھی سمو شادی کرنی ہو وہ آدمی یہاں سے دیے گئے فارم کو پُر کرے اور اپنے اپنے مذہب اور دھرم کے مطابق یہاں سے شادی کر کے جائے بغیر کسی خرچ کے، کھانا پینا سب خرچ ہندو کا یہ ادارہ اٹھارہا ہے، تو مسلمان کے لیے اس ادارہ کے ماتحت وہاں جا کر اپنے مولانا سے نکاح پڑھوانا جائز ہے یا نہیں، جب کہ اس ہندو کے روپیہ کے بارے میں بھی پتہ نہیں کہ وہ روپیہ سود کا ہے یا کیسا ہے؟ ہمارے تعلقہ مہوا کے تحت کھوٹرا گاؤں میں اس طرح کا ایک بڑا آشرم ہے جہاں سے یہ اعلان کیا جا رہا ہے جس کی تاریخ مارچ میں طے پائی ہے۔

(الجواب): حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر وہاں پر پڑھایا جانے والا عقد نکاح شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہے تو وہ نکاح تو درست کہلائے گا؛ لیکن مصارف نکاح (اور وہ بھی کھانا وغیرہ جس کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے) وہ ادارہ اٹھارہا ہے اس لیے وہاں عقد نکاح کے لیے جانا ایک مؤمن کی غیرت ایمانی کے خلاف ہے، قطع نظر اس سے کہ ان کا روپیہ حلال کا ہے یا حرام کا، اسلام کے بتلائے ہوئے سادہ طریقہ کے مطابق نکاح کیا جائے تو اس طرح غیر مسلم اداروں کا ممنون و احسان مند بننے کی ضرورت بھی پیش نہیں آئے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبۃ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## فون پر نکاح و طلاق

(سوال): فون پر نکاح، فون پر ہی طلاق کیا یہ جائز ہے؟ واضح فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

فون پر نکاح درست نہیں؛ البتہ فون پر دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری

## فون اور انٹرنیٹ پر نکاح کی صورتیں

سوال: غائبانہ نکاح کے متعلق صورتیں:

① مجلس نکاح پاکستان میں منعقد ہے، دو لہن موجود ہے، دو لہا بیرون پاکستان ہے، نکاح خواں دو لہا سے فون پر لڑکی اور گواہوں کا نام لے کر کہتا ہے کہ تمہارا نکاح فلاں لڑکی سے کر دیا تم نے قبول کیا اور لڑکا فون پر کہتا ہے میں نے قبول کیا اور لڑکے کی قبولیت کو حاضرین مجلس سب بہ یک وقت سنتے ہیں یہ نکاح شرعاً منعقد ہوگا؟

② موجودہ ترقیاتی ٹکنالوجی کے دور میں فون پر ایک مجلس کا انعقاد کانفرنس فون کے نام سے ہوتا ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک ہی وقت میں لوگ مختلف ملکوں میں اپنی اپنی جگہ پر ہوتے ہیں اور فون پر ہر ایک ایک دوسرے کی بات سنتا بھی اور جواب بھی دے سکتا ہے اور بحث و مباحثہ بھی کر سکتا ہے اور اسے ہر آدمی اپنی اپنی جگہ پر اپنے ملک میں سنتا ہے اور بحث میں حصہ لیتا ہے، اس قسم کے فون پر ایک مجلس نکاح مثلاً پاکستان یا انڈیا میں منعقد ہوتی ہے، دو لہن پاکستان یا انڈیا میں ہے اور دو لہا برطانیہ یا یورپ میں ہے اور فون پر اس سے لڑکی اور گواہوں کے نام لے کر ایجاب یا قبول کرایا جاتا ہے جسے شرکائے مجلس میں سے ہر شخص سنتا ہے اس طرح فون پر شرعاً نکاح منعقد ہو جائے گا؟

۳) انٹرنیٹ پر نکاح کے سلسلے میں ایک صورت گفتگو اور تصویر کی بھی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ کانفرنس فون کے مانند ہر شخص اپنے اپنے ملک میں اپنی جگہ پر ہے مثال کے طور پر مجلس نکاح پاکستان میں انٹرنیٹ پر منعقد ہے اور دہن پاکستان میں اور دہلا برطانیہ میں دونوں طرف ایک دوسرے کی تصویر دیکھی جاتی ہے اور دونوں طرف کی گفتگو بھی سنی جاتی ہے کیا اس طرح انٹرنیٹ پر ہونے والا نکاح شرعاً منعقد کہا جائے گا؟

نکاح کے شرعاً انعقاد کے لیے فقہاء ایجاب و قبول کے لیے اتحاد مجلس شرط قرار دیتے ہیں، مذکورہ بالا فون اور انٹرنیٹ پر ہونے والے نکاح کی صورتوں میں اتحاد مجلس کی شرط پوری ہو جاتی ہے؟

ڈاکٹر تنزیل الرحمن نے مجموعہ قوانین اسلامی میں بحث اتحاد مجلس کے تحت فون پر نکاح کے جواز کے بارے میں یوں لکھا ہے: موجودہ دور میں رسل و رسائل کی ترقی اور آسانی کے پیش نظر فون پر بھی نکاح کا ایجاب و قبول ہو سکتا ہے بہ شرطے کہ ایجاب و قبول کو دونوں گواہان بھی بہ یک وقت سن سکیں اور آواز پہنچانے ہوں۔ (۱۲۱/۱)

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

خرید و فروخت اور نکاح وغیرہ عقد کے انعقاد میں ایجاب و قبول کا مجلس واحد میں ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے، یہاں مجلس سے جگہ کا ایک ہونا مراد ہے؟ اس کی تصریح نظر سے نہیں گذری بلکہ اس سلسلے میں جو جزئیات کتب فقہ میں موجود ہیں ان کے بغور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ متعاقدین ایک دوسرے سے دور الگ الگ جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں، لیکن دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں اور اس دوری کی وجہ سے ان



کی گفتگو میں کوئی غلط فہمی پیدا نہیں ہو رہی ہے بلکہ دونوں فریق دوری کے باوجود ایک دوسرے کی بات کو خوب اچھی طرح سمجھ رہے ہیں تب بھی باوجود دوری کے عقد درست قرار دیا جائے گا۔ دررالحکام میں فتاویٰ بزازیہ اور مجمع الانہر کے حوالے سے لکھا ہے:

إذا كان المتبايعان متباعدین لكنهما بحیث یرئى أحدهما الآخر فتباعدهما لا ینافی اتحاد المجلس ولا یمنع انعقاد البیع (بزازیہ) مالم یکن التباعد یؤدی إلى التباس واشتباہ فی کلامهما أي فی الإیجاب والقبول الذین یقعان بینهما. (مجمع الانہر) (دررالحکام شرح مجلة الاحکام ۱۳۲۱)

اس طرح یہ جزئیہ بھی موجود ہے کہ متعاقدین ایک جگہ پر موجود ہیں اور ایک نے ایجاب کے الفاظ ادا کیے اور دوسرے کی طرف سے قبول کے الفاظ کہے جائیں اس سے پہلے دونوں میں سے کسی ایک کی طرف سے کوئی ایسا اقدام (فعل یا قول) ہو جو اعراض پر دلالت کرنے والا ہے تو عقد درست نہ ہوگا اور اگر کوئی ایسا اقدام (قول یا فعل) ہو جو اعراض پر دلالت نہیں کرتا ہے تو عقد درست ہوگا حالانکہ پہلی صورت میں جگہ ایک ہونے کے باوجود عقد کے درست نہ ہونے کا حکم لگایا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود جگہ مقصود نہیں اور لفظ مجلس سے مراد جگہ نہیں بلکہ دونوں کا عقد کو انجام دینے کے لیے ایک دوسرے سے ملنا اور اس مقصد کے لیے جمع ہونا مراد ہے۔

چنانچہ مجلۃ الاحکام میں مجلس بیع کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ سے کی گئی

ہے: مجلس البیع هو الاجتماع الواقع لعقد البیع. (دررالحکام ۱۳۲۱)

اس کی شرح کرتے ہوئے صاحب دررالحکام فرماتے ہیں:

ویرد علی هذه المادة أن المجلس اسم مکان بمعنی مکان استقرار

الناس أما الاجتماع فهو وصف المتبايعين فحمل لفظ "اجتماع" على المجلس غير جائز وغير صحيح والجواب من وجهين: الأول: أن الكلام على حذف مضاف تقديره "محل الاجتماع" على حد قوله تعالى ﴿وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ﴾ [يوسف: ٨٢] أي أهل القرية. الثاني - أنا لا نسلم أن المجلس اسم مكان بل هو مصدر ميمي فيكون معنى مجلس البيع "الجلوس لأجل البيع". (درر الحکام شرح مجلة الأحكام ١٣٢/١)

مجلس کے مفہوم کو واضح کرنے کے لیے چند عبارتیں درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام سے نقل کی جاتی ہے:

(المادة: ١٨٢) المتبايعان بالخيار بعد الإيجاب إلى آخر المجلس، مثلا: لو أوجب أحد المتبايعين البيع في مجلس البيع بأن قال: بعته هذا المال أو اشتريت ولم يقل الاخر على الفور اشتريت أو بعته بل قال ذلك متراخيا قبل انتهاء المجلس ينعقد البيع وإن طال تلك المدة.

(درر الحکام ١٣٢/١)

ويعلم مما تقدم أن الإيجاب لا يبطل بتراخي القبول في المجلس وإن كان التراخي طويلا سواء أكان الإيجاب خطبا أم كتابة الدرر انظر المادة ٧٣. أما إذا وقع في المجلس من أحد العاقدين بعض الأمور المذكورة في المادة التالية كصدور قول أو فعل يدل على الإعراض أو افتراق العاقدين فقد بطل خيار المجلس؛ لأن الإيجاب يبطل بالإعراض والتفرق.

وإنما قلنا: إن خيار القبول يمتد إلى آخر المجلس مهما طال؛ لأن الإنسان مضطر إلى التفكير والتروي في أموره فجعل خيار المجلس ممتدا إلى آخره لذلك تيسيرا، وبما أن المجلس جامع للمتفرقات فقد

عدت ساعاته ساعة واحدة دفعا للخرج ولو جعل خيار القبول لا يمتد إلى آخر المجلس كان فورا للزم الخرج والخرج مدفوع بالنص حيث قال تعالى ﴿وما جعل عليكم في الدين من حرج﴾ [الحج: ٧٨]، وقال ﴿يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر﴾ [البقرة: ١٨٥] وقال عليه الصلاة والسلام يسروا ولا تعسروا الزليعي. (أيضا/١٣٣)

إذا أوجب أحد المتبايعين البيع وكان الآخر قائما فجلس وقبل البيع فالبيع ينعقد يعني أن يعود القابل بعد الإيجاب لا يمنع صحة القبول وكذلك إذا أوجب أحد المتبايعين البيع وكان في يد الآخر كأس ماء أو لقمة خبز فشرب الماء أو أكل اللقمة ثم قبل البيع فالبيع ينعقد. (أيضا/١٣٣)

أما إذا انفض المجلس كاشتغال أحد المتبايعين بأكل الطعام ثم قبوله بالإيجاب يبطل ولا يبقى محل للقبول لتبدل المجلس لو نام أحد المتبايعين قاعدا بعد الإيجاب ثم أفاق من نومه فقبل الآخر فالبيع ينعقد أما إذا نام مضطجعا فيعتبر المجلس منفضا ولا ينعقد البيع بقبول الآخر بعد إفاقته، ولو قال البائع في مجلس: بعته مالي هذا من فلان الغائب عن المجلس ثم حضر ذلك الغائب قبل انفضاض المجلس وقبل البيع فالبيع ينعقد هندية. (أيضا/١٣٣)

وإستثنى مما قلنا فيه بامتداد خيار القبول إلى آخر المجلس أن يكون التبايع بين اثنين سائرين أثناء سيرهما ماشيين فإن القبول والحالة هذه يجب أن يتصل بالإيجاب كما سيتضح في محله. (أيضا/١٣٣)

يشتري في البيع اتحاد المجلس أي حصول الإيجاب والقبول في مجلس واحد وعلى هذا إن اختلف مجلس البيع فالبيع لا ينعقد هندية. (أيضا/١٣٣)

واتحاد المجلس يكون بعدم الاشتغال في المجلس بشيء غير سبب العقد وهذا الشرط من شروط انعقاد البيع المتعلقة بالمكان، والإعراض يكون إما بالقول وإما بالفعل فالقيام من المجلس لمصلحة كأكل الطعام أو شرب الماء أو النوم مضطجعا من الأفعال التي تدل على الإعراض فإذا فعل أحد المتعاقدين شيئا من ذلك بطل وإن كان مكان الاجتماع متحدا لتفرق مجلس العقد ولا ينعقد البيع بالقبول بعد ذلك؛ لأن امتداد خيار القبول إلى آخر المجلس ولا يعتبر المجلس متحدا مع حدوث ما يدل على الإعراض.

كالأكل والشرب والنوم والمشي وما أشبه ذلك من الأفعال أما إتمام الصلاة الفريضة أو النفل فلا يوجب اختلاف المجلس كما أن شرب الماء من الكأس التي كانت في يده أو ازدراد اللقمة لا ينافيان اتحاد المجلس رد المحترار. (أيضا/١٣٤)

وقال العلامة الكاساني: (وأما) الذي يرجع إلى مكان العقد فهو اتحاد المجلس إذا كان العاقدان حاضرين وهو أن يكون الإيجاب والقبول في مجلس واحد حتى لو اختلف المجلس لا ينعقد النكاح، بأن كانا حاضرين فأوجب أحدهما فقام الآخر عن المجلس قبل القبول، أو اشتغل بعمل يوجب اختلاف المجلس، لا ينعقد؛ لأن انعقاده عبارة عن ارتباط أحد الشطرين بالآخر، فكان القياس وجودهما في مكان واحد، إلا أن اعتبار ذلك يؤدي إلى سد باب العقود؛ فجعل المجلس جامعا للشطرين حكما مع تفرقهما حقيقة للضرورة، والضرورة تندفع عند اتحاد المجلس، فإذا اختلف تفرق الشطرين حقيقة وحكما فلا ينتظم

الركن. (بدائع/۲/۲۳۲)

اس لیے ڈاکٹر تنزیل الرحمن صاحب نے ”مجموعہ قوانین اسلامی“ میں جو بات تحریر فرمائی ہے جس کو آپ نے اپنے سوال میں بہ ایں الفاظ نقل کیا ہے:

موجودہ دور میں رسل و رسائل کی ترقی اور آسانی کے پیش نظر فون پر بھی نکاح کا ایجاب و قبول ہو سکتا ہے بہ شرطے کہ ایجاب و قبول کو دونوں گواہان بھی بہ یک وقت سن سکیں اور آواز پہچانتے ہوں۔ (۱۲/۱)

ڈاکٹر صاحب کی تحریر فرمودہ اس دفعہ سے میں بھی پورا اتفاق کرتا ہوں البتہ اس سلسلے میں دوسرے علما سے بھی دریافت کر لیں۔

اب آپ کے سوالات کے بالترتیب جوابات دیے جاتے ہیں:

① اگر گواہان لڑکے کی آواز کو پہچانتے ہیں اور ایجاب کے اور قبول کا جواب دینے سے پہلے لڑکے کی طرف سے اعراض پر دلالت کرنے والی کوئی بات پائی نہ گئی ہو تو یہ نکاح درست ہے۔

② اس کا بھی وہی حکم ہے جو اوپر لکھا گیا ہے۔

③ یہ نکاح بھی شرائط بالا کے ساتھ درست ہے البتہ اس میں چوں کہ دونوں طرف کی شکلیں نظر آرہی ہیں اس لیے گواہوں کے حق میں آواز پہچاننے کی شرط نہیں رہے گی بلکہ یہ ایسا سمجھا جائے گا جیسا کہ دولہا و دلہن گواہوں کی نگاہوں کے سامنے موجود ہوں اور وہ ایجاب و قبول کریں اور گواہ بہ یک وقت اس کو سنیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

أماہ: العبد احمد خان پوری، ۲۵ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## ٹیلی فون، ای میل اور انٹرنیٹ سے نکاح

**سوال:** اس وقت ہمارے ملک کے ذرائع ابلاغ میں تین مسئلوں پر بحث چھڑی ہوئی ہے، اور مختلف مسلم دانشور اور قانون داں اپنی اپنی رائے دے رہے ہیں، جس سے غلط فہمی ہونے کا اندیشہ ہے یہ مسئلہ حسب ذیل ہیں:

① ٹیلیفون پر نکاح درست ہے یا نہیں؟ صورت یہ ہوتی ہے کہ ٹیلیفون کے ذریعہ دونوں جگہ امریکہ اور ہندوستان میں مجلس منعقد ہوتی ہے۔ مثلاً لڑکا امریکہ میں ہے، اس کے ساتھ کچھ لڑکے بیٹھے ہوتے ہیں، لڑکی ہندوستان میں ہے، یہاں قاضی نے اس سے نکاح کی اجازت لے لی، اب فون لگایا جاتا ہے، لڑکا فون پر حاضر ہے، قاضی صاحب اس کو لڑکی کا نام وغیرہ بتا کر نکاح قبول کرواتے ہیں، وہ اپنی قبولیت کا اعلان کرتا ہے، جس کو یہاں قاضی صاحب سنتے ہیں اور دو گواہوں کو بھی سنوایا جاتا ہے، اور وہاں امریکہ میں بھی لڑکے کے پاس جو ہوتے ہیں ان کو بھی سنوایا جاتا ہے، اور وہ بھی ٹیلیفون پر بتاتے ہیں کہ لڑکے نے بھی قبول کر لیا، مگر عاقدین کی مجلس الگ الگ ہوتی ہے، لڑکی کی طرف سے وکیل بانکاح قاضی کی بات لڑکے سے فون ہی پر ہوتی ہے، مجلس الگ الگ ہوتی ہے اس صورت میں نکاح درست ہو یا نہیں؟

ایک اور ٹیلیفون آلہ ایجاد ہوا ہے جس پر غالباً بولنے والے کا فون ٹو بھی آجاتا ہے، اور جو بولتا ہے وہ عبارت بھی محفوظ ہو جاتی ہے، اس کا نام شاید ایس ایم ایس ہے، اور وہ ایک طرح کا موبائیل ٹیلیفون ہے، اس پر بھی نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

② اسی طرح فون کے ذریعے کوئی مرد اپنی بیوی کو طلاق دے تو واقع اور نافذ

ہوگی یا نہیں؟ مثلاً ایک عورت کہتی ہے کہ میرے شوہر نے (جو غیر ملک میں رہتا ہے) میری خیر خبر نہیں لیتا تھا، میں نے فون کر کے اس کو اپنا حال بتایا تو دوسرے دن اس نے ٹیلیفون کر کے مجھ سے کہا کہ: میں فلاں ہوں، تم میری آواز پہچان رہی ہو یا نہیں؟ عورت نے کہا کہ: میں آواز پہچان رہی ہوں۔ اس کے بعد اس نے کہا: سنو! میں نے تم کو طلاق دیا، اپنے نکاح سے خارج کیا، تم آزاد ہو۔ یہ صرف بیوی اور شوہر کے درمیان بات ہوئی، کسی اور سے بات نہیں؟ اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اسی طرح جس آلہ کا میں نے تذکرہ کیا اس کے ذریعہ کوئی طلاق دے دے تو طلاق ہوگی یا نہیں؟

③ اسی طرح ای میل اور انٹرنیٹ کے ذریعے نکاح کی قبولیت یا طلاق کی خبر دے تو یہ شرعاً معتبر ہوگا یا نہیں؟ ای میل اور انٹرنیٹ آج کل مشہور ذرائع ابلاغ میں سے ہیں، واضح رہے کہ نکاح کے منعقد ہونے کے لیے دو گواہوں کی شرط ہے، وقوع طلاق کے لیے گواہوں کی شرط نہیں؛ لیکن یہاں مسئلہ فون اور ایس ایم ایس و انٹرنیٹ وغیرہ پر نکاح و طلاق کا ہے، چونکہ ادھر اخبار والے روزانہ مسلم پرسنل لاء بورڈ کی رائے جاننا چاہتے ہیں، تو میں نے ضرورت محسوس کی کہ آپ سے اس کا شرعی حکم دریافت کر لوں۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

① اگر لڑکی نے قاضی کو اپنا وکیل بنایا اور اس نے فون پر لڑکے کے ساتھ رابطہ قائم کر کے ایجاب کیا، اور اس کے بعد لڑکے نے قبول کر لیا اور مجلس عقد میں دو گواہ موجود ہوں، جو اس ایجاب و قبول کو سن رہے ہوں تو نکاح منعقد ہو جائے گا، اور یہ گفتگو ایسے فون پر ہونی چاہیے جس میں ریسور اٹھائے بغیر فون پر آواز آتی ہے، اور وہاں پر موجود

تمام حضرات آواز سنتے ہیں؛ تا کہ دوسری طرف سے قبول کی آواز ایجاب کرنے والا بھی سن لے، اور وہاں موجود حاضرین اور گواہ بھی سن لیں۔ اسی طرح جسے قبول کرنا ہے اس کے پاس بھی اسی طرح کا فون ہوتا کہ وہ خود ایجاب کو سنے، اور وہاں موجود حضرات بھی سن لیں۔ ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ گواہ ایجاب و قبول کرنے والے کی آواز کو جانتے اور پہچانتے ہوں، کسی قسم کے دھوکے کا اندیشہ نہ ہو، ویڈیو کانفرنسنگ میں یہ صورت بدرجہ اولیٰ صحیح ہوگی؛ کیوں کہ اس میں ایجاب و قبول کرنے والے ایک دوسرے کو دیکھتے بھی ہیں۔

انٹرنیٹ اور ای میل پر نکاح درست نہ ہوں گے؛ کیوں کہ انٹرنیٹ اور ای میل کے ذریعے صرف پیغام رسانی ہوتی ہے، نہ ایک دوسرے کی بات سنتے ہیں نہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں؛ لہذا یہ شرط پوری نہ ہو سکے گی۔

وشرطه حضور شاهدین حرین او حر و حر تین مکلفین سامعین  
قولہما جمیعاً معاً. (در مختار)

البتہ انٹرنیٹ اور ای میل کے ذریعے لڑکی نے لڑکے کو اپنے نکاح کا وکیل بنایا، مثلاً یوں پیغام دیا کہ: آپ اپنے ساتھ میرا نکاح کرو اور اس پیغام کے ملنے پر لڑکے نے اپنے پاس موجود دو مسلمان عاقل گواہوں کے سامنے یہ کہا کہ: بذریعہ انٹرنیٹ یا ای میل فلا نہ بنت فلاں نے اپنا نکاح میرے ساتھ کرنے کے لیے مجھے وکیل بنایا ہے، چنانچہ میں نے اس کا نکاح خود سے کر دیا تو اس صورت میں نکاح منعقد ہو جائے گا۔ یہ وہی صورت ہے جو بذریعہ خط نکاح کی بتلائی گئی ہے۔ اسی طرح لڑکی یا لڑکا بذریعہ انٹرنیٹ یا ای میل کسی کو اپنے نکاح کا وکیل بنائیں اور وہ وکیل بال نکاح دو گواہوں کی



موجودگی میں ایجاب کرے، اور فریقِ ثانی یا اس کا وکیل جو اس مجلس میں موجود ہے اس کو قبول کرے تب بھی نکاح درست ہوگا۔

ولا بكتابة حاضر بل غائب بشرط إعلام الشهود بما في الكتاب ما لم يكن بلفظ الأمر فيتولى الطرفين فتح (قوله: ولا بكتابة حاضر) فلو كتب تزوجتك، فكتبت: قبلت لم ينعقد، بحر. والأظهر أن يقول: فقالت قبلت إلخ؛ إذ الكتابة من الطرفين بلا قول لا تكفي ولو في الغيبة، تأمل. (قوله: بل غائب) الظاهر أن المراد به الغائب عن المجلس، وإن كان حاضرا في البلد (قوله: فتح) فإنه قال ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب. وصورته: أن يكتب إليها بخطبها فإذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود وقرأته عليهم وقالت: زوجت نفسي منه، أو تقول إن فلانا كتب إلي بخطبني فاشهدوا أنني زوجت نفسي منه، أما لو لم تقل بمحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان لا ينعقد؛ لأن سماع الشطرين شرط صحة النكاح، وبإسماعهم الكتاب أو التعبير عنه منها قد سمعوا الشطرين، بخلاف ما إذا انتفيا قال في المصنف: هذا أي إذا كان الكتاب بلفظ التزوج، أما إذا كان بلفظ الأمر كقوله: زوجي نفسك مني، لا يشترط إعلامها الشهود بما في الكتاب؛ لأنها تتولى طرفي العقد بحكم الوكالة، ونقله عن الكامل، وما نقله من نفي الخلاف في صورة الأمر لا شبهة فيه على قول المصنف والمحققين، أما على قول من جعل لفظة الأمر إيجابا كقاضي خان على ما نقلناه عنه فيجب إعلامها إياهم ما في الكتاب. اهـ

وقوله: لا شبهة فيه إلخ قال الرحمتي: فيه مناقشة لما تقدم أن من

قال إنه توكيل يقول توكيل ضمني، فيثبت بشروط ماتضمنه وهو الإيجاب كما قدمناه، ومن شروطه: سماع الشهود فينبغي اشتراط السماع هنا على القولين؛ إلا أن يقال قد وجد النص هنا على أنه لا يجب فيرجع إليه. اهـ (در مختار مع الشامى ۲/۲۸۸)

ایس ایم ایس بذریعہ موبائیل پیغام رسانی کا ایک طریقہ ہے، اس کا حکم بھی وہی ہے جو انٹرنیٹ اور ای میل کا ہے۔

② فون کے ذریعہ اگر کوئی مسٹر اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو وہ واقع ہو جائے گی؛ اس لیے کہ وقوع طلاق کے واسطے شوہر کی طرف سے کلمات طلاق کا تلفظ کافی ہے، کسی کا سننا بھی ضروری نہیں۔

(و یجری ذلک) المذكور (فی کل ما یتعلق بناطق، کتسمیة علی ذبیحة ووجوب سجدة تلاوة وعتاق وطلاق واستثناء) وغیرها؛ (قوله و یجری ذلک المذكور) یعنی کون أدنی ما یتحقق به الکلام إسماع نفسه أو من بقریه (رد المختار ۱/۳۹۵)

البتہ اگر کسی شوہر نے بذریعہ فون اپنی بیوی کو طلاق دی اور بعد میں وہ مگر گیا تو گواہوں کے بغیر ثبوت مشکل ہے۔

③ ای میل اور انٹرنیٹ اور ایس ایم ایس کے ذریعے دی ہوئی طلاق بھی واقع ہو جائے گی؛ بشرطے کہ شوہر اس کا اقرار کرتا ہو، اور ان کا حکم بھی وہی ہے جو تحریر اور خط کا ہے۔

کتب الطلاق، وإن مستبينا علی نحو لوح وقع إن نوی، وقيل مطلقا، ولو علی نحو الماء فلا مطلقا. ولو کتب علی وجه الرسالة والخطاب،

كأن يكتب يا فلانة: إذا أتاك كتابي هذا فأنت طالق طلقت بوصول الكتاب جوهرة. (درمختار على هامش ردالمختار ٢/٤٦٤، ٤٦٥) (قوله كتب الطلاق إلخ) قال في الهندية: الكتابة على نوعين: مرسومة وغير مرسومة، ونعني بالمرسومة أن يكون مصدرا ومعنونا مثل ما يكتب إلى الغائب. وغير المرسومة أن لا يكون مصدرا ومعنونا، وهو على وجهين: مستبينة وغير مستبينة، فالمستبينة ما يكتب على الصحيفة والحائط والأرض على وجه يمكن فهمه وقراءته. وغير المستبينة ما يكتب على الهواء والماء وشيء لا يمكنه فهمه وقراءته. ففي غير المستبينة لا يقع الطلاق وإن نوى، وإن كانت مستبينة لكنها غير مرسومة إن نوى الطلاق وإلا لا، وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوى أو لم ينو ثم المرسومة لا تخلو إما أن أرسل الطلاق بأن كتب: أما بعد فأنت طالق، فكما كتب هذا يقع الطلاق وتلزمها العدة من وقت الكتابة. وإن علق طلاقها بمجيء الكتاب بأن كتب: إذا جاءك كتابي فأنت طالق فجاءها الكتاب فقرأته أو لم تقرأ يقع الطلاق كذا في الخلاصة ط ولو استكتبت من آخر كتابا بطلاقها وقراه على الزوج فأخذه الزوج وختمه وعنونه وبعث به إليها فأتاها وقع إن أقر الزوج أنه كتابة أو قال للرجل: ابعث به إليها، أو قال له: اكتب نسخة وابعث بها إليها، وإن لم يقر أنه كتابه ولم تقم بينة لكنه وصف الأمر على وجهه لا تطلق قضاء ولا ديانة، وكذا كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه لا يقع الطلاق ما لم يقر أنه كتابه أهملخصا. (رد المختار ٢/٤٦٤، ٤٥٦) فقط والله تعالى أعلم -

الملاء: العبد احمد خانپوری، ١٢/ جمادى الاخرى ١٣٢٣ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم الله

## عرفی نام سے بھی نکاح ہو جاتا ہے

**سوال:** میری بھانجی میمونہ بی بی عرف یا سمین بانو کی شادی چند ماہ قبل ہوئی ہے، غلطی سے قاضی نامہ میں اس کا اصلی نام یعنی میمونہ بی بی کے بجائے عرفی نام یعنی یا سمین بانو رکھ دیا گیا ہے، دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا اس صورت میں کوئی خرابی نکاح میں ہوگی؟ جب کہ منکوحہ کے سسرال والوں کو کوئی اعتراض نام کے بارے میں نہیں ہے۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اصل مقصود تعریف و تمیز ہے، اگر یہ حاصل ہو جائے تو نکاح درست ہو جاتا ہے۔ صورت مسئلہ میں آپ کی بھانجی جس کا نکاح ہوا، اپنے عرفی نام سے معروف اور پہچانی جاتی ہے تو نکاح ہو گیا ہے۔

قلت: وظاهره أنها لو جرت المقدمات على معينة وتميزت عند الشهود أيضا يصح العقد، وهي واقعة الفتوى؛ لأن المقصود نفى الجهالة، وذلك حاصل بتعيينها عند العاقدین والشهود إلخ (شامی ۲/۲۹۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: عباس داود بسم اللہ

## بوقت نکاح سوتیلے باپ کی طرف نسبت کرنا

**سوال:** میرا ایک لے پالک ممتنبی بیٹا ہے، جس کی شادی عن قریب ہونے والی ہے، میں محض اپنی اور اپنے لے پالک بیٹے کی خواہش، خوشی اور احسان شناسی کی بنا پر ایجاب و قبول کے موقع پر نکاح خوانی میں بہ جائے اس کے اصل باپ کے میری ولدیت

اسم گرامی میں درج کراؤں، کہ اس کے اصل باپ کو اعتراض بھی نہ رہے اور لوگ اس کے اصل نسب سے واقف بھی ہیں، تو صحت نکاح میں کوئی حرج ہوگا؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

لے پالک بیٹے کو اس کے اصلی باپ کی طرف منسوب کر کے پکارنے کا قرآن میں صریح حکم موجود ہے، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ادعوهم لأبائهم هو أفضط عند الله﴾ (الأحزاب: ۵) اس لیے ضروری ہے کہ آپ اپنے اس لے پالک بیٹے کو بہ وقت نکاح بولنے اور لکھنے میں اس کے اصلی باپ کی طرف منسوب کیجیے، اپنی یا لے پالک بیٹے کی خواہش اور خوشی کے لیے قرآن پاک میں وارد اللہ کے حکم کی صریح خلاف ورزی کرنا بہت بڑی جرأت کی بات ہے۔ حدیث پاک میں اس پر بڑی سخت وعید آئی ہے، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: من ادعى إلى غير أبيه وهو يعلم أنه غير أبيه فالجنة عليه حرام (بخاری ۱۰۰۱/۲) (جو آدمی اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف منسوب کرے حال یہ کہ وہ جانتا ہے کہ جس کی طرف اپنے آپ کو منسوب کر رہا ہے وہ اس کا باپ نہیں ہے، تو اس پر جنت حرام ہے)۔ ایک اور روایت میں حضور اکرم ﷺ نے کفر سے تعبیر فرمایا ہے: قال لا ترغبوا عن أبائكم فمن رغب عن أبيه فهو كفر (بخاری ۱۰۰۱/۲)

اس لیے آپ ہرگز ایسا نہ کریں، اس کے باوجود اگر بہ وقت نکاح اس کی نسبت آپ کی طرف کی گئی اور لڑکی جانتی ہے کہ اس سے مراد یہی لڑکا ہے جس کے ساتھ اس کا نکاح ہونے والا ہے، تو تعریف اور تمیز جو مقصود ہے حاصل ہونے کی وجہ سے عقد

نکاح درست قرار دیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

أماہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۳ رجب ۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: عباس داود بسم اللہ

## مجلس نکاح میں تحریر سے نکاح

**سوال:** انیس احمد نے نفیسہ بیگم کے ساتھ مندرجہ ذیل طریقہ سے نکاح کیا کہ انیس احمد نے ایک تحریری مضمون تیار کیا، پھر اس کو نفیسہ بیگم کو دیا اور نفیسہ بیگم نے اس پر خوشی سے دستخط کر دی، اور ساتھ میں یہ بھی بیگم نے اپنے ہاتھوں سے لکھ دیا کہ یہ مضمون کا خلاصہ مجھے دو سال تک منظور ہے، (گویا دو سال کے اندر نکاح نے قبول نہیں کیا تو اس کے بعد از سر نو اجازت لی جائے) اس کے بعد انیس احمد نے ایک ماہ کے بعد یہ مضمون دو آدمیوں کے سامنے پڑھا، اور فوراً کہا کہ میں نے منظور کر لیا، تو کیا اس طرح کرنے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟ جن دو عاقل بالغ مسلمان مردوں کے سامنے پڑھا وہ دونوں حضرات بیگم کو جانتے بھی ہیں کہ فلاں بنت فلاں اور فلاں وطن کی ہے، جانیں میں کفو برابر ہے، دونوں کی عمریں سن بلوغت سے متجاوز ہیں۔

مضمون یہ ہے ”میں عاقلہ بالغہ اپنی دلی خوشی سے بغیر کسی کے زبردستی اور بغیر کسی کی شرم اور دباؤ کے اپنے دل کی بات زبان پر لا کر لکھ کر دیتی ہوں، کہ میں نے اپنی پوری ذات آپ کو..... یعنی مکمل نام (فلاں بن فلاں) کو مہر فاطمی کے عوض عقد نکاح میں دے دیا، مہر ادھار مجھے منظور ہے، میرا پورا پیتہ (فلاں بنت فلاں)، اللہ ہم دونوں کو عزت، محبت دے اور دین پر قائم رکھے“

مذکورہ بالا مضمون سائل کے کہنے کے مطابق حرف بہ حرف ہے، اب اگر نکاح منعقد ہو گیا تو مہر فاطمی کتنے روپیہ ہوتی ہے؟ نیز اس کی ادائیگی بوقت نکاح چاندی کی قیمت سے دینی ہوگی یا بوقت ادا کی قیمت پر ہوگی؟

(الجواب): حامداً ومصلياً ومسلماً

صورتِ مسئلہ میں نکاح منعقد نہیں ہوا، اس لیے کہ نفیسہ بیگم کی طرف سے جو مضمون تیار کر کے انیس احمد کو دیا گیا اس مجلس میں انیس احمد خود موجود ہے؛ بلکہ مضمون کو تیار کرنے والا ہی وہ ہے، اب اگر اسی مجلس میں گواہ موجود ہوتے اور وہیں انیس احمد اس مضمون کو گواہوں کے سامنے پڑھ کر سنا دیتا اور پھر اپنی طرف سے منظوری کے الفاظ ادا کرتا، تب بھی نکاح درست نہ ہوتا، اس لیے کہ موجود آدمی کی طرف سے تحریر کافی نہیں ہے، اور تحریر دینے والی نفیسہ بیگم اور جس کے ساتھ نکاح ہو رہا ہے وہ انیس احمد حاضر و موجود ہونے کی وجہ سے یہ تحریر شرعاً معتبر نہیں ہے۔

درمختار میں ہے: ولا بكتابة حاضر؛ بل غائب الخ (درمختار، ۲/۲۸۸)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اس پر حاشیہ تحریر فرماتے ہیں: (قوله ولا بكتابة حاضر) فلو كتب تزوجتك فكتبت قبلت لم ينعقد، بحر والأظهر أن يقول فقالت قبلت الخ إذا الكتابة من الطرفين بلا قول لا تكفي؛ ولو في الغيبة تأمل (شامی ۲/۲۸۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۲/ ذوالحجۃ الحرام ۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ غنی عنہ

## موجود نکاح کی شرعی حیثیت

**سوال:** ایک لڑکی نے کسی لڑکے سے کہا کہ میں تجھ سے ہی نکاح کروں گی؛ مگر والدین نے کسی اور سے نکاح کر دیا، یا لڑکے نے کہا میں تجھ سے ہی نکاح کروں گا؛ مگر لڑکے کے والدین نے دوسری لڑکی سے اس کا نکاح کر دیا، کیا ایسی صورت میں لڑکا یا لڑکی کسی اور سے نکاح کر سکتے ہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

صورتِ مسئلہ میں سامنے والا لڑکا یا لڑکی (جن سے نکاح کا وعدہ کیا گیا تھا) کسی دوسری لڑکی یا لڑکے سے نکاح کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۱۵/ صفر المظفر ۱۴۱۱ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد۔ بسم اللہ عنہ

## نکاح پر تعلقِ طلاق کی تھی اس سے نکلنے کا حیلہ

**سوال:** ① زید نے قسم کھائی اگر میں نے ہندہ سے نکاح کیا، تو اسے تین طلاق، اگر ہندہ سے نکاح کرنا چاہے تو اس کی کیا شکل ہوگی؟

## نکاحِ فضولی

② نکاحِ فضولی کسے کہتے ہیں؟ اس میں دو لہے کا منہ سے بولنا ضروری ہے یا صرف سر ہلانا کافی ہے؟

③ قبل از نکاح دو لہے کو اشارہ کرے کہ تو بولنا مت، ہم نکاح پڑھ دیں گے۔



الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

① صورتِ مسئلہ میں طلاق نہ ہونے کا حیلہ یہ ہے کہ زید خود نکاح نہ کرے، نہ کسی کو وکیل بنائے، نہ امر کرے؛ بلکہ کوئی دوسرا شخص بطورِ فضولی کے زید کا نکاح ہندہ سے کر دے، اور زید اس نکاح کی منظوری قول کے ساتھ نہ دے بلکہ (اس فضولی نے بوقتِ نکاح جو مہر مقرر کیا ہے وہ پورا یا اس کا کوئی حصہ ہندہ کے پاس بھیج دے، اس کے بعد) وہ ہندہ سے وطی کر لے، تو یہ اجازت بھی ہو جائے گی، اور زید کا نکاح بھی ہو جائے گا، اور طلاق بھی نہیں پڑے گی۔ (کفایت المفتی ۶/۲۶۱ بتغییر بصر)

حلف لا یتزوج، فزوجه فضولی، فأجاز بالقول حنث، وبالفعل ومنه الكتابة خلافاً لابن سماعہ لا یحنث به یفتی خانیا (درمختار) (قوله) فاجاز بالقول) کر ضیت وقبلیت، نہر و فی حاوی الزہدی: لو ہنأہ الناس بنکاح الفضولی فسکت فهو اجازة (قوله حنث) هذا هو المختار كما فی التبيين، وعلیه اکثر المشایخ والفتویٰ علیہ كما فی الخانیة، وبہ اندفع ما فی جامع الفصولین من ان الاصح عدمہ، بجر (قوله بالفعل) کبعث المہر او بعضہ بشرط ان یصل الیہا، وقیل: الوصول لیس بشرط، نہر وکتقبیلہا بشہوة وجماعہا؛ لکن یکرہ تحریمہا لقرب نفوذ العقد من المحرم، بجر قلت فلو بعث المہر اولا لم یکرہ التقبیل والجماع لحصول الاجازة قبلہ الخ (شامی ۳/۱۰)

② فضولی اس شخص کو کہتے ہیں جو دوسرے آدمی کے لیے، ایسا تصرف کرے جس تصرف کی اس کو نہ تو شریعت کی طرف سے ولایت حاصل ہو اور نہ تو (اس غیر نے جس کی طرف سے وہ تصرف کر رہا ہے) اس کو اپنا وکیل بنایا ہو۔

هو من يتصرف لغيره بغير ولاية ولا وكالة (بحر الرائق ۳/ ۱۴۷)  
 بوقت عقد دواہا و ہاں موجود نہ ہو؛ بلکہ یہ اجنبی (فضولی) اپنے طور پر زید کا نکاح  
 کر دے، بعد میں زید فعلیاً (جو اب سابق میں بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق)  
 اجازت دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۲/ صفر المظفر ۱۴۰۹ھ  
 الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## باپ کے کرائے ہوئے نکاح میں فسخ کا اختیار نہیں

سوال: میری شادی والدین نے اپنی مرضی سے میرے بچپن میں کرادی تھی، جب کہ میری عمر ۳/ سال کی تھی، اب جب کہ میں بلوغ کو پہنچی تو مجھے معلوم ہوا کہ جس شخص سے میری شادی طے کی گئی ہے وہ شخص شرابی و جواری ہے، اور اسلامی تعلیمات سے بہت دور ہے، میرے والدین بھی اب اس رشتہ سے راضی نہیں ہیں، اور میں بھی اس رشتہ کو مذکورہ وجوہات کی بناء پر سخت ناپسند کرتی ہوں، میری ابھی رخصتی نہیں ہوئی ہے، برائے مہربانی آپ اس مسئلہ میں لوجہ اللہ حصہ لے کر اس رشتہ کو فسخ کرادیں، اور شریعت کے احکام کے مطابق فریقین کو اپنی اپنی ذمہ داری سمجھا کر عند اللہ ماجور ہوں، اور ابھی میری عمر ۱۷/ سال ہے۔

نوٹ: جس وقت لڑکی کی شادی ہوئی تھی اس وقت اس کی عمر ۵/ سال کی تھی، ابھی لڑکے کی عمر ۱۹/ سال کی ہے، اور اس وقت مہر تقریباً ۲۰۱ (دو سو ایک) دیا تھا۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

باپ کو اپنی نابالغ اولاد (چاہے وہ لڑکی ہو یا لڑکا اس) پر ولایت اجبار حاصل

ہے، یعنی وہ لڑکا اور لڑکی چاہے یا نہ چاہے باپ اس کا نکاح کر سکتا ہے۔

والولاية: تنفيذ القول على الغير شاء أو أبى، وهي نوعان: ولاية ندب على المكففة ولو بکرا، ولاية اجبار على الصغيرة الخ.

(درمختار علی هامش الشامیة ۲/ ۳۲۱)

باپ نے جب اپنے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کر دیا تو وہ لازم ہو گیا اور بالغ ہونے کے بعد اس لڑکے یا لڑکی کو اپنا نکاح فسخ کرانے کا بھی اختیار نہیں ہے۔

درمختار میں ہے: وللولی انکاح الصغير والصغيرة جبرا ولو ثیبا کمعتوه ومجنون شهرا، ولزم النکاح ولو بغین فاحش.

علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں: (قوله ولزم النکاح) أي بلا توقف علی اجازة أحد وبلا ثبوت خيار فی تزویج الأب والجد والمولی الخ.

(درمختار مع الشامیة ۲/ ۳۲۹، ۳۳۰)

بہشتی زیور میں ہے: مسئلہ: نابالغ لڑکی یا لڑکے کا نکاح اگر باپ نے یا دادا نے کیا ہے تو جوان ہونے کے بعد بھی اس نکاح کو رد نہیں کر سکتے، چاہے اپنے میل میں کیا ہو یا بے میل، کم ذات والے سے کر دیا ہو، اور چاہے مہر مثل پر نکاح کیا ہو یا اس سے بہت کم پر نکاح کر دیا ہو، ہر طرح نکاح صحیح ہے، اور جوان ہونے کے بعد بھی وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ (بہشتی زیور آخری عکسی حصہ ۹)

آپ کا نکاح چوں کہ آپ کے والد صاحب نے کر دیا ہے اس لیے یہ نکاح لازم ہو چکا ہے، اس کو فسخ نہیں کیا جاسکتا، نہ آپ کو اختیار حاصل ہے اور نہ ہی ہمیں، اب تو آپ اس لڑکے کے ساتھ گھر آباد کر کے اس کی اصلاح کی کوشش کیجئے یا پھر اس کو کچھ

رقم دے کر اس سے طلاق حاصل کر لیجئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۴ / جمادی الاخریٰ ۱۴۱۸ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد۔ بسم اللہ عفی عنہ

## نو مسلم میاں بیوی کے لیے تجدید نکاح

سوال: غیر مسلم میاں بیوی ایمان میں داخل ہوئے، کیا ان کو نکاح کرنا ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

انہوں نے زمانہ کفر میں اپنے مذہب کے طریقے سے جو نکاح کیا تھا اگر دونوں ساتھ میں مسلمان ہوئے ہیں تو وہی کافی ہے، تجدید کی ضرورت نہیں ہے، بشرطیکہ ان میں آپس میں کوئی رشتہ حرمت نہ ہو، اگر رشتہ حرمت ہے تو وہ نکاح ختم ہو جائے گا۔  
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## منکوحہ کے نام کے ساتھ کس کا نام لکھا جائے؟

سوال: جب بچی مدرسہ یا اسکول میں پڑھتی ہے، تو اس وقت لڑکی کے نام کے ساتھ اس کے والد کا نام عموماً لکھا جاتا ہے، مثلاً فاطمہ بی بی بنت عبد اللہ؛ مگر جب لڑکی کی شادی ہو جاتی ہے، تو اس کے بعد لڑکی کے والد کا نام اس کے نام کے ساتھ لکھا جائے گا یا اس کے خاوند کا نام لکھا جائے گا؟ شرعی مسئلہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

شادی کے بعد اگر عورت کا تعارف باپ کی طرف نسبت کرتے ہوئے کرنا مقصود

ہو، تو باپ کا نام ذکر کریں گے، مثلاً: فلانہ بنت فلان، اور اگر شوہر کی طرف نسبت کرتے ہوئے تعارف کرنا مقصود ہو، تو شوہر کا نام ذکر کریں گے، مثلاً: فلانہ زوجہ فلان، مقصود تعارف ہے وہ جس سے حاصل ہو جائے، حدیث پاک میں دونوں طریقے اختیار کئے گئے ہیں۔ ”مشکوٰۃ شریف“ میں بحوالہ ”ترمذی“ روایت موجود ہے: عن أنس أن النبي ﷺ قال: حسبك من نساء العالمين مريم بنت عمران، وخديجة بنت خويلد، وفاطمة بنت محمد، وآسية امرأة فرعون (۵۷۳)

دیکھئے! اس روایت میں چار عورتوں کا تذکرہ موجود ہے، جن میں سے تین کی نسبت باپ کی طرف کی گئی ہے اور ایک کی نسبت شوہر کی طرف ہے۔

عن جابر أن رسول الله ﷺ قال: أريت الجنة، فرأيت امرأة أبي طلحة، وسمعت خشخشة أممي فإذا بلال رواه مسلم (مشکوٰۃ ۵۷۴)

دیکھیے! اس روایت میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا والدة حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نسبت ان کے شوہر کی طرف کی گئی۔

عن زينب امرأة عبد الله بن مسعود قالت: قال رسول الله ﷺ: تصدقن يا معشر النساء ولو من حليكن، قالت: فرجعت إلى عبد الله، فقلت: إنك رجل خفيف ذات اليد، وأن رسول الله ﷺ قد أمرنا بالصدقة، فأتته، فاسئله، فان كان ذلك يجزئ عني وإلا صرفتها إلى غيركم؟ قالت: فقال لي عبد الله: بل إئتیه أنت، قالت فانطلقت، فاذا امرأة من الانصار بباب رسول الله ﷺ، حاجتي حاجتها، قالت: وكان رسول الله ﷺ قد ألقى عليه المهابة، فقالت: فخرج علينا بلال، فقلنا له: إئت رسول الله ﷺ، فاخبره أن امرأتين بالباب تسألانك، أتجزئ

الصدقة عنهما علي أزواجهما وعلى أيتام في حجورهما؟ ولا تخبره من نحن؟ قالت: فدخل بلال على رسول الله ﷺ فسأله، فقال له رسول الله ﷺ: من هما؟ قال: امرأة من الانصار وزينب، فقال رسول الله ﷺ: أي الزيانيب؟ قال امرأة عبد الله الخ (مشکوٰۃ: ۱۷۱)

اس روایت میں حضور اکرم ﷺ کے دریافت فرمانے پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیتے ہوئے جو تعارف کرایا، اس میں شوہر کی طرف نسبت فرمائی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## خفیہ طور پر نکاح کرنے کے بعد دوبارہ مجمع میں نکاح کرنے سے متعلق چند احکام

**سوال:** ہمارے یہاں ری یونین فرانس میں ایک رواج چل پڑا ہے کہ نوجوان لڑکے لڑکیاں چپکے سے اپنا نکاح دوگواہوں کے سامنے پڑھواتے ہیں، اور حال یہ ہے کہ ماں، باپ و دیگر رشتہ دار کسی کو کچھ خبر نہیں سوائے چند مخصوص افراد (گواہ) نکاح پڑھوانے والے اور ایک دو خاص دوست کے، اور یہ اس وجہ سے کرتے ہیں تاکہ حلال طریقہ سے میل ملاپ ہو اور گناہ سے بچ جاویں، مگر آگے چل کر باقاعدہ دوبارہ مسجد میں نکاح پڑھواتے ہیں، اس رواج کی وجہ سے خاندان کے خاندان میں خلفشار پیدا ہو گیا اور دوستی دشمنی سے بدل گئی، اور حسد، بغض، عداوت، کینہ اور کپٹ خاندان کے درمیان میں پیدا ہوا، اب دریافت کرنا یہ ہے کہ:

① ایک مرتبہ نکاح پڑھنے کے بعد دوسری مرتبہ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟  
 ② چھپ کر نکاح کرنے کے بعد دونوں کے لیے سب کچھ حلال ہو گیا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو بچہ پیدا ہونے پر اس بچہ کو کیا کہا جائے گا؟ جائز یا ناجائز اولاد؟  
 ③ دوبارہ نکاح کرنے سے شوہر تین طلاق کا مالک رہے گا یا نہیں؟  
 ④ اگر لڑکی اس اثناء میں انکار کر دیوے کہ مجھے تمہارے ساتھ رہنا اور زندگی گزارنا نہیں ہے، اور میرے ماں، باپ تجھ کو پسند نہیں کرتے، لہذا مجھ کو طلاق دے دو، اور طلاق نہ دینے کی صورت میں مسلم پنچایت سے اس لڑکے پر دباؤ ڈال سکتے ہیں یا نہیں؟

⑤ اور بعض ماں، باپ نے تو بغیر طلاق کے اپنی لڑکی کا دوسری جگہ نکاح پڑھوا دیا ہے، تو کیا ان کے لیے یہ جائز ہے؟  
 ⑥ غیر مسلم قاضی اگر لڑکے اور لڑکی کے درمیان میں ایجاب و قبول کے لیے واسطہ بن جاوے تو نکاح ہو جائے گا یا نہیں؟ جب کہ دو مسلم گواہ موجود ہوں، اور جو شخص اس قسم کے رواج کو ہوا دیتا ہے اور لوگوں کو اکساتا ہے، ایسے شخص کے متعلق شریعت نے کچھ سزا مقرر کی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

① ② لڑکی نے جس لڑکے کے ساتھ نکاح کیا ہے وہ اگر اس لڑکی کا شرعاً کفو نہیں ہے، تو یہ عقد نکاح درست نہیں ہوا، بعد میں لڑکی کا ولی اجازت و رضامندی ظاہر کرے تب بھی یہ نکاح معتبر نہ ہوگا۔

در مختار میں ہے: (ویفتی) فی غیر الکفو (بعدم جوازہ أصلاً) وهو المختار

للفتویٰ (لفساد الزمان) (در مختار) قال العلامة ابن عابدین: (قوله بعدم جوازه أصلاً) هذه رواية الحسن عن أبي حنيفة، وهذا إذا كان لها ولي ولم يرض به قبل العقد فلا يفيد الرضا بعده، بجر وأما إذا لم يكن لها ولي فهو صحيح نافذ مطلقاً اتفاقاً كما يأتي. (در مختار مع الشامی ۴/ ۳۲۲، ۳۲۳)

البتہ اصول فقہ کے اعتبار سے یہ نکاح بحکم نکاح فاسد ہے، جس کی تفصیلی بحث فتاویٰ محمودیہ: ۷/ ۷۴ تا ۷۷ پر موجود ہے، نکاح فاسد میں وطی حلال نہیں ہوتی، لیکن اس کے باوجود اگر مرد نے وطی کر لی اور بچہ پیدا ہوا، تو شرعاً وہ بچہ ثابت النسب ہوگا۔ (در مختار مع الشامی ۲/ ۲۵۹، کوئٹہ) لہذا اس صورت میں دوبارہ نکاح باذن ولی ضروری ہے۔ اور اگر لڑکی نے جس لڑکے کے ساتھ نکاح کیا وہ اس کا کفو ہے، تو اگر دیگر شرائط صحت نکاح موجود ہیں تو نکاح درست ہوگا، وطی بھی جائز ہوگی، اور اولاد تو ثابت النسب ہوگی ہی۔ (کما هو مصرح فی جمیع الکتب) اور جب یہ نکاح درست ہو گیا تو اب دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں ہے، پھر بھی اگر کر لیا تو یہ غیر ضروری اور لغو فعل ہوگا اور نکاح سابق باقی رہے گا۔

③ جس صورت میں پہلا نکاح درست قرار دیا گیا ہے اس صورت میں شوہر پہلے ہی تین طلاق کا مالک ہے، اور جس صورت میں پہلا نکاح درست نہیں تھا اس صورت میں دوسرے نکاح سے تین طلاق کا مالک قرار دیا جائے گا۔

④ جس صورت میں پہلا نکاح غیر کفو سے ہوا ہے تو وہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوا، اس لیے اس میں طلاق یا متارکت کی حاجت نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ۵/ ۱۰۴) اور اگر کفو میں ہوا ہے تو نکاح درست ہے، طلاق کے لیے لڑکے پر دباؤ نہیں



ڈال سکتے؛ البتہ فہمائش کی جاسکتی ہے۔

⑤ پہلی صورت میں جائز ہے، دوسری صورت میں وہ نکاح نہیں ہوا، لڑکی پہلے شوہر کے نکاح میں قائم ہے۔

⑥ جب لڑکا لڑکی اس مجلس میں موجود ہیں تو وہ ایجاب و قبول انہیں کی طرف منسوب ہوگا، اور دو مسلم گواہ بھی موجود ہیں؛ اس لیے اگر کفو میں ہے تو وہ نکاح درست ہے، نکاح میں افضل یہ ہے کہ اعلان کے ساتھ بڑے مجمع میں اولیاء کی حاضری میں کیا جائے، شریعت کی تعلیم یہی ہے، جو آدمی اس کے خلاف کرنے پر لوگوں کو اکساتا ہو وہ شریعت کے متوارث طریقہ کے خلاف کر رہا ہے، اس کے لیے کوئی سزا شرعاً مقرر نہیں ہے، لیکن چوں کہ یہ چیز معاشرے میں خلفشار کا باعث ہے، اس لیے ایسے آدمی کو حاکم مناسب تعزیر کر سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## خفیہ نکاح کے بعد علی الاعلان دوسرا نکاح

سوال: ایک لڑکا ہے، اس کی منگنی ہو چکی ہے؛ لیکن شادی سے پہلے وہ اپنی منگنی شدہ لڑکی سے تنہائی میں باتیں اور مذاق وغیرہ کرتا ہے، (جو قطعاً جائز نہیں ہے) لہذا یہ شخص اپنی منگنی شدہ لڑکی سے باتیں اور مذاق کرنا جائز قرار دینے کے لیے صرف اپنے دو دوستوں کو بطور گواہ، اور منگنی شدہ لڑکی کو تنہائی میں بلا کر نکاح کر لیتا ہے، یہ نکاح صرف میاں بیوی اور دو گواہ کے علاوہ کوئی دوسرا جانتا نہیں ہے، اب وہ روزانہ تنہائی میں منکوحہ سے ملتا ہے اور باتیں مذاق وغیرہ کر لیتا ہے، اب وہ دوسرا نکاح علی الاعلان منکوحہ

سے کرتا ہے؛ تاکہ تمام لوگوں کو اس کا علم ہو جائے، پہلے نکاح کے بعد دوسرا علی الاعلان نکاح کرنے میں کوئی حرج ہے کہ نہیں؟ پہلے نکاح کے صحیح ہونے میں ماں باپ کی ناراضگی محل ہوگی یا کہ نہیں؟ مفصل اور مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر پہلا نکاح تمام شرائط و رکن نکاح پر مشتمل تھا، تو وہ درست ہو گیا، اب لوگوں کے علم کے لیے دوبارہ عقد نکاح کی ضرورت نہیں ہے، اطلاع کافی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۵ / محرم الحرام ۱۴۱۱ھ

## خفیہ نکاح

**سوال:** فاروق کی منگنی عائشہ کے ساتھ ہوئی ہے، منگنی کے ایک ماہ بعد عائشہ اور فاروق دونوں بات کرتے ہو گئے، فاروق کی والدہ کے بار بار اصرار کرنے پر کہ تو اپنی چچا زاد بہنوں کے ساتھ، پھوپھی زاد بہنوں کے ساتھ بات کرتا ہے تو اپنی ہونے والی بیوی کے ساتھ بات کرنے میں کیا تکلیف ہے؟ فاروق بالآخر مجبور ہو گیا اور بات شروع کر دی؛ لیکن دونوں کو شدت سے احساس ہے کہ ہم دونوں گناہ کا کام کرتے ہیں، اور دونوں کی شادی کا مسئلہ بھی فی الفور ہو جائے ایسی کوئی شکل نہیں، تو عائشہ نے فاروق کو ایک خط لکھا کہ ہم دونوں باتیں کرتے ہیں یہ گناہ کا کام ہے، کیوں ہم دونوں خفیہ طور پر نکاح نہ کر لیں، خط میں عائشہ نے لکھا کہ: ”میں آپ سے نکاح کرتی ہوں اور آپ کے نکاح میں داخل ہوتی ہوں، آپ شرعی گواہ کے سامنے اس خط کو پڑھ کر

قبول کر لیں؛ تاکہ ہمارے لیے بات کرنے میں کوئی گناہ نہ ہو، تو اس طریقہ پر شرعی نکاح ہو جائے گا؟ اور ان دونوں کا بات کرنا کوئی گناہ نہ ہوگا؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

پھوپھی زاد اور ماموں زاد بہنوں کے ساتھ بلا حجاب بات کرنا اور سامنے آنا شرعاً ممنوع ہے، فاروق کو چاہیے تھا کہ والدہ نے جب پھوپھی زاد اور ماموں زاد بہنوں کے ساتھ بات چیت والا عمل دلیل میں پیش کیا تو فوراً یوں کہتا کہ واقعہً یہ میرا عمل خلاف شرع ہے، میں اس سے توبہ کرتا ہوں اور آئندہ کبھی ایسا نہیں کروں گا، آپ میرے اس خلاف شرع اور گناہ والے عمل کو دوسرے گناہ کے لیے دلیل اور حجت کے طور پر پیش نہ کریں، اس کے بجائے اس نے ماں کے اصرار پر گناہ کا ارتکاب شروع کر دیا، فاروق کا یہ طرز عمل شرعاً نہایت قبیح اور ناجائز ہے، اس کو چاہیے کہ اس سے توبہ کرے اور اپنی ماں کو بھی شریعت کے حکم سے واقف کرے۔

نکاح کے صحیح ہونے کے لیے ایجاب و قبول کا ایک مجلس میں ہونا ضروری ہے، صورتِ مسئلہ میں لڑکی عائشہ اگر فاروق کے نام خط میں اس طرح لکھے کہ میں نے اپنے آپ کو تمہارے نکاح میں دیا، اور جب یہ خط فاروق کے پاس پہنچے تو فاروق دو گواہوں کے سامنے اس کا یہ خط پڑھ کر سنائے اور پھر یہ کہے کہ میں نے عائشہ کو اپنے نکاح میں قبول کیا، تو شرعاً یہ نکاح درست ہو جائے گا۔

درمختار میں ہے: ولا بكتابة حاضر؛ بل غائب بشرط اعلام الشهود بما في الكتاب مالم يكن بلفظ الأمر فيتولى الطرفين (درمختار) (قولہ: غائب) الظاهر أن المراد به الغائب من المجلس وإن كان حاضراً في

البلد ط (قوله: فتح) فإنه قال: ینعقد النکاح بالکتاب کما ینعقد بالخطاب، وصورته: أن ینکب إليها ینخطبها فإذا بلغها الکتاب أحضرت الشهود وقرأته علیهم وقالت: زوجت نفسی منه أو تقول أن فلاناً کتب إلى ینخطبني فاشهدوا انی زوجت نفسی منه أما لم نقل بحضرتهم سوى زوجت نفسی منه فلان لا ینعقد؛ لأن سماع الشطرين شرط صحة النکاح وباسماعهم الکتاب أو التعبير عنه منها وقد سمعوا الشطرين. (شامی ۲/۲۸۸)

ومن شرائط الايجاب والقبول اتحاد المجلس لو حاضرین. (درمختار)

(قوله: لو حاضرین) احتراز به عن كتابة الغائب لما فی البحر عن المحيط، الفرق بین الکتاب والخطاب أن فی الخطاب لو قال قبلت فی مجلس آخر لم یجز، وفي الکتاب یجوز؛ لأن الکلام كما وجد تلاشی فلم یتصل الايجاب بالقبول فی مجلس آخر، فاما الکتاب فقائم فی مجلس آخر وقراءته بمنزلة خطاب الحاضر فاتصل الايجاب بالقبول فصحاها ومقتضاه أن قراءة الکتاب فی مجلس الآخر لا بد منها لیحصل الاتصال بین الايجاب والقبول وحينئذ فاتحاد المجلس شرط فی الکتاب أيضا. (شامی ۲/۲۸۹) فقط والله تعالیٰ اعلم۔

اسلامہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۱/ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۶ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ



## نکاح ثانی

دوسرے نکاح کے لیے پہلی بیوی سے اجازت

**سوال:** اگر کوئی شخص دوسرا نکاح کرے، تو اسے پہلی بیوی کی اجازت کی ضرورت ہوتی ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

دوسرا نکاح کرنے کے لیے پہلی بیوی کی اجازت ضروری نہیں ہے؛ البتہ دوسرا نکاح کرنے کے بعد حقوق کی ادائیگی میں دونوں میں عدل اور مساوات کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

دوسرا نکاح کرنے کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا

**سوال:** ① کیا نکاح ثانی کے لیے پہلی بیوی کی اجازت لینا ضروری ہے؟

② اگر بیوی دوسرا نکاح نہ کرنے پر بضد ہو تو شوہر کیا کرے؟

③ کیا بغیر اجازت پہلی بیوی کے دوسرا نکاح کر سکتا ہے؟

④ کن حالات میں دوسرا نکاح کرنا چاہیے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

① ضروری نہیں۔

(۲) استخارہ کر لے۔ (۳) کر سکتا ہے۔

(۴) باری تعالیٰ کا ارشاد: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾ یعنی اگر تم کو اس کا خوف ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی پر بس کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک سے زیادہ نکاح کرنا اسی صورت میں جائز اور مناسب ہے جب کہ شریعت کے مطابق سب بیویوں میں برابری کر سکے، اور سب کے حقوق کا لحاظ رکھ سکے، اگر اس پر قدرت نہ ہو تو ایک ہی بیوی رکھی جائے، ..... حاصل یہ ہے کہ اگرچہ قرآن کریم نے چار عورتوں تک نکاح میں رکھنے کی اجازت دے دی، اور اس حد کے اندر جو نکاح کئے جائیں گے وہ صحیح اور جائز ہوں گے؛ لیکن متعدد بیویاں ہونے کی صورت میں اس میں عدل و مساوات قائم رکھنا واجب ہے، اور اس کے خلاف کرنا گناہ عظیم ہے، اس لیے جب ایک سے زائد نکاح کا ارادہ کرو تو پہلے اپنے حالات کا جائزہ لو کہ سب کے حقوق عدل و مساوات کے ساتھ پورا کرنے کی قدرت بھی ہے یا نہیں، اگر یہ احتمال غالب ہو کہ عدل و مساوات قائم نہ رکھ سکو گے تو ایک سے زائد نکاح پر اقدام کرنا اپنے آپ کو ایک عظیم گناہ میں مبتلا کرنے پر اقدام ہے، اس سے باز رہنا چاہیے، اور اس حالت میں صرف ایک ہی بیوی پر اکتفاء کرنا چاہیے۔ (معارف القرآن ۲/۲۹۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۲/ صفر ۱۴۱۰ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی

سوال: میں نے ایک لڑکی سے شادی کیا، اور لڑکی ہمیں پسند نہیں ہے، اور

دونوں کا جوڑا برابر نہیں ہے تو یعنی ہم دوسری شادی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ دوسری شادی کرنے کے بعد پہلی عورت کو کیا کرنا چاہیے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر آپ عدل وانصاف کا تقاضہ پورا کرتے ہوئے دونوں بیویوں کے حقوق کو ادا کر سکتے ہیں، تو دوسری شادی کی اجازت ہے۔ لقوله تعالى ﴿فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلاث ورباع فان خفتم ان لاتعدلوا فواحدة﴾ الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## دوسری شادی پندرہ سالہ لڑکی سے

**سوال:** زید کی عمر ۵۰ اور ۵۵ سال کے درمیان ہے، ایک لڑکی ہے اس کی عمر

۲۳ سال ہے، اس کے بھی بچے ہیں، زید کی بیوی بھی حیات ہے، زید کا عہدہ بھی بڑا ہے، اور دین و اسلام میں اس کا مقام ہے، زید کا ارادہ پندرہ سال کی لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کا ہے، لڑکی کی والدہ رشتہ دار سب ناراض ہیں، لڑکی ہاں یا نا کا جواب نہیں دیتی، باپ کا ارادہ ہے، باپ کا کہنا ہے کہ ان کے ساتھ شادی ہونے سے میری لڑکی کو جنت میں لے جائے گا، آج کے دور کے حساب سے مذہب اسلام میں اس کی کیا اجازت ہے؟ اس سے معاشرہ میں خرابی ہونے کا بھی اندیشہ ہے۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی کی رضامندی شرط نہیں؛ لیکن دونوں بیویوں

کے درمیان عدل و مساوات رکھنا ضروری ہے، چوں کہ عورتوں کی طبیعت کمزور ہوتی ہے اور گھریلو جھگڑا فساد سے آدمی کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے، اس لیے عافیت اسی میں ہے کہ دوسری شادی حتی الوسع نہ کی جائے، اور اگر کی جائے تو دونوں کو الگ الگ مکان میں رکھے، اور دونوں کے حقوق برابر ادا کرتا رہے، ایک طرف جھکاؤ اور ترجیحی سلوک کا وبال بڑا ہی سخت ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۵/۱۴۱)

شریعت کی طرف سے نکاح میں عمر کی کوئی قید نہیں ہے؛ لیکن مصالح اور معاشرت کی وجہ سے عمر میں تناسب کی رعایت رکھی جائے تو بہتر ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ کراچی ۱۰/۴۸۲)

صورت مسئولہ میں اگر لڑکی اس نکاح پر دل سے راضی ہے، اور زید اس کے حقوق زوجیت ادا کرنے پر قادر ہونے کے ساتھ دونوں بیویوں میں عدل و مساوات رکھ سکتا ہے، تو شریعت کی نظر میں اس میں قباحت نہیں ہے، اجازت ہے؛ ورنہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۲/ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## نکاح باطل و فاسد کے احکام

سوال: آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے زیر اہتمام عائلی مسائل سے متعلق جو ”مجموع قوانین اسلامی“ مرتب ہوا ہے وہ یقیناً بورڈ کا ایک عظیم الشان کارنامہ اور علمائے ہند کی یادگار خدمت ہے، اس مجموعہ میں زیر بحث آنے والے بعض مسائل تہنہ تحقیق ہیں؛ کیوں کہ ان کی بابت فقہاء کی عبارتوں میں بھی ایک گونہ ابہام پایا جاتا



ہے، اس سلسلہ میں ایک اہم مسئلہ نکاح باطل اور نکاح فاسد کی تعریف کا ہے جیسا کہ آں محترم کے علم میں ہے، حنفیہ کے نزدیک بنیادی طور پر نکاح کی دو قسمیں ہیں: نکاح صحیح اور نکاح غیر صحیح، پھر نکاح غیر صحیح کی دو قسمیں کی گئی ہیں: نکاح باطل اور نکاح فاسد۔ نکاح غیر صحیح کی ان دونوں قسموں کے بارے میں دو باتیں قابل تحقیق ہیں:

ایک نکاح باطل اور نکاح فاسد کی تعریف: کیوں کہ فقہاء نے ایسی واضح تعریف غالباً نہیں کی ہے جو پوری طرح باطل اور فاسد کے درمیان امتیاز قائم کر دے، دوسری طرف عدالتوں میں یہ تصور چلا آ رہا ہے کہ اگر ابدی موانع نکاح کی وجہ سے نکاح ممنوع ہو تو یہ نکاح باطل ہے، اور عارضی موانع ہو تو نکاح فاسد ہے، اس سلسلہ میں ایسی واضح تعریف مطلوب ہے جو جامع مانع ہو، اور باطل و فاسد کے سلسلہ میں فقہاء کی ذکر کی ہوئی تمام مثالوں کو شامل ہو۔

دوسرا مسئلہ باطل و فاسد نکاحوں پر مرتب ہونے والے آثار و احکام کا ہے: خاص کر یہ مسئلہ کہ نکاح فاسد کی وجہ سے نفقہ واجب ہوگا یا نہیں؟ کیوں کہ ایک طرف فقہاء نے صراحت کی ہے کہ نکاح فاسد میں نفقہ واجب نہیں ہوگا، نہ عدت کا، نہ اس سے پہلے کا، دوسری طرف نکاح بغیر شہود کی صورت میں نفقہ واجب قرار دیا گیا ہے، اور اس صورت کے نکاح فاسد ہونے کی صراحت بھی کتابوں میں ہے، اور فی الجملہ احتباس کی شکل بھی پائی جاتی ہے جو نفقہ واجب ہونے کی بنیاد ہے۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

نکاح باطل اور نکاح فاسد کا مسئلہ جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے، واقعہ مبہم اور

مغلق ہے، اور فقہائے احناف کی عبارتیں بھی اس سلسلہ میں مختلف اور مضطرب ہیں، اور اسی لیے مجھے جن مسائل میں تردد رہا، ان میں سے ایک یہ بھی ہے، عبارات فقہاء کے اضطراب و اختلاف کو دور کرنے کے سلسلہ میں ہمارے ماضی قریب کے کا بر نے جو کوشش کی ہے، اس کا حوالہ دینے کو کافی سمجھتا ہوں، ممکن ہے اس سے بورڈ کی لیگل کمیٹی کو کچھ رہنمائی حاصل ہو۔

① حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الاحکام ۲/۲۷۲ تا ۲۷۷ "نکاح باطل و فاسد کی تعریف" سوال نمبر ۱۰ میں تفصیلی بحث فرمائی ہے۔

② حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مستقل رسالہ "القول الفاصل بین النکاح الفاسد والباطل" کے نام سے احسن الفتاویٰ ۵/۵۹ تا ۶۳ پر موجود ہے۔

③ فتاویٰ محمودیہ مطبوعہ کراچی ۱۱/۳۱، سوال نمبر ۵۳۵۳، اور فتاویٰ محمودیہ ۱۳/۵۳۰ تا ۵۳۲، سوال نمبر ۶۶۳۰۔

رہا دوسرا مسئلہ توفیقہ حنفی کی کتابوں میں یہ بات صراحتاً لکھی ہوئی ہے کہ نکاح فاسد میں عورت نفقہ کی حق دار نہیں۔

عالمگیری میں ہے: قال: ولا نفقة في النكاح الفاسد ولا في العدة من (۱/۵۱۷) درمختار میں ہے: فتجب للزوجة بنكاح صحيح، فلو بان فساده أو بطلانه رجوع بما أخذته من النفقة بجر (درمختار) (قوله: بنكاح صحيح) فلا نفقة على مسلم في نكاح فاسد لانعدام سبب الوجوب، وهو حق الحبس الثابت للزوج عليها بالنكاح (شامی ۲/۶۹۹)

النہر الفائق میں ہے: وفيه إيماء إلى أنه لا نفقة لها في الفاسد؛ لأنها ليست زوجة (النهر الفائق ۲/۵۶)

المحيط البرهانی میں ہے: ولا نفقة في النكاح الفاسد ولا في العدة منه؛ لأنه لم يحصل للزوج بهذا الاحتباس منفعة من منافع النكاح، وهو اللوطء أو الدواعی؛ لأنه ممنوع شرعاً، فصار منزلة الصغيرة التي لا تجامع مثلها (المحيط البرهانی ۴/۲۸۱)

لیکن اس کے باوجود کتب فقہ حنفی میں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ نکاح بغیر الشہود میں نفقہ واجب ہوتا ہے، جیسا کہ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے:

وأجمعوا أن في النكاح بغير الشهود تستحق النفقة (خلاصۃ الفتاویٰ ۲/۵۷)  
عالمگیری میں بھی خلاصۃ الفتاویٰ کے حوالہ سے یہی عبارت نقل کی گئی ہے، دیکھئے: عالمگیری ۱/۵۳۷

فتاویٰ بزازیہ میں بھی ہے: لا نفقة في النكاح الفاسد، وفي النكاح بلاشهود تلزم. (الفتاویٰ البزازیة علی هامش الهندیة ۴/۱۶۰)

چوں کہ نکاح بغیر شہود بھی نکاح فاسد ہی کا ایک فرد ہے، جس کے پیش نظر چاہیے تھا کہ اس میں بھی نفقہ واجب نہ ہو، اس کے باوجود اس میں وجوب نفقہ کی صراحت - جیسا کہ اوپر منقول ہوئی - باعث اشکال بنی، جس سے خلاصی حاصل کرنے کے لیے تو بعض حضرات نے ”فیہ نظر“ فرما کر اس کو تسلیم ہی نہیں کیا، جن میں سے صاحب النہر الفائق بھی ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

وفي البزازیة: بعد ما ذكر ”أنها في الفاسد لا تلزم“ قال: ”وفي النكاح بلا شهود تلزم“ وفيه نظر إذ هو من أفرادہ (النهر الفائق ۲/۵۶)

اسی طرح علامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح درمختار ۲/۲۵۱ میں حموی کے حوالہ سے یہی بات نقل کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: ونظر فیہ الحموی بأنه من أفراد الفاسد جب کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان یہ ہے کہ اس عبارت میں ”لا“ نافیہ ہونا چاہیے، چنانچہ فرماتے ہیں: والظاهر أن الصواب ”لا تستحق“ بلا النافیة إذ لا احتباس فیہ (شامی ۲/۶۹۹)

بہر حال! نکاح بغیر شہود میں وجوبِ نفقہ کا مسئلہ باعثِ اشکال بنا، جس سے مذکورہ بالا طریقوں سے خلاصی حاصل کرنے کی سعی کی گئی۔ میرے ناقص خیال میں نکاح بغیر شہود میں باوجودیکہ یہ بھی نکاح فاسد ہی کا ایک فرد ہے، وجوبِ نفقہ کی علت اس کا مجتہد فیہ ہونا ہے، اس لیے کہ مالکیہ کے یہاں نکاح بغیر شہود صحیح اور درست ہے، اس لیے نکاح بغیر شہود کے علاوہ نکاح فاسد کی دیگر صورتوں میں نفقہ واجب قرار دینا درست نہ ہوگا۔ رہی فی الجملہ احتباس کی شکل تو وہ کافی نہیں جب تک کہ اس کے ذریعہ منافع نکاح میں سے کوئی منفعت حاصل نہ ہو، جیسا کہ محیط برہانی کی منقولہ بالا عبارت سے واضح ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ



## باب النکاح والسفاح

### محرم مرد کا عورت کے ساتھ میاں بیوی کی طرح رہنا

**سوال:** ایک عورت ہے، جو ایک محرم کے ساتھ کئی عرصہ سے ہے، وہ شخص اس عورت کو خدا کو حق ناظر جان کر اپنی بیوی تسلیم کرتا ہے، اس سے اس کی چار اولادیں بھی ہیں؛ مگر اس سے ابھی تک نہ جانے کسی وجوہات کی بناء پر نکاح نہیں کیا ہے؛ مگر بیوی کو شریک حیات سمجھتا ہے؛ لیکن اب کہتا ہے کہ میں نکاح کروں گا، آپ بتائیے کہ گذرا ہوا جو وقت جو عرصہ تھا وہ جائز ہے یا نہیں؟ اس کے ساتھ اس شخص کے تعلقات بہت دنوں سے ہیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

جو مرد کسی عورت کا محرم ہو، یعنی اس کا اس کے ساتھ ایسا رشتہ ہو جس کی وجہ سے شرعاً نکاح حرام ہوتا ہے، تو اس عورت کے ساتھ اس کا اس طرح رہنا سخت حرام ہے، اس کے ساتھ صحبت کرنا، زنا کرنا ہے، اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہوئی اولاد بھی حرام ہے، جب مرد محرم ہے تو اس کے ساتھ نکاح بھی حرام ہے، اس لیے نکاح کرنے سے وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں ہو جائے گی؛ بلکہ حرام ہی رہے گی، یہ دونوں سخت گنہگار ہیں، ان کو چاہیے کہ اولین فرصت میں ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کریں، اور اب تک جو ہو چکا ہے اس پر سچے دل سے توبہ کریں، اور آئندہ اس قبیح و شنیع حرکت کا تصور بھی نہ کریں، یہ دنیوی زندگی چند روزہ ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور میں

پیش ہونا ہے، اور اس کا جواب دینا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۳ / صفر المظفر ۱۴۱۲ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## اجنبیہ کے ساتھ میاں بیوی کی طرح رہنا

**سوال:** عرض گذارش یہ ہے کہ پہلی مرتبہ جو آپ کو خط لکھا گیا تھا، اس میں غلطی سے نامحرم لکھنے کے بجائے محرم لفظ لکھا گیا، اب آپ اس کی صحیح تفصیل برائے کرم روانہ کریں گے۔

آپ کو معلوم ہو کہ ایک مسلم انسان (مرد) ہے، جس سے میرے تعلقات تقریباً پندرہ سال سے ہیں، اور اس سے میری چار اولادیں بھی ہیں؛ لیکن اس شخص نے ہر وقت مجھے یہی کہا کہ میں جو بھی جسمانی تعلق تم سے رکھتا ہوں، صرف خدا کو حق، ناظر جان کر اپنی بیوی سمجھتا ہوں، صرف انہوں نے مجھ سے نکاح نہیں کیا؛ لیکن مفتی صاحب اب خدا کے فضل سے خدا کے خوف سے وہ مجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہے، تو آپ ہی بتائیں کہ وہ گذرے ہوئے جو ہمارے دن ہیں، وہ کیا کہلائیں گے؟ یہ درست ہے یا نہیں؟ انہوں نے جو بھی جسمانی تعلق کئے ہر وقت عورت سمجھ کر، یہ درست ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

بغیر عقد نکاح آج تک جو تعلق اس مرد نے آپ کے ساتھ رکھا، وہ شریعت کی نظر میں حرام ہی ہے، اور اس کے نتیجے میں جو اولاد پیدا ہوئی وہ بھی غیر ثابت النسب ہی ہے، دونوں کے لیے ضروری ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کر کے اپنے اس گناہ

سے سچی توبہ کریں، اللہ تعالیٰ بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اگر صدق دل سے ہو، آئندہ اگر ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو شرعی طریقہ کے مطابق گواہوں کی موجودگی میں عورت مرد سے یوں کہے کہ میں نے اپنے آپ کو تمہارے نکاح میں دیا، اور مرد اس کے جواب میں کہے کہ میں نے تمہیں اپنے نکاح میں قبول کیا، اس طرح کرنے سے نکاح ہو کر دونوں ایک دوسرے کے لیے حلال ہو جائیں گے، یہ یاد رہے کہ گواہ دو مرد مسلمان دین دار ہوں، یا ایک مسلمان مرد اور دو مسلمان عورتیں ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۸ / ربیع الاول ۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## اجنبیہ کے ساتھ زندگی گزارنا

**سوال:** میں غیر شادی شدہ ہوں، اور ایک عورت - جو غیر قوم ہے - تقریباً ساڑھے پانچ سال سے میرے ساتھ ہے، اور ایک ڈیڑھ سال کا بچہ (لڑکی) بھی ہے، اب تک تو مجھے معلوم نہیں تھا، اب میں کیا کروں اور بچے کا کیا کرنا ہے؟ تفصیل سے میری رہنمائی کریں، عورت اور گاؤں والے سب راضی ہیں، اب مجھے کیا کرنا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

آپ کا ایک اجنبیہ اور غیر مسلم عورت کے ساتھ اس طرح زندگی گزارنا اور اس کے ساتھ زوجہ جیسا معاملہ کرنا یقیناً بڑا سنگین گناہ ہے، اولین فرصت میں اپنی اس حرکت سے توبہ ضروری ہے، یہ زندگی چند روزہ ہے، اس کے بعد موت کا آنا یقینی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی تمام حرکتوں کا جواب دینا ہوگا، خوش نصیب ہے وہ بندہ جو موت

سے پہلے ہی اپنے گناہوں سے تائب ہو کر آئندہ پیش آنے والی جواب دہی کے لیے اپنے آپ کو تیار کرے، تو بہ کی صورت یہ ہے کہ سب سے پہلے آپ اس عورت سے علاحدگی اختیار فرمائیں؛ اس طور کہ اس کے ساتھ کوئی رابطہ نہ رہے، اس کے بعد اپنی آج تک کی کوتاہی پر نادم و شرمسار ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے یہ عہد فرمائیں کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت کا مرتکب نہ ہوں گا، اس کے بعد مناسب تو یہی ہے کہ کسی مسلمان عورت کے ساتھ عقد نکاح فرما کر عفت و پاک دامنی کی زندگی گزاریں، اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ اس غیر مسلمہ کے ساتھ دل کی وابستگی دوبارہ معصیت میں مبتلا کرے گی اور دل پر قابو نہیں ہے، تو پھر اس کی اجازت ہے کہ آپ اس عورت کو اسلام کی دعوت دیں، وہ اسلام قبول کر کے مسلمان ہو جائے، اس کے بعد آپ اس سے عقد نکاح فرمائیں، اور اپنے آپ کو قعرِ معصیت سے نکالیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۳۰ / جمادی الاخریٰ ۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

تین ماہ میں بچی پیدا ہونے سے کیا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

(سوال) ایک شخص کا نکاح مؤرخہ ۳۰ / دسمبر ۱۹۹۶ء کو ہوا، نکاح کے فوراً بعد وہ شخص اپنی بیوی کو گھر لایا؛ لیکن مؤرخہ ۳ / اپریل ۱۹۹۷ء کو تقریباً تین مہینے کے اندر اس شخص کے ہاں اس کی بیوی کو لڑکی پیدا ہوئی، تمام برادری اس شخص سے ناراض ہو گئی اور آناجانا بند کر دیا، مؤرخہ ۱۳ / مئی ۱۹۹۷ء کو ایک اچھے پڑھے لکھے مولوی صاحب نے آ کر مذکورہ شخص کو توبہ تائب کرائی اور کچھ ڈنڈ، تعزیر ڈالی، اور یہ کہا کہ ایسا فعل کرنے



والے کو سو کوڑے ڈالے جاتے ہیں؛ مگر ہم نہیں ڈال سکتے، اس لیے شریعت کو بحال رکھنے کے لیے اس کے جسم پر سو تینکے توڑیں گے؛ تاکہ شریعت کا حق ادا ہو جائے، بعد میں تینکے بھی نہیں توڑے، اب مسائل زیر طلب یہ ہیں:

① تین مہینے کی مدت میں لڑکی ہوئی تو کیا ان دونوں کا نکاح باقی رہا یا ٹوٹ گیا،

اگر باقی رہا تو مولوی صاحب نے ڈنڈ کیسی ڈالی؟

② اگر نکاح نہیں رہا تو ان کے دوبارہ نکاح کی کیا صورت ہوگی؟

③ اور اس جاننے والے مولوی صاحب کے لیے کیا حکم ہے؟

④ جو لڑکی پیدا ہوئی ہے وہ بھی زندہ ہے، اس لڑکی کا باپ کون ہے؟ اور اس کی

پرورش کس کے ذمہ رہے گی؟ یاد رہے کہ جس مولوی صاحب نے توبہ کرائی، انہی مولوی

صاحب نے نکاح بھی پڑھا دیا ہے۔

⑤ اور جن لوگوں نے توبہ تائب کی مجلس میں حلوہ وغیرہ کھایا ہے، ان کے لیے

کیا حکم ہے؟ جواب جلد تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

① ② شریعت مطہرہ کے نزدیک حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے، اگر نکاح

کے چھ ماہ پورے ہونے پر یا اس کے بعد کسی کی منکوحہ کو بچہ پیدا ہوا تو اس بچہ کا نسب اس

نکاح کرنے والے مرد سے ثابت مانا جائے گا؛ ورنہ نہیں، صورتِ مسئلہ میں جب اس

کی بیوی کو نکاح کے چھ ماہ کے اندر بچہ ہوا تو اس بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت نہیں ہوگا،

رہا نکاح کا درست اور باقی رہنا تو جب یہ لڑکی چھ ماہ کے اندر پیدا ہوئی تو معلوم ہوا کہ

وہ عورت بوقت نکاح حاملہ تھی، اور اس کا یہ حمل زنا سے تھا، زنا والے حمل کے ہوتے ہوئے بھی نکاح درست ہو جاتا ہے؛ البتہ شوہر کو چاہیے کہ جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے وہاں تک اس عورت کے ساتھ جماع (صحبت) نہ کرے؛ لہذا صورتِ مسئلہ میں نکاح درست بھی ہوا، اور اب بھی باقی ہے، لڑکی پیدا ہونے کی وجہ سے نکاح ٹوٹا نہیں ہے، مولوی صاحب کا اس پر ڈنڈ ڈنڈا ناغلط ہے، اسلام میں ڈنڈ کی اجازت نہیں ہے۔  
 وصح نكاح حبلی من زنا، لا حبلی من غیرہ أي الزنا، وان حرم وطؤها ودواعیہ حتی تضع (درمختار علی هامش الشامی ۲/۲۹۱، ۲۹۲)

(۳) صورتِ مسئلہ میں برادری کا اس آدمی سے ناراض ہونا اور مولوی صاحب کا اس پر ڈنڈ ڈنڈا درست نہیں ہے، اس کی بیوی کو بچہ پیدا ہوا اور نکاح سے چھ ماہ کم مدت میں پیدا ہوا اس میں شوہر کو قصور وار گردانا کیسے درست ہوا؟ البتہ اگر اس شوہر کا اس عورت کے ساتھ نکاح سے پہلے کوئی ناجائز تعلق تھا تب برادری کی ناراضگی ٹھیک ہے۔  
 (۴) اس لڑکی کی پرورش کی ذمہ داری برادری پر ہے، اور اگر شوہر ہی کے سابقہ ناجائز تعلق کی وجہ سے یہ حمل رہا تھا تو اس صورت میں اس لڑکی کا نفقہ اس شوہر پر ہے۔  
 ولو نكحها الزانی حل له وطؤها اتفاقاً، والولد له، ولزمه النفقة.

(درمختار)

اگر شوہر کسی درجہ میں قصور وار ہے تب تو اس کو توبہ کرنا درست ہے، حلوہ اگر زبردستی شوہر سے رقم نکلو اور منگوا یا گیا تھا تو اس کا کھانا کسی کے لیے بھی جائز نہ ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۰/ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## شوہر کی عدم موجودگی میں اجنبی مرد کے ساتھ رات گزارنا

**سوال:** ایک دیہات میں ایک زید نام کا شخص امامت کر رہا ہے، اور اسی دیہات میں ایک محبوبہ نام کی عورت ایک بڑے وسیع گھر میں رہتی ہے اور اس کے ساتھ میں ایک بوڑھی عورت بھی رہتی ہے، لیکن گھر کافی بڑا ہے اور محبوبہ کے شوہر سعودی عرب میں ملازم اور محبوبہ کے سسر اور دیگر سسرالی رشتہ دار بمسبئی میں قیام پذیر ہیں، ایک رات تقریباً رات کے دس بجے امام صاحب کو محبوبہ کے پچھلے دروازے سے محبوبہ کے گھر میں داخل ہوتے ہوئے ایک شخص نے دیکھ لیا، تو اس دیکھنے والے نے گاؤں کے افراد کو بھی اس کی اطلاع دی، تو گاؤں کے بہت سارے لوگ گھر کے باہر خاموشی کے ساتھ پہرہ دے رہے تھے، صبح تقریباً پانچ بجے جب زید امام صاحب محبوبہ کے گھر سے باہر نکلنے لگے تو پہرہ دینے والے لوگوں نے ان کو باہر نکلنے سے روکا، اور لڑکی کے والدین اور رشتہ دار کو بلایا، جو دوسرے گاؤں میں رہتے تھے، جو وہاں سے تقریباً ۱۵/ کلومیٹر کی دوری پر ہے، جب محبوبہ کے والدین اور رشتہ دار آئے تو ان کو محبوبہ کے گھر میں داخل کیا گیا تو وہاں پر زید اور محبوبہ دونوں موجود تھے، اس کے بعد دونوں گاؤں کے ذمہ داروں نے بیٹھ کر مشورہ کیا اور محبوبہ اور زید کو بھی بلایا، تو زید نے اقرار کیا کہ میں رات ۱۰/ بجے پچھلے دروازے سے محبوبہ کے گھر میں گیا تھا اور صبح ۵/ بجے تک ہم دونوں ساتھ رہے اور ساتھ رہنے پر دونوں نے یعنی زید اور محبوبہ نے دستخط بھی کئے؛ لیکن صحبت کرنے کا دونوں نے انکار کیا اور اس کو ماننے کے لیے تیار نہیں اور ابھی معاملہ محبوبہ کے شوہر پر رکھا کہ وہ آنے کے بعد جو بھی فیصلہ کرے؛ لہذا ایسی صورت میں شریعت مطہرہ کی

روشنی میں محبوبہ کے شوہر کو کیا فیصلہ کرنا چاہیے؟ اور شریعت مطہرہ زید اور محبوبہ کے بارے میں کیا حکم لگاتی ہے؟ تفصیل معلوم کرنا ہے، عین نوازش ہوگی۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

زید اور محبوبہ کو صحبت و وطی کرتے ہوئے جب دیکھا نہیں گیا اور دونوں اس کا انکار بھی کرتے ہیں، تو ان پر یہ الزام لگانا شرعاً درست نہیں ہے؛ بلکہ تہمت ہونے کی وجہ سے گناہ کبیرہ ہے؛ البتہ دونوں رات کے دس بجے سے لے کر صبح کے ۵ بجے تک تنہائی میں ایک ساتھ رہنے کا اقرار کرتے ہیں، اجنبی مرد اور عورت کا اس طرح تنہائی میں رہنا شرعاً حرام ہے۔

وفي الاشباه: الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام۔ (در مختار علی هامش الشامی ۲۶۰/۵)  
احادیث میں اس کی ممانعت اور اس پر بڑی وعیدیں آئی ہیں: عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: الا لا یبیتن رجل عند امرأة ثیب الا ان یکون ناکحاً أو ذا محرم (مشکوۃ: ۲۶۸) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سنو! کسی ثیبہ عورت کے پاس کوئی مرد رات نہ گزارے، مگر یہ کہ وہ اس کا شوہر ہو یا محرم ہو۔

عن عقبۃ ابن عامر قال: قال رسول الله ﷺ: ایاکم والدخول علی النساء، فقال رجل یرسول الله! ارایت الحموی؟ قال الحموی الموت (ایضاً: ۲۶۸) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کے پاس جانے سے بچو (ہرگز نہ جاؤ) ایک آدمی نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! دیور کے متعلق کیا حکم ہے؟ (یعنی کیا وہ جاسکتا ہے؟) آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: دیور تو موت (کی طرح خطرناک) ہے۔

عن عمر عن النبی ﷺ قال: لا یخلون رجل بامرأة الا کان ثالثهما

الشیطان۔ (ایضاً: ۲۶۹) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مرد جب کسی اجنبی عورت سے تنہائی اختیار کرتا ہے تو ان کا تیسرا شیطان ہوتا ہے، یعنی شیطان ان کو گناہ میں ڈالنے کے لیے ابھارتا ہے۔

عن جابر عن النبی ﷺ: لا تلجوا علی المغیبات، فان الشیطان یجری من احدکم مجری الدم۔ (ایضاً: ۲۶۹) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: جن عورتوں کے شوہر گھروں پر موجود نہ ہوں (بلکہ سفر میں ہوں) ایسی عورتوں کے پاس ہرگز مت جاؤ؛ اس لیے کہ شیطان تم میں سے ہر ایک کے جسم میں ایسا پھرتا ہے جیسا کہ خون۔

مثل الذی یجلس علی فراش المغیبة مثل الذی ینہشہ اسود من اساور یوم القیامة (کنز العمال/ ۵۲۲) جو آدمی ایسی عورت جس کا شوہر سفر پر ہو اس کے بستر پر بیٹھے تو اس کا حال ایسا ہے جیسے اس کو قیامت کے اڑدھوں میں سے کوئی اڑدھا ڈس رہا ہو۔

زید اور محبوبہ چوں کہ گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں، اس لیے ان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہ کی معافی چاہیں اور سچے دل سے توبہ کریں، بندہ جب گناہ کرتا ہے اور پھر اس کا اعتراف کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتے ہیں۔ (بخاری شریف ۲/ ۵۹۶)

رہا یہ سوال کہ محبوبہ کے شوہر کو کیا فیصلہ کرنا چاہیے تو اس کا جواب صاف ہے کہ ان کا اپنی نوجوان بیوی کو اس پر فتن زمانے میں ایک وسیع مکان میں تنہا چھوڑ کر سعودیہ ملازمت کے لیے جانا ہی اس صورت حال کا ذمہ دار ہے، شوہر کے لیے بیوی کی حاجت اور خواہش اور حقوق کا لحاظ ضروری ہے، جس طرح مرد کو عورت کی خواہش ہوتی ہے عورت

کو بھی مرد کی خواہش ہوتی ہے؛ بلکہ نسبتاً زیادہ۔

حضرت پیران پیر شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ”غنیۃ الطالبین“ میں ہے کہ مرد کو جماع کی خواہش نہ ہو تب بھی جماع کا ترک کرنا درست نہیں؛ اس لیے کہ عورت کا مرد پر اس بات کا حق ہے اور ترک جماع میں عورت کا نقصان ہے؛ کیوں کہ عورت کی خواہش بہ نسبت مرد کے زیادہ ہوتی ہے۔

حدیث میں ہے کہ عورتوں کو مردوں کے مقابلے میں ۹۹ / درجہ زیادہ خواہش ہوتی ہے، مگر حق تعالیٰ نے ان پر شرم و حیا کا پردہ ڈال دیا ہے؛ اس لیے شہوت دہی رہتی ہے۔

بعض لوگوں کا قول یہ ہے کہ شہوت کے دس حصے ہیں، عورتوں کو ۹ / حصہ اور ایک حصہ مردوں کو۔ اور بدون عذر کے عورتوں سے چار ماہ تک علیحدگی جائز نہیں ہے، اور اگر مرد سفر میں چھ ماہ سے زیادہ رہے اور عورت اس کو بلاوے اور باوجود قدرت کے نہ آوے تو حاکم کو چاہیے کہ عورت کی حسبِ خواہش دونوں میں جدائی کر دے۔

(غنیۃ الطالبین ۱ / ۳۳)

اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ مرد کو چاہیے کہ عورت کی اجازت اور خوشی کے بغیر چار مہینے سے زیادہ جدا نہ رہے، امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رات کے وقت مدینہ طیبہ کی گلیوں میں گشت لگاتے تھے کہ ایک مکان سے جوان عورت کی آواز سنائی دی، وہ شوہر کی جدائی میں یہ شعر پڑھ رہی تھی:

فوالله لولا الله تخشى عواقبه	لرحح من هذا السرير جوانبه
------------------------------	---------------------------

یعنی قسم بخدا! اگر مجھ کو خوف خدا نہ ہوتا تو آج چپار پائی کی چولیس ہلتی ہوئی ہوتیں،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وجہ معلوم کی، تو کہنے لگی کہ کافی عرصہ ہو امیر اشوہر جہاد میں گیا ہے، اس کے فراق میں یہ شعر پڑھ رہی تھی، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مخزون ہوئے، گھر آ کر اپنی بیٹی ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ عورت شوہر کے بغیر کتنی مدت تک صبر کر سکتی ہے؟ عرض کیا کہ چار ماہ۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمان جاری کیا کہ شادی شدہ فوجی کو چار ماہ ہونے پر اپنے گھر آنے کی اجازت دے دی جائے۔

(شامی ۵/۵۴۸، ماخوذ از فتاویٰ رحیمیہ ۳/۱۲۴، ۱۲۵)

شوہر نے کمانے کی لالچ میں عورت کے اس طبعی حق کی ادائیگی میں غفلت برتی جس کا یہ نتیجہ نکلا؛ اس لیے شوہر کو چاہیے کہ بیوی کی اس غلطی سے چشم پوشی کرتے ہوئے اس کو معاف کر دے اور آئندہ اس طرح اس سے دور نہ رہے، خود شوہر کی عفت و عزت کی حفاظت بھی اسی میں ہے، بستی اور قوم کے ذمہ داروں کو بھی چاہیے کہ وہ جہاں رات بھر پہرہ دیتے رہے، وہیں آئندہ اس کی نوبت نہ آئے اس کی بندش کی تدابیر پر بھی غور کر کے ان کو رو بہ عمل لائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## عورت کے ارتکابِ زنا میں شوہر پر گناہ ہے؟

**سوال:** ایک شخص اپنی بیوی کی رضامندی کے ساتھ بیرون ممالک جاتا ہے اور تقریباً تین یا چار سال بعد آتا ہے، تو اس عرصہ میں عورت سے بدکاری زنا وغیرہ ہو گیا، تو شوہر گنہگار ہو گا یا نہیں؟ اور اگر بغیر رضامندی کے گیا، تو کیا حکم ہے؟ دونوں صورتوں کو مفصل واضح فرمائیں۔

### الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

مرد اپنی بیوی کی رضامندی اور اجازت کے بغیر چار ماہ سے زائد جدانہ رہے۔  
 قال في الفتح: واعلم أن ترك جماعها مطلقاً لا يحل له، صرح  
 أصحابنا بأن جماعها أحياناً واجب ديانة؛ لكن لا يدخل تحت  
 القضاء والالزام إلا الوطئة الأولى، ولم يقدرُوا فيه مدة، ويجب أن لا  
 يبلغ به مدة الإيلاء إلا برضاها، وطيب نفسها به اهـ (شامی ۲/۴۳۲)

شوہر عورت کی اذن ورضا سے چار ماہ سے زائد جدارہے یا بغیر اذن ورضا کے  
 ایسا کرے؛ بہر صورت عورت پر اپنی عصمت و عفت کی حفاظت لازم اور ضروری ہے  
 اور زنا کے ارتکاب کی صورت میں وہ گنہگار ہوگی؛ البتہ اگر عورت کے متعلق شوہر کا یہ  
 خیال تھا کہ میری جدائی کی صورت میں وہ اپنی عفت و عصمت کی حفاظت نہ کر سکے گی،  
 اس کے باوجود شوہر اتنی مدت غائب رہا، تو چونکہ عورت کے ارتکابِ زنا میں شوہر  
 کے عدم ادائے حقوق زوجیت کو بھی دخل ہے، اس لیے اس درجہ میں وہ بھی گنہگار ہوگا۔  
 فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۲/ ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ

### زنا، نکاح، ثبوتِ نسب اور نافرمان عورت کو طلاق دینا

سوال: تفصیلی مسائل: فریق اول ایک خاتون (مسلم) ہے، فریق ۲ فریق اول  
 کا قدیم شوہر تھا جو اب اللہ کی رحمت کو پہنچ چکا ہے، فریق ثالث دونوں کی زندگی میں داخل  
 ہونے والا ایک تیسرا شخص۔ فریق اول اور فریق ثانی اپنی شادی شدہ زندگی گزار رہے



تھے، اور بہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فریق اول، فریق ثانی سے اپنے گھریلو زندگی میں مطمئن نہیں تھی، اور وہ اپنی اس زندگی سے اکتاہٹ محسوس کرتی تھی، اسی دوران اول کی ملاقات فریق ثالث سے ہوئی، اور بہت ہی کم وقت میں اول اور ثالث میں بہت نزدیکی تعلقات قائم ہو گئے، جس میں جسمانی ناجائز تعلق بھی شامل تھا، جب ان حالات کا علم فریق ثانی (شوہر) کو ہوا تو اس نے اپنی بیوی (فریق اول) کو طلاق دے دی، اب فریق اول اور ثالث میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں تھی؛ اس لیے دونوں ایک ساتھ ایک گھر میں (فریق ثالث کے مکان میں) رہنے لگے، اور ایک دوسرے کی ہر قسم کی ضرورت پوری کرنے لگے جس میں جنسی ملاپ بھی شامل تھا، چھ یا آٹھ ماہ گزر جانے کے بعد یہ خیال دل میں آیا کہ اب دونوں کو نکاح کر لینا چاہیے، اور دونوں نے خاموشی کے ساتھ نکاح کر لیا۔

فریق اول کو اپنے سابق شوہر سے طلاق ملنے کی جو عدت گزارنی تھی وہ نہیں گزاری؛ بلکہ ایسی حالت میں نکاح ثانی کر لیا۔ دوسری بات یہ کہ فریق اول اور ثانی کے درمیان طلاق کے وقت ان کی اولاد کی حیثیت سے دو بچے تھے، بڑا بچہ پانچ یا چھ برس کا ہوگا اور چھوٹا بچہ ایک برس کا، دونوں بچوں کو فریق ثانی (شوہر اور باپ) نے اپنے پاس اپنے قبضے میں لینا چاہتا تھا؛ لیکن فریق اول (ماں اور طلاق شدہ خاتون) نے بڑے بیٹے کو اپنے شوہر کے سپرد کر دیا؛ مگر چھوٹے بچے کو زبردستی اپنے ساتھ ہی لے کر فریق ثالث کے ساتھ رہنے لگی، فریق ثالث کو یہ بتایا گیا کہ چھوٹا بچہ (جو کہ اس وقت فریق اول کے ساتھ ہی تھا) تمہارا ہے؛ کیوں کہ فریق اول نے اس کو فریق ثالث کے نطفہ کا قرار دیا، فریق اول اور ثالث کے درمیان ابھی کچھ ہی برس کا وقت گزرا تھا کہ دونوں کے

درمیان ذہنی ٹکراؤ شروع ہو گیا، اور زندگی دھیمے دھیمے بکھر نے لگی، فریق اول نے اپنی من مانی زندگی پھر سے گزرنی شروع کر دی، اور اسی دوران ایک لڑکی بھی پیدا ہو گئی، فریق اول کے مزاج میں شروع ہی سے بے حد آزادی تھی، کسی بھی غیر مرد کے ساتھ بے تکلفی اور بے جھجک بات کر لینا ایک نہایت معمولی بات نظر آئی تھی، اور نہ کبھی اس بات کو معیوب سمجھا۔ اپنے حالیہ شوہر کی موجودگی یا غیر موجودگی میں کہیں بھی بغیر اطلاع کے چلے جانا، شوہر کے اعتراض کے باوجود بھی نامحرم لوگوں سے تعلق رکھنا، اور ان کے ساتھ کسی بھی بہانے کہیں بھی گھومنا پھرنا، فریق اول نے اپنی زندگی کا معمول بنا لیا، اگر اعتراض کیا جاتا تو جھگڑے اور گالی گلوچ کے سوا کچھ حاصل نہ ہوتا، فریق ثالث کی زندگی اجیرن بن کر رہ گئی، اپنی زندگی جس کو فریق ثالث کبھی بے مثال اور محبوب سمجھتا تھا اب وہ اس کے لیے مصیبت ہی ثابت ہونے لگی، روز بہ روز کے لڑائی جھگڑے اور دماغی مارکی وجہ سے عاجز و پریشان ہو کر رہ گیا، گھریلو زندگی پوری طرح بکھر چکی تھی، بہ ذات خود وہ اپنی اور دنیا کی نظروں میں ذلیل و خوار ہو کر رہ گیا، اب بندہ کے پاس صرف ایک ہی راستہ رہ جاتا ہے کہ وہ خدا کے دربار میں پناہ لے، حالات اور اس کے کیے ہوئے گناہوں نے اسے کچھ اس طرح جکڑا کہ کچھ اب سمجھ میں نہیں آتا تھا، جتنی بھی کوشش اور وقت تو بہ استغفار کی طرف دھیان کرے پریشانی اور مایوسی ہی نظر آئے؛ کیوں کہ فریق اول کی زیادتیاں بدسلوکیاں اس حد تک بڑھتی جا رہی تھیں کہ کہیں رکنے کا نام ہی نہیں۔ ایک دن نماز کے بعد خدا سے گڑگڑا کر دعا کی، اس دعا کے دو تین دن بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رحمت نازل ہوئی، اور اس کے ساتھ ایک احساس دل میں پیدا ہوا ذہن میں یہ بات مکمل طور پر واضح ہوئی کہ، میں نے جو زندگی فریق اول

کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد جو حلال سمجھ کر گزری ہے، درحقیقت یہ زندگی ناجائز اور حرام ہے اور سنت نبوی کے برعکس ہے؛ کیوں کہ نکاح سے قبل جو عدت شریعت کے مطابق فرض تھی وہ فرض فریق اول نے ادا نہیں کیا، اور فریق ثالث اس خلاف شریعت کام میں برابر شریک رہا، جب عدت ہی نہیں تو نکاح ثانی کیسے حلال قرار دیا جاسکتا ہے! اس احساس کے بیدار ہوتے ہی ایک عزم کیا کہ اس عورت کے ساتھ جنسی تعلقات ان موجودہ حالات میں زنا کے برابر ہیں؛ اس لیے اب باقی زندگی میں اس سے زنا کبھی نہیں کروں گا۔ ان حالات کی روشنی میں فریق ثالث کے ذہن میں چند سوالات عاقبت کے خوف سے پیدا ہوئے، آپ سے درخواست ہے کہ ان کے جوابات قرآن کی روشنی میں فتوے کی شکل میں تحریر فرمائیں:

① گذشتہ شوہر سے طلاق کے بعد کیا کوئی عورت بغیر عدت گزارے ہوئے نکاح ثانی کر سکتی ہے؟ (یہاں عورت سے فریق اول ہی ہے)۔

② حالیہ نکاح جو فریق اول اور ثالث کے درمیان ہوا، کیا یہ شریعت کے اعتبار سے جائز ہے؟

③ سابق شوہر کے گھر سے جو بچہ طلاق کے بعد لائی تھی اور جس کو فریق ثالث کے نطفے سے قرار دیا تھا، اس بچی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ گویا جائز کہلائے گا سوتیلایا پھر کچھ اور ہی؟ حالاں کہ اس کی پرورش فریق ثالث نے اپنی حقیقی اولاد سمجھ کر کی ہے۔

④ فریق اول اور ثالث کے درمیان نکاح ہونے کے بعد جو اولاد لڑکی کی شکل میں پیدا ہوئی، تو شریعت کیا کہتی ہے اس کی نوعیت کے لیے؟

⑤ فریق ثالث اپنے کیے پر بے حد نادم اور شرمسار ہے، اس کے لیے شرعی مشورہ؟

⑥ فریق اول اور ثالث اپنے کیے ہوئے گناہوں کی تلافی کیسے اور کس طرح کریں اور اس کے لیے بہتر راستہ کیا ہے؟

④ فریق اول آج بھی دنیاوی عیاشیوں سے وابستہ ہے، جو پہلے (۲۵ برس) تھا آج بھی ہے، اور نہ اس کو اس گناہ عظیم کا احساس ہے، ایسے سخت ترین حالات میں دونوں فریق اول اور ثالث ایک ساتھ ایک ہی مکان میں بغیر کوئی بات چیت کیے اور مطلب وابستہ رکھے بغیر بچوں کی عزت و وقار اور دنیا دکھاوے کے لیے رہ رہے ہیں، کیا اس طرح رہنا مناسب ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

① سابقہ نکاح کے بذریعہ طلاق یا وفات ختم ہونے پر شریعت کی طرف سے ایک مدت مقرر کی گئی ہے، اس مدت گزر جانے کا نام عدت ہے، اس مدت کے درمیان عورت کو ایک گھر میں رہنا پڑتا ہے، جب تک یہ مدت ختم نہ ہو چکے تب تک کہیں اور نہیں جاسکتی، نہ کسی اور مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔

انتظار مدة معلومية يلزم المرأة بعد زوال النكاح، حقيقةً أو شبهة المتأكد بالدخول أو الموت (عالمگیری ۱/۵۶۷)  
وعرفها في البدائع بأنها أجل تضرب لانقضاء ما بقي من آثار النكاح (شامی ۲/۶۴۹)

اب اگر کوئی عورت دوران عدت گھر میں نہ رہی؛ بلکہ ادھر ادھر گھومتی رہی تو ایسا کرنے کی وجہ سے گنہ گار ہوئی؛ لیکن اگر اس نے عدت کی مدت پوری ہونے کے بعد نکاح کیا تو وہ نکاح درست کہلائے گا۔ صورت مسئلہ میں فریق اول پر طلاق واقع

ہونے کے بعد عدت کی مدت یعنی تین حیض گزر جانے کے دوران وہ فریق ثالث کے ساتھ اس کے گھر میں رہی اور جنسی تعلق بھی قائم کیا، جو زنا اور سخت گناہ کا کام ہوا؛ لیکن دونوں کا نکاح چھ یا آٹھ ماہ گزر جانے کے بعد ہوا، تو اگر اس چھ یا آٹھ ماہ کے درمیان تین حیض آچکے تھے اور نکاح شرعی گواہوں کی موجودگی میں شرعی طریقے سے ہوا تھا، تو یہ نکاح صحیح ہو چکا؛ البتہ دونوں پر اب تک زنا کیا اس سے توبہ لازم ہے، اور فریق اول پر عدت کی پابندیوں کے خلاف ورزیوں کے گناہ سے توبہ لازم ہے۔

② جواب نمبر ۱ میں تفصیل آچکی ہے۔

③ اس بچہ کا نسب پہلے شوہر فریق ثانی سے شمار ہوگا، دوسرے شوہر کا وہ

سو تیلہ ہے۔

④ اگر نکاح ہونے کے چھ ماہ بعد لڑکی پیدا ہوئی تھی، تو اس کا نسب دوسرے

شوہر سے ثابت ہے۔

⑤ تا ⑥ اپنے گناہوں پر ندامت، توبہ استغفار یہی ایک راستہ ہے جو لازم

ہے۔ ایسی عورت کو طلاق دینا مستحب اور ثواب ہے، اور اگر عورت یہاں تک نافرمان ہے کہ خاوند کے لیے اس کے ساتھ رہنا مشکل ہو، اور گھر میں ہر وقت فتنہ اور فساد برپا

رہتا ہو، تو ایسی صورت میں طلاق دینا واجب ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۵ / ۱۵۱) فقط واللہ

تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: عباس داود، لسم اللہ

## بدون طلاق چلی جانے والی دو عورتوں کے بعد چوتھا نکاح

### اور نافرمان بیوی کی اولاد کا حکم

**سوال:** آج سے آٹھ سال قبل میں نے بانوبنت قطب نداف سے شادی کی، اور اس سے صحبت بھی کی، اور وہ عورت لگ بھگ میرے ساتھ چھ ماہ تک رہی، اور چھ ماہ بعد وہ مجھے چھوڑ کر میرے طلاق دیے بغیر چلی گئی، چلے جانے کے دو سال بعد اس نے بغیر طلاق لیے دوسرا نکاح کیا، نکاح کرنے کے بعد اس کو اس شوہر سے دو اولاد ہوئی۔ اس کے دو سال بعد میں نے پھر ایک دوسرا نکاح ممتاز بنت ملک نداف سے کیا، وہ میرے نکاح میں لگ بھگ پانچ چھ ماہ رہی، وہ بھی میرے طلاق دیے بغیر چلی گئی، اس کو بھی میں نے طلاق نہیں دیا، اس عورت نے بھی میرے بغیر طلاق لیے دوسرا نکاح کیا، اس کو بھی ایک دو اب تک اولاد ہوئیں۔ حضرت گستاخی معاف ہو اب چوتھا نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ:

- ① مجھے ابھی پھر شادی کرنی ہے تو کیا میں اب چوتھی شادی کر سکتا ہوں یا نہیں؟
- حالاں کہ پہلی دو عورتوں کو میں نے طلاق نہیں دیا ہے۔
- ② اب ان دونوں عورتوں کو طلاق دینے کی کیا شکل ہوگی؟
- ③ اور ان عورتوں نے مجھ سے بغیر طلاق لیے دوسرا نکاح کیا ہے ان کے نکاح کا شرعاً کیا حکم ہے؟
- ④ اب ان دونوں عورتوں کے جو بچے ہیں ان بچوں کا کیا حکم ہے؟

- ۵) اب اگر وہ عورتیں جو میرے طلاق دیے بغیر دوسرا نکاح کئے ہیں دوبارہ اگر میرے پاس چلے آئیں تو کیا میں ان کو رکھ سکتا ہوں؟
- ۶) اور شرعاً میں مجرم ہوں یا عورتیں؟ برائے کرم شرعاً اس مسئلہ کا کیا حکم ہے؟
- جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

- ۱) آپ چوتھا نکاح کر سکتے ہیں۔
- ۲) جب وہ عورتیں پاکی کی حالت میں ہوں اس وقت آپ ان سے وطی کئے بغیر ایک طلاق دے دیں، اور عدت ختم ہونے تک مزید طلاق بھی نہ دیں اور رجوع بھی نہ کریں جب عدت ختم ہوگی، وہ عورت آپ کے نکاح سے نکل گئی اس کے بعد وہ نیا نکاح کر سکتی ہے۔
- ۳) وہ نکاح درست نہیں ہوا؛ بلکہ اب بھی وہ دونوں آپ کے نکاح ہی میں ہیں۔
- ۴) جب وہ آپ کے نکاح میں ہیں تو بچے بھی آپ کے کہلائیں گے، ان کی نسبت آپ ہی کی طرف ہوگی۔
- ۵) جی ہاں۔

- ۶) عورتیں تو اصل مجرم ہیں؛ البتہ آپ بھی اس حرام کاری کو اب تک برداشت کرتے رہے، اس معنی کر کے مجرم ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۶/۲۷ ذوالقعدہ ۱۴۱۵ھ

## متفرقات نکاح

بیوی کا پستان منہ میں لینے سے نکاح فاسد نہیں ہوتا

**سوال:** ایک شخص نے اپنی نکاحی بیوی کے ساتھ صحبت کرنے کے دوران اپنی بیوی کی چھاتیوں کو بچے کی طرح چوسا، جب کہ چھاتیاں خشک تھیں یہ حرکت صرف ایک بار ہوئی۔ انزال ہونے کے بعد شرمندگی ہوئی اب پچھتا رہا ہے تو بہ استغفار کرتا رہتا ہے۔ شک ہے کہیں نکاح تو نہیں ٹوٹا۔ جواب جلد دیجئے مہربانی ہوگی۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

شوہر (بہ شرطیکہ وہ دو سال کی عمر سے تجاوز کر گیا ہو) اگر اپنی بیوی کے پستان منہ میں لے تو اس سے نکاح فاسد نہیں ہوتا چاہے، پستان میں دودھ آتا ہو اور وہ شوہر کے پیٹ میں چلا گیا ہو البتہ ایسا کرنا اچھا نہیں۔

مص رجل ثدى زوجته لم تحرم (در مختار) (قوله مص رجل) قيد به احترازاً عما اذا كان الزوج صغيراً في مدة الرضاع فانها تحرم عليه.  
(شامی ۲/ ۱۱۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲/ جمادی الاول ۱۴۱۴ھ

شرعاً حلال رشتہ داروں سے نکاح کرنے کو عیب سمجھنا

**سوال:** ہمارے یہاں سماج میں نکاح کے سلسلہ میں یہ عنسلط نہی ہے کہ حقیقی ماموں، حقیقی خالہ اور حقیقی پھوپھی کی اولاد سے نکاح کرنے کو عیب سمجھتے ہیں؛ لہذا اس



سلسلہ میں چند سوالات کے جوابات تحریر فرمائیں۔

① اس طرح یعنی حقیقی ماموں، خالہ اور پھوپھی کی اولاد سے نکاح کرنا شرعاً کیسا ہے؟ آیا جائز ہے یا نہیں؟

② اگر جائز ہے تو اس کو معیوب سمجھنا کیسا ہے؟

③ اگر کسی آدمی نے سماج کے خلاف اس طرح نکاح کر لیا تو اس پر طعنہ زنی کرنا اور اس کو برا بھلا کہنا کیسا ہے؟

④ اور طعنہ زنی کرنے والے کی مدد کرنا اور اس کا ساتھ دینا کیسا ہے؟

⑤ اور اس کو سماج سے بائیکاٹ اور قطع تعلق اور مارنے پٹنے کی دھمکیاں دینا

کیسا ہے؟

نوٹ: اس مسئلہ کو سماج میں شائع کرانے کا ارادہ ہے لہذا جوابات تفصیل

سے اور سادے الفاظ میں ہوں۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

① حقیقی ماموں، خالہ اور پھوپھی کی اولاد سے نکاح کرنا شرعاً درست اور حلال

ہے؛ بشرطیکہ اور کوئی رشتہ حرمت دونوں کے درمیان موجود نہ ہو، سورہ نساء میں اللہ تبارک

وتعالیٰ نے ”محرمات“ کو بیان فرما کر آخر میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا

وَرَاءَ ذَلِكَ﴾ یعنی جو محرمات اب تک مذکور ہوئیں ان کے علاوہ دوسری عورتیں

تمہارے لیے حلال ہیں، اس کی مثال دیتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع

صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

”مثلاً چچا کی لڑکی، خالہ کی لڑکی، ماموں زاد بہن الخ۔ (معارف القرآن ۲/۳۲۳)

سورۃ احزاب میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحَلَّلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي أَتَيْتَ أُجُوزَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمَّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ﴾ (الأحزاب: ۵۰)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ: مطلب آیت کا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چچا اور پھوپھی کی لڑکیاں اور ماموں اور خالہ کی لڑکیاں حلال کر دی گئیں، چچا، پھوپھی میں باپ کے خاندان کی سب لڑکیاں اور ماموں، خالہ میں ماں کے خاندان کی سب لڑکیاں شامل ہیں اور ان سے نکاح کا حلال ہونا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص نہیں، سب مسلمانوں کا یہی حکم ہے۔ (معارف القرآن ۷/ ۱۸۸)

احکام القرآن للتھانوی میں ہے:

أحلت له بنات أعمامه وبنات عماته وبنات أخواله وبنات خالاته؛ ولكن لا مطلقاً؛ بل اللاتي هاجرن معه ﷺ خاصة ومن لم تهاجر منهن فلا تحل للنبي ﷺ وهو وجه اختصاص هذا الحكم بالنبي ﷺ والإفحلتهم على العموم والاطلاق حكم عام شامل لسائر المسلمين. (أحكام القرآن ۳/ ۳۸۶)

ترجمہ: آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنے چچا اور پھوپھی اور ماموں اور خالہ کی بیٹیاں حلال کر دی گئیں؛ لیکن علی الاطلاق نہیں؛ بلکہ وہی جنہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت میں حصہ لیا، اور ان میں سے جنہوں نے ہجرت نہیں کی وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

لیے حلال نہیں کی گئیں اور آں حضرت ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ اس حکم کے مخصوص ہونے کی یہی علت اور وجہ ہے؛ ورنہ ان کا (یعنی چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ کی بیٹیوں کا) علی الاطلاق حلال ہونا تو ایک ایسا حکم ہے جو تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے۔

خود نبی کریم ﷺ نے اپنی پھوپھی کی لڑکی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا؛ بلکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح آں حضرت ﷺ سے کر دیا، ارشاد خداوندی ﴿زوجنکھا﴾ کی تفسیر میں بعض مفسرین اس طرف گئے ہیں، چنانچہ حضرت زینب دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے سامنے یہ بات فخریہ فرماتی تھیں کہ تمہارا نکاح تو تمہارے والدین (یا دیگر اعزہ) نے کیا اور میرا نکاح خود اللہ تعالیٰ نے آسمان پر کیا۔

روح المعانی میں اس آیت کی تفسیر میں ہے:

أي جعلناها زوجة لك بلا واسطة عقد إصالة أو وكالة، فقد صح من حديث البخاري والترمذي أنها رضی اللہ تعالیٰ عنہا كانت تفخر على أزواج النبي ﷺ تقول: زوّجكنّ أهاليكنّ وزوّجني اللہ تعالیٰ من فوق سبع سموات (۲۲/۲۶)

زمانہ جاہلیت میں ایک رسم بد اور خیال باطل یہ تھا کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح حرام ہے، اس رسم بد کو توڑنے اور خیال باطل کی تردید کے لیے قدرت کی طرف سے یہ انتظام عمل میں آیا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا (جو آں حضرت ﷺ کے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مطلقہ تھیں ان) سے آں حضرت ﷺ کا نکاح خود باری تعالیٰ نے کر دیا، اور شاید اس طرح مستقبل میں امت مسلمہ میں پھیلنے

والے خیال باطل کی تردید اور رسم بد کو بھی خود نبی کریم ﷺ کے عمل سے توڑنا مقصود ہو۔  
 (۲) تا (۵) اسلام میں اس کا جائز اور حلال ہونا؛ بلکہ آں حضرت ﷺ کا عمل مبارک اس کے مطابق ہونا اوپر کے جواب سے معلوم ہو گیا، اس کے بعد بھی اس کو معیوب سمجھنا دراصل ہندوانہ رسم اور خیال باطل ہے، اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ ”ہندوستان کی بعض اقوام نے قبول اسلام کے بعد بھی اپنی خاندانی گزشتہ رسوم کو جہالت کی بناء پر باقی رکھا، ان میں سے یہ بھی ایک چیز ہے۔“ (فتاویٰ محمودیہ ۱۳/۲۳۰)

یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ بعض لوگ نکاح ثانی کو عیب اور بے عزتی سمجھتے ہیں، اس سلسلہ میں امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمہ اللہ کا ایک فتویٰ - جو فتاویٰ رشیدیہ میں موجود ہے اور جس پر اس زمانے کے اکابر علماء کی تصدیقات بھی ہیں - نقل کرتا ہوں:

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص نکاح ثانی کو - باوجود علم اس امر کے کہ یہ قرآن شریف سے ثابت ہے، اور حضرت محمد ﷺ کی سنت ہے - عیب اور بے عزتی سمجھتا ہو اور اس کے کرنے والے کو بے عزت اور کمینہ کہتا ہو یا یوں کہتا ہو کہ ہم اس کو حق جانتے ہیں اور حضرت محمد ﷺ کی سنت سمجھتے ہیں؛ مگر چوں کہ ہماری قوم میں اس کا رواج نہیں، اس واسطے ہم اس کو عار و ننگ جانتے ہیں، اب ان دونوں صورتوں میں شرع شریف سے ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ اس شخص کے ساتھ معاملہ، رشتے ناتے کا کرنا یا شادی غمی میں اس کی شامل ہونا یا اس کے جنازے کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً؛ حکم حق تعالیٰ یا کسی طریقہ سنت رسول ﷺ کو جو

عیب یا موجب بے عزتی کا جانے یا اس کے کرنے والے کو بے عزت کہہ لاریب وہ ملعون کافر ہے اور مخالف حق تعالیٰ کا ہے، اور جہنمی، مرتد ہے، اور باوجود اعتراف اس امر کے کہ یہ حکم خدا تعالیٰ کا ہے اور سنت ہے اور پھر بھی اس کو اپنے رواج کے سبب ننگ و عار کا باعث جانتا ہے یہ زیادہ تر موجب اس کے کفر اور مخالفت حق تعالیٰ کا ہے کہ وہ شقی، ملعون اپنے رواج کفر کو حق تعالیٰ کے حکم سے اچھا جانتا ہے، پس ایسے شخص سے ترک ملاقات و معاملات کرنا عین دین ہے، اور اس سے رشتہ و قرابت رکھنا ہرگز جائز نہیں؛ بلکہ اس سے علیحدہ ہو جائے اور اس کو مبغوض ترین خلق اللہ کا جان کر اس کا دشمن ہو جائے اور اس کے جنازے کی نماز ہرگز نہ پڑھے کہ وہ کافر ہے۔ کذا فی کتب الحدیث والفقہ والعقائد۔ (فتاویٰ رشیدیہ قدیم ۳/۷۷ جدید مکمل موب ۷۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۵/ شوال المکرم ۱۴۱۳ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

”ہنی مون“ منانا بے اصل ہے

سوال: بمبئی شہر میں عقد نکاح کے ہفتہ عشرہ بعد ماء غسل (ہنی مون) منانے کے لیے کسی مخصوص جگہ بطور تفریح جاتے ہیں، شرعاً کیسا ہے؟ اس کی تاریخ کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

اسلام میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## ولیمہ کی شرعی حیثیت اور وقت

**سوال:** ہمارے یہاں ولیمہ کا بڑا زور ہے، چند روز قبل ایک مولوی صاحب نے کہا کہ میرے نزدیک ولیمہ سنتِ مؤکدہ ہے، دوسرے مولوی صاحب نے کہا کہ سنتِ مؤکدہ نہیں ہے؛ سننِ زوائد میں سے ہے، اب دریافت طلب یہ ہے کہ شرعاً اس کی حیثیت کیا ہے؟ اور قبل خلوتِ صحیحہ کسی نے کھلایا تو سنت ادا ہوئی یا نہیں؟ اور اس کو لازم کرا دینا شرعاً کیا حیثیت رکھتا ہے؟ نیز حضور ﷺ نے حج میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ آپ لوگوں کے پاس جو کچھ ہے حاضر کرو تو جس روز نکاح ہوا تھا اسی روز آپ ﷺ نے کھلایا تھا یا بعد میں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

علامہ عینی شرح بخاری میں ارشاد نبوی ﷺ ”اولم ولو بشاة“ کی شرح میں رقمطراز ہیں: والامر فيه للاستحباب (عینی شرح بخاری ۱۰۳/۱) اس سے معلوم ہوا کہ سنتِ مستحبہ ہے، مؤکدہ نہیں ہے، دعوتِ ولیمہ اجتماعِ زوجین کے بعد کھلائی جاتی ہے۔ وليمة العرس سنة وفيها مثوبة عظيمة وهي إذا بنى الرجل بامرأته الخ (عالمگیری ۳۴۳)

ولیمہ کے متعلق اور بھی اقوال ہیں: مثلاً (الف) وقتِ عقد۔ (ب) وقتِ عقد کے بعد بھی اور دخول کے بعد بھی۔ (ج) دودن کے بعد مکروہ ہے۔

(مظاہر حق، فتاویٰ رحیمیہ ۱۲۶/۳)

یہ واقعہ خیبر سے واپسی کا ہے اور یہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا ہے، ولیمہ

دخول (صحبت) کے بعد کھلایا گیا تھا۔ (بخاری، کتاب النکاح، باب البناء فی السفر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۱۳ / صفر ۱۴۱۹ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## خلوت صحیحہ کے بعد ولیمہ

**سوال:** کیا ولیمہ کرنا بغیر جماع کے جائز ہے؟ یعنی رات کو خلوت تو کی؛ مگر عورت سے جماع نہیں کیا اور صبح ولیمہ کیا۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

خلوت صحیحہ کے بعد ولیمہ درست ہے۔ (اوجز ۹/۴۳۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری

## شادی سے پہلے دعوت کا حکم

**سوال:** شادی سے پہلے دن دولہا کے گھر پر بڑی دعوت ہوتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟ اور اس میں شرکت کرنا کیسا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

شادی سے پہلے دن دولہا کے گھر دعوت کا مسنون نہ ہونا ظاہر ہے، اب اگر مسئلہ دعوت رسم و رواج کے طور پر ہوتی ہے تو اس کا ناجائز و بدعت ہونا بھی ظاہر ہے، اور اس میں شرکت کی بھی اجازت نہیں، اور اگر باہر سے آئے ہوئے مہمانوں کو

کھلانے کے لیے نظم کیا گیا ہے، کوئی رسم پیش نظر نہیں تو اس کی اجازت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## خلوتِ صحیحہ اور عورت کی اجازت کے بغیر ولیمہ کرنا

**سوال:** دعوتِ ولیمہ کے لیے کیا یہ شرط ہے کہ بغیر خلوتِ صحیحہ (ہبستری) کے دعوتِ ولیمہ نہیں دے سکتے (کھلا سکتے)؟ اور کیا یہ بھی شرط ہے کہ عورت کی اجازت لیے بغیر دعوتِ ولیمہ نہیں کھلا سکتے ہیں؟ بعض لوگ یہ دونوں شرطیں رکھتے ہیں شرعاً کیسا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

ولیمہ کی دعوتِ اجتماعِ زوجین کے بعد کھلائی جاتی ہے۔ ولیمہ کے متعلق اور بھی اقوال ہیں: مثلاً (الف) وقتِ عقد (ب) وقتِ عقد کے بعد بھی اور دخول کے بعد بھی (ج)

دو دن کے بعد مکروہ ہے۔ (مظاہر حق، کتاب النکاح ۱۳۹/۳) (از فتاویٰ رحیمیہ ۱۲۵/۳، ۱۲۶/۱ ملخصاً)

دعوتِ ولیمہ کے لیے عورت کی اجازت کی شرط کہیں نہیں دیکھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۲/۱۲ ذوالقعدة الحرام ۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد، بسم اللہ عفی عنہ

## کیا ولیمہ کے لیے بڑی دعوت کرنا ضروری ہے؟

**سوال:** بمبئی شہر میں اکثر جگہ یہ ہوتا ہے کہ کسی بڑے ہال میں نکاح ہے اس نکاح میں شریک ہونے والے لڑکی کے طرف سے بھی ہوتے ہیں اور لڑکے کی طرف



سے بھی، لڑکے کا سر پرست نکاح کے بعد جو کھانا کھلاتا ہے وہ دعوتِ ولیمہ کی نیت سے، اور لڑکی کا سر پرست تقریبِ نکاح میں شرکت کی نیت سے، یہ کھانا پورا کا پورا دونوں ولیوں کا مشترک ہوتا ہے، اپنے اپنے مہمانوں کے حساب سے کم و بیش ہوں، کا خرچ برداشت کرتے ہیں، تو کیا درست ہے کہ لڑکے کے ولی کی جانب سے ایک ہی مجلس کا کھانا تقریبِ نکاح کا کھانا بھی ہو جائے اور دعوتِ ولیمہ بھی ہو جائے؟ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ: دعوتِ ولیمہ نکاح کے ایک روز کے بعد یا دو روز کے بعد کھانا سنت ہے؟ نکاح کے بعد جو کھانا کھلایا جاتا ہے وہ نکاحی کھانا ہے یعنی دوبار کھانا کھلانا ہوگا؟ اگر لڑکے والا غریب ہے تو نکاحی کھانا اور دعوتِ ولیمہ کا کھانا یعنی دوبار کھانا مشکل ہے، اس صورت میں غریب کیا کرے؟ امیر ہو یا غریب، درست کیا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

وقت کے سلسلہ میں اقوال او پر ذکر کر دیے ہیں، ولیمہ کے لیے بڑی دعوت ہونا ضروری نہیں ہے، اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ باقاعدہ کھانا (مستقلاً) پکوا یا جائے، روزانہ جو کھانا گھر میں پکتا ہے اس میں دو مٹھی کا اضافہ کر کے عین وقت پر چند آدمیوں کو کھانے پر بلا کر شریک کر لیا تب بھی ولیمہ کی سنت ادا ہو جائے گی، کیا آج کل کا غریب اس سے بھی عاجز ہے؟۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۱۲/۱۲ ذوالقعدة الحرام ۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

## ولیمہ کتنے دنوں تک ہو سکتا ہے؟

**سوال:** ولیمہ کی حد کتنے دنوں تک ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

زفاف کے بعد والے دن یا ایک دن مزید تاخیر کر سکتے ہیں، بعض حضرات نے سات یوم تک گنجائش دی ہے، کمافی الا وجز: ۹/۷۳۳ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
کتبہ العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۲۴/۲ ذوالقعدہ ۱۳۱۳ھ

## شب زفاف سے قبل ولیمہ ہو سکتا ہے؟

**سوال:** شب زفاف یا قبل رخصتی لوگوں کا کھلانا ولیمہ میں داخل ہے یا نہیں؟ یا

محض ایک دعوت ہے۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

زفاف کے بعد ہونا روایتوں سے ثابت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
کتبہ العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۲۴/۲ ذوالقعدہ ۱۳۱۳ھ

## وظیفہ زوجیت ادا نہ کرنے کے قابل عورت سے

### نکاح پر مالی مطالبہ

**سوال:** زید کا نکاح (۲۷/سالہ) ہندہ سے ہوا، بعد نکاح زید کو پتہ چلا کہ ہندہ

وظیفہ زوجیت ادا کرنے کے قابل نہیں ہے، ہندہ خود اس بات کا اقرار کرتی ہے اور

کہتی ہے کہ مجھے مرد کی خواہش نہیں ہے، میرا نکاح والدین کی زبردستی پر ہوا ہے، ہندہ کے والدین، قریبی رشتہ دار بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ہندہ وظیفہ زوجیت کے قابل نہیں ہے، اس بات کا اقرار مقامی علماء کے سامنے بھی ہوا ہے، زید ہندہ سے (طلاق کی شکل) میں چھٹکارہ حاصل کرنا چاہتا ہے اور چند شرائط پیش کرتا ہے، وہ یہ ہیں:

زید کہتا ہے کہ میری زندگی کے ساتھ مذاق ہوا ہے، کھلوڑا ہوا ہے، مجھ پر ظلم ہوا ہے، لڑکی والے جانتے ہوئے کہ ہندہ وظیفہ زوجیت کے قابل نہیں ہے میرے ساتھ نکاح کرادیا، اس سے میرا وقت ضائع ہوا، روپیہ خرچ ہوا، دوست و احباب میں مذاق کا موضوع بنا جس کی وجہ سے میری اہانت ہوئی، زید اپنی خرچ شدہ رقم اور اپنی اہانت کا ازالہ چاہتا ہے۔ لڑکی والے کہتے ہیں ہندہ قدرتاً وظیفہ زوجیت کے قابل نہیں ہے، اس میں ہم کچھ نہیں کر سکتے، اور کہتے ہیں زید اگر طلاق دے تو دس ہزار روپیہ: مہر، عدت کی رقم، جہیز واپس کرے، جب کہ زید مہر، عدت کی رقم، جہیز واپس کرنے پر رضامند ہے، دس ہزار روپیہ کی رقم کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ رقم لڑکی والوں نے نکاح میں ضروریات پر خرچ کرنے کے لیے کہہ کر دی تھی کہ ہم اپنی پہلی والی لڑکی کے نکاح کے وقت شوہر کو بیس ہزار روپیہ دیے تھے، اور اگر ہم آپ کو کچھ نہ دیں تو ہماری لڑکی (ہندہ) کے دل پر کیا گذرے گی؟ وہ سمجھے گی کہ اپنی بہن کے نکاح کے وقت بیس ہزار روپے دیے تھے اور اپنے کو کچھ نہ دیا، اس لیے ہم آپ کو دس ہزار کی رقم دے رہے ہیں؛ تاکہ آپ اپنے نکاح کی ضروریات میں صرف کریں، جب کہ رقم کے سلسلہ میں زید کا کوئی مطالبہ نہیں تھا، اور دس ہزار کی رقم لینے سے انکار کر لیا تو لڑکی والوں نے بھنڈ اور زبردستی سے زید کے گھر والوں کے حوالے کیا، جس کا علم زید کو بعد میں ہوا، فتویٰ طلب امور یہ ہیں:

① لڑکی والوں کی طرف سے زبردستی اور بغیر کسی مطالبہ کے دی ہوئی دس ہزار کی رقم کا زید (شوہر) سے واپسی کا مطالبہ کرنا جب کہ یہ رقم لڑکی والوں نے اپنی مرضی سے ضروریات نکاح پر صرف کرنے دی ہو، جس کا علم زید کو بعد میں ہوا، ایسی رقم کا زید (شوہر) سے واپسی کا مطالبہ کرنا جب کہ زید اس رقم کی واپسی کی استطاعت نہیں رکھتا ہے شریعت مطہرہ کی نظر میں کیا حکم رکھتا ہے؟

② لڑکی والوں نے زید کے ساتھ ایک ناقابلِ زوج لڑکی کا نکاح کر کے جو دھوکہ دیا ہے، شریعت مطہرہ میں ان دھوکہ بازوں کے لیے کونسی سزا ہے؟ اور کیا جرمانہ عائد کرتی ہے؟

③ زید کا اپنے جیب سے ضروریات نکاح پر خرچ شدہ رقم ہندہ کو طلاق دینے کی صورت میں لڑکی والوں سے لینا اور مطالبہ کرنا شریعت مطہرہ کی رو سے کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

آپ نے اپنے سوال میں ایک مبہم بات لکھی ہے کہ ہندہ وظیفہ زوجیت ادا کرنے کے قابل نہیں ہے؛ لیکن تفصیل نہیں فرمائی کہ وہ کونسی بات یا کونسا عیب یا کونسا عارضہ اس میں پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ وظیفہ زوجیت ادا کرنے کے قابل نہیں ہے، پھر بھی آپ کے سوالات کے جوابات بالترتیب حاضر ہیں:

① لڑکی والوں کی طرف سے شوہر کے گھر والوں کو دی گئی رقم کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے، وہ ایک تبرع اور احسان تھا، اگر وہ رقم استعمال نہ کی گئی ہوتی یونہی پڑی ہوتی تو واپسی کا مطالبہ کیا جاسکتا تھا؛ لیکن اب وہ رقم استعمال میں آچکی ہے، مطالبہ درست نہیں۔

② اس میں کوئی جرمانہ یا مقررہ سزا نہیں ہے؛ البتہ گنہگار ہوئے۔

③ زید بھی اپنی رقم کی واپسی کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۳ / جمادی الاخریٰ ۱۴۱۸ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## رسومات سے بچنے کے لیے اجتماعی نکاح

سوال: ہمارے گاؤں میں شادی بیاہ کے موقع پر جوان لڑکے مختلف خرافات میں مبتلا ہیں، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

① شادی کے دن اپنے باپ کے پاس سے (چاہے وہ غریب ہو یا مالدار) چار یا پانچ ہزار روپے مانگتے ہیں اور ان پیسوں کو بے جا استعمال کرتے ہیں جیسے کہ ہائیوے (highway) پر جا کر پارٹی کرنا اور سویمنگ پل (swimming pool) پر جا کر نہانا۔

② شادی کے دن دولہا کے گھر پچاس یا اس سے زائد لڑکے جمع ہو کر دولہا کو نہلاتے ہیں، جس کی وجہ سے گھر کی مستورات پریشان ہوتی ہیں۔

③ نکاح کے وقت فوٹو لینا اور پیسوں کا ہار پہنانا۔

④ شادی کے دن شربت بنانا اور دولہن کو لینے جانے کے لیے رشتہ دار عورتوں کا جمع ہونا، ان خرافات کی وجہ سے گاؤں کے ذمہ داروں نے یہ طے کیا ہے کہ تمام کا نکاح اجتماعی ہو؛ تاکہ لڑکے الگ الگ شادیوں میں منقسم ہو جائے اور خرافات ختم ہو جائیں یا کم ہو جائیں؛ لیکن اجتماعی نکاح میں یہ ضروری نہیں کہ گاؤں میں جتنے بھی نکاح ہو

تمام کے تمام شریک ہوں، ہر ایک آدمی اپنی مرضی کے مطابق دوسرے دنوں میں بھی کر سکتا ہے اور اس کی وجہ سے ذمہ دار حضرات کو کوئی حرج نہیں ہے، بہت سی مرتبہ گاؤں میں پچیس نکاح ہوتے ہیں اور اجتماعی نکاح میں آٹھ یا دس کا نکاح ہوتا ہے، اس طرح اجتماعی نکاح کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟ اور اس اجتماعی نکاح میں جن حضرات کے نکاح ہوتے ہیں ان کے پاس سے چھ سو روپے لیے جاتے ہیں؛ تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں میں مٹھائی تقسیم کی جائے کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، ہم آپ کے ممنون و مشکور ہوں گے۔

(الجواب) : حامداً ومصلياً ومسلماً

خرافات اور رسم و رواج اور گناہوں سے لوگوں کو بچانے کی غرض سے اجتماعی نکاح کا نظام بنانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، جب کہ اس کے لیے کسی کو مجبور نہ کیا جاتا ہو، آپ کا مقصد لوگوں کو خرافات سے بچانا ہے تو پھر آپ مٹھائی تقسیم کرنے کی غرض سے دو لہا والوں سے چھ سو روپے کیوں وصول کرتے ہو؟ آپ اس پابندی کو بھی ختم کریں؛ البتہ جن کے نکاح اجتماعی نظام کے مطابق ہو رہے ہیں ان میں سے کوئی اپنے شوق و رغبت سے مٹھائی تقسیم کرنا چاہے تو تنظیمین حضرات کو اپنے ارادہ سے واقف کر کے ان کی اجازت سے کر سکتا ہے؛ بشرطیکہ اس کے اس عمل میں رسم و رواج کا پہلو نہ ہو۔

نوٹ: جن خرافات اور رسم و رواج اور گناہوں سے بچانے کے لیے اجتماعی نکاح کا یہ نظام ترتیب دیا جا رہا ہے ان خرافات وغیرہ کی قباحت و شاعت کو علماء کی تقاریر کے ذریعہ لوگوں میں کھول کر بیان کیا جائے، اور سادہ اسلامی طریقہ نکاح کے فضائل

و مناقب بھی قوت کے ساتھ پیش کئے جائیں؛ تاکہ نکاح کے اجتماعی نظام کا مقصد پورے طور پر حاصل ہو، اور لوگ بعد میں بھی اپنے آپ کو برضا و رغبت ان خرافات سے بچانے کا اہتمام کریں؛ ورنہ ایک طرف آپ کا اجتماعی نکاح کا پروگرام چلے گا اور دوسری طرف وہی خرافات دوسرے طریقوں اور راہوں سے آنا شروع ہوں گے۔  
 فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اسلأه: العبد احمد خانپوری عنہ، ۴ / ربیع الآخر ۱۴۲۵ھ  
 الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

”یہ لڑکی قیامت تک میری لڑکی کے برابر رہے گی“ کہنے

کے بعد اس سے نکاح

سوال: زید نے لڑکی کے والد سے کلام شریف سر پر لے کر کہا کہ: ”یہ آپ کی لڑکی قیامت تک میری لڑکی کے برابر رہے گی“ تو کیا اس لڑکی سے زید کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟  
 الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

زید نے جس وقت لڑکی کے والد سے یہ جملہ کہا اس وقت وہ لڑکی زید کے نکاح میں نہیں تھی؛ لیکن اب زید اس لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، تو اگر اس لڑکی کے ساتھ زید کا کوئی رشتہ حرمت نہیں ہے، تو محض ایسا کہنے کی وجہ سے وہ لڑکی زید پر حرام نہیں ہوئی؛ بلکہ زید کا نکاح اس کے ساتھ درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنہ خانپوری، ۲۳ / جمادی الاخریٰ ۱۴۱۱ھ  
 الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## چغمل خور بیوی کو میکہ جانے سے روکنا

**سوال:** زید کی بیوی نافرمان ہے، زید کا کہنا نہیں مانتی ہے، نافرمانی کی تشریح یہ ہے کہ بیوی میں چغمل خوری کی عادت ہے، اگر کوئی بات مذاقاً یا اتفاقاً بلا اختیار بھی کسی کے متعلق زید کی زبان سے نکل جاتی ہے، خواہ بیوی کے میکے والے کے متعلق ہو یا اور کسی شخص کے متعلق ہو، بیوی اس شخص سے کہہ دیتی ہے، اور اس شخص سے زید کا جھگڑا ہو جاتا ہے، خصوصاً میکے والوں سے زید کا بہت ہی بڑا جھگڑا ہو جاتا ہے، زید نے پہلے بطور نصیحت بہت سمجھایا، پھر بھی اپنی اس عادتِ بد سے باز نہیں آئی، پھر بسترِ خواب و استراحت بھی الگ کر کے ناراضگی ظاہر کی، پھر بھی بیوی اپنی عادتِ مذکور سے باز نہیں آئی، پھر مناسب مار پیٹ کر بھی تنبیہ کی، پھر بھی اپنی اس عادتِ چغمل خوری سے باز نہیں آئی، غرض کہ جب سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کر ڈالی اور بیوی نے ایک نہ سنی؛ بلکہ اپنی اسی عادت پر برقرار رہی، تو زید نے بیوی کو اس کے میکے والوں سے جھگڑا و فساد سے بچنے کے لیے میکے جانے سے روک دیا، اور کہا کہ والدین خود میرے گھر آ کر اپنی لڑکی کو دیکھ جایا کریں، بیوی کے والدین میں اتنی قدرت ہے کہ وہ میرے گھر آسکیں، وہ معذور نہیں ہیں؛ تاکہ اس فتنہ و فساد، جھگڑا سے۔ جو میکے جانے کے سبب بیوی کی چغمل خوری کے ذریعہ میکے کے افراد سے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ کسی قدر فرصت ملے؛ لیکن بیوی نہیں مانتی، اور بغیر اجازت شوہر (زید) میکے چلی جاتی ہے، یہاں تک کہ اس مرتبہ زید بیوی کو میکے جانے سے سختی سے منع کر کے پردیس چلا آیا، ساس (زید کی ماں) سخت بیمار ہے، کوئی دوسرا تیمار دار نہیں ہے، پھر بھی بیوی بغیر اجازت زید میکے چلی گئی۔



اب آگے جو شرعی حکم ہو با تفصیل وضاحت کے ساتھ مدلل بحوالہ کتب معتبرہ  
مرحمت فرمایا جاوے۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

صورتِ مسئلہ میں مصالِحِ مذکورہ کے پیش نظر شوہر کو حق ہے کہ وہ اپنی بیوی کو  
والدین کے گھر جانے سے روک دے، خصوصاً جب کہ والدین خود آ کر اپنی لڑکی سے  
ملنے پر قادر ہیں۔

در مختار میں ہے: ولا يمنعها من الخروج إلى الوالدین في كل جمعة إن  
لم يقدر علی اتیانها. الخ

اس کی تشریح میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

ماذکرہ الشارح اختاره في فتح القدير، حيث قال: وعن أبي يوسف  
في النوادر، تقييد خروجها بأن لا يقدر علی اتیانها، فإن قدر لا تذهب،  
وهو حسن ..... والحق الأخذ بقول أبي يوسف إذا كان الأبوان  
بالصفة التي ذكرت الخ (در مختار مع الشامی ۲/۷۲)

شوہر کے منع کرنے کے باوجود اگر بیوی بلا اجازت بھی جاتی ہے تو وہ گنہگار ہے،  
اور شوہر کی نافرمان ہے۔ رہی ساس (یعنی شوہر کی ماں) کی تیمارداری تو یہ بیوی پر ضروری  
نہیں ہے، محض ایک اخلاقی ذمہ داری ہے، اور اگر وہ انجام دے تو مستحق تعریف ہے،  
ورنہ اس کے لیے شوہر مجبور نہیں کر سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۱۸/ ربیع الاول ۱۴۱۱ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ غنی عنہ

## دولہا سے رقم لینا ناجائز ہے

**سوال:** دولہا کی طرف سے دولہن والوں کو جو رقم دی جاتی ہے، آیا یہ رقم دولہن والوں کو لینا جائز ہے، یا پھر وہ سحت میں داخل ہے؟ یہ رقم عام طور پر شادی سے پہلے دی جاتی ہے جس سے دولہن والے شادی کے اخراجات نکالتے ہیں، ایک آدمی اس کے ناجائز اور حرام ہونے کا قائل ہے، اور اس نے مختلف دلائل پیش کئے ہیں، وہ دلائل یہ ہیں:

ذکر العلامة ابن نجیم فی البحر الرائق ۳ / ۲۰۰ أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم، فللزوجة أن يسترده؛ لأنه رشوة

ذکر ابن عابدین فی رد المحتار المعروف بالشامی ۵ / ۲۷۲ من السحت: ما يأخذه الصهر من الختن بسبب بنته بطيب نفسه؛ حتى لو كان يطلبه يرجع الختن ومن السحت الحرام وما خبث من المكاسب فلزم عنه العار. ذکر فی الفتاویٰ الہندیۃ: خطب امرأة فی بیت أخيها، فإبى أن يدفعها؛

حتى تدفع إليه داراً، فدفع وتزوجها يرجع بما دفع؛ لأنه رشوة ۱ / ۳۲۷ ذکر فی فتاویٰ قاضی خان: رجل خطب امرأة وهي تسكن فی بیت أختها، وزوج أختها لا یرضی بنکاح بهذا الرجل؛ إلا أن يدفع إليه دار، فدفع الخاطب إليه داراً، كان له أن يستردها مما دفع إليه؛ لأنه رشوة کذا ذکر فی فتاویٰ عبدالحی ۲ / ۷۴

ذکر فی الوسيلة الاحمدية: ومن الرشوة ما أخذه ولي المرأة قبل النکاح إذا كان بالسؤال أو كان اعطاء الزوج بناء علی عدم رضائه علی عدم تقدير. قال فی المعدن: لا يجوز لأب البنت أن يأخذ من الخاطب شيئاً؛

لأنه رشوة. ”لعن الله الراشي والمرثى“ (مشکوٰۃ)

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

جو رقم زوج سے قبل از عقد یا بعد از عقد اس غرض اور اس نام سے لیتے ہیں کہ اس سے برات کو اور اعزہ واقرباء کو کھانا دیا جائے گا ناجائز ہے، اور اس کا حکم وہ ہے جو اس عبارت میں مذکور ہے۔ وأخذ أهل المرأة شيئاً الخ (کفایت المفتی ۵/ ۱۱۳)

تفصیل اسی جگہ ملاحظہ فرمائیں؛ نیز کفایت المفتی ۵/ ۳۸ تا ۴۰ کا مطالعہ بھی فرمائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲/ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## شادی کے دعوت نامے کی ایک شکل

سوال: ہمارے علاقہ میں ایک عالم دین اپنے شہر کے لوگوں کو اس بات کی ترغیب دلا رہے ہیں کہ شادی کے موقع پر جو دعوت نامے اور رقعے تیار کرائے جاتے ہیں لوگ اس پر بہت پیسہ خرچ کرتے ہیں پھر وہ رقعے ادھر ادھر پڑے نظر آتے ہیں یعنی بہت بے ادبی ہوتی ہے بہ جائے رقعے تیار کروانے کے منزل یا یس شریف کے شروع اور آخر صفحہ پر شادی کی اطلاع اور دعوت کا مضمون شائع کر کے اعزہ واقارب دوست و احباب میں تقسیم کرو لوگوں کو شادی کی اطلاع بھی ہوگی بعد میں وہ منزل ان کے گھر میں محفوظ رہے گی جس سے موقع بہ موقع فائدہ اٹھا سکیں گے کیا اس طرح کرنا درست ہے؟ اس صورت میں منزل کی تقسیم اصل مقصود نہیں ہو کرتی ہے مقصود شادی کی اطلاع ہوتی ہے کیا اس میں قرآن کریم کی تعظیم پر کوئی زد پڑتی ہے؟ کیوں کہ ایک

صاحب کو اس پر اعتراض ہے نمونہ کے لیے وہ منزل ارسال خدمت ہے جس کے شروع اور آخری صفحہ پر شادی کی اطلاع چھپی ہوئی ہے جو اب مطلوب ہے۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

شادی کے دعوت ناموں میں ہونے والی فضول خرچی سے بچانے کے لیے بہ طور تدبیر یہ ترغیب دی جا رہی ہے تو اس کی گنجائش ہے اگلے یا پچھلے صفحہ پر شادی کی اطلاع والے مضمون کا ہونا تعظیم کے منافی نہیں، ناشرین حضرات جمائل اور مصاحف نیز دینی کتابوں کے آخر میں مختلف اشتہارات دیتے ہیں ان کو بھی تعظیم کے محل نہیں سمجھا جاتا ہے، باقی اگر منزل یا یاسین شریف کو مستقل چھپوا کر شادی کی اطلاع کا پرچہ سادہ قسم کا اس کے ساتھ منسلک کر کے بھیجا جائے تو کسی کو اعتراض کا موقع ہی نہیں رہے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

آملہ: العبد احمد خانپوری، ۲۱ شوال ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## نکاح خوانی کی اجرت کے حق دار کون؟

**سوال:** ہمارے شہر میں نکاح خوانی کی اجرت طے ہوتی ہے اور وہ دو لہے والوں کی طرف سے دی جاتی ہے، مثلاً تین سو روپیے اور پورے شہر میں یہ بات متعارف ہے کہ تین سو روپیے میں سے سو روپیے مسجد کے لیے ایک سو پچاس امام کے لیے اور پچاس روپیے مؤذن کو دیے جاتے ہیں اور مذکورہ بالا عرف پر اکثر کو اعتراض بھی نہیں تو سوال یہ ہے کہ آیا شرع میں ایسے عرف کا اعتبار ہوگا یا نہیں نکاح خوانی کی

اجرت کا حق دار کون ہوگا اکیلا امام یا مذکورہ بالا؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

نکاح خوانی کی اجرت کے نام سے لی جانے والی رقم کو اگرچہ عنوان نکاح خوانی کی اجرت کا دیا جاتا ہے لیکن وہ چند چیزوں کا معاوضہ ہوتی ہے نکاح پڑھانے والے امام کو اس میں سے جو حصہ دیا جاتا ہے وہ حقیقت میں نکاح خوانی کی اجرت ہوتا ہے مسجد کو جو رقم دی جاتی ہے وہ مسجد کی بجلی لحاف اور بعض جگہ رجسٹر نکاح وغیرہ کے استعمال کا معاوضہ ہوتا ہے مؤذن صاحب کو جو حصہ دیا جاتا ہے وہ نکاح کی مجلس کے انعقاد کے لیے جو تیاری کرتے ہیں مثلاً لحاف وغیرہ بچھانا پتکھے لائٹ چلانا اس مجلس کے لیے الگ سے صفائی کا اہتمام کرنا ان امور کا معاوضہ ہوتا ہے اس لیے نکاح خوانی کی اجرت کے عنوان پر لی جانے والی رقم کے جو تین حصے کیے جاتے ہیں شرعاً اس میں کوئی ممانعت اور قباحت نہیں خصوصاً جب کہ رقم دینے والوں کو بھی معلوم ہے کہ اس میں سے کتنا حصہ کس کو مل رہا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

آلاءہ: العبد احمد خانپوری، ۲۱ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## نکاح خوانی کی اجرت کس کا حق؟

**سوال:** نکاح پڑھانے والا اجیر خاص نہیں امام قریہ یا کوئی امام مسجد پڑھاتا ہے امام کے تقرر کے وقت کمیٹی کہتی ہے کہ نکاح خوانی بھی آپ کے ذمہ ہے یا نہ کہے مگر عرفاً ودلالة امام کے ذمہ سمجھتے ہیں تو کیا اجیر عام کہلائے گا اور اجرت نکاح لینا صحیح ہوگا؟

کچھ رقم امام لیتا ہے اور کچھ رقم بقیہ سے نکاح کا رجسٹرڈ خریدنے کا کہتے ہیں تو کیا یہ صحیح ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اس موضوع پر امداد الفتاویٰ ۳/۶۹ تا ۳/۷۵ ایک مستقل رسالہ موجود ہے اس کا مطالعہ فرمائیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

أماہ: العبد احمد خانپوری، ۳ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## شادی میں ہدیہ کا لینا دینا

**سوال:** ہمارے یہاں شادی میں بہت سے خرافات ہیں، اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لڑکے والے لڑکی کو پازیب اور ناک اور کان میں پہننے کے زیور دیتے ہیں، تو کیا شرعی طریقے سے اس طرح دینا جائز ہے؟ اور اسی طرح لڑکی والے خود دلہا کو ایک سونے کی انگوٹھی دیتے ہیں تو کیا اس طرح دینا اور لینا جائز ہے؟ میں نے اپنی والدہ سے کہا: میں انگوٹھی نہیں پہنوں گا، تو وہ کہتی ہے: اس میں کیا حرج ہے! وہ انگوٹھی لڑکی کے پاس ہی تو آنے والی ہے، میں تو بالکل راضی نہیں ہوں؛ لیکن پھر بھی مجبور ہو کر مجھے لینے پڑے تو کیا میں اس کا گنہ گار ہوں گا اور کیا میری پکڑ ہوگی؟ اور اگر انگوٹھی لے کر پھر اس کو بیچ دوں تو اس کے پیسے استعمال کر سکتا ہوں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر یہ برضا و رغبت ہدیہ کا لین دین ہو تو اس کا استعمال درست ہے؛ لیکن اگر رسم اور رواج کی وجہ سے دلی رضامندی کے بغیر دے رہے ہیں، تو اس کا لینا درست

نہیں ہے، حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری ۱۲/ ذوالحجہ الحرام ۱۴۱۹ھ

## بارہ بچوں کے بعد تجدید نکاح

**سوال:** لوگ کہتے ہیں: جن کے ۱۲ سے زیادہ بچے ہو جائیں تو پھر سے نکاح

کرنا چاہیے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

یہ غلط بات ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

آملہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۲۲/ رمضان ۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: عباس داود بسم اللہ

## ویزا فیس اپنے ذمہ لینے کے بعد اس سے فرار چاہنا

**سوال:** لڑکی ہندوستان کی ہے، لڑکا لندن کا ہے، شادی کا رشتہ طے کرنے سے

قبل لڑکے والوں نے لڑکی والوں سے یہ شرط رکھی کہ: لڑکی شادی کے بعد لندن جائے

گی تو اس کی ایئر ٹکٹ لڑکے والے دیں گے اور ویزا فیس لڑکی والے دیں گے، (ویزا

فیس آج تقریباً ۲۰ ہزار روپیہ ہے)، تو کیا یہ شرط لگا سکتے ہیں؟ اور کیا لڑکی والوں سے

یہ رقم لے سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ خیال رہے کہ لڑکا ہندوستان میں ہے، نکاح شادی بھی

ہندوستان میں ہے، اور ویزا کے لیے اپلائی (Apply) بھی شادی کے بعد

کریں گے، اور ظاہری بات ہے کہ لڑکی لندن جائے گی بیوی ہونے کی حیثیت سے،

جس طرح نکاح کے بعد شوہر کے ذمہ اپنی بیوی کا نان نفقہ ہوتا ہے تو کیا یہ ویزا فیس بھی اس کے ذمہ ہے یا نہیں؟ اور اگر لڑکے والوں کے مطالبے پر لڑکی والوں نے ویزا فیس دے بھی دیا، تو کیا شوہر یا لڑکے والے عند اللہ گنہگار ہوں گے یا نہیں؟

نوٹ: اس مسئلہ میں یہ بھی ذہن میں رہے کہ لڑکے کے والد نے ویزا فیس کا مطالبہ کیا تھا، لڑکے نے نہیں، اور لڑکا خود سے پسند نہیں کرتا کہ لڑکی والوں سے ویزا فیس کی رقم لیں، لڑکا مجبور ہے اس کے والد کے لیے۔

(الجواب): حامداً ومصلياً ومسلماً

شادی کے بعد شوہر اپنی بیوی کو اپنے ساتھ رکھنے کے لیے جہاں (لندن) وہ خود قیام پذیر ہے وہاں لے جانا چاہتا ہے؛ اس لیے اس کے لے جانے کے عمل میں جو مصارف ہو سکتے ہیں اس کی ذمہ داری بھی اسی پر عائد ہوتی ہے؛ اس لیے جب لڑکے والوں کی طرف سے ویزا فیس کی ذمہ داری لڑکی والوں پر ڈالنے کی شرط رکھی جا رہی تھی، اسی وقت لڑکی والوں کو چاہیے تھا کہ ان کو جواباً یہ کہتے کہ: اگر شرعاً اس کی ادائیگی ہم پر عائد ہوتی ہے تو ہم اس کو ادا کرنے کے لیے تیار ہیں، اور اگر اس کی ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہو تو آپ ایسی شرط کیوں لگا رہے ہیں؟ اس وقت اپنی لڑکی کا رشتہ لندن میں رہنے والے لڑکے سے ہو جائے اس حرص میں لڑکے والوں کی طرف سے لگائی جانے والی اس شرط کو بہ رضا و رغبت قبول کر چکے، اور اب اس معاملے میں شرعی حکم کا سوال کر کے اپنے اس وعدے سے ہٹنے کی تدبیریں سوچ رہے ہیں، شرعاً یہ بھی پسندیدہ چیز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری



## کیا کثرتِ اولاد عورت پر ظلم ہے؟

**سوال:** ایک آدمی نے آج مجھ سے پوچھا کہ: یہ عورتیں اتنے سارے بچے جنتی ہیں یعنی ۱۲ یا ۱۳ تو ان عورتوں کی زندگی کا کیا؟ اسلام ایسا تو مذہب نہیں ہے (یعنی ظالم)؟ اس سوال کا دل نشین جواب تحریر فرمائیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

عورتوں کا بچہ جننا ایک فطری امر ہے، اور اس سلسلہ کو منقطع کرنا خلافِ فطرت ہے، فطری امر میں ظلم و تعدی کا سوال ہی نہیں ہے۔ اگر کوئی عورت بیمار ہو تو اس کی بیماری کی نوعیت و کیفیت کے مطابق اس کے لیے جداگانہ احکام ہیں، اس معاملہ میں اسلام پر کیا زد پڑتی ہے؟ - فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ غنی عنہ

## شوہر اپنی بیوی کو میکے جانے سے کب روک سکتا ہے؟

**سوال:** زید کی شادی اپنے گاؤں سے چھوڑ کر ایک دوسرے گاؤں ہوتی ہے، اس گاؤں کے لوگوں میں ایک مرتبہ بہت ہی شور و غل ہو گیا تھا کہ: زید کی ساس فلاں آدمی سے زنا کرواتی ہے؛ اگرچہ زید نے عمل بد کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔ ہاں! البتہ قوی قرآن موجود ہے کہ وہ ایک دو مرتبہ غیر محرم سے باتیں چھپ چھپ کر کیا کرتی تھی، اللہ جانے وہ کیا باتیں کیا کرتی تھی معلوم نہیں، تو زید پریشان کہ کیا اپنی بیوی کو

میکے بھیجے یا نہ بھیجے؟ اس کے بارے میں شرعی فیصلہ کیا ہے؟ بالتفصیل مع حوالہ کے تحریری شکل میں جواب مرحمت فرمائیں، نیز زید کا دل گوارہ نہیں کرتا کہ اپنی بیوی کو زید کے سسرال بھیجیں۔

(الجواب): حامداً ومصلياً ومسلماً

زید مصلحت مذکورہ کے پیش نظر اپنی بیوی کو میکہ بھیجنے سے روکنا چاہے تو روک سکتا ہے؛ البتہ اگر اس کی ساس اپنی بیٹی کی ملاقات اور زیارت کے لیے زید کے گھر آنا چاہے تو آکر ملاقات اور زیارت کر سکتی ہے، البتہ اس صورت میں زید اس کو اپنے یہاں قیام سے روک سکتا ہے، ملاقات و زیارت سے نہیں۔

الا ان يخاف عليها الفساد، فله منعهم من ذلك ايضاً. (شای ۱/۲۴۴)  
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۸ شوال ۱۳۱۵ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

جس شادی میں رسومات ہو اس میں علما کی شرکت

(سوال): کسی صاحب اجازت بزرگ کا کسی تقریب شادی میں شرکت کرنا مناسب ہے؟ جب کہ حقیقت صورت یہ ہے وہاں معاشرہ میں ہر مذہب والوں کی شادی ہال میں اس طرح کہ سامنے اسٹیج پر لڑکی اور سہیلیاں اس حال میں ہوتیں ہیں کہ ان کے چہرے پر ہزاروں پاؤں کے ققمے روشن ہوتے ہیں، اور وہ پوری طرح بے پردہ ہوتی ہیں، اور سامنے کرسیوں پر نامحرموں کا ہجوم ہوتا ہے، اول صف میں سامنے والی کرسی

پر مذکورہ شخص کا تشریف رکھنا جب کہ ان کے پیچھے کی تعداد میں کتنے مرید بھی ہوتے ہیں کہاں تک درست ہے؟ شریعت مطہرہ میں یہ عمل کیسا ہے؟ اسلامی معاشرہ اگر اس طرح بگڑ رہا ہو تو کونسی صورت کس طرح اپنائی جائے کہ معاشرہ میں سدھار ہو سکے اور ان کی ذات و شخص پر بھی کوئی فرق نہ آئے؟ اس طرح کی تقریبات میں نکاح پڑھنا، لڑکے کو سونے کی انگوٹھی پہنانا کیسا ہے؟ اسی طرح کھانا وغیرہ بوضاحت تحریر فرمادیں۔ اگرچہ یہ سوال قدرے تفصیل طلب ہے تاہم کافی ہے، کرم ہوگا۔ (مذکورہ مثال میں کوئی خاص شخص مراد نہیں ہے؛ چوں کہ ایک خاکہ سامنے ہے اس لیے صراحت لکھنا پڑا)۔

(الجواب) : حامداً ومصلياً ومسلماً

ایسی شادی میں شرکت نہیں کرنا چاہیے، دعوت بھی قبول نہ کی جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ ۹۹/۵)

علماء کے ذمہ اپنی حیثیت کے مطابق نہی عن المنکر لازم ہے، اس کا ترک کرنا

گناہ ہے۔ (ایضاً ۱۱۳/۵)

مردوں کے لیے سونے کا زیور حرام ہے، سونے کی انگوٹھی کا استعمال مرد کے لیے جائز نہیں۔ جس چیز کا پہننا جائز نہیں، اس کا پہننا بھی جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۹/شوال ۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

نکاح سے قبل شوہر کی طرف سے ہدیہ بھیج سکتے ہیں؟

(سوال ۱) : نکاح سے قبل شوہر (ہونے والا) یا شوہر کے گھر والوں کی طرف

سے شرعاً کپڑے وغیرہ دلہن کے پاس ہدیہ میں بھیج سکتے ہیں یا نہیں؟

② دیہاتوں میں بعض جگہ شوہر کے ولی کی طرف سے نکاحی کپڑا دیا جاتا ہے، نکاح سے قبل ہونے والی دلہن اسے پہنتی ہے پھر اسی کپڑے پر اس سے نکاح کی اجازت طلب کی جاتی ہے کیا یہ شرعاً درست ہے؟ ہمارے یہاں ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس نکاحی کپڑے پر نکاح کی اجازت طلب کرنا بدعت ہے؛ کیوں کہ نکاح سے قبل تک نامحرم ہے۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

① ② دولہا والوں کی طرف سے دولہن کو کپڑے وغیرہ کچھ دینا یا دولہن والوں کی طرف سے دولہا کو کچھ دینا فی نفسہ مباح اور جائز ہے، اس میں کوئی بات ناجائز نہیں؛ لیکن درحقیقت یہ شہرت اور ریاکاری کے لیے دیا جاتا ہے، کہ اگر نہیں دیں گے تو برادری والے لعن طعن کریں گے، نیز اس کو ایسا لازم سمجھا جاتا ہے کہ اگر وسعت نہ ہو تب بھی قرضہ لے کر اور بسا اوقات سودی قرضہ لے کر دیا جاتا ہے، تو جس شی کو شریعت نے ضروری قرار نہ دیا ہو اس کو اتنا ضروری قرار دینا، اور اس کے لیے قرضہ لینا یا سود دینا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ پس عوارض مذکورہ کی بنا پر اس سے اجتناب لازم ہے، اور جہاں یہ عوارض نہ ہوں وہاں کوئی مضائقہ نہیں۔ تاریخ الخمیس ۲۶۴ میں اس کا ذکر ہے۔  
(فتاویٰ محمودیہ ۷/۳۸۷ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔)

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۲/۱۲ والقعدة الحرام ۱۵ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## خطبہ نکاح اور چند رسومات

**سوال (الف):** خطبہ نکاح کے وقت دو لمبے کارخ قبلہ کی طرف کرنا شرعاً کیسا ہے اور سنت رسول کیا ہے؟

(ب) خطبہ نکاح کھڑا ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر سنت رسول یا طریقہ اسلاف کیا ہے؟  
(ج) نکاح پڑھانے سے قبل نکاح خوانی یا قاضی دو لمبے کے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی پہناتے ہیں اور کندھے پر ایک رنگین رومال ڈالتے ہیں، اور یہی چیز نکاح کے وقت بہت ہی اہم کہی جاتی ہے، کیا اس کے بغیر نکاح درست نہیں ہے جب کہ کتابوں میں صرف خطبہ نکاح کا ہی ذکر ہے؟ یہ شرعاً کیا ہے اور یہ کب سے رائج ہے؟

(د) خطبہ نکاح کے بعد سلام کرنا وہ بھی کھڑے ہو کر کیسا ہے، قرآنِ ثلاثہ میں اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اگر کھڑے ہو کر دو لمبے کا سلام کرنا درست ہے تو اس کا کیا مقصد ہے اور اس کی دلیل کیا ہوگی؟ اور اگر بدعت یا مکروہ ہے تو اس کی وجہ کیا ہوگی؟ ویسے ہمارے مطالعہ کے حساب سے احادیث و فقہی کتب خاموش ہیں، اسے سمجھا کر مدلل جواب دیں؛ تاکہ غلط طریقہ اختیار کرنے والوں کو اس فتوے کے حوالے سے روکا جاسکے۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

(الف) نکاح ایک عقد ہے جو تمام عقود کی طرح ایجاب و قبول سے وجود میں آتا ہے، اس کے لیے خطبہ تو مسنون ہے؛ لیکن بوقتِ خطبہ دو لمبا کارخ قبلہ کی طرف ہونا کسی کتاب حدیث و فقہ میں مذکور نہیں۔

(ب) نکاح کا خطبہ پڑھنا شرط یا رکن نہیں؛ بلکہ مندوب ہے۔

وندب اعلانه و تقدیم خطبة وكونه في مسجد يوم الجمعة. (درمختار)  
 بعضے حضرات کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں، بعضے بیٹھ کر۔ کھڑے ہو کر پڑھنے میں  
 اعلان کی صورت بھی ہے جو کہ مندوب ہے، عفت ربيع وغیرہ میں بھی پڑھتے ہیں، اور  
 عادةً یہ چیزیں بیٹھ کر ہوتی ہیں، ان کے لیے مستقل قیام نہیں ہوتا، یہی حال خطبہ  
 نکاح کا بھی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۵۲/۱)

(ج) یہ سب رسم اور فضول حرکت ہے، شرعاً اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، جہاں  
 رائج ہو وہاں تحقیق کیجیے کہ کب سے رائج ہے؟ اس لیے کہ ہمارے یہاں بجمہ اللہ نہیں  
 ہے۔ بہشتی زیور وغیرہ کتب میں جہاں شادی بیاہ کی رسموں کا بیان ہے اس میں بھی  
 اس رسم کا تذکرہ نہیں ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے علاقہ میں رائج ہوگی۔  
 (د) اس سلام کا بھی شریعت میں ثبوت نہیں؛ لہذا رسم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۳۱۶/۳)  
 فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۱۲/۱۲ و القعدة الحرام ۱۵۱۵ھ  
 الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

## باب حرمة المصاهرة

خسر کی ناپاک نظر سے بچاؤ کی خاطر الگ مکان میں رہنا  
**سوال** : خدا مجھے معاف کرے، کسی کا عیب کھولنے کا مجھے حق نہیں؛ مگر کہنا  
 ضروری ہے، میرے سر کی نگاہ میں میں نے نوٹ کیا ہے، پاکی نہیں ہے، میں بفضلہ  
 تعالیٰ بیچ پائی، کیا اس پوائنٹ کے سہارے میں ان سے الگ ہو سکتی ہوں یا پھر

ضروری ہے الگ ہونا؟ میں ایک INLAND LETTER ساتھ روانہ کر رہی ہوں، جلد از جلد مجھے جواب مرحمت فرمائیں، مجھے قدم اٹھانا ہے، اگر جواب میں دیری ہوئی تو میں بڑی پریشانی میں گھر جاؤں گی۔ خدا حافظ

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

یہی ہے آپ کو شرعاً حق پہنچتا ہے کہ آپ اپنے شوہر کے ساتھ ایسے الگ مکان یا روم میں رہنے کا مطالبہ کریں، جس میں شوہر کے ماں باپ بھائی بہن وغیرہ نہ ہوں، سسر نے خدا نخواستہ آپ کے جسم کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگا دیا (بشرطیکہ درمیان میں کوئی کپڑا حائل نہ ہو) یا بوسہ وغیرہ لے لیا، تو آپ اپنے شوہر کے لیے حرام ہو جائیں گی، اس لیے اگر آپ کو سسر کی طرف سے اندیشہ ہے تو خوب بچ کر رہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۹/ شوال المکرم ۱۴۰۹ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

بہو کو چھونے سے حرمتِ مصاہرت

سوال: زید نے اپنے بیٹے عمرو کی بیوی فاطمہ کو آج سے پندرہ سال پہلے زنا کی نیت سے پکڑا تھا، اور صرف ہاتھ کو پکڑا تھا کہ فاطمہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگ نکلی، اور زید کو زنا پر قدرت نہ دی، اب کسی نے عمرو سے کہہ دیا کہ تیری بیوی فاطمہ تیرے لیے حرام ہو گئی ہے؛ جب کہ عمرو کو فاطمہ کے بطن سے ۳۳ بچے ہو چکے ہیں، اور چوتھا حمل بھی ہے، اب اس حال میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ واقع میں عمرو کے لیے اس کی بیوی فاطمہ (زید کی اس حرکت سے) حرام ہو گئی یا حلال ہی ہے؟ حرام اگر ہو گئی ہو تو جدائی

کس طرح ہو؟ اور اگر جدائی کرادی جائے تو ان بچوں کی پرورش کا ذمہ دار کون؟ اور یہ بچے حرام کے کہلائیں گے یا حلال؟ نیز عمر و اپنے والد کے ساتھ کیسا برتاؤ رکھے؟ جواب جلد دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

زید نے اگر اپنے بیٹے عمر و کی بیوی فاطمہ کا ہاتھ بلا حائل کے شہوت کے ساتھ پکڑا ہے، اور عمر و اس واقعہ کی تصدیق کرتا ہے تو عمر و کے لیے فاطمہ کو اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں؛ بلکہ اس سے متارکت ضروری ہے، کیوں کہ مصاہرت کی وجہ سے اس پر حرام ہوگی (یہ حرمت بلا انزال ثابت ہو جاتی ہے)۔

وحرم أيضاً بالصهرية أصل مزنيته وأصل ممسوته بشهوة وفروعهن الخ (تنوير الابصار) وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن يصدقها، ويقع في أكبر رأيه صدقها، وعلى هذا ينبغي أن يقال في مسه إياها لا تحرم على أبيه وابنه إلا أن يصدقاه، أو يغلب على ظنهما صدقه. (شامی ۲/۳۰۴)

فلو أنزل مع مس أو نظر فلا حرمة به يفتي. (در مختار) (قوله فلا حرمة) لأنه بالإنزال تبين أنه غير مفض إلى الوطء الخ. (شامی ۲/۳۰۵، ۳۰۴)

فاطمہ شہوتِ حرمت کے بعد بھی دوسرے مرد سے نکاح نہیں کر سکتی، جب تک کہ قاضی دونوں میں تفریق نہ کر دے یا شوہر متارکت نہ کرے، متارکت کی صورت یہ ہے کہ شوہر زبان سے کہہ دے کہ میں نے چھوڑ دی، اس کے بعد عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، متارکت سے پہلے جو اولاد ہوئی وہ حلال ہے، اور ان کا نسب عمر و سے ہی ثابت ہوگا، اور عمر و بحیثیت باپ کے اپنے بچوں کی پرورش کا ذمہ دار ہے۔



وبجرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لايجل لها الزوج بآخر إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة، والوطئ بها لا يكون زنا. (درمختار) (قوله) إلا بعد المتاركة) أي وإن مضى عليها سنون، كما في البزازیة، وعبارة الحاوي إلا بعد تفريق القاضی أو بعد المتاركة اه (قوله والوطء بها الخ) أي الوطئ الكائن في هذه الحرمة قبل التفريق والمتاركة لا يكون زناً قال في الحاوی: والوطئ فيها لا يكون زناً لأنه مختلف فيه وعليه مهر المثل بوطئها بعد الحرمة، ولاحد عليه ويثبت النسب اه (شامی ۲/ ۳۰۷)

باپ کے گناہ کا مرتکب ہونے کی وجہ سے بیٹے کے لیے باپ کی نافرمانی کی اجازت نہیں ہو جاتی، عمر واپنے باپ کے ساتھ بدستور حسن سلوک و اطاعت سے رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۷/ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۹ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## بہو کی پشت پر ہاتھ رکھنے سے حرمت مصاہرت

سوال: ایک / ۶۵ سالہ شخص نے اپنے حقیقی لڑکے کی بیوی (بہو) کی پشت پر ہاتھ رکھا، اور ہاتھ ہٹالینے کے بعد اس نے اپنی بہو کو ناجائز تعلقات پر آمادہ کرنا چاہا، نہ اس نے بوسہ لیا اور نہ ہی سینہ پر ہاتھ رکھا، یہ بات سن کر بہو زار و قطار رونے لگی، اپنی بہو کا رونادیکھ کر وہ شخص ہٹ گیا، اب دریافت یہ کرنا ہے کہ بیوی اپنے شوہر کے لیے جائز رہی یا ناجائز؟ اگر ناجائز اور حرام ہوگئی تو جواز کی کوئی صورت ہو تو وہ بھی تحریر فرمائیں۔

تنقیح:

آپ کے سوال میں چند امور وضاحت طلب ہیں، اس کی وضاحت کے بعد جواب دیا جائے گا۔

① جس وقت بہو کی پشت پر ہاتھ رکھا اس وقت پشت پر کپڑا تھا یا نہیں؟

② اگر تھا تو کپڑے کے باوجود خسر کو حرارت کا احساس ہوا یا نہیں ہے؟

③ شہوت کے ساتھ ہاتھ رکھا تھا یا نہیں؟

④ بیٹا (یعنی اس عورت کا شوہر) ان باتوں کی تصدیق کرتا ہے یا نہیں؟

کتبہ العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۲۳ / رجب المرجب ۱۴۱۲ھ

جواب تنقیح:

تحریریں کہ آپ کی خدمت میں ایک استفتاء ارسال کیا گیا تھا، آپ نے چند امور کی وضاحت طلب کی ہے جو بقدر معلومات تفصیل ذیل ہے:

① جس وقت خسر نے اپنی بہو کی پشت پر ہاتھ رکھا، بہو مکمل پردہ میں تھی، اس کے بدن پر قمیص اور ساڑھی تھی۔

② آپ نے معلوم کیا ہے کپڑے کے باوجود خسر کو حرارت ہوئی یا نہیں؟ یہ تو خسر جان سکتا ہے، ان باتوں کو دوسرا کیسے جان سکتا ہے؟ اگر خسر سے پوچھا جائے تو وہ انکار کر سکتا ہے، خسر تو ویسے بھی اس واقعہ کی تکذیب کرتا ہے۔

③ تیسری بات آپ نے معلوم کی ہے شہوت کے ساتھ ہاتھ رکھا تھا یا نہیں؟ اس کی بھی تحقیق نہیں ہے، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ جس وقت یہ واقعہ پیش آیا، اس سے تقریباً تین سال پہلے سے بیوی کو کچھ کہنا یا جنسی ضرورت کی تکمیل کرنا بند ہے، اس سے

اس کے شیخوخت کا اندازہ ہوتا ہے۔

۴) آپ نے چوتھی بات یہ معلوم کی ہے کہ اس کا شوہر اس کی تصدیق کرتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ اس کا شوہر دوسری جگہ رہتا تھا، اس واقعہ کے بعد عورت نے آدمی بھیج کر اپنے شوہر کو بلوایا اور اپنے شوہر سے واقعہ مذکور بیان کیا، اس واقعہ کے بعد شوہر کو علم ہوا۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

جس وقت خسر نے بہو کی پشت پر ہاتھ رکھا، اگر درمیان میں حائل کپڑا ایسا موٹا تھا کہ جو جسم کی حرارت محسوس ہونے نہیں دیتا، تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی ہے، اور اگر ایسا موٹا نہیں تھا؛ بلکہ اس نوع کا تھا کہ اس کے باوجود جسم کی حرارت محسوس ہوتی ہے، اور بوقت مس جانین میں سے کسی ایک کو شہوت پیدا ہوگئی تھی، اور شوہر اس واقعہ کی تصدیق کرتا ہے تو حرمت مصاہرت ثابت ہوگی۔ بوڑھے آدمی کے حق میں حد شہوت یہ ہے کہ قلب میں حرکتِ مشوشہ پیدا ہو جائے، اگر پہلے سے حرکت ہو تو زیادہ ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۳۰ / رجب المرجب ۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ غنی عنہ

اپنی بیٹی سے زنا

سوال: زید نے شادی ہندہ سے کی، تقریباً دس ماہ کا عرصہ گزر رہا ہے، اب زید کو معلوم ہوا کہ ہندہ کا باپ عمر ہندہ سے ناجائز تعلق، یعنی زنا کرتا ہے، زید نے ہندہ

سے معلوم کیا تو ہندہ نے انکار کیا، کہا کہ ایسا کوئی معاملہ نہیں ہے، پھر بعد میں زید نے اپنی بیوی ہندہ سے اصرار کر کے پوچھا تو ہندہ نے اقرار کیا کہ ہاں! شادی سے قبل ہی سے ہمارے باپ عمر کا ایسا تعلق ہے، یعنی زنا کرتا ہے، میں راضی نہیں ہوں، زبردستی زنا کرتا ہے۔

اب معلوم یہ کرنا ہے کہ زید کا نکاح ہندہ سے ہوا کہ نہیں؟ اور اگر اولاد پیدا ہو تو وہ حرامی کہلائیگی کہ نہیں؟ اور اگر زید اپنی بیوی ہندہ کو میکہ نہ جانے دے اور اپنے خسر عمر کو اپنے گھر نہ آنے دے تو شریعت سے اس کا کیا حکم ہے؟ یا آپ کوئی ایسی صورت بتائیں کہ دونوں میاں بیوی آپس میں اچھی طرح زندگی گزاریں۔

(الجواب): حامداً ومصلياً ومسلماً

زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ درست ہو گیا، اور نکاح ہونے کے چھ ماہ بعد جو اولاد ہوئی یا ہوگی وہ بھی ثابت النسب کہلائے گی؛ البتہ عمر کا اپنی ہی بیٹی کے ساتھ زنا میں ملوث ہونا، اور اب تک اس پر اصرار یہ نہایت گھناؤنی اور بے حد قبیح حرکت ہے، زنا گناہ کبیرہ ہے، اور اپنی بیٹی کے ساتھ یہ حرکت کس درجہ بری ہے اس کا تو اندازہ لگانا مشکل ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

زید کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہرگز ہرگز ہندہ کو میکہ نہ بھیجے، اور اس کے باپ کو اس کے ساتھ اس طرح ملنے کا ہرگز موقع فراہم نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۸ / ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

## ممسوسہ کی بیٹی سے نکاح

**سوال:** زید شادی شدہ ہے، اور اس کے کئی بچے بھی ہیں، زید نے اپنے ایک بھانجہ کو - جو کہ یتیم تھا - اپنے پاس بغرض نگرانی و پرورش کے رکھ لیا تھا، چند برسوں کے بعد زید کا بھانجہ جوان اور شادی کے لائق ہو گیا تھا، تو زید نے اپنی لڑکی سے اپنے بھانجہ کی شادی کر دی، اور اپنا داماد بنا لیا، شادی کے بعد چند عورتوں اور کچھ مردوں کی زبانی - جو کہ سبھی لوگ زید کے رشتہ دار ہی ہیں - یہ معلوم ہوا کہ زید کی لڑکی اور اس کے بھانجہ کا نکاح جائز و درست نہیں ہوا؛ کیوں کی زید کی بیوی ہندہ اور اس کے بھانجہ کے درمیان قبل سے ہی ناجائز تعلقات قائم تھے، اس کے چشم دید گواہان میں سے ایک گواہ محمد تاج الدین کی بیوی کا بیان ہے، کہ: ہم جب ایک بار اپنے بچے کو تلاش کرتے ہوئے ہندہ کے گھر گئے، تو جب دروازہ تھوڑا سا کھول کر اندر جھانک کر دیکھا کہ گھر کے اندر ہمارا بچہ چھپا ہوا تو نہیں ہے، یہ واقعہ آٹھ بجے دن کا ہے کہ گھر کے اندر صندوق کی بغل میں زید کی بیوی ہندہ اور اس کا بھار دونوں آپس میں لپٹے ہوئے بیٹھے تھے، یہ دیکھتے ہی فوراً تاج الدین کی بیوی گھر کے بغل میں آ کر حیدر علی کی بیوی کے سامنے بولنے لگی کہ ابھی ابھی ہم نے زید کے گھر کے اندر ایک سینما دیکھی ہے، جس سے کہ ہمارا دل دھڑک رہا ہے کہ یہ کیا ہم نے دیکھ لیا، جاؤ تم بھی جا کر دیکھ لو، یہ سن کر جب وہ عورت زید کے گھر آئی تو دیکھا کہ زید کی بیوی ہندہ کپڑا دھونے بیٹھ گئی تھی، اور زید کا بھانجہ غسل کرنے جا رہا تھا، اس کے بعد کا پھر یہ واقعہ کہ ایک ہی کمرہ کے اندر یکجائی و تنہائی میں ہندہ اور زید کا بھانجہ ساتھ میں ایک ہی لحاف کے اندر سوائے ہوئے دیکھے گئے، سخت ضرورت

پڑ جانے کی وجہ سے مختلف دن و موقعوں پر یہ تینوں اشخاص چشم دید گواہان زید کی تلاش میں اس کے گھر گئے تھے تو دیکھا تھا، ان گواہان کے نام یہ ہیں: یونس ٹیلر ماسٹر، محمد یسین، محمد الفت حسین۔ الفت حسین زید کے یہاں ہی رہتا تھا، اور بنگلہ پر تانا بنتا تھا، یعنی اس کا کارگیر ہے، زید جب کپھیا رچلا گیا تھا، تو اس کا بچہ بہت زیادہ رو رہا تھا، تو اسی وقت یہ دیکھنے گیا تھا کہ گھر میں آخر بچہ اتنا کیوں رو رہا ہے؟ جب گھر کے اندر گیا تو دیکھا تھا کہ دونوں، یعنی ہندہ اور اس کے بھانجہ ایک ہی ساتھ سوئے ہوئے ہیں، اب ان تمام باتوں کے پیش نظر جواب طلب امر یہ ہے کہ صورتِ مسئلہ مذکورہ کے مطابق زید کی لڑکی کا نکاح اس کے بھانجہ کے ساتھ جائز و درست ہو یا نہیں؟ بحوالہ کتب شرعیہ جواب دیا جائے۔

نوٹ: چشم دید گواہوں کے بیان کے وقت جو حضرات موجود تھے، ان کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں: محمد ذوالفقار صاحب، محمد احسان صاحب، محمد شمس الضحیٰ صاحب، محمد ضیاء اللہ صاحب، عبدالسبحان صاحب۔

(الجواب): حامداً ومصلياً ومسلماً

صورتِ مسئلہ میں زید کے بھانجہ محمد افتخار سے دریافت کیا جائے کہ کیا اس نے زید کی بیٹی کے ساتھ اس کا عقد نکاح ہونے سے پہلے زید کی بیوی کے ساتھ ان افعال کا ارتکاب کیا ہے؟ اگر وہ اس کو تسلیم کرتے ہوئے اقرار کر لیتا ہے، تو اس کا نکاح زید کی بیٹی کے ساتھ درست نہیں ہوا۔

قَبْلَ أَمِّ امْرَأَتِهِ فِي أَيِّ مَوْضِعٍ كَانَ عَلَى الصَّحِيحِ جَوْهَرَةَ حُرْمَتِ عَلَيْهِ  
امْرَأَتِهِ مَالِمَ يَظْهَرُ عَدَمُ الشَّهْوَةِ وَلَوْ عَلَى الْفَمِّ، كَمَا فَهَمَهُ فِي الذَّخِيرَةِ، وَفِي

المس لا تحرم ما لم تعلم الشهوة؛ لأن الأصل في التقبيل الشهوة، بخلاف المس والمعانقة كالتقبيل. (درمختار) (قوله قبل ام امرأته الخ) قال في الذخيرة: وإذا قبلها أو لمسها أو نظر إلى فرجها، ثم قال لم يكن عن شهوة، ذكر الصدر الشهيد انه في القبلة يفتى بالحرمة ما لم يتبين أنه بلا شهوة، وفي المس والنظر لا؛ إلا أن تبين أنه بشهوة؛ لأن الأصل في التقبيل الشهوة بخلاف المس والنظر وكان الامام ظهير الدين يفتى بالحرمة في القبلة مطلقاً ويقول لا يصدق في انه لم يكن بشهوة (قوله حرمت عليه امرأته الخ) اي يفتى بالحرمة اذا سئل عنها، ولا يصدق اذا ادعى عدم الشهوة الا اذا ظهر عدمها بقريضة الحال. (شامی ۲/۳۰۶)

اور اگر محمد افتخاران افعال کے ارتکاب کا منکر ہے تو محض ان گواہوں کے بیانات کی بنیاد پر عدم صحت نکاح کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا؛ اس لیے کہ اختلاف زمان کی وجہ سے نصاب شہادت مکمل نہیں ہے۔ بدائع الصنائع میں ہے:

ومنها: اتفاق الشهادتين فيما يشترط فيه العدد، فان اختلفا لم تقبل لأن اختلافهما يوجب اختلاف الدعوى والشهادة، ولأن عند اختلاف الشهادتين لم يوجد الا احد شطري الشهادة، ولا يكتفى به فيما يشترط فيه العدد، ثم نقول الاختلاف قد يكون في جنس المشهور به، وقد يكون في قدره، وقد يكون في الزمان، وقد يكون في المكان وغير ذلك. (۲۷۸/۶)

آگے چل کر اختلاف زمان و مکان کی وضاحت فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

واما اختلاف الشهادة في الزمان والمكان فانه ينظران كان ذلك في الاقارير لا يمنع القبول، وان كان في الافاعيل من القتل والقطع والغصب

وانشاء البيع والطلاق والعتاق والنكاح ونحوها يمنع القبول (۶/۲۷۹)  
 بحر الرائق میں ہے: واذا اختلف الشاهدان في المكان او الزمان في  
 البيع و الشراء والطلاق والعتق والوكالة والوصية والرهن والدين والقرض  
 والبراءة والكفالة والحوالة والقذف تقبل، وان اختلفا في الجنائية  
 والغصب والقتل والنكاح لا تقبل، والاصل ان المشهود به اذا كان قولاً  
 كالبيع ونحوه، فاختلف الشاهدين فيه في الزمان او المكان لا يمنع قبول  
 الشهادة؛ لان القول مما يعاد ويكرر، وان كان المشهود به فعلاً كالغصب  
 ونحوه، او قولاً؛ لكن الفعل شرط صحته كالنكاح فانه قول، وحضور  
 الشاهدين فعل وهو شرط، فاختلفا في الزمان او المكان يمنع القبول؛  
 لان الفعل في زمان او مكان غير الفعل في زمان او مكان آخر فاختلف  
 المشهود به (۷/۱۱۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۵ھ

## اغلام بازی کی اولاد کا آپس میں نکاح جائز ہے

**سوال:** زید اور خالد نے باہم لواطت و اغلام بازی کی، اور اب دونوں میں سے ایک کی لڑکی مثلاً زید کی لڑکی کا نکاح خالد کے لڑکے ساتھ صحیح اور جائز ہے یا نہیں؟ حرمت مصاہرت لازم آئے گی یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

صورت مسئلہ میں زید و خالد جنہوں نے آپس میں اغلام بازی کا ارتکاب کیا ہے، ان میں سے ایک کی لڑکی کا نکاح دوسرے کے لڑکے کے ساتھ درست ہے۔



فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۶ / رجب المرجب ۱۴۱۲ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

سالی کے ساتھ زنا سے نکاح، اولاد، نسب اور میراث کا حکم

**سوال:** (الف) زید نے اپنی منکوحہ بیوی کے رہتے ہوئے اپنی سگی سالی سے بھی ناجائز تعلق قائم کر لیا تو کیا زید ایسی صورت میں اپنی منکوحہ سے ازدواجی رشتہ قائم کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور کیا منکوحہ نکاح میں باقی رہے گی یا نہیں؟

**ب)** اپنی منکوحہ اور سگی سالی دونوں سے جسمانی رشتے قائم تھے، اسی دوران منکوحہ کے یہاں ولادت ہوئی تو اس اولاد کو شریعت میں کیا کہیں گے؟  
**ج)** از روئے شریعت اس اولاد کو باپ دادا کی ملکیت میں حصہ ملے گا یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

(الف) بیوی کی بہن سے زنا کرنے سے اصل بیوی حرام نہیں ہوتی، اس کا

نکاح بحالہ باقی ہے ہاں! زانی کو گناہ شدید ہوگا۔ (امداد الاحکام ۲/۳۸۰)

حضرت مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ صاحب فرماتے ہیں ”حقیقی سالی کے ساتھ زنا کرنے سے بیوی نکاح سے خارج نہیں ہوتی، زنا کا گناہ دونوں (زانی و مزنیہ) کے اوپر رہا؛ لیکن میاں بیوی کا نکاح باقی ہے۔ فی الخلاصة وطی أخت امرأته لا تحرم عليه امرأته (درمختار) (کفایت الفتی ۵/۱۹، ۳۳۲)

(ب) وہ اولاد شرعاً ثابت النسب ہے۔

(ج) جی ہاں! فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاؤہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۵ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۸ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ الجواب صحیح: عبدالقیوم راجکوٹی

## سالی کے ساتھ زنا کرنے سے بیوی حرام نہیں ہوتی

**سوال:** ذاکر کی شادی تقریباً سولہ سال پہلے ہوئی، شادی کے بعد رسم چوتھی میں جب ذاکر اپنے سسرال گیا، اس دوران راضی بخوشی ذاکر نے اپنی بیوی کی بڑی بہن سے زنا کیا، اس کے بعد قریب چار سال بعد ذاکر نے اپنی بیوی کی چھوٹی بہن سے زنا کیا، یہ دونوں غلطی بخوشی صادر ہوئیں۔ اب ذاکر اپنی بیوی کے ساتھ خوش و خرم ہے، اور دونوں بہنیں اپنے اپنے گھر خوش و خرم ہیں؛ مگر مسئلہ یہ درپیش ہے کہ ذاکر اپنی بیوی کے ساتھ حلال طریقہ سے زندگی بسر کر رہا ہے یا حرام طریقہ سے؟ اگر ذاکر کی زندگی حرام طریقہ سے گذر رہی ہے تو حلال طریقہ سے زندگی بسر کرنے کے لیے اب کیا کرنا ہوگا، جب کہ میاں بیوی میں حد سے زیادہ محبت ہے۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

ذاکر کا اپنی بیوی کی بڑی اور چھوٹی بہن کے ساتھ زنا کرنا بڑی شنیع حرکت اور کبیرہ گناہ ہے، اس کو چاہیے کہ اس سے سچی اور پکی توبہ اور استغفار کرے؛ البتہ اس کے اس فعل شنیع اور گناہ کبیرہ کے باوجود اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوئی؛ بلکہ وہ بدستور اس کے نکاح میں ہے اور حلال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: احمد عفی عنہ خانپوری، ۹ رذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## بوسہ سے حرمت مصاہرت کا ثبوت

**سوال:** ایک شخص نے اجنبی عورت کو شہوت سے بوسہ لیا اور بدن سے بدن کا مس کیا؛ مگر فرج سے کوئی استمتاع نہیں کیا اور نہ ظاہری فرج اور نہ داخلی پر نظر کی، اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہوگی؟ اب مذکورہ عورت کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے تو کر سکتا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

صورت مسئلہ میں عورت کا بوسہ لینے کی وجہ سے حرمت مصاہرت ثابت ہو چکی ہے؛ اس لیے اس عورت کی لڑکی سے اس کا نکاح حلال نہیں۔ (در مختار مع الشامی ۳۰۶/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

أماہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## بھابھی کے مخصوص اعضاء کو چھونے سے حرمت مصاہرت

**سوال:** زید نے شہوت کے ساتھ اپنی بھابھی کے مخصوص اعضاء کو چھویا اور مخصوص اعضاء کو دیکھا بھی لیکن انزال نہیں ہوا تو کیا اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہوگی؟ نیز زید اپنی لڑکی کا نکاح اس بھابھی کے لڑکے سے کرنا چاہتا ہے تو کیا یہ نکاح صحیح ہوگا یا نہیں اور گناہ کبیرہ سے توبہ بھی کر لی ہے

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

جی ہاں! صورت مسئلہ میں حرمت مصاہرت ثابت ہوگئی اور اس کے نتیجہ میں

زید کے اصول و فروع اس کی بھابھی پر اور بھابھی کے اصول و فروع زید پر حرام ہو گئے البتہ زید اپنی لڑکی کا نکاح بھابھی کے لڑکے سے کرا سکتا ہے مذکورہ بالا حرمت مصاہرت کی وجہ سے اس نکاح پر کوئی زد نہیں پڑے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

آلاءہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## خسر کے زنا کرنے سے حرمتِ مصاہرت

**سوال:** میری بہن کے سنسار میں چند دنوں پہلے بہت ہی بری طرح طوفان آیا، اور وہ طوفان میں اس بدنصیب کا سنسار تہس نہس ہو کر رہ گیا۔ واقعہ یوں پیش آیا: رات میں سونے کے وقت اس کے سر نے اس کی ساس کو نیند کی گولی کھلا دی، اور بہت دیر رات اس کے ساتھ (بہو کے ساتھ) وہ برا کام کیا، صبح ہوتے یہ واقعہ اپنی سگی نند سے بیان کیا، ان سب لوگوں کا گزر بس ایک جھوپڑے میں ہوا کرتا تھا: اس لیے اس پوری واردات کی ایک چشم دید گواہ ہے جو اسی کے پڑوس میں رہتی ہے، اور اس کی سسرال سے تعلقات رکھتی ہے، رشتے میں اس کی بھاون جگتی ہے، اس عورت نے اپنے کمرے میں سے جھوپڑے کی کھڑکی ہٹا کر یہ بری واردات کو دیکھا تھا؛ مگر وہ عورت آج ہماری طرف سے کوئی گواہی دینے کو تیار نہیں ہے، یہی بات کو لے کر میری بہن کی پھوپھی ساس نے فتویٰ دیا کہ: اب یہ لڑکی میرے بھائی کے بچے (شوہر) کے سامنے بھی نہیں آسکتی، تو اس نے بہن کو اس سے بڑی اس کی بہن کے وہاں پہنچا دیا، بہن کے پاس پہنچنے کے بعد چھوٹی بہن نے بڑی بہن کو پورا واقعہ بیان کیا، بڑی

بہن زیادہ پڑھی لکھی نہ ہونے کی وجہ سے اس کی پھوپھی ساس نے جب دوسرا فتویٰ دیا تو بہن کو اس کی پھوپھی ساس واپس لینے آئی، تو اس کے سسرال واپس بھیج دیا۔ یہ ساری باتوں کا چرچا ہوا تو میرے ماموں زاد بھائی نے بہن کو کہہ کر چھوٹی بہن کو واپس بلا لیا اور اسے وطن بھیج دیا، اب آپ برائے کرم یہ معلومات دیں کہ:

① میں میری بہن کو واپس اس کے سسرال بھیج دوں؟

② کیا وہ اپنے شوہر کے نکاح میں ہے؟

③ اگر نہیں تو آگے کی کیا کارروائی ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

① تا ③ آپ کی بہن کا شوہر اگر اس واقعہ کی تصدیق کرتا ہے تو وہ اپنے شوہر پر حرام ہو جائے گی؛ لیکن اس کے باوجود نکاح نہیں ٹوٹے گا؛ بلکہ ضروری ہے کہ شوہر زبان سے طلاق یا چھوڑنے کے الفاظ کہے، اس کے بعد عدت گزار کر وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔ اور اگر آپ کی بہن کا شوہر اس واقعہ کا انکار کرتا ہے تو محض آپ کی بہن کے کہنے سے یا ایک عورت کی گواہی سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۸، ارشوال ۱۵، ۱۳۱۵ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

بہو سے زنا سے حرمت مصاہرت

سوال: ایک شخص نے شادی کر لی اس کے باپ نے اپنی بہو کے ساتھ ناجائز

فعل کیا تو وہ نکاح ٹوٹ جائے گا؟ اس طریقے سے اگر اس نے بہو کو شہوت کے ساتھ چھویا، کیا ایسی حالت میں بھی نکاح ٹوٹ جائے گا۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

خسر کے اپنی بہو کے ساتھ زنا کرنے سے وہ عورت اپنے شوہر پر حرام ہو جاتی ہے اب شوہر کو چاہیے کہ اس کو طلاق دے دے یا زبان سے یوں کہہ دے کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا اس کے بعد عدت گزار کر دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔ اگر خسر شہوت کے ساتھ بہو کے بدن کو بلا کسی حائل کے چھوئے یا حائل موجود ہے لیکن وہ حرارت سے مانع نہیں ہے تو اس سے بھی وہ عورت اپنے شوہر پر حرام ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۱/ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## باب احکام النسب والمولود

ایک بچے کی ماں ہونے کا نر الاثبوت

**سوال:** مجھ سے ایک غیر مقلد صاحب نے ایک مسئلہ پوچھا کہ دو اجنبی مرد اور عورت کسی سرکاری آفس کے اندر نوکری کرنے گئے اور دو پہر کے وقت جب چھٹی ہوئی تو دونوں آفس سے نکل رہے تھے دروازہ پر دونوں ٹکرا گئے، ایک دوسرے کو دھکا لگ گیا اور ایک دوسرے سے کہنے لگے شرم نہیں آتی کہ دھکا مارتے ہو، مرد نے عورت

سے کہا شرم تو تم کو آنی چاہیے، میں تو ایک بچے کا باپ ہوں، عورت نے کہا میں بھی ایک بچے کی ماں ہوں، مرد نے کہا: کیا علامت ہے آپ کے دعوے پر؟ عورت نے پستان سے دودھ نکال کر دکھایا، پھر مرد سے کہا کہ آپ کے پاس کیا علامت ہے؟ تو مرد کونسی علامت بتلائے گا؟ اور مسئلہ کی کیا صورت ہوگی؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

یہ کوئی شرعی فقہی مسئلہ نہیں ہے؛ نیز یہ ضروری نہیں ہے کہ جس عورت کے پستان سے دودھ نکلے وہ بچے کی ماں ہی ہو، اس کے بغیر بھی عورت کے پستان سے دودھ نکل سکتا ہے؛ بلکہ بعض اوقات مرد کے پستان سے بھی دودھ نکل سکتا ہے۔

یہاں شرعی طور پر جو سوال پیدا ہوتا ہے وہ تو یہ ہے کہ کیا اس طرح عورت کا سرکاری دفتر میں ملازمت کرنا جائز ہے؟ نیز ایک اجنبی مرد کے ساتھ اس بے حیائی اور بے شرمی سے گفتگو کرنا اور اس کے سامنے پستان کھول کر اس میں سے دودھ نکالنا کس حدیث کی رو سے جائز ہے؟۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۴/ شوال ۱۴۱۷ھ

## مسلم عورت کے کافر سے دو بچوں کا حکم

**سوال:** ایک مسلم عورت جو کئی سالوں سے ایک کافر کے ساتھ رہتی ہے (ناجائز

تعلق ہے) اور اس سے دو بچے بھی ہوئے ہیں، اب وہ بچے مسلم کہلائیں گے یا ہندو؟ ان بچوں کا آئندہ مسلمانوں سے رشتہ ہوگا یا نہیں؟ اگر یہ عورت اسی حالت میں اس غیر کے تعلق کے ساتھ مر جائے تو اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفنانے کا کیا حکم ہے؟

اور اس کے ساتھ ہمارا برتاؤ کیا ہونا چاہیے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

وہ بچے جب تک بچے ہیں ماں کے تابع ہیں، اس عورت کا غیر مسلم کے ساتھ اس طرح بیوی کی طرح رہنا گناہ کبیرہ ہے؛ لیکن اس کے باوجود اگر اس نے کسی کفریہ قول یا فعل کا ارتکاب نہیں کیا تو وہ مسلمان ہے؛ لیکن ایسی عورت کے ساتھ معاشرتی تعلقات رکھنا غیرتِ ایمانی کے خلاف ہے، جب تک وہ اپنی اس حرکت سے باز نہ آئے اس کا معاشرتی انقطاع کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

**ثبوتِ نسب کے لیے ڈی، این، اے رپورٹ کا اعتبار نہیں**

**سوال:** زید کا ہندہ سے نکاح ہو گیا، ہندہ کا عمرو سے ناجائز تعلق تھا، ہندہ کو ایک لڑکا پیدا ہوا، اس لڑکے کے متعلق زید اور عمرو میں جھگڑا ہو گیا، زید کہتا ہے کہ ہندہ میری بیوی ہے اور بچہ میرا ہے، عمرو کا دعویٰ ہے کہ بچہ میرا ہے، دس سال سے زید کو اولاد نہیں ہے، اور وہ سعودی میں نوکری کر رہا ہے، اس لیے یہ اولاد میری ہے، اگر آپ کو معلوم کرنا ہے تو D.N.A. کا رپورٹ کر کے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ اولاد کس کی ہے؟ ایسی صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ کیا D.N.A. رپورٹ سے معلوم کر سکتے ہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

صورتِ مسئلہ میں جب کہ ہندہ دس سال سے زید کے نکاح میں ہے اس کو پیدا



ہونے والا بچہ زید ہی کا بیٹا ہے، عمر و کا دعویٰ شرعاً باطل اور ناقابل التفات ہے، حضور اکرم ﷺ کا فیصلہ ہے: "الولد للفراش وللعاهر الحجر۔"

ڈی این اے رپورٹ کی نہ ضرورت ہے، نہ اس کا اعتبار۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
 املاؤہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۰/ ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ

کچھ کھلا کر نکاح کے لیے راضی کرنا اور اس نکاح سے پیدا

شدہ اولاد کا حکم

**سوال:** یہاں باپ نے اپنے لڑکے کا نکاح زبردستی کر لیا حالانکہ لڑکا راضی نہیں تھا، زبردستی اس اعتبار سے کی کہ کسی کے پاس جا کر جھاڑ پھونک لائے اور کھانے میں ملا کر اس کو کھلایا اور لڑکا راضی ہو گیا، حقیقی اعتبار سے تو وہ راضی نہ تھا تو نکاح درست ہو یا نہیں؟ اگر نکاح درست نہیں ہو تو اس کی اولاد کا حکم کیا لگایا جائے گا؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

صورتِ مسئلہ میں نکاح بلاشبہ درست ہے اور اس سے پیدا شدہ اولاد ثابت النسب اور حلالی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

لے پالک لینا جائز ہے

**سوال:** شرع شریفِ متبہتی (لے پالک بیٹا) لینا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

دوسروں کے بچوں کے ساتھ محبت و شفقت میں بیٹے جیسا معاملہ کرنا شرعاً درست ہے، باقی دوسرے کے بچے کو منہ بولا بیٹا بنانے کی وجہ سے شرعاً وہ حقیقی اولاد کے حکم میں نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کے بعد بھی وہ پرایا اور اجنبی ہی کہلائے گا اور رہے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۹/ ذوالقعدة الحرام ۱۴۱۲ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

**متنبہ بنانا درست ہے**

**سوال:** متنبہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

کسی کے بچے کے ساتھ محبت و شفقت کا ایسا معاملہ اور سلوک کرنا جیسا کہ اپنے حقیقی بچے کے ساتھ کیا جاتا ہے جائز اور درست ہے؛ لیکن ایسا کرنے سے وہ اس کا حقیقی بچہ نہیں بن جاتا، اور نہ ہی اس کو وہ تمام احکام لاگو پڑتے ہیں جو حقیقی اولاد کے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

**لے پالک بیٹے کی نسبت**

**سوال:** ایک آدمی اپنی لڑکی کے لڑکے کو لے پالک بنایا (منہ بولا بیٹا بنایا) ہے

تو اس بچے کے نام کے ساتھ لے پا لک بنانے والا اپنا نام جوڑ سکتا ہے یا نہیں جب کہ اس بچے کے حقیقی والد کا نام ہٹا کر لے پا لک بنانے والا اس بچے کے نام ساتھ اپنا نام جوڑتا ہے ایسا کرنا صحیح ہے یا غلط نیز بچے کا نانا یعنی لے پا لک بنانے والے کا سرنیم بیلم ہے اور اس بچے کے والد کا سرنیم کھتری ہے تو اس بچے کی نسبت کو نئے سرنیم کی طرف کرنا جائز ہے آیا والد کا سرنیم کھتری ہے اس کی طرف یا اپنے نانا کے سرنیم بیلم ہے اس کی طرف؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

لے پا لک بنانے والے کے لیے ایسا کرنا حرام ہے اور اس کی حرمت قرآن پاک میں منصوص ہے سرنیم بھی استعمال نہ کیا جائے بچہ کے باپ کا جو سرنیم ہے وہ ہی اس کے ساتھ لگا یا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

أماہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۶/محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: عباس داود بسم اللہ

**نو مسلم کے ساتھ سیٹھ کا نام لگانا**

**سوال:** اگر کوئی غیر مسلم مسلمان ہو گیا اور اب وہ اس کا سیٹھ جو مسلمان ہے، اس کے وہاں ہی رہتا ہے، اس کے بعد سیٹھ نے سوچا کہ لڑکا اچھا ہے، اس کی شادی کروادیں، تو اس نے اس کی شادی کروادی اور شادی کے اندر لڑکے کے نام کے ساتھ اس کے سیٹھ کا نام لگا دیا، جو کہ اس کا باپ نہیں ہے، تو کیا یہ سیٹھ کا نام لگانا جائز ہے؟ اور اگر جائز ہے تو اس سیٹھ کے مال میں وارث ہوگا یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

یہ بات تو ظاہر ہے کہ وہ سیٹھ اس نو مسلم لڑکے کا باپ نہیں ہے، اس لیے اگر اس سیٹھ نے اپنا نام اس نو مسلم لڑکے کے نام کے ساتھ بحیثیت باپ لگایا ہے، تو یہ جائز نہیں ہے۔ ﴿ادعوہم لآبائہم﴾ الخ سیٹھ کے مال میں اس نو مسلم کو میراث نہیں ملے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## خسر کو باپ کہنا

**سوال:** ہمارے یہاں مسجد کے اندر ایک مولانا نے تقریر کی اور اس کے اندر بیان فرما رہے تھے اور بیان تھا حجۃ الوداع کا، اور انھوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے عرفات کے میدان میں فرمایا: اے لوگو! اپنے باپ کے علاوہ کسی کو باپ نہیں کہہ سکتے؛ لیکن ہمارے یہاں اگر کوئی پوچھتا ہے کہ فلاں کون ہے؟ تو ہم کہتے ہیں کہ وہ میرے خسر ہیں، لیکن داماد خود پکارتا ہے تو باپ کہہ کر پکارتا ہے، تو یہ مولانا کے بیان کے مطابق خسر کو باپ کہنا ہوا، تو باپ کہنا کیسا ہے؟ مفتیان کرام حدیث کی روشنی میں مدلل و مفصل جواب دیں اور اسی طرح ماں کے بارے میں بھی بتادیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: لا ترغبوا عن آباءکم، فمن رغب عن أبیہ فهو کفر (بخاری ۱۰۰۱/۲) یعنی اپنے والد کی طرف انتساب سے نفرت نہ کیا کرو، جس شخص نے (صرف فخر و مباہات کے لیے) اپنے والد سے رشتہ

توڑا) اور کسی مشہور شخصیت سے جوڑا) تو یہ بھی ایک کفر کی بات ہے۔ (ترجمان السنہ ۲/۳۶۶)

ایک دوسری حدیث میں ہے: من ادعی الی غیر اُبیہ وهو یعلم أنه غیر اُبیہ فالجنة علیہ حرام. (بخاری ۲/۱۰۱) یعنی جو شخص اپنی نسبت اپنے باپ کے علاوہ کی طرف یہ جانتے ہوئے کرے کہ یہ میرا باپ نہیں ہے، تو ایسے آدمی پر جنت حرام ہے۔

چوں کہ زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ فخر و مباہات کے طور پر اپنی بڑائی جتلانے کے لیے خود کو اپنے باپ کی طرف نسبت کرنے کے بجائے کسی مشہور شخصیت کی طرف منسوب کرتے تھے، اس لیے نبی کریم ﷺ نے اس حرکت پر یہ وعید ارشاد فرمائی، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ ان دونوں حدیثوں کی شرح فرماتے ہوئے ابن ابطال رحمہ اللہ علیہ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں: وإنما المراد به من تحول عن نسبتہ لأبیہ الی غیر اُبیہ عالماً عامداً مختاراً الخ (فتح الباری ۱۲/۵۰) علامہ عثمانی رحمہ اللہ علیہ پہلی حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں: لا ترغبوا عن آباء کم الخ، یقال رغب عن اُبیہ أي ترک الانتساب إلیہ وجحدہ (فتح الملمہ ۱/۲۳۶)

رہا کسی آدمی کا اپنے کسی خاندانی بزرگ کو تعظیم و تکریم کے طور پر مجازاً باپ کہنا، یہ اس میں داخل نہیں ہے؛ بلکہ جائز ہے، قرآن و حدیث میں اس کے نمونے موجود ہیں، حضرت یعقوب علیہ السلام نے بوقتِ وفات جب اپنے بیٹوں سے اقرار لیا کہ تم لوگ میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ تو بیٹوں نے جواب میں عرض کیا: ﴿قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَإِلَهَ آبَائِكَ ابْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ﴾ (البقرة: ۱۳۳)

دیکھئے یہاں آباء میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی شمار کر دیا، حالاں کہ حضرت

اسماعیل رضی اللہ عنہ حضرت یعقوب رضی اللہ عنہ کے باپ نہیں؛ بلکہ چچا ہوتے ہیں۔  
 علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقدم اسمعيل في الذكر على اسحق لكونه أسن منه، وعده من  
 آباء يعقوب مع أنه عمه تغليباً للأكثر على الأقل، أو لأنه شبه العم  
 بالأب لانخراطهما في سلك واحد، وهو الاخوة، فاطلق عليه لفظه،  
 ويؤيده ما أخرجه الشيخان عم الرجل صنوابيه والآية على حد ما  
 أخرجه ابن أبي شيبة وغيره من قوله عليه الصلوة والسلام: إحفظوا  
 في العباس، فإنه بقية آبائي (روح المعاني ۱/ ۳۹۱)

اسی طرح قرآن پاک میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے: ﴿واذ  
 قال ابراهيم لابيه ازر﴾ (الأنعام ۷۴) بہت سے مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ آزر  
 حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا چچا تھا، قرآن پاک میں مجازاً اس کو باپ سے تعبیر کیا گیا ہے۔  
 علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ومنهم من قال: اسم جدہ، ومنهم من قال:  
 اسم عمہ، والعم والجد یسمیان اباً مجازاً (روح المعاني ۷/ ۱۹۴)

حدیث پاک میں غزوہ حنین کے قصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد: ”أنا النبي  
 لا كذب أنا ابن عبدالمطلب“ منقول ہے، اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نسبت  
 اپنے دادا عبدالمطلب کی طرف فرمائی، اس لیے کہ عرب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب  
 کی شہرت آپ کے والد عبد اللہ کے مقابلہ میں زیادہ تھی۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ ”شرح بخاری“ میں فرماتے ہیں: واما انتسابه إلى عبدالمطلب  
 دون أبيه عبدالله فلشهرة عبدالمطلب بين الناس، بخلاف عبدالله

فإنه مات شاباً (عمدة القاري ۱۷/ ۲۹۶)

ایک مرتبہ آیت کریمہ ﴿الذین استجابوا لله والرسول من بعد ما اصابهم القرحة﴾ (آل عمران: ۱۷۳) کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو خطاب فرماتے ہوئے فرمایا کہ: ”کان أبواك منهم الزبير وأبو بكر“ (تمہارے باپ زبیر رضی اللہ عنہ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں) حالاں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کے باپ نہیں؛ بلکہ نانا ہوتے ہیں، لیکن مجازاً ان پر باپ کا اطلاق کیا گیا، علامہ عینی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”واطلق الأب على أبي بكر وهو جده مجازاً“ (عمدة القاري ۱۷/ ۱۶۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۵ / ذوالقعدہ ۱۴۰۹ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## عبدالرسول، عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا

سوال: عبدالرسول، عبدالنبی وغیرہ اسماء، عبد سے غلام مراد لینے کی صورت میں درست ہے یا نہیں؟ ایسے نام رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

جائز نہیں ہے۔

الاستفسار: هل يجوز التسمية بعبدالنبي وعبدالرسول وأمة النبي وأمة الصديق وغير ذلك؟

الاستبشار: لا يجوز كل إسم أضيف فيه لفظ العبد أو الأمة أو

ما يؤدي مؤدما بأي لسان كان إلى غير الله تعالى، صرح به علي القاري في شرح الفقه الأكبر وقد ورد الحديث بالنهي عن ذلك في سنن أبي داؤد وغيره واما أضافته لفظ الغلام إلى غير الله فهو جائز، فيجوز غلام الرسول ولا يجوز عبد الرسول أو بنده رسول أو نحو ذلك (نفع المفتي والسائل ١٢٢) فقط والله تعالى أعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## نومولود کے کان میں نہلا کر اذان کہے

سوال: نوزائیدہ بچہ کو کان میں اذان پیدائش کے فوراً بعد کہی جائے یا بعد غسل؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

نہلا کر۔ (آخری: ہفتی زیور ۶/۱۲) فقط والله تعالى أعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## کسی بچہ کا نام عفان رکھنا

سوال: کسی بچہ کا نام عفان رکھنا کیسا ہے؟ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

عفان نام رکھنا درست ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض کا یہ نام تھا، معنوی اعتبار سے بھی درست ہے۔ فقط والله تعالى أعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۱/ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۱ھ



## مناف نام رکھنا

**سوال:** اسم مناف رکھنا کیسا ہے؟ اگر صحیح نہیں ہے تو کیوں؟ نیز اس کے معنی کیا ہیں؟ اور عبد مناف رکھنے میں کیا فائدہ ہے؟ اور فقط مناف رکھنے کا کیا نقصان ہے؟ مدلل جواب تحریر فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

مناف (بفتح المیم) زمانہ جاہلیت کے ایک بت کا نام ہے، جس کی مشرکین پوجا کرتے تھے، اور اس کی طرف اضافت کرتے ہوئے عبد مناف رکھتے تھے۔ و مناف صنم وبہ سمی عبد مناف (تاج العروس ۶/۲۶۳) اس لیے عبد مناف نام جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

مناف یہ اناف ینیف سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، جس کا معنی نمایاں اور بلند کے آتے ہیں، معنوی اعتبار سے مناف، محمد مناف نام رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خاںپوری، ۲۴ رذوالقعدہ ۱۳۱۳ھ

## باب الرضاعت

### ثبوت رضاعت میں دودھ کی مقدار

**سوال:** رضاعت کے ثبوت کے لیے دودھ کی کتنی مقدار ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

بچہ کے معدہ میں دودھ کا پہنچ جانا ثبوت رضاعت کے لیے کافی ہے، چاہے وہ قلیل مقدار میں ہو۔

ويثبت به وإن قل، إن علم وصوله لجوفه من فمه أو أنفه لا غير  
(در مختار علی هامش الشامية ۲/ ۳۹۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

خشک پستان والی عورت سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی

سوال: ایک عورت شادی شدہ ہے اس کو اخیر میں بچہ کی ولادت ۱۹۷۰ء میں ہوئی، اس وقت اس عورت کی عمر ۳۹/تھی، اس کے بعد ۱۹۸۳ء میں اس نے اپنے شوہر کے پوتے کو مدت رضاعت میں ڈیڑھ سال دودھ پلانے کے لیے اپنے پستان سے اس کو بار بار لگایا، اب وہ مرضہ ۲۰۰۷ء میں ایسا کہتی ہے کہ میں اس بچہ کو اپنا پستان منہ میں دیا کرتی تھی؛ مگر اس وقت میرا دودھ خشک اور بند ہو چکا تھا، اس لیے بچہ اگرچہ میرا پستان منہ میں لیا کرتا تھا؛ مگر میرا دودھ بند اور خشک ہو جانے کی وجہ سے اس نے نہیں پیا ہے۔ مذکورہ صورت میں حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟ اور یہ عورت اس بچہ کی رضاعی ماں شمار ہوگی یا نہیں؟

نوٹ: مذکورہ بچہ کا رشتہ نکاح اس کے نسبی چچا کی لڑکی سے کرنے کی گفتگو جاری ہے؛ لہذا امید ہے کہ زحمت فرما کر حوالہ کتب کے ساتھ جلد از جلد جواب ارسال فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر عورت وہ بات کہہ رہی ہے جو سوال میں نقل کی گئی ہے، یعنی میں اس بچے کو اپنا پستان منہ میں دیا کرتی تھی؛ مگر اس وقت میرا دودھ خشک اور بند ہو چکا تھا، اس لیے بچہ اگرچہ میرا پستان منہ میں لیا کرتا تھا؛ مگر میرا دودھ بند اور خشک ہو جانے کی وجہ سے اس نے یہاں نہیں ہے، تو اس کا قول معتبر ہوگا اور حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔  
احسن الفتاویٰ (۵/ ۱۲۷-۱۲۸) سے ایک سوال جواب نقل کیا جاتا ہے:

سوال: ایک عورت کے دس بارہ سال تک اولاد نہیں ہوئی، اور اس عورت نے ایک بچے کو دودھ پلایا، بعد میں کہتی ہے کہ میرے پستان میں دودھ بالکل نہ تھا، یہاں کے لوگ اختلاف کر رہے ہیں بعض کہتے ہیں کہ اتنی مدت میں دودھ خشک ہو جاتا ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں ہوتا، کیا ایسی صورت میں حرمت رضاعت ثابت ہوگی؟

الجواب ومنه الصدق والصواب: جب دودھ کے وجود پر شاہد نہیں اور عورت خود کہتی ہے کہ دودھ نہیں تھا تو عورت کا قول معتبر ہوگا؛ لہذا حرمت ثابت نہ ہوگی۔

قال في شرح التنوير: فلو التقم الحلمة ولم يدر ادخل اللبن في حلقه أم لا، لا يحرم؛ لأن في المانع شكاً، وفي الشامية عن القنية: امرأة كانت تعطى ثديها صببية واشتهر ذلك بينهم ثم تقول لم يكن في ثدي لبن حين التقمته ثدي ولم يعلم ذلك إلا من جهتها جاز لابنها أن يتزوج بهذه الصبية (رد المحتار ۲/ ۵۰۶) (احسن الفتاویٰ ۵/ ۱۲۸)

ایک اور سوال جواب فتاویٰ محمودیہ سے نقل کیا جا رہا ہے:

سوال: ایک لڑکی کی عمر - جب کہ اس کی والدہ فوت ہوئی - ڈیڑھ سال تھی، اور

اس کی حقیقی نانی جس کی عمر ۵۸ سال تھی، اور آٹھ لڑکی اور ایک لڑکا اس کی عمر میں پیدا ہوا تھا جو موجود تھا، اور اس کی اخیر لڑکی دس سالہ اس وقت تھی، اس نانی نے بنظر پرورش نواسہ خود اپنی چھاتیوں سے اس لڑکی کو لگا یا کہ شاید دودھ اتر آوے؛ مگر دودھ نہ اتر اور اس بچہ کو گائے وغیرہ کا دودھ پلایا، نانی مذکورہ حلفیہ بیان کرتی ہے کہ میرے دودھ نہیں اترتا؛ البتہ چھاتیاں چوستا ضرور رہا، اب اس لڑکے کا نکاح ہمراہ پوتی نانی یعنی لڑکے کے ماموں کی بیٹی سے درست ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مسؤلہ میں حرمت رضاعت شرعاً ثابت نہ ہوگی۔

في القنية: امرأة كانت تعطي ثديها صببية واشتهر ذلك بينهم، ثم تقول لم تكن في ثديها لبن حين التقتها ثديي، ولا يعلم ذلك الأمر إلا من جهتها جاز، لا بنها ان يتزوج بهذه الصبية بحر ۳ / ۲۲۴ (فتاویٰ محمودیہ ۳ / ۳۵۶، ۳۵۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۳ / صفر المظفر ۱۳۲۸ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## خارج سے دودھ پلانے سے رضاعت

سوال: عمر جب پیدا ہوا تو اس کی والدہ بیمار اور کمزور تھی، دودھ پلانے کے قابل نہیں تھی، اور ادھر عمر کی جان کا خطرہ تھا، تو عمر کی خالہ نے رحم کھا کر جان بچانے کے لیے عمر کو دودھ پلایا؛ خواہ سینہ سے لگا کر یا چمچ وغیرہ سے، تو اس سے رضاعت ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

عمر کی خالہ کے عمر کو مدت رضاعت (یعنی عمر کی عمر کے دو سال کے اندر) میں دودھ

پلانے کی وجہ سے دونوں کے درمیان رضاعت کا رشتہ ثابت ہو گیا، چاہے یہ دودھ سینہ سے لگا کر پلایا گیا ہو یا چمچہ وغیرہ سے؛ بہر صورت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔  
 هو مص من ثدی آدمیة ولو بکرا أو میتة أو آیسة وألحق بالمص الوجور والسعوط فی وقت مخصوص وهو حولان و نصف عنده و حولان فقط عندهما و هو الاصح الخ (در مختار ۱/۴۳۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
 کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری

## ثبوت رضاعت کے بعد تفریق

**سوال:** عمر جب بڑا ہو کر شادی کے قابل ہو تو اس کا رشتہ اس کی خالہ کی لڑکی صالحہ سے ہوا، جو عمر سے عمر میں دو سال چھوٹی ہے اور نکاح بھی ہو گیا؛ لیکن رضاعت کا کسی کو خیال بھی نہ رہا تو ایسی صورت میں کیا کیا جانا چاہیے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اپنی خالہ کا دودھ پینے کی وجہ سے عمر ان کا رضاعی بیٹا بنا، اور خالہ کی لڑکی صالحہ عمر کی رضاعی بہن بنی، اور رضاعی بھائی کا رضاعی بہن سے نکاح درست نہیں ہے، لہذا یہ نکاح قابل فسخ ہے، دونوں کو فوراً علیحدگی اختیار کر لینی چاہیے، شوہر اس کو طلاق دے دے یا زبان سے کہہ دے کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا، اور جس وقت دونوں میں تفریق ہوگی اس وقت سے عدت لازم ہوگی۔

وتجب العدة بعد الوطأ من وقت التفریق أو متاركة الزوج (در مختار)  
 (قوله أو متاركة الزوج) فی البزازیة: المتاركة فی الفاسد بعد الدخول  
 لاتكون الا بالقول كخلیت سبيلك أو تركتك والطلاق فيه متاركة؛

لكن لا ينقض به عدد الطلاق الخ (شامی ۲/ ۳۸۲، ۳۸۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## رضاعی بہن کی اولاد ثابت النسب ہے

**سوال:** عمر اور صالحہ کا نکاح ہوئے کافی سال گذر گئے، اس دوران اولاد ہوئی، ان کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

صورت مسؤلہ میں جو اولاد ہوئی ہے وہ ثابت النسب ہے۔

ويثبت النسب احتياطاً (درمختار) والحاصل انه قبل التفريق يثبت النسب ولو ولدته بعد العقد أو الدخول لأكثر من سنتين (شامی ۲/ ۳۸۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## ایضاً

**سوال:** اگر یہ نکاح حرام تھا تو گناہ کا کیا کفارہ لازم آئے گا؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

چوں کہ یہ نکاح یہ جانتے ہوئے کہ یہ رضاعی بہن ہے نہیں کیا گیا، اس لیے کوئی سزا نہیں ہے؛ البتہ بے احتیاطی ضرور ہوئی، اس پر توبہ واستغفار کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## ایک عورت کے قول سے ثبوت رضاعت

**سوال:** عمر کی رضاعت کے لیے شہادت کے طور پر اس کی دودھ پلانے والی خالہ خود یوں کہتی ہے کہ میں نے اس طرح چمچہ سے دودھ پلایا تھا تو اس کی شہادت کافی ہوگی؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

معاملہ اگر قاضی کے پاس پہنچے اور شوہر رشتہ رضاعت کا انکار کرتا ہے، اور قاضی کے سامنے اکیلی دودھ پلانے والی عورت ہی کی گواہی پیش ہو رہی ہے تو تنہا اس کی شہادت پر قاضی ثبوت رضاعت اور تفریق کا فیصلہ نہیں کرے گا؛ لیکن صورت مسئلہ میں یہ نوعیت نہیں ہے؛ بلکہ یہ ایک خبر ہے، اب اگر عمر اور صالحہ اس خبر کو سچا سمجھ رہے ہیں تو نکاح فاسد ہو جاتا ہے، اور اگر عمر اور صالحہ اس کو غلط اور جھوٹا سمجھتے ہیں تب بھی علیحدگی اختیار کرنا بہتر ہے اور احتیاط بھی اسی میں ہے (بشرطیکہ خبر دینے والی عورت عادل ہو)۔

فی الہندیۃ: تزوج امرأۃ فقلت امرأۃ: ارضعتکما فہو علی أربعۃ أوجہ: إن صدقاھا فسد النکاح ولا مہران لم یدخل، وإن کذباھا وہی عادلة فالتزہ المفارقة، والافضل لہ اعطاء نصف المہر لو لم یدخل (شامی ۱/ ۴۷۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## حقیقی بھائی کی رضاعی بہن کے ساتھ نکاح

**سوال:** اگر کوئی عورت کسی کو دودھ پلائے اور وہ عورت اپنی لڑکی کا اس کے بھائی کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے یا نہیں؟ مثلاً غفران اور سلمان دونوں

بھائی ہیں، اور ایک عورت نفیسہ نے سلمان کو دودھ پلایا، اور نفیسہ نے اپنی بیٹی حامدہ کا نکاح غفران کے ساتھ کر دیا تو صحیح ہوا یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

حامدہ، غفران کے حقیقی بھائی سلمان کی رضاعی بہن ہوتی ہے، اس کا یعنی حامدہ کا نکاح غفران کے ساتھ درست ہے۔

وتحل أخت أخيه رضاعاً، ويصح إتصاليه بالمضاف، كأن يكون له أخ نسبي له أخت رضاعية (در مختار علی هامش الشامی ۲/ ۴۶۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## رضاعی بھائی کی حقیقی بہن سے نکاح

**سوال:** ذوالفقار اور مرتضیٰ دونوں نے اپنی ماں (خانی) کا دودھ پیا، ذوالفقار کا ایک چچا زاد بھائی وسیم ہے، اس نے ذوالفقار کی ماں کا۔ جو اس کی چچی ہے۔ دودھ پیا، وسیم کی بہن یا سمین ہے، یا سمین نے اپنی چچی کا دودھ نہیں پیا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ وسیم۔ جو ذوالفقار کا رضاعی بھائی ہے اس۔ کی بہن یا سمین کا نکاح ذوالفقار سے از روئے شرع ہو سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

صورت مسئلہ میں یا سمین کا نکاح ذوالفقار سے درست ہوگا۔

وتحل أخت أخيه رضاعاً. (در مختار علی هامش الشامی ۲/ ۴۶۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۹/ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ



## رضاعى بھتیجی سے نکاح

**سوال:** میرے بچپن میں ہی میری والدہ کا انتقال ہو گیا تھا، والدہ کے انتقال کے بعد میرے والد صاحب نے میری حقیقی خالہ کے ساتھ نکاح کیا جو تادم تحریر حیات ہیں، میری حقیقی مرحومہ والدہ سے ہم تین بھائی بہن ہیں، میرا ایک لڑکا حافظ عمران ہے، اس کا رشتہ میرے حقیقی بھائی کی لڑکی (یعنی حقیقی بھتیجی) نور جہاں سے طے ہوا ہے، اب یہ بات ہمیں معلوم ہوتی ہے کہ میرے لڑکے حافظ عمران کو میری مذکورہ خالہ (جو حقیقت میں والدہ ہیں) نے دودھ پلایا ہے، تو کیا اس سے رضاعت ثابت ہوگی؟ اور عمران اور نور جہاں کے درمیان نکاح صحیح ہوگا؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

آپ کے بیٹے حافظ عمران کو آپ کی حقیقی خالہ - جو آپ کے والد کے نکاح میں ہیں - نے دودھ پلایا جس کی وجہ سے آپ کی خالہ آپ کے بیٹے حافظ عمران کی رضاعی ماں بنی، اور ان کے شوہر یعنی آپ کے والد حافظ عمران کے رضاعی باپ بنے، اس اعتبار سے آپ کے والد کی وہ اولاد جو آپ کی والدہ کے بطن سے ہیں یعنی آپ تین بھائی بہن، حافظ عمران کے بھائی بہن بنے، گویا آپ نسبی اعتبار سے حافظ عمران کے باپ ہیں اور رضاعی اعتبار سے حافظ عمران کے بھائی ہیں، اور آپ کے حقیقی بھائی جن کی لڑکی نور جہاں سے حافظ عمران کا رشتہ طے ہوا ہے وہ نسبی اعتبار سے حافظ عمران کے چچا ہوتے ہیں، اور رضاعی اعتبار سے حافظ عمران کے بھائی بنتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ ان کی بیٹی نور جہاں جس کے ساتھ حافظ عمران کا رشتہ طے ہوا ہے نسبی اعتبار سے حافظ عمران

کی چچا زاد بہن ہوتی ہے؛ لیکن چوں کہ رضاعی اعتبار سے وہ حافظ عمران کی بھتیجی بنتی ہے، اس لیے حافظ عمران اور نور جہاں کے درمیان نکاح نہیں ہو سکتا۔

ويثبت به وإن قل امومية المرضعة للرضيع و ابوة مرضعة زوج لبنها منه له. (تنوير الابصار على هامش الشامى ۲/ ۴۳۶)

وهذه الحرمة كما تثبت في جانب الأم تثبت في جانب الأب، وهو الفحل الذى نزل اللبن بوطئه، كذا في الظهيرية يحرم على الرضيع ابواه من الرضاع، واصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعا؛ حتى ان المرضعة لو ولدت من هذا الرجل أو غيره قبل هذا الارضاع أو بعده أو ارضعت رضيعا، أو ولد لهذا الرجل من غير هذه المرأة قبل هذا الارضاع أو بعده أو ارضعت امرأة من لبنه رضيعاً فالكل اخوة الرضيع وأخواته واولادهم اولاد اخوته وأخواته وأخ الرجل عمه الخ (عالمگیری ۱/ ۳۴۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اسلام: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۰/ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## رضاعی خالہ سے نکاح

سوال: شگفتہ کو دو لڑکی ہے: ایک رفعت، دوسری فرحت؛ شگفتہ نے اپنی نواسی نکہت کو - جو رفعت کی بیٹی ہے - دودھ پلا دیا، اب اس رفعت کی بیٹی نکہت سے فرحت کے لڑکے کی شادی درست ہے یا نہیں؟ شبہ اس لیے ہو رہا ہے کہ ان دونوں لڑکا لڑکی کے درمیان خالہ زاد بھائی بہن کے ساتھ ساتھ نانی کے دودھ پلانے کی وجہ سے ماموں

بھانجی کا بھی رشتہ قائم ہو گیا، تو کیا اس رشتہ کا اعتبار ہوگا جس کی وجہ سے شادی ان دونوں کے درمیان جائز نہ ہو؟ شرعی مسئلہ کیا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

رفعت کی بیٹی نکہت، فرحت کے بیٹے کی رضاعی خالہ ہوتی ہے؛ اس لیے یہ نکاح درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

أماہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری

## رضاعی خالہ سے نکاح

**سوال:** فاطمہ نامی لڑکی کی دادی نے جو سگی دادی ہے، اس نے فاطمہ کو مدت رضاعت میں دودھ پلایا اور اب یہ فاطمہ لڑکی اپنے پھوپھی زاد بھائی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہے تو کیا یہ فاطمہ نامی لڑکی اپنے سگے پھوپھی زاد بھائی کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب تحریر فرمائیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

فاطمہ نے جب اپنی دادی کا دودھ پیا تو فاطمہ کی پھوپھی (جو اس دادی کی لڑکی ہے) اس کی رضاعی بہن قرار پائی، اور فاطمہ اس کے لڑکے کی رضاعی خالہ بنی، تو جس طرح حقیقی خالہ کے ساتھ نکاح درست نہیں ہے اسی طرح رضاعی خالہ کے ساتھ نکاح درست نہیں ہے۔ یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب. فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۱۹، ارشوال المکرم ۱۳۱۳ھ

## باب الحضانة والولاية

تین طلاق کے بعد بچے کس کے پاس رہیں؟

**سوال:** اپنی بیوی کو 6-6-1996 کو تین طلاق دے دی، طلاق کے بعد وہ اپنے گھر یعنی منو (یو پی) چلی گئی، کچھ مدت کے بعد واپس میرے ہی گھر (واپی) میں آئی اور میں نے اس گھر کو چھوڑ دیا ہے (چوں کہ وہ اس میں ہے، اب میں اس میں کیسے رہ سکتا ہوں، یہ سوچ کر میں نے چھوڑ دیا) اب وہ کپڑا وغیرہ بیچتی ہے؛ بہر حال کہنا یہ ہے کہ وہ گھر میں نہیں رہتی، اس صورت میں اس کا نان و نفقہ مجھ پر واجب ہے یا نہیں؟ نیز میرا ساز و سامان بھی اسی مکان میں ہے گویا اس پر اسی کا قبضہ ہے، جہیز کا کوئی سامان یہاں بالکل نہیں ہے؛ نیز سہارا انڈیا میں میرا پیسہ جمع تھا، میں ان دنوں چوں کہ چالیس روز کے لیے تبلیغی جماعت میں گیا تھا تو اس نے اپنے نام پر وہ پیسہ کروا لیا تو وہ ساز و سامان اور پیسہ شرعی اعتبار سے کس کا ہوگا؟ نیز میرے دو بچے اور ایک بچی ہے، دو بچے وہ اپنے گھر یعنی بچوں کی نہال چھوڑ آئی ہے، ایک بچے کی عمر سات سال ہے اور دوسرے کی عمر نو سال کی ہے، بچی اسی کے ساتھ واپی میں ہے جس کی عمر گیارہ سال ہے گویا تینوں بچے اسی کے قبضے میں ہیں، میں چاہتا ہوں کہ بچے تینوں میرے پاس رہیں، شریعت اس بارے میں کیا کہتی ہے؟ برائے کرم تفصیل سے جواب دیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

بوقت طلاق میاں بیوی جس مکان میں رہتے تھے وہ اسی میں رہتی ہے تو اس کی

عدت (یعنی اگر حیض آتا ہے تو تین حیض آنے تک، حمل ہے تو بچہ پیدا ہونے تک) کی مدت کا نفقہ آپ پر واجب ہے، اس نے آپ کے ساز و سامان پر قبضہ کر رکھا ہے اس کا یہ فعل صحیح نہیں؛ بلکہ اس کو چاہیے کہ آپ کا سامان آپ کو واپس کر دے۔ آپ کا پیسہ جو بینک میں جمع ہے وہ بھی آپ کی ملکیت ہے، عورت کا ناحق اس پر قبضہ کرنا درست نہیں؛ البتہ اگر آپ عدت کا نفقہ نہیں دے رہے ہیں تو اتنی مقدار وصول کر سکتی ہے، اس سے زیادہ نہیں۔ ماں لڑکے کو اپنے پاس سات برس کی عمر تک اور لڑکی کو نو برس کی عمر تک رکھ سکتی ہے، اس کے بعد باپ کے حوالے کر دے۔

صورتِ مسئلہ میں لڑکی گیارہ برس کی ہے، ایک لڑکا نو برس کا ہے، ان دونوں بچوں کو وہ اپنے پاس نہ رکھے؛ بلکہ باپ کے حوالے کرے، جس کی عمر سات سال ہے اگر ساتواں سال مکمل ہو چکا ہے تو اب اس کو بھی باپ کے حوالے کرے، اور اگر مکمل نہیں ہوا تو مکمل ہونے تک رکھ سکتی ہے اس کے بعد باپ کے حوالے کرنا ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۹ / ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## ماں حق پرورش سے انکار کر سکتی ہے؟

سوال: زید کی بیوی پہلی مرتبہ حاملہ ہے، اب ولادت کا وقت ہے، اور طلاق کی نوبت آچکی ہے، لڑکی والوں کا ارادہ ہے کہ ولادت کے فوراً بعد بچہ کو باپ کے حوالہ کیا جائے، اس لیے کہ سات سال کے بعد وہ لوگ بچے کے لیے تقاضہ کریں گے ہی، اس لیے ابھی سے واپس کر دیں، اور اگر وہ لوگ واپس نہ لیں تو پھر اس بچہ کا کیا کیا جائے؟

اس صورت میں اگر بعد میں بچہ ماں نہ دے، تو صورتِ مسئلہ میں آپ کتاب و حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: أحق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح أو بعد الفرة الأم إلا أن تكون مرتدة أو فاجرة ولا تجبر عليها في الصحيح لاحتمال عجزها الخ. (فتاویٰ عالمگیری ۱/ ۵۴۱)

چھوٹے بچے کی پرورش کی سب سے زیادہ حقدار اس کی ماں ہے، چاہے وہ اس بچے کے باپ کے نکاح میں ہو یا دونوں میں جدائی واقع ہوگئی ہو؛ لیکن یہ اس کا ایک حق ہے جو شریعت نے اس کو دیا ہے، اس لیے اس کو اختیار ہے کہ اپنے اس حق کو وصول کرتے ہوئے بچہ کو اپنی پرورش میں رکھے یا پھر اپنے اس حق کو چھوڑ کر بچہ کو اپنی پرورش میں نہ رکھتے ہوئے باپ کے حوالہ کرنا چاہے تو ایسا بھی کر سکتی ہے، چنانچہ اگر وہ بچے کی پرورش سے انکار کرے تو اس کو اس کام کے لیے بھی مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا صورتِ مسئلہ میں اگر لڑکی والے بچہ پیدا ہوتے ہی اس کی پرورش سے انکار کرتے ہوئے باپ کے حوالہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاءہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۱۹ / رجب ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

شوہر کے انتقال کے بعد لڑکے کی پرورش کا حقدار کون؟

**سوال:** بیوہ عدت گزارنے کے بعد مرحوم شوہر کے بھائی سے (دیور) سے

نکاح کرنا نہیں چاہتی یا بیوہ نکاح ثانی دیور سے کرنا چاہتی ہے؛ لیکن بیوہ کے ماں باپ منع کر رہے ہیں تو مرحوم کا لڑکا کس کے پاس رہے گا؟ مرحوم کے لڑکے کا زیادہ مستحق کون دادا، دادی، یا نانا، نانی؟ شریعت کا کیا حکم ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

لڑکا جب تک سات سال کا نہ ہو اس کی پرورش کا حق اس ماں کو ہے۔ صورتِ مسئلہ میں اگر مرحوم شوہر کا لڑکا سات سال سے کم کا ہے تو اس کی پرورش کی حقدار اس کی ماں ہے؛ البتہ اگر وہ کسی ایسے مرد سے نکاح کر لے جو لڑکے کا ذی رحم محرم نہیں ہے تو اب یہ حق لڑکے کی نانی کو حاصل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املأه: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۳ / صفر ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ الجواب صحیح: عبدالقیوم راجکوٹی

## پرورش کا حق کس کو ہے؟

**سوال:** میری شادی تھانہ میں ۱۹۸۲ء میں ہوئی تھی، اللہ کے فضل و کرم سے ہماری زندگی بہتر تھی، اللہ نے ہم کو ایک بیٹا عمر ۱۲ / سال نام فیروز احمد شیخ، بڑی لڑکی عمر ۱۰ / سال نام شیرین بانو شیخ، چھوٹی لڑکی عمر ۸ / سال شمرین بانو شیخ ہے، میری ملازمت واپنی میں تھی، میری بیوی کا حادثہ جمعہ کے روز دو پہر ساڑھے گیارہ بجے ہوا، پرائمس پر پانی گرم کرتے وقت کیروسین سے آگ لگ جانے سے ہوا، آگ نکلنے کے اٹھارہ (۱۸) گھنٹے کے بعد تھانہ میں انتقال ہوا، انتقال کے بعد میرے تینوں بچوں کو میں نے واپنی لانے کی کوشش کی؛ لیکن ۱۴ / مہینہ گزرنے کے بعد بھی میری بیوی کے

رشتہ دار بچوں کو دینے سے انکار کر رہے ہیں، اور مجھے ملنے دینے سے بھی انکار کر رہے ہیں، مجبور ہو کر میں نے کورٹ کا سہارا لیا اور واپسی پولیس کے ذریعہ بچوں کو لانے کے لیے وارنٹ بھیجا؛ لیکن میرے سسرال والے اس وارنٹ سے بھی بچوں کو نہ دے رہے ہیں، اور نہیں بھیج رہے ہیں۔

آپ سے دلی گزارش ہے کہ آپ اس میرے مسئلہ میں دستگیری فرمائیں؛ تاکہ بچوں کی زندگی سنور جائے اور بچوں کو باپ کا پیار ملے اور اپنے کچھڑے ہوئے بچوں سے مل کر سکون کی زندگی بسر کر سکیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

آپ کے بچوں کی ماں (یعنی آپ کی بیوی) کا انتقال ہو چکا ہے، اور آپ کی مرحومہ بیوی کے رشتہ دار آپ کے بچوں پر قبضہ جمائے ہوئے ہیں، اور آپ کے حوالہ کرنے سے انکار کرتے ہیں.....

بچوں کی پرورش کے سلسلہ میں شریعت کا قانون یہ ہے کہ ماں کو بچہ کی پرورش کا حق ہے اس وقت تک کہ بچہ کو کھانے، پینے، پہننے اور ناپاکی رفع کرنے میں ماں کی ضرورت پڑے، اور اس کی مدت لڑکے کے لیے سات برس اور بچی کے لیے نو برس ہے، یا حیض آنے تک۔ ماں نہ ہونے کی صورت میں پرورش کا یہ حق سگی نانی، سگی پر نانی، پھر سگی دادی، سگی پردادی کو حاصل ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جدیدہ ۱/۵۷)

اس کے بعد بچہ باپ کے حوالہ کرنا ضروری ہے؛ تاکہ باپ اس کی تعلیم و تربیت کا انتظام کر سکے۔ (در مختار شامی ۲/۶۹۵)

صورتِ مسئلہ میں آپ کے تین بچوں میں سے بڑے لڑکے کی عمر تیرہ برس کی



ہے، اس کے بعد والی لڑکی کی عمر دس سال کی ہے، ان دونوں بچوں پر تو بہر حال آپ کا حق ہے، بیوی کے رشتہ داروں کا ان کو روکے رکھنا ظلم و زیادتی ہے، آخری لڑکی جس کی عمر آٹھ سال ہے، اگر وہ بچی اپنی سگی نانی کے پاس ہے تب تو آپ اس بچی کو نو سال پورے ہونے تک یا حیض آنے تک نانی کے پاس رہنے دیجئے؛ لیکن اس صورت میں آپ اپنی اس بچی سے جب چاہیں ملاقات کر سکتے ہیں، اس کی خیریت و حالات معلوم کر سکتے ہیں، آپ کو اس بچی کی ملاقات سے روکنے کا آپ کی بیوی کے رشتہ داروں کو کوئی حق نہیں ہے، اور اگر اس بچی کی سگی نانی موجود نہیں ہے تو پھر آپ کی بیوی کے رشتہ داروں کو اس بچی کو روکنے اور پرورش کے لیے رکھنے کا حق نہیں ہے۔

آپ اپنے بچوں کو ان کے پاس سے نکالنے کے لیے قانونی چارہ جوئی کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۳۰/ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

## باب النفقة

ولادت کے مصارف کا ذمہ دار کون ہے؟

**سوال:** بوقت ولادت، ولادت کا خرچ زوج پر ہے یا عورت کے والد پر؟  
ہمارے یہاں یہ رواج ہے کہ نفاس کی مدت تک ولادت کا خرچ عورت کے والد یعنی شوہر کے خسر پر ہے۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

ولادت کے مصارف سے آپ کی کیا مراد ہے؟ اگر دائی (مڈوائف) کی اجرت مراد ہے، تو اس سلسلہ میں فتاویٰ عالمگیری میں جزیئہ ہے:

”وأجرة القابلة عليهما إن استأجرتها، ولو استأجرها الزوج فعليه، وإن حضرت بلا إجارة فلقائل أن يقول على الزوج؛ لأنه مؤنة الوطاء، ويجوز أن يقال عليها كأجرة الطبيب“ (۱/ ۵۹۹)

رہی اس زمانہ کی دوائیاں تو اس کا وجوب شوہر پر نہیں ہے۔

ولا يجب الدواء للمرض الخ. (ایضاً)

اور اس زمانہ کے دیگر مصارف یعنی طعام و قیام و کسوہ وغیرہ کی ذمہ داری شوہر پر ہوگی، جس طرح عام حالات میں ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

**ظالم شوہر کے جیب سے رقم نکالنا**

**سوال:** ایک عورت کا خاوند بہت ظالم اور بد مزاج ہے، گھر میں خرچ نہیں دیتا ہے، نہ ہی مزدوری کرنے دیتا ہے، ایسی صورت میں عورت کیا کرے؟ کیا خاوند کی جیب سے رقم نکال کر خرچ میں لائے تو چوری میں شمار تو نہیں ہوگا؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اپنے نفقہ کے بقدر دستور کے مطابق اس کی جیب سے نکال سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## بالغ لڑکے کا باپ سے بذریعہ کورٹ نفقہ کا مطالبہ کرنا

**سوال:** ۱۹/۲۰ سال کا لڑکا ہو، ابھی روزگار نہ ہو، اور اس کی ماں کو طلاق ہوگئی، وہ لڑکا ہندوستانی کاروائی سے، یعنی کورٹ سے اپنے باپ سے نفقہ وصول کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر یہ کرنا جائز ہو تو کیا وہ پیسہ اس کی ماں کھا سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

لڑکا جب بالغ ہو گیا تو اس کا نفقہ باپ پر نہیں ہے؛ البتہ وہ اگر اپنا بیچ ہونے کی وجہ سے کمانے پر قادر نہ ہو، اور اس کے پاس بقدر کفاف مال نہ ہو اور اس کا باپ صاحب حیثیت ہو، تو باپ پر ہوگا۔ (درمختار شامی ۲/۴۳۰)

واجب نہ ہونے کی صورت میں ملکی قانون کا سہارا لے کر بذریعہ کورٹ حاصل کرنا جائز نہیں ہے، اور اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## دو بچوں کو دودھ پلانے کی مدت

**سوال:** ایک بچہ کی مدت رضاعت میں دوسرا بچہ پیدا ہو جاتا ہے، یعنی بچہ کی عمر آٹھ یا نو ماہ ہے، کیا دوسرے بچے کے دودھ میں سے پہلے بچہ کو شرعاً دودھ پلا سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ دوسرا بچہ خوب سیر ہو کر دودھ پیتا ہے، اور پھر بھی وافر مقدار میں دودھ بچ جاتا ہے، کیا یہ فیاض دودھ اس بچہ کو پلایا جاسکتا ہے کہ جس کی عمر ابھی آٹھ یا نو ماہ کی ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

دونوں بچے اسی عورت کے ہیں، ماں ہونے کی حیثیت سے جس طرح دوسرے

بچہ کو دودھ پلانے کی ذمہ داری اس عورت کی ہے، اسی طرح پہلے بچہ کو دودھ پلانے کی ذمہ داری بھی اسی کی ہے، جب تک بچہ دودھ سے مستغنی نہ ہو جائے وہاں تک دودھ پلائے، پورے دو سال تک دودھ پلانا مستحب ہے۔

ثم الخلاف في التحريم: أما لزوم أجر الرضاع للمطلقة فمقدر بحولين بالاجماع الخ (درمختار) (قوله أما لزوم أجر الرضاع الخ) وكذا وجوب الارضاع على الأم ديانة، نهر عن المجتبی (شامی/۴/۴۳۸) (قوله ولم يبح الارضاع بعد مدته) اقتصر عليه الزيلي وهو الصحيح كما في شرح المنظومة بحر لكن في القهستاني عن المحيط: لو استغنى في حولين حل الارضاع بعدهما الى نصف ولا تأثم عند العامة خلافا لخلف ابن ايوب اه ونقل أيضا قبله عن أجارة القاعدی أنه واجب إلى الاستغناء، ومستحب الى حولين الخ (شامی/۴/۴۳۸)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: پوری مدت رضاعت دو سال ہے، جب تک کوئی خاص عذر مانع نہ ہو، بچے کا حق ہے کہ یہ مدت پوری کی جائے۔ (معارف القرآن/۱/۵۸۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۳/ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۹ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## بچوں کی پرورش کا حق

سوال: ستار محمد میمن؟ اس نے اپنی عورت کو تین طلاق دے دی ہے بائنے، چار گواہوں کے سامنے، وہ طلاق ۱۳/ ۱۱/ ۱۹۸۷ء سال کو دی ہے، پونا فیملی کورٹ میں

بھی یہ کیس چلا، تو کورٹ کے جج نے بھی فیصلہ دے دیا کہ یہ طلاق مسلم لاء کے حساب سے ہوگئی ہیں، اور اب میرے چار بچے ہیں، تسلیم عمر دس سال کی لڑکی ہے، اس کے بعد انیس جس کی عمر آٹھ سال اور اعجاز اس کی عمر سات سال کی ہے، اور اسلم اس کی عمر پانچ سال کی ہے، اور چاروں بچوں کا کیس کورٹ میں چل رہا ہے، اور ان چار بچوں کا تابعہ بچوں کے والد نے مانگا ہے، شریعت کے حساب سے طلاق ہو جانے کے بعد بچے کس کے پاس رہیں گے، اس کا مفصل جواب دیجئے عین نوازش ہوگی، اور بچوں کے والد کی مالی حالت اچھی ہے، اور بچوں کے والد کے ماں، باپ، بھائی، بہن وغیرہ سب ہیں، اور اچھے لوگ ہیں۔

(الجواب) : حامداً ومصلياً ومسلماً

لڑکاسات سال اور لڑکی نو سال کی ہو وہاں تک اس کی پرورش کا حق ماں کو ہے، اس کے بعد، یعنی ماں نہ ہونے کی صورت میں نانی کو، پھر دادی کو ہے؛ البتہ اگر ماں بچہ کے غیر ذی رحم محرم سے نکاح کر لے یا کسب وغیرہ کی وجہ سے بکثرت باہر نکلتی ہو جس سے بچہ کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو، یا ایسے فسق و فجور میں مبتلا ہو کہ اس سے بچہ کے ضیاع کا خطرہ ہو تو ماں کا حق ختم ہو کر اس کے بعد والی عورت یعنی نانی پر نانی وغیرہ کو ملتا ہے۔ (در مختار شامی ۲/ ۶۸۷، ۶۹۵)

لڑکا پورے سات سال کا ہو جائے اور لڑکی پورے نو سال کی ہو جائے اس کے بعد باپ کے حوالہ کر دی جائے، صورتِ مسئلہ میں تسلیم اور انیس تو باپ کے پاس رہیں گے، اعجاز کی عمر اگر پورے سات سال ہو چکی ہے تو وہ بھی باپ کے حوالہ کیا جائے، ورنہ

سات سال پورے ہونے تک ماں کے پاس رہنے دیا جائے، اسلم جس کی عمر پانچ سال ہے وہ ماں کے پاس رہنے دیا جائے؛ یہاں تک کہ سات سال پورے کر لے۔  
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۳۰/ربیع الثانی ۱۲۱۰ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## لڑکی کی پرورش کا حق کس کو ہے؟

**سوال:** ایک مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، اس کے ساتھ اس کی ایک لڑکی ہے، اور سرکاری طور پر اس کی لڑکی کا خرچہ ہر مہینہ دیتا ہے، تو اب وہ مرد اس لڑکی کو اپنے پاس لینا چاہتا ہے، تو کتنے سال کی عمر میں اس لڑکی کو لے سکتا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

جب اس لڑکی کی عمر نو سال ہو جائے، تو باپ اس کو اپنی ماتحتی میں لاسکتا ہے۔ (شامی)  
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۳۰/ربیع الاول ۱۲۱۳ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## مطلقہ اور اولاد کا نفقہ اور شوہر کے سامان کا حکم

**سوال:** زید اور ہندہ دونوں میاں بیوی حصولِ معاش کے لیے اپنے وطن سے دور دوسری جگہ رہتے تھے، آپس میں نا اتفاقی کی وجہ سے زید نے اپنے وطن جا کر کچھ لوگوں کی موجودگی میں کہا کہ میں نے معاملہ صاف کر دیا، اب بالکل گنجائش نہیں، پھر

وطن سے آ کر دو چار آدمی کو لے کر اس روم میں آیا جہاں طلاق سے پہلے دونوں میاں بیوی رہتے تھے، ہندہ سے آ کر پھر یہی کہا کہ معاملہ صاف کر دیا کوئی گنجائش نہیں، میرا سامان اور بچے مجھے دے دو، روم چوں کہ کرایہ کا ہے ہندہ سامان اور بچوں کو حوالہ کرنے کے لیے تیار تھی، بچوں میں ایک لڑکی ۱۶ / سال کی، دو لڑکے: ایک لڑکا ۱۱ / سال کا اور ایک ۹ / سال کا ہے، لڑکی اپنے باپ کے ساتھ جانے کو تیار نہیں ہوتی، اس پر زید نے کہا کہ جب لڑکی تیار نہیں ہے تو لڑکے بھی راضی نہیں ہوں گے، زید کے ساتھ آئے ہوئے آدمیوں نے کہا کہ جب بچے نہیں راضی ہیں تو سامان چھوڑ دو، بچوں کو سامان میں ایک سلوائی مشین، ایک پنکھا، کچھ برتن کھانے پکانے کے؛ نیز زید نے بینک میں کھاتہ کھول رکھا تھا اس دن روپیہ جمع کیا تقریباً ۳۰ / تین سو روپے بس۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

- ① ہندہ کو عدت کا نفقہ ملے گا یا نہیں؟ ملے گا تو کتنا؟
- ② بچے باپ کے ساتھ جانے کو تیار نہیں ان بچوں کے اخراجات زید کے ذمہ لازم ہیں یا نہیں؟ ہیں تو کب تک؟
- ③ مذکورہ سامان کا مالک کون ہوگا؟
- ④ ایک اہم بات یہ کہ ہندہ کے بقول زید نے کئی مرتبہ یوں کہا کہ میں نے معاملہ صاف کر دیا صراحتہ طلاق کا لفظ نہیں بولا، جب ثبوت طلب کیا گیا تو تقریباً ایک سال کے بعد جو طلاق نامہ دیا اس میں تین طلاق کا ذکر ہے، ایسی صورت میں کون سی طلاق مانی جائے گی؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

① دورانِ عدت عورت اگر ناشزہ نہیں ہے تو وہ عدت کے نفقہ کی حقدار ہے، میاں بیوی کی مالی حالت کے پیش نظر دو عادل اور ثقہ آدمی جو مقدار تجویز کریں وہ ملے گی، یہ یاد رہے کہ عدت گذر چکنے کے بعد گذشتہ ایام کے نفقہ کا مطالبہ درست نہیں؛ البتہ اگر شروع سے شوہر آپس کی تجویز سے ایک مقدار دینا منظور کر چکا تھا اور وہ اس نے ادا نہیں کی تو اس کا مطالبہ عدت گذر چکنے کے بعد بھی درست ہے۔

② نابالغ اولاد کا نفقہ باپ پر ہے، لڑکی اگر بالغ ہو چکی ہے اور شادی نہیں ہوئی ہے اور اس کے پاس اپنا کوئی مال بھی موجود نہیں تو اس کا نفقہ بھی باپ پر ہے۔

③ زید کے صرف سامان چھوڑ دینے سے وہ ہبہ نہیں بنتا؛ بلکہ یہ عاریت کے حکم میں ہے، بچے استعمال کرتے رہیں بعد میں زید واپس لے سکتا ہے۔

④ اگر زید کا اشارہ اپنے الفاظ ”معاملہ صاف کر دیا“ سے اسی طلاق نامہ کی طرف تھا جس میں تین طلاق مرقوم ہے تو عورت پر طلاق مغلطہ واقع ہو چکی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۱ / ربیع الاول ۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

شوہر کے ظلم سے میکے جانے والی بیوی کا نفقہ

سوال: شوہر کے ظلم و زیادتی اور مار پیٹ کی وجہ سے یا نان نفقہ نہ دینے کی وجہ سے بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے میکے چلی جائے تو کیا اس صورت میں وہ ناشزہ



شمار ہو کر، نان نفقہ اور دیگر حقوق سے محروم ہو جائے گی؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

شوہر کے ظلم و زیادتی اور مار پیٹ کی وجہ سے یا نان و نفقہ نہ دینے کی وجہ سے بیوی اپنے میکہ چلی گئی ایسی عورت ناشزہ نہیں، لہذا نفقہ اور دیگر حقوق واجبہ کی حقدار ہوگی، ظلم کرنے کی وجہ سے شوہر بہت گنہگار ہوا، اس کو چاہیے کہ اپنی بیوی کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وعاشروهن بالمعروف﴾ اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کیا کرو یعنی خوش اخلاقی اور نان و نفقہ کی خبر گیری۔ (معارف القرآن ۳۲۹/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

قبل از رخصتی بیوی کا نفقہ کس کے ذمہ ہے؟

سوال: بعد نکاح قبل خلوت و رخصتی بیوی کا نفقہ کس پر ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر بیوی کو رخصتی سے ناحق انکار نہیں ہے تو اس صورت میں نفقہ شوہر پر ہے۔  
ولو هي في بيت ابائها اذا لم يطالبها الزوج بالنقلة به يفتي، وكذا  
اذا طالبها ولم تمنع (در مختار)

(قوله ولو هي في بيت ابائها) تعميم لقوله فتجب للزوجة، وهذا ظاهر  
الرواية فتجب النفقة من حين العقد الصحيح، وان لم تنتقل الى منزل

الزوج اذا لم يطالبها الخ (شامی ۷۰۱/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۳ رجب ۱۴۱۵ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## باپ اور دادا کی موجودگی میں ولایت کس کو حاصل ہے؟

**سوال:** باپ اور دادا دونوں زندہ ہوں اور سب کا خرچہ وغیرہ دادا ہی دیتا ہوں تو پوتوں کا ولی کون ہوگا؟ جواب مع حوالہ کتب مرحمت فرمائیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

باپ کو ہی حاصل ہوگی، مال میں بھی اور نکاح میں بھی۔

ووليه ابوه ثم وصيه بعد موته ثم وصى وصيه كما في القهستاني  
عن العماديه ثم بعد هم جده الصحيح وان علا ثم وصيه الخ (در مختار  
على هامش الشامی ۱۲۲/۵)

والولى (في النكاح) العصبه بترتيب الارث. (كنز الدقائق)

وافاد بقوله بترتيب الارث ان الاحق الابن وابنه وان سفل ولا  
يتاتي الا في المعتوهه على قولهما خلافا لمحمد كما سيأتي ثم الاب ثم  
الجد ابوه (بحر الرائق ۱۲۷/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## نابالغ کے مال میں غیر ولی کے تصرف کا حکم

**سوال:** ایک شخص فوت ہوا، اور اس کی بیوہ عورت اور ایک شیر خوار بچی تھی، اس عورت

نے زمین کا ایک قطعہ دوسو روپیہ کم و بیش میں فروخت کیا ہے، اس روپیہ کو اپنے اخراجات اور شیرخوار بچی پر خرچہ کیا ہے، تقریباً پچاس سال کا عرصہ گزرا ہے کہ بالغ اور مشتری دونوں وفات پا چکے ہیں اور شیرخوار بچی نے محکمہ مال میں بالغ ہونے پر دعویٰ کیا اور بیع نامہ کے مطابق اس کا دعویٰ خارج کیا اور اراضی مشتری کے نام پر اندراج کیا ہے، مشتری خود کچھ مدت زندگی میں قابض و متصرف رہا ہے، اور اراضی مشتری کے کاشتکار مشتری کو اور فوت ہونے کے بعد وارثان مشتری کاشت کاری کراتے ہیں اور ان کا قبضہ ہے۔

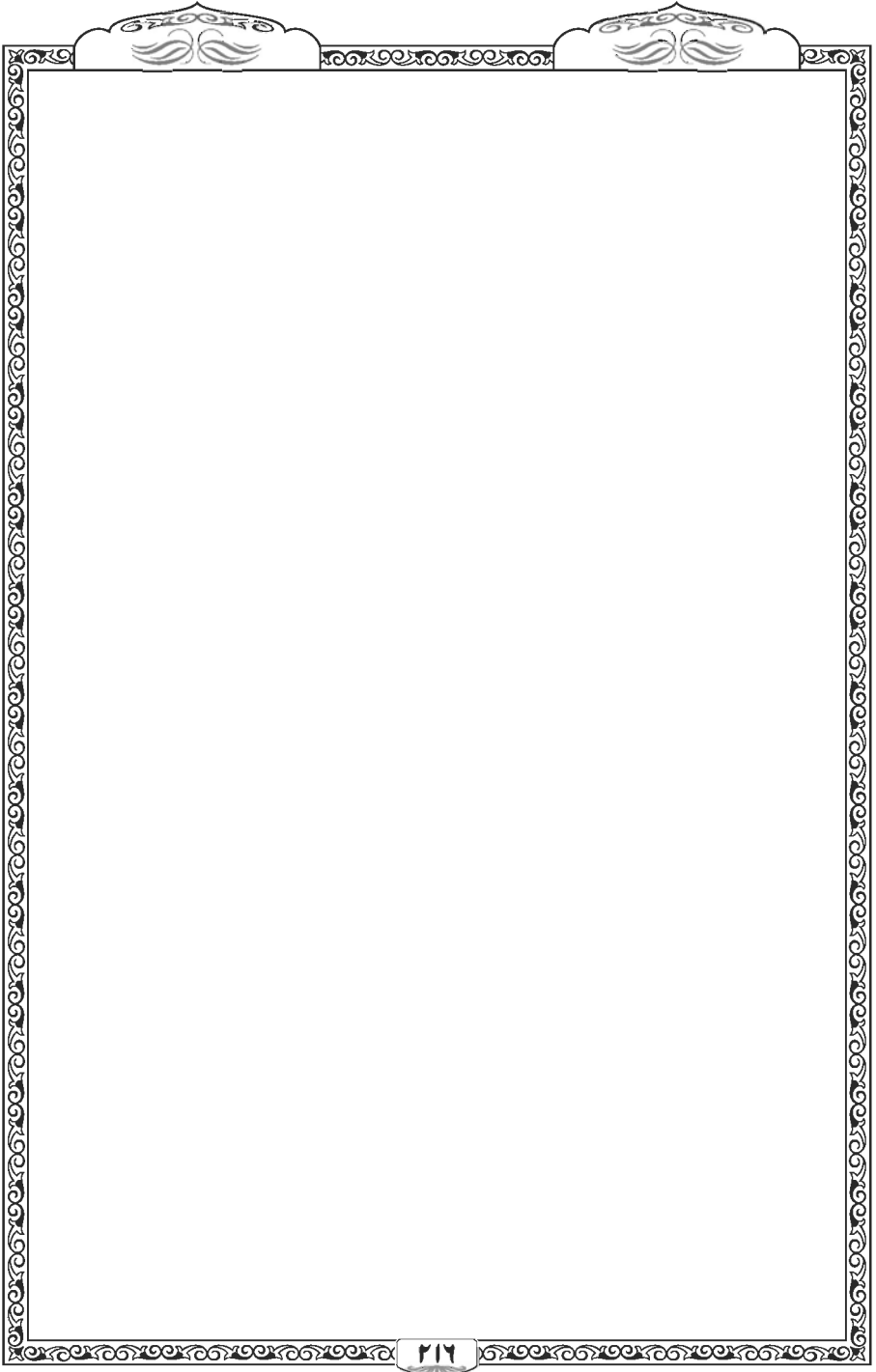
**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر وہ بیوہ اپنے شوہر کی طرف سے وصی نہیں ہے، تو اس نے جو قطعہ اراضی فروخت کیا اس میں بچی کے حصہ میں بیع درست نہیں ہوئی۔

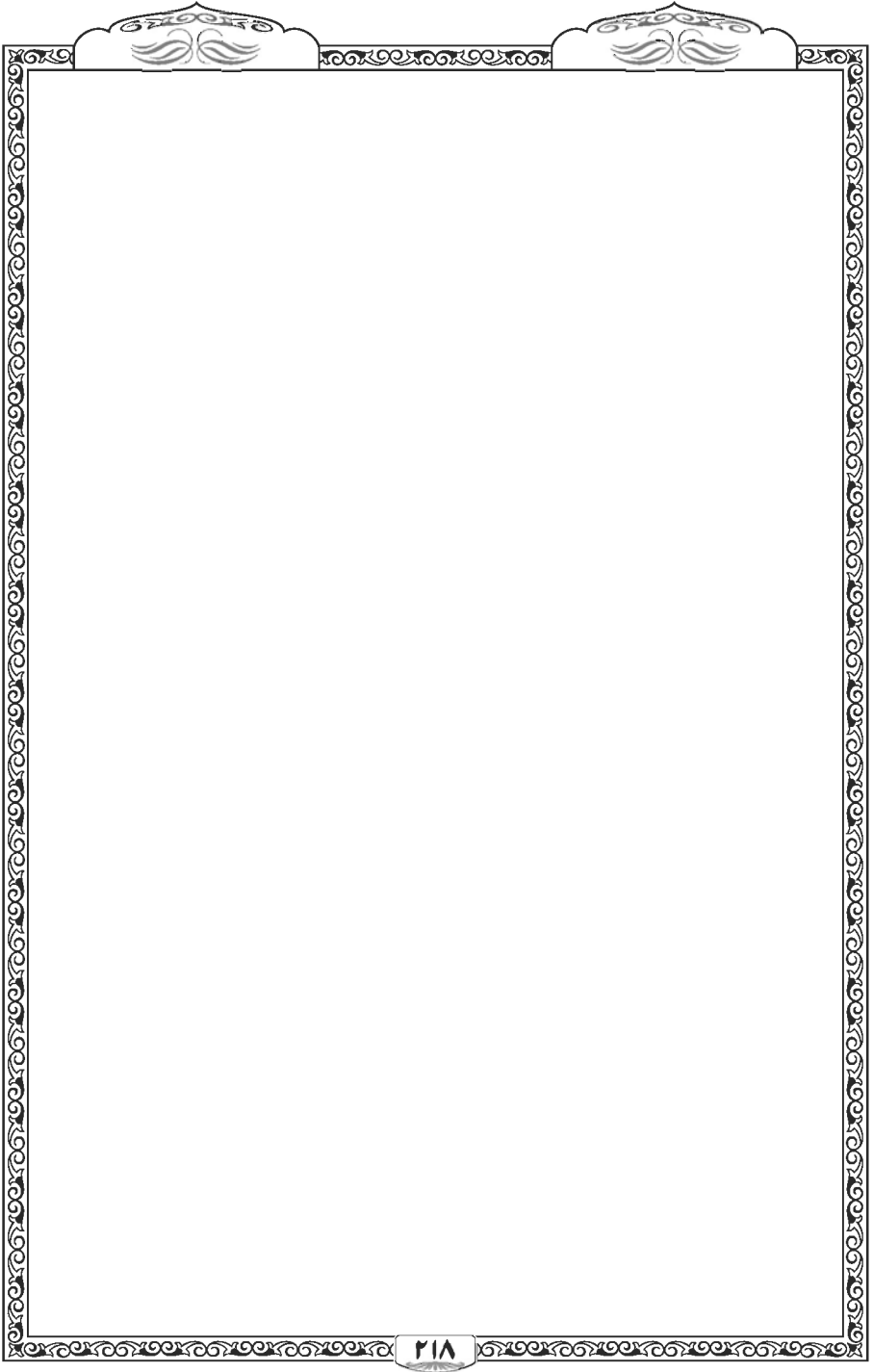
وجاز بیعہ ای الوصی علی الکبیر الغائب فی غیر العقار وجاز بیعہ عقار صغیر من أجنبي لا من نفسه بضعف قيمته وهذا لو البائع وصيا لا من قبل أم أو أخ فإنهما لا يملكان بيع العقار مطلقاً (در مختار)  
(قوله مطلقاً) أي ولو في هذه المستثنيات وإذا احتاج الحال إلى بيعه يرفع الأمر إلى القاضي (شامی ۵/۵۰۴)

الولاية في مال الصغير للأب، ثم وصيه ثم وصي وصيه ولو بعد، فلو مات الأب ولم يوص فلولاية لأب الأب..... وأما وصي الأخ والأم والعم وسائر ذوی الأرحام ففي شرح الاسبيجاني أن لهم بيع تركة الميت لدينه أو وصيته إن لم يكن أحد ممن تقدم لبيع عقار الصغار إذ ليس لهم إلا حفظ المال. (شامی ۵/۵۰۴، ۵۰۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۷ شوال المکرم ۱۳۱۳ھ



# كتاب الطلاق



## طلاق، ظہار اور خلع کے بارے میں عورت کا اختیار

**سوال:** کیا عورت اپنے شوہر کو طلاق دے سکتی ہے یا نہیں؟ ظہار یا خلع کر سکتی ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

طلاق واقع کرنے کا حق شریعت نے شوہر کو دیا ہے عورت کو نہیں، اب اگر شوہر عورت کو اختیار دے تو اس حاصل شدہ اختیار کے مطابق عورت بھی واقع کر سکتی ہے، اس کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے، عورت ظہار نہیں کر سکتی؛ البتہ خلع کر سکتی ہے؛ لیکن خلع تہا عورت سے نہیں ہوگا، جب تک شوہر اسی مجلس میں قبول نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## طلاق سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے

**سوال:** اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو ایک طلاق دے، تو یہاں بیوی کا رشتہ ٹوٹ

جاتا ہے یا نہیں؟ یا اس کے لیے کوئی کفارہ لازم ہوتا ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر شوہر نے اپنی بیوی کو لفظ طلاق کے ذریعہ ایک طلاق دی، مثلاً یوں کہا کہ ”تجھے ایک طلاق دیتا ہوں“ یا ”تجھے طلاق“ وغیرہ، تو ایسا کہنے سے اس کی بیوی پر ایک طلاق واقع ہوگئی، اگر وہ عورت غیر مدخولہ (یعنی اس کے ساتھ وطی نہیں ہوئی) ہے، تو اس کے طلاق کے پڑتے ہی وہ نکاح سے نکل گئی، اب اگر اس کو دوبارہ رکھنا چاہتا ہے

تو از سر نو نکاح کرنا ہوگا، حلالہ کی ضرورت نہیں ہے، اور اگر وہ عورت مدخولہ (یعنی اس کے ساتھ وطی ہوئی) ہے، تو اس طلاق کے پڑنے کے بعد بھی جب تک وہ عدت میں ہے، نکاح باقی ہے، اب اگر عدت کے دوران شوہر نے رجوع کر لیا تو عدت کا حکم نہ رہتے ہوئے نکاح آئندہ بھی باقی رہے گا، اور اگر شوہر نے عدت میں رجوع نہیں کیا تو عدت گذرتے ہی رشتہ نکاح ٹوٹ جائے گا، اس کے بعد اگر اس کو رکھنا چاہتا ہے تو نئے سرے سے نکاح پڑھنا ہوگا، دو طلاق کا بھی یہی حکم ہے، اگر تین دے دی، تو اب وہ عورت اس پر حرام ہوگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## وقوع طلاق میں اضافتِ معنویہ کافی ہے

**سوال:** زید کا اپنی بیوی سے معمولی بات پر گھریلو جھگڑا ہوا جو طوالت پکڑ گیا، اور زید نے غصہ کی حالت میں جب کہ اس کی بیوی گھر کے اندر تھی، زید باہر کے کمرے میں تھا، اور صرف طلاق دس مرتبہ کہا جو کہ بیوی نے سنا؛ لیکن بیوی نے اقرار نہیں کیا، اور اس وقت کچھ لوگ وہاں پر موجود تھے، زید کی بیوی حاملہ تھی ۴/۵ مہینے کا حمل تھا، اس حالت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر طلاق ہوگئی تو کون سی، اگر نہیں ہوئی ہے تو اس کا کفارہ ہے یا نہیں؟

نوٹ: زید نے ”میں نے تجھے طلاق دیا یا دی“ ایسے الفاظ نہیں کہے صرف طلاق دس مرتبہ کہا۔



### الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

صورتِ مسئلہ میں زید کی بیوی پر طلاقِ مغلظہ واقع ہو کر وہ زید پر حرام ہوگئی، بغیر حلالہ شرعیہ کے اب زید کا نکاح اس عورت کے ساتھ درست نہیں ہے، حالتِ حمل میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

لا ینکح مطلقۃ من نکاح صحیح نافذ کما سنحقیقہ بہا ای بالثلاث لو حرة، وثنتین لو أمة؛ حتی یطأها غیرہ، ولو مراہقاً بنکاح وتمضی۔ عدتہ (تنویر الابصار) و(العدة) فی حق الحامل مطلقاً الخ (در مختار) ای سواء کان عن طلاق او وفاة الخ (شامی ۲/ ۶۵۰)

وقوع طلاق کے لیے فقہاء نے جس اضافت الی المرأة کو شرط قرار دیا ہے، اس سے مراد اضافتِ معنویہ ہے، خواہ نام سے ہو، خواہ ضمیر سے، خواہ دلالتِ حال سے، صورتِ مسئلہ میں شوہر کا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہونا اضافتِ معنویہ کے لیے دلالتِ حالی ہے، جو وقوع طلاق کے لیے کافی ہے۔ (ماخوذ از فتاویٰ دارالعلوم، عزیز الفتاویٰ مطبوعہ ۱/ ۳۷۷ وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۵ / ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

### بدکردار بیوی کو طلاق دینا

سوال: ① پچھلے سال ہم اپنی بیوی کے کہنے پر ساتویں مہینہ میں وطن لوٹ آئے، معلوم ہوا کہ بیوی کی طبیعت خراب ہے، اور پیشاب کی جگہ سے خون نکلتا ہے

بند نہیں ہو رہا ہے، اور بستر سے اٹھنے کا بھی ہوش نہیں ہے تو بیماری کی خبر سن کر دیکھنے اور لانے کی غرض سے ہم خود گئے، حالت کا جائزہ لیا، بات تو کچھ تھی، حقیقت کچھ اور تھی، بیوی کی والدہ و والد صاحب نے کہا کہ حیض کا خون نکلتا بند ہو گیا ہت، خون کی صفائی ہوئی ہے، لیکن یہ سب صرف بہانہ تھا، بیوی سے ہم خود ملے، دیکھے، پہلے تو اس نے بھی بہانہ کیا؛ لیکن ہم نے جو دیکھا اس کا سینہ اس کی چھاتی اپنی اصلی حالت پر نہیں تھے؛ بلکہ ایک دودھ پلانے والی عورت کے مانند اس کی چھاتی تھی، اور اس میں بالکل کچا دودھ اتر اہوا کہ معمولی ہاتھ لگانے پر دودھ بہتا تھا جب کہ آٹھ سال قبل کبھی ایسی بات دیکھنے میں نہ آئی، ہم کو فوراً شک و شبہ ہوا اور دل شکنی ہوئی، اس کے والد صاحب سے ملے اور پھر مختصر بات کر کے اپنے گھر آ گئے، چند دنوں کے بعد بیوی اپنے والد کے ہمراہ میرے گھر آئی، ہم نے تحقیق کیا، بیوی نے بتایا کہ واللہ علم جھوٹ یا سچ کہ آپ ہی کے چھوٹے بھائی سے تین ماہ کا حمل تھا، اتنا سنتے ہی بدن میں آگ لگ گئی، ہم نے قسم دے کر قرآن ہاتھ میں اٹھوا کر پھر پوچھا کہ حمل کس کا تھا؟ پھر اس نے میرے چھوٹے بھائی ہی کا نام لیا؛ لیکن عورت ان پڑھ جاہل ہے اور قرآن اٹھانے پر بھی اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے، اب اس پر سے بھروسہ پورا اٹھ چکا ہے، ہم نے دو مرتبہ اس کو آزمایا ہے، اس معاملہ کے کچھ ہی دنوں پہلے قسم کھلا کر قرآن اٹھوا کر دوسرے معاملہ میں کہ تم فلا نے گھر والوں سے بات چیت نہ کرو اور نہ کبھی اس کے گھر جاؤ؛ لیکن چند دنوں بعد قسم توڑ کر سب سے بات کر لی جس سے منع کیا تھا، قسم کا کفارہ ۲/ روزے رکھ کر بات کر لیتی ہے، عورت جاہل اور بے دین ہے، نہ تو صحیح اصول سے رہتی ہے اور نہ علاحدہ ہونے کو کہتی ہے، ایک مرتبہ گھریلو باتوں سے بھی بھاگ کر اپنے میکہ بھی جا چکی ہے،

ہم کو اب اس سے دل شکنی ہو گئی ہے، ہم چاہتے ہیں کہ اسے طلاق دیں، اس معاملہ میں شریعت کا حکم ضروری ہے، علاحدہ کرنے پر گنہگار تو نہیں ہوں گے، اور اگر اسی عورت کو بادل ناخواستہ کسی مقدمہ کی دہشت سے رکھ بھی لیا جائے تو کیا ہم گنہگار تو نہیں ہوں گے، ہمارے چھوٹے بھائی کا کہنا ہے کہ عورت اپنی جان بچانے کے لیے مجھ پر الزام لگاتی ہے، ہماری طرف سے ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

② عورت کے کہنے پر ہمیں اپنے چھوٹے بھائی سے دل شکنی بھی ہو گئی اور چھ مہینے سے ان سے نہ ملاقات ہے نہ بات چیت کہ ہم اپنا دل ان سے اور ان کا مجھ سے صاف ہو جانا، جس کا زبردست غم ہے اور ابھی ملاقات کا وقت بھی قریب ہی تھا؛ لیکن رمضان المبارک میں وطن پہنچنے پر معلوم ہوا کہ ابھی جلد ہی ۱۷ شعبان المعظم ۱۴۱۶ھ کو سائیکل کی معمولی ایکسیڈنٹ سے اللہ کے پیارے ہو گئے جس کی وجہ سے اور بھی غم اور صدمہ ہے، اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ دل شکنی کی حالت میں ہی وہ انتقال فرما گئے، اس سلسلہ میں بھی بتائیں کہ معافی کی کیا صورت ہوگی؟

ہمارا بھائی اس قسم کا نہیں تھا، ظاہری چال چلن سے بالکل ٹھیک تھا، جب کہ وہ عورت اسی گھر میں ۸ سال رہی ہے، جو اب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

① آپ کا ازدواجی رشتہ پرانا ہے، اس لیے اگر وہ وعدہ کرتی ہے کہ آئندہ ایسی شنیع حرکت نہیں کرے گی تو آپ طلاق کا اقدام نہ فرمائیں؛ البتہ آپ کے لیے بھی شرعاً ضروری ہے کہ اس طرح اس کو اپنے وطن میں چھوڑ کر پیسہ کمانے کے لیے پردیس

یا وطن سے دور نہ جائیں، جوانی کی عمر ہے، نفس و شیطان ہر ایک کے ساتھ لگا ہوا ہے، نہ معلوم کب قابو نہ رہے اور گناہ میں مبتلا ہو جائے، آپ اگر اس کو طلاق دے کر دوسری لائیں گے اور اس کو اس طرح وطن میں چھوڑ کر دور چلے جائیں گے تو اس کے ساتھ بھی ایسی صورت پیش آسکتی ہے، اس لیے اس کا صحیح علاج تو یہ ہے کہ آپ جہاں جائیں اس کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں؛ تاکہ آپ کی اور اس کی دونوں کی عفت و عصمت کی حفاظت رہے۔

② اب اس کا علاج یہ ہے کہ ان کے لیے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کا اہتمام فرمائیں، انشاء اللہ اس طرح تلافی ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۱۷/ ذی القعدة الحرام ۱۴۱۶ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

## فاحشہ عورت کو طلاق دینے کا حکم

سوال: کسی شخص نے نکاح کیا، پھر اس کے بعد اس کی عورت نے کسی کافر مشرک سے زنا کروایا، تو اس کو شریعت کے اعتبار سے طلاق کی بلا کراہت گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

عورت نے جب اس فعل شنیع کا ارتکاب کیا ہے، تو شرعاً شوہر کے لیے طلاق دینا بلا کراہت درست ہے، البتہ اپنے مصالحہ پر نظر کرتے ہوئے نکاح میں باقی رکھنے کی بھی اجازت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۱۱/ اشوال ۱۴۱۳ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

## نافرمان بیوی کو طلاق دینا

**سوال:** ایک عالم نے شادی کے بیان میں کہا تھا کہ اگر بیوی زیادہ پریشان کرے اور اپنے شوہر کی کوئی بات نہ سنے اور شوہر کی اجازت کے بغیر کہیں بھی چلی جائے اور شوہر کے سمجھانے کے باوجود بھی وہ شوہر کا کہنا نہ مانے، تو اسے ایک طلاق دینے کا حکم ہے، یہ بات صحیح ہے یا غلط ہے؟ سوال کا جواب چاہتا ہوں، اگر شوہر ایک طلاق دے اور اس کے باوجود بھی وہ حکم نہ مانے تو پھر وہ اسے دوسری طلاق دے، دوسری طلاق دینے سے عورت نکاح میں رہتی ہے یا نہیں؟ کیوں کہ عالم نے کہا تھا کہ ایک اور دو طلاق دینے سے رشتہ ٹوٹتا نہیں ہے، بس جواب چاہتا ہوں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

طلاق کے حکم کی تفصیل پہلے جواب میں آچکی ہے، نافرمان عورت کی اصلاح کے تمام طریقے جو شریعت نے بتلائے ہیں وہ آزما لینے کے بعد بھی وہ راہِ راست پر نہ آئے، تو اس کے طلاق دینے کی شریعت نے اجازت دی ہے؛ لیکن ضروری اور واجب نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۷/ شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد۔ بسم اللہ عفی عنہ

## ناشرہ عورت کو طلاق دینا

**سوال:** زید کی بیوی ہندہ تقریباً ایک سال گذر گیا، زید کے گھر نہیں آئی، اور

مزید اس کہ زید کی ذات میں طرح طرح کے عیوب و نقائص بتا رہی ہے، جیسے نامردی وغیرہ؛ حالاں کہ اس سے قبل اس کی بیوی ہندہ دو مرتبہ اس کے گھر کچھ ایام گزار چکی ہے، پہلی دفعہ تین دن رہی، اور دوسری بار دو مہینہ، اور اس مدت میں زید کے متعلق اس کو کوئی شکایت نہ رہی؛ لیکن تیسری بار زید کے گھر آنے کے لیے بالکل تیار نہ تھی، اور اپنے میکہ والوں کی زور زبردستی سے آئی بھی تو اس نے زید کے گھر کھانا پینا بھی ترک کر دیا تھا، جس کی بنا پر مجبوراً اس کے میکہ والوں (باپ بھائی) کو بلا کر زید نے اس کو میکہ بھیج دیا، اور معتبر ذرائع سے یہ پتہ چلا ہے، کہ کسی سے اس کے ناجائز تعلقات ہیں، نیز ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا ہے، کہ وہ یعنی زید کی بیوی ہندہ اب بھی زید کے گھر آنے کے لیے تیار نہیں ہے، مندرجہ بالا حالات کو انف کے پیش نظر، زید کو اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دینا از روئے احکام و مصالح شرعیہ کیسا ہے؟

(الجواب): حامداً ومصلياً ومسلماً

صورتِ مسئلہ میں زید پر اپنی بیوی کو طلاق دینا واجب تو نہیں ہے؛ لیکن بیوی کے موجودہ رویہ کی وجہ سے جب حدودِ الہیہ قائم نہیں ہو سکتی ہے تو جدائی اختیار کر لینا یعنی طلاق دے دینا مناسب ہے۔

لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة (در مختار) ولا عليها تسريح الفاجرة  
الا اذا خاف ان لا يقيما حدود الله فلا باس ان يتفرقا اه مجتبیٰ  
والفجور يعم الزنا الخ (شامی ۳۰۳/۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۳۰ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ

الجواب صحیح: عباس داد بسم اللہ عفی عنہ

## بیوی کے ناجائز تعلقات اور ایسی عورت کو طلاق دینے کا حکم

**سوال (۱):** اگر عورت غلط ہو اور وہ دوسرے غیر قوم کے مرد سے غلط تعلقات رکھے، تو اس کے لیے کیا فتویٰ ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

ایسی عورت گنہگار ہے، اپنے پروردگار کی نافرمان ہونے کے ساتھ شوہر کے ساتھ خیانت کرنے والی ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ جلد از جلد اپنی اس حرکت سے باز آجائے اور سچی توبہ کر لے، خصوصاً غیر قوم کے مرد کے ساتھ غلط تعلقات قائم کرنے کی صورت میں، اس کے اثر میں آکر ایمان سے محروم ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

**سوال (۲):** یہ سب باتیں خود اس کا شوہر جان کر بھی اس عورت کو رکھنا چاہیے، تو یہ کہاں تک صحیح ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

شوہر پر ایسی عورت کو طلاق دینا واجب اور ضروری نہیں ہے۔

لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة (الدر المختار ۵/۳۰۳، عالمگیری ۵/۳۷۲)

**سوال (۳):** عورت یہ سب غلط کام کرنے کے بعد اپنے آپ کو پارسہ کہتی ہے اور اس کا شوہر اسے رکھنا چاہتا ہے، مگر وہ خود (عورت) طلاق لینا چاہتی ہے، تو کیا عورت طلاق لے سکتی ہے؟ کیا عورت کو طلاق کا حق ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اس قسم کی غلط کاریوں کے باوجود اپنے کو پارسہ کہنا کذب و دروغ ہے۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۴/ شوال المکرم ۱۴۰۹ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## حمل ساقط کرانے والی بیوی کو طلاق دینا

**سوال:** میرا نام شیخ شریف احمد کریم الدین ہے، میری شادی ۱۹۸۴ء جولائی میں سلمہ سید چاند سے ہوئی، اللہ کے فضل سے میری چار اولاد ہیں، جن کی عمریں: ۱۵ سال، ۱۴ سال، ۱۳ سال، ڈیڑھ سال ہے، ان چار ڈیلیوری کی وجہ سے میری بیوی کی صحت بھی کمزور ہوگئی، اتفاق سے میری بیوی کو پانچواں حمل قائم ہوا، پچھلے ماہ اس کو ماہواری بھی نہیں آئی، یہ راز اس نے مجھ سے چھپایا، اپنے میکہ میں جا کر اس نے کسی لیڈی ڈاکٹر سے رجوع کیا، وہاں پر میری بیوی نے اپنا حمل بھی ساقط کروا دیا اور آئندہ بچے نہ ہوں، اس کا آپریشن بھی کروایا، یہ سب باتیں مجھ سے چھپی ہوئی تھی، میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ کچھ پیٹھ میں تکلیف ہے اور ڈاکٹر نے چھوٹے سے آپریشن کے لیے کہا ہے اور یہ راز مجھ پر بعد میں کھلا کہ کوئی چھوٹا آپریشن نہیں تھا؛ بلکہ حمل ساقط کیا گیا ہے، اور آئندہ بچے نہ ہوں اس کا آپریشن کیا گیا ہے، یہ سب سن کر میں غصہ سے بے حال ہو گیا، میری رات کو نیند اڑ گئی، مجھے اپنی بیوی سے سخت نفرت ہوگئی، آپ بتائیں کہ میں کیا کروں؟ اسلام کی روشنی میں کیا اس کو طلاق دینے میں حق بجانب ہوں یا پھر میں اس سے زندگی بھر صحبت نہ کروں اور دوسری شادی کے بارے میں سوچوں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

آپ کی بیوی نے جو کچھ کیا، بہت غلط اور گناہ کا کام کیا ہے، اس پر ضروری ہے



کہ اپنے اس گناہ پر توبہ و استغفار کرے اور آپریشن جو کرایا ہے، وہ اگر ایسا ہے کہ اس کی اصلاح ممکن ہے، مثلاً: دوبارہ آپریشن کر کے استقرارِ حمل کی صورت پیدا ہو سکتی ہے، تو اصلاح بھی کرا لے، اس کی اس حرکت پر آپ کو غصہ آیا، وہ بہت بجا ہے، معصیت پر غصہ آنا ایمان کا تقاضہ ہے اور اس کی اس حرکت پر آپ طلاق دینا چاہیں تو اس کی بھی اجازت ہے؛ لیکن طلاق دینے سے پہلے دیگر پہلوؤں پر بھی غور کرنا ضروری ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ طلاق دے کر آپ کسی ایسی پریشانی و زحمت کا شکار ہوں، جو موجودہ زحمت سے بڑھ کر ثابت ہو، آپ کو اس عورت سے چار بچے ہیں، چاروں ٹرڈ سال ہیں، اگر طلاق کے بعد عورت نے ان کی تربیت اور دیکھ بھال سے انکار کر دیا، تو ان کی دیکھ بھال آپ کے لیے مستقل مسئلہ ہوگا، دوسری بیوی اگر لائے بھی، تو وہ شرعی اور قانونی اعتبار سے اس کی پابند نہ ہوگی، اخلاقی طور پر وہ یہ کام سنبھال بھی لے، تو اس میں کوتاہیاں ضرور ہوں گی، جو آپ کے لیے مستقل الجھن ثابت ہوں گی، اس بیوی کو اپنے نکاح میں باقی رکھتے ہوئے دوسری سے عقد کیا، تو دونوں کے حقوق کی ادائیگی، اور ان میں عدل و مساوات قائم کرنا بڑا مشکل ہوگا اور اس کے قائم نہ کر سکنے کی وجہ سے آپ مستحق وعید ہوں گے، اس لیے شریعت کی اس اجازت کو اختیار کرنے سے پہلے اس کے تمام عواقب و نتائج پر غور کر لیجئے، آپ میں تمام سے نمٹنے کی صلاحیت و قوت ہے، تو عمل میں لائیے، شریعت کا اصول ہے: ”إذا ابتليت ببليتین فاختر أھونھما“ (جب دو مصیبت میں گرفتار ہو تو ان میں جو ہلکی ہو اس کو اختیار کرو) آپ کو چاہیے تھا کہ آپ اس عورت کا ذہن دینی بناتے، اتنے سال سے جب وہ آپ کے عقدِ نکاح میں ہے، تو اس کی دینی تربیت بھی آپ پر ہے: ﴿قوا انفسکم و اھلیکم ناراً﴾

(اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم سے بچاؤ) اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے اہل وعیال کی تربیت و تعلیم کو ضروری اور واجب بتلایا ہے، اس لیے مناسب تو یہ ہے کہ آج ہی سے آپ اس کی تعلیم اور احکام شرعیہ سے واقف کرانے پر توجہ اور محنت کیجئے کہ خود اس کو اپنی اس حرکت پر زندگی بھر ندامت کا احساس رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ، ۲۶ / محرم الحرام ۱۴۱۱ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## طلاق دینے کے بعد اس کی متعدد بار خبر دی

**سوال:** نور جہاں بہن کا کہنا ہے کہ جب رات کو ہم لیٹنے گئے اور میں میرے شوہر کا پیر دوبار ہی تھی تو ہمارے مابین کچھ بات پر تکرار ہو گئی، میرے شوہر نے مجھے کہا کہ میں نے تجھے ایک طلاق دی ہے، میں نے کہا کہ ہم اجنبی شہر میں آئے ہوئے ہیں تو آپ ذرا تمیز سے بات کریں تو اس وقت میرے شوہر نے مجھے زور سے ایک لٹ ماری اور کہا کہ جا میں نے تجھے ایک طلاق دے دی ہے، یہ کہنا دوسری مرتبہ تھا، اور اس کے کہنے کو اس کے بھانجے عمران نے بھی سنا تھا، پھر اس کے بعد ان کی بہن یعنی میرے شوہر کی بہن کا کہنا ہے کہ جب ہم کھانا پکا رہے تھے تب میرے بھائی نے مجھے یہ کہا کہ میں نے اسے ایک دے دی ہے اور دو باقی ہے، اس کے بعد دوسرے دن اس کی امی کے اوپر (وازنکیر) فون کیا کہ امی جان میں نے نور جہاں کو طلاق دے دی ہے، اس کے بعد اس کی امی ذرا کانپ گئی تو جس کے گھر فون آیا تھا اس مرد نے ان کی امی کے ہاتھ سے فون لے لیا تو میرے شوہر نے ان کو بھی ایسا ہی کہا کہ میں نے اس کو طلاق

دے دی ہے، یہی ان کی طلاق کا خلاصہ ہے۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

آپ کے شوہر سے بھی واقعہ کی تفصیل معلوم کی، جس سے معلوم ہوا کہ اس نے آپ کی عدم موجودگی میں اپنی بہن کے سامنے آپ کو ایک طلاق دی تھی، اس کے بعد جب آپ اس کا پیر دبانے آئی تو آپ کو اطلاع دی کہ میں نے تجھے ایک طلاق دے دی ہے، اسی طرح اپنی امی کو فون پر بھی اطلاع کی غرض سے بتلایا کہ میں نے اس کو طلاق دے دی ہے، شوہر کے الفاظ اور قرآن احوال سے ظاہر ہے کہ ایک مرتبہ طلاق دینے کے بعد اس نے جو الفاظ استعمال کئے اس سے شوہر کا مقصود انشاء طلاق نہیں تھا؛ بلکہ اخبار مقصود ہے، اس لیے صورتِ مسئلہ میں آپ پر ایک ہی طلاق واقع ہوئی ہے۔

شامی میں ہے: وإذا قال أنت طالق، ثم قيل له: ما قلت؟ فقال: قد طلقته أو قلت هي طالق، فهي طالق واحدة؛ لأنه جواب كذا كافي للحاكم (٤٩٩/٢) في الدر: لا يلحق البائن البائن إذا امكن جعله اخباراً عن الأول كانت بائن بائن أو ابنتك بتطليقة فلا يقع؛ لأنه اخبار فلا ضرورة في جعله انشاء (درمختار) في الشامية: (قوله: لأنه اخبار) أي يجعل اخباراً لأنه امكن ذلك (شامی ٥١٢/٢)

اگر اس سے پہلے کوئی طلاق نہیں دی ہے تو عدت کے اندر اندر شوہر رجوع کر سکتا ہے، رجوع کی صورت یہ ہے کہ دو گواہوں کے سامنے یہ کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں لوٹا لیا، جب رجوع کر لے گا تو عورت نکاح میں باقی رہے گی؛

البتة آئندہ شوہر کو صرف دو طلاق کا اختیار باقی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۸ / محرم الحرام ۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## صریح تین طلاق

**سوال:** بعد سلام آپ کو معلوم ہو کہ میں یہاں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جا رہا ہوں، کہاں جا رہا ہوں شاید مجھے بھی معلوم نہیں؛ کیوں کہ میں زندگی میں کچھ کر نہیں سکتا، کیوں کہ اللہ نے میری زندگی میں کچھ اور لکھا ہے، میں ایسا کام کرنے جا رہا ہوں شاید میری زندگی ہی موت میں ڈھل جائے، میں بمبئی میں ایسا کام کرنے جا رہا ہوں شاید میری زندگی موت بن جائے، اس لیے مجھے ڈھونڈھنے کی کوشش مت کرنا؛ کیوں کہ میں آپ لوگوں سے بہت دور جا رہا ہوں، اور اب لوٹ کر آنا مشکل ہے؛ کیوں کہ میں جس کام میں جا رہا ہوں میری موت ہی اس کا سبب بن سکتی ہے، اور میری طرف سے ریشما آزاد ہے؛ کیوں کہ میں نے اسے زندگی میں کچھ نہیں دیا ہے، معافی مانگتا ہوں، اپنی بیوی اور سارے جہاں سے؛ معاف کر دینا مجھ کو اللہ کے واسطے، خدا حافظ! اور میں اللہ کو حاضر و ناظر رکھ کر آپ کو طلاق، طلاق، طلاق دے رہا ہوں؛ کیوں کہ میری زندگی میں کچھ بھی نہیں رکھا ہے، اس لیے آپ کو میری طرف سے کوئی بندش نہیں ہے، آپ کو میری طرف سے کوئی فکر نہ رہے، اور آپ دوسرا گھر بسا سکتے، بس میری طرف سے یہی دعا ہے کہ آپ جہاں بھی رہے پھولوں کی طرح ہمیشہ مسکراتی رہے، اور میری طرف سے کسی کے ساتھ بھی کوئی غلطی ہوگئی تو اللہ کے لیے معاف کرنا، شاید میری قسمت میں

گھر بیوی بچے نہیں ہے، اور میں اپنی زندگی ایک ایسے کام میں لگا رہا ہوں جس کا انجام شاید موت ہو؛ کیوں کہ میری زندگی میں اللہ نے یہی لکھا ہے۔ فقط آپ کا شوہر سعید۔  
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، صَلَّى اللّٰهُ عَلٰی سَیْدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ۔

الجواب بحون الملك الوهاب: صورتِ مسئلہ میں طالق محمد سعید نے حلفیہ بیان دیا کہ اپنی بیوی ریشما کو چھوڑنے کا قطعی ارادہ اور طالق دینے کا قصد نہیں تھا، دماغی اور ذہنی الجھن میں یہ تحریر لکھ گیا، لہذا اس بیان کی روشنی میں ریشما زوجہ سعید پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی؛ کیوں کہ دو کلمات طلاق اضافت سے خالی ہیں، سعید دورانِ عدت رجعت کر لے، اب وہ وہی طلاق کا مالک رہا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و حکمہ احکم۔

کتبہ: عبدالمصطفیٰ فقیر اشرف رضا قادری

خادم الاقضاء والقضاء اداره شرعیہ مہاراشٹر، ۳۰/ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

صورتِ مسئلہ میں سعید کی زوجہ ریشما پر تین طلاق واقع ہو کر وہ اپنے شوہر پر حرام ہو چکی ہے، شرعی حلالہ کے بغیر اب سعید اس کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتا ہے، طلاق کے لیے الفاظِ صریح استعمال کرنے کی صورت میں قصد و ارادہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے، شامی میں ہے: ان الصریح لا یحتاج إلى النیة (شامی ۲/۶۷)۔

جب سعید نے صاف صاف یہ لکھا کہ ”میں اللہ کو حاضر و ناظر رکھ کر آپ کو طلاق طلاق طلاق دے رہا ہوں“ تو اضافت بھی موجود ہے، طلاق کے دو کلمات کو اضافت

سے خالی بتلانا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۱ / جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## غیر مدخول بہا کو تین طلاق کا حکم

**سوال:** ایک شخص نے اپنی بیوی کے متعلق خط میں یوں لکھا: ”میرے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اس لڑکی سے شادی کرنے پر ہمارا دل گوارہ نہیں کر رہا ہے، اس لیے میں چھوڑتا ہوں، چاہے آپ حضرات کو تکلیف ہو، اس لیے میں اس لڑکی کو جواب و طلاق دیتا ہوں، یعنی تین طلاق دیتا ہوں“ اس شخص کا صرف نکاح ہوا ہے تاہنوز رخصتی نہیں ہوئی، شرعاً کیا حکم ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

شوہر نے بغیر کسی جبر و اکراہ کے یہ تحریر لکھی ہے، اس میں یہ جملے بھی ہیں: ”میں چھوڑتا ہوں چاہے آپ حضرات کو تکلیف ہو، اس لیے اس لڑکی کو جواب و طلاق دیتا ہوں یعنی تین طلاق دیتا ہوں“

اردو زبان میں چھوڑنے کا حکم طلاق صریح کے حکم میں ہے۔

(امداد الاحکام ۲ / ۴۴۳، احسن الفتاویٰ ۵ / ۱۶۶)

ولو قال الرجل لامرأته: ترا چنگ باز داشتتم أو بهستم أو يله کردم ترا أو پای کشیده کردم ترا، فهذا كله تفسير قوله طلقتك عرفاً حتى يكون رجعياً ويقع بدون النية كذا في الخلاصة وكان الشيخ الامام ظهير الدين المرغيناني يفتي في قوله بهستم بالوقوع بلانية الخ (عالمگیری ۱ / ۳۷۹)

بمخلاف فارسیة قوله سرحتك وهو رها کردم؛ لأنه صار صریحاً في العرف على ما صرح به نجم الزاهدي الخوارزمي في شرح القدوري. اه  
(شامی ۲/ ۵۰۳)

اس لیے پہلے جملہ میں ”چھوڑ رہا ہوں الخ“ سے ایک طلاق واقع ہوگئی، اور عورت غیر مدخول بہا ہے جیسا کہ سوال میں تصریح ہے کہ ”صرف نکاح ہوا ہے تاہنوز رخصتی نہیں ہوئی“ تو اس ایک طلاق سے ہی عورت بائنہ ہوگئی، اور اس پر عدت نہ ہونے کی وجہ سے بعد والے جملہ سے کوئی طلاق پڑی نہیں۔

وان فرق بوصف أو خبر أو جمل بعطف أو غيره بانة بالأولى لا إلى عدة ولذا لم تقع الثانية الخ (درمختار مع الشامی ۲/ ۱۹۴)

لہذا یہ شوہر اس عورت سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں ہے؛ البتہ اس کے بعد صرف دو طلاق کا اختیار ہوگا۔

نوٹ: یہ جواب اس بنیاد پر ہے کہ رخصتی نہ ہونے کو عدم دخول پر محمول کیا گیا ہے؛ لیکن اگر عرفی رخصتی نہ ہونے کے باوجود شوہر عورت پر دخول کر چکا ہے تو صورت مسئولہ میں بھی تین طلاق واقع ہو کر عورت حرام ہو چکی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۶ / صفر ۱۴۱۷ھ

## غیر مدخول بہا کو تین طلاق دینا

سوال: ”بندہ نے اپنی غیر مدخول بہا زوجہ کو تین طلاق دیا، یادیتا ہوں“ کہا تو اس جملے سے کتنی طلاق پڑے گی؟ اور اس سے دوبارہ شادی کرنے کے لیے کیا راستہ اختیار کرنا پڑے گا؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر کوئی شخص اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو یہ جملہ کہے کہ ”تین طلاق دیا“ یا ”تین طلاق دیتا ہوں“ تو اس عورت پر تین طلاق واقع ہو جائے گی۔

وإذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً قبل الدخول بها وقعن عليها (ہدایہ ۲/۳۷۱)  
تین طلاق واقع ہونے سے وہ عورت اپنے شوہر پر حرام بہ حرمت مغلطہ ہو چکی، شرعی حلالہ کے بغیر اب اس کے ساتھ دوبارہ نکاح درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۰/ رجب الاول ۱۴۱۷ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## غصہ کی حالت میں طلاق ثلاثہ

**سوال:** میں نے غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق طلاق طلاق کہا تھا؛ لیکن میری کیفیت اس وقت معتوہ کی سی ہو گئی تھی، کہ مثلاً میں نے پیسے بھی پھاڑ دیے، اور بچوں کی بھی پٹائی کی، غرض کہ میں اپنے قابو میں نہیں تھا، تو کیا صورت مسئلہ میں معتوہ شمار کیا جاؤں گا یا اس کو صرف غصہ کی حالت قرار دی جائے گی؟ نیز یہ حالت مجھے اس سے قبل بھی پیش آئی تھی، اس وقت بھی میں نے یہی جملہ اس کو استعمال کیے تھے؛ لیکن پھر بھی ہم میاں بیوی کا تعلق برابر قائم رکھتے آئے، اور اب بھی ایسا ہی ہوا، تو خدا را اگر میرے بارے میں صورت مسئلہ سے چھٹکارے کی حلالہ کے علاوہ کوئی صورت ہو تو تحریر فرمائیں نوازش ہوگی۔

نوٹ: معتوہ کی جو تعریف ہے فتاویٰ رحیمیہ ۲/۱۴۵ پر اس طرح ہے کہ:



اصطلاح میں جو مغلوب العقل، قلیل الفہم، پراگندہ دماغ، بے جوڑ باتیں کرے، بے ڈھنگا ہو، نہ ٹھیک سوچ سکے نہ ٹھیک کام کر سکے؛ البتہ پاگلوں کی طرح مار دھاڑ اور گالی گلوچ نہ کرتا ہو، ایسے شخص کو معتوہ کہا جاتا ہے اور معتوہ کی طلاق معتبر نہیں ہوتی۔

(فتاویٰ رحیمیہ ۱۳۶/۲)

لیکن میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ مجھے یہ حالات سب غصہ کے بعد پیش آئے، اس سے پہلے میں اچھا تھا تو اس کو غصہ کی ہی حالت قرار دی جائے گی یا معتوہ کی؟ جو بھی حکم ہو تحریر فرمائیں، اور صورت مذکورہ میں میری بیوی کو طلاق ہوئی یا نہیں ہوئی؟ اور معتوہ کی تعریف مجھ پر صادق آتی ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

معتوہ تو مجنون ہی کی ایک قسم ہے جیسا کہ شامی میں تصریح موجود ہے، اور آپ کی حالت غصہ کی تھی اور غصہ میں دی ہوئی طلاق پڑ جاتی ہے؛ اس لیے آپ نے جو طلاق پہلے دی تھی وہ پڑ گئی تھی، اور اس کی وجہ سے آپ کی بیوی آپ پر حرام ہو چکی ہے۔ اس کے ساتھ بیوی کا معاملہ حرام ہے، فوراً دونوں علاحدگی اختیار کر لیں، اور عورت عدت گزار کر دوسرا نکاح کرے، آپ اپنے لیے دوسری بیوی تلاش کر لیجئے، اور اب تک جو زنا کا ارتکاب ہوا اس پر سچی پکی توبہ کیجئے۔ دنیوی زندگی چند روزہ ہے، پھر موت کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہونا ہے اور جواب دینا ہے، اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نوٹ: آپ خود فتاویٰ رحیمیہ کا مطالعہ فرما کر خود ساختہ مفتی نہ بن جائیں؛ ورنہ

شیطان آپ کے دین کے ساتھ کھلواڑ کرتا رہے گا۔ فقط

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ غنی عنہ

## حالت حیض میں تحریری تین طلاق دینا

**سوال:** میرے بھائی کی شادی گیارہ سال پہلے ہوئی تھی، ان کے چار بچے حیات ہیں، میاں بیوی کی آپسی کاوشوں کی بنا پر میرے بھائی نے ڈھائی ماہ قبل اپنی بیوی کو تحریری تین طلاق دے دیا؛ لیکن بیوی نے لینے سے انکار کر دیا، اور وجہ یہ بتائی کہ میں حالت حیض میں ہوں میں طلاق نامہ لینے سے انکار کرتی ہوں، اور میں آنے کے لیے تیار ہوں، درمیانی لوگوں کے سمجھانے پر میرا بھائی بھی راضی ہو گیا اب وہ بھی لانا چاہتا ہے، لہذا مؤدبانہ درخواست ہے کہ میرا بھائی اپنی بیوی کو بغیر نکاح یا حلالہ کے لاسکتا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

جس طرح زبانی طلاق دینے سے واقع ہو جاتی ہے اسی طرح تحریری طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے، عورت جب حالت حیض میں ہو تو اس کو طلاق نہیں دینا چاہیے؛ بلکہ جب وہ حیض سے پاک ہو جائے تو اس پاکی میں اس کے ساتھ وطی کرنے سے پہلے طلاق دینا سنت ہے؛ لیکن اس کے باوجود اگر کوئی آدمی حیض کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دے گا تو وہ طلاق واقع ہو جاتی ہے، نیز طلاق کا واقع ہونا بیوی کے طلاق نامہ لینے پر موقوف نہیں؛ بلکہ بیوی طلاق نامہ لینے سے انکار کرے تب بھی طلاق واقع

ہو جاتی ہے، لہذا صورتِ مسئلہ میں آپ کے بھائی نے اپنی بیوی کو تحریری طور پر جو تین طلاق دے دی، وہ اس کی بیوی پر واقع ہو کر وہ عورت آپ کے بھائی پر حرام ہو گئی، اب شرعی حلالہ کے بعد اس کے ساتھ نکاح ممکن ہے، اس کے بغیر نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۲۴ ربیع الآخر ۱۴۱۳ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

## تین طلاق میں اختلاف

**سوال:** میرے بڑے داماد (عظیم خان) نے جمعہ کی شب تقریباً تین بجے نشہ کی حالت میں گالی گلوچ کے دوران اپنی بیوی (سلمی بیگم) کو طلاق دیا وہاں پر حاضر لڑکی سلمی کے ایک چچا زاد بھائی، خود سلمی اور سلمی کی والدہ کے قول کے مطابق دو مرتبہ طلاق کا لفظ ادا کیا اور ایک چچا زاد بھائی کے قول کے مطابق تین مرتبہ طلاق کا لفظ ادا کیا اس کے بعد عظیم نے اپنے بیٹوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سلمی کی والدہ سے کہا کہ میں اپنے بیٹوں کو لے جا رہا ہوں تم اپنی بیٹی کو سنبھالو اس جملہ کی تصدیق بھی سلمی کی والدہ، دونوں چچا زاد بھائی اور خود سلمی کر رہے ہیں۔ اوپر لکھی ہوئی عبارت کی تصدیق ہم سب کرتے ہیں اپنے دستخط نیچے کر رہے ہیں۔ مفتی صاحب سے گزارش ہے کہ اس تحریر کردہ مسئلہ کی وضاحت فرما کر تحریری جواب سے نوازیں۔

دستخط سلمی:- سلمی بانو عظیم خان سلمی کے چچا زاد بھائی:- ۱) عبد الجلیل: اے خان سلمی کی والدہ:- حلیمہ بی بی سلمی کے چچا زاد بھائی:- ۲) عبد الحنان: اے خان

میں گناہگار عظیم اللہ آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ دو الفاظ میں نے اپنی زبان پر لایا اور جو میں نے تیسرا الفاظ اپنے بچوں کو لے جانے کے لیے بولا تو اس کو تیسرے الفاظ میں مت استعمال کرنا اگر آپ لوگوں کو مجھ پر عقیدہ نہیں ہو تو میں کلام پاک پر ہاتھ رکھ کر قسم کھانے کے لیے تیار ہوں۔ خدا حافظ

(الجواب) : حامداً ومصلياً ومسلماً

نشہ کی حالت میں دی ہوئی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے۔ اس لیے عظیم خان نے اپنی بیوی سلمہ بیگم کو جو طلاق دی وہ واقع ہو چکی ہے۔ عظیم خان اگر تین مرتبہ لفظ طلاق بولنے کا اقرار کرتا ہے تو اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو کر اس کے لیے حرام ہو گئی۔ اور اگر وہ تین کا انکار کرتا ہے تو چوں کہ تین پر پوری شہادت موجود نہیں ہے بلکہ صرف دو پر ہے اس لیے دو طلاق واقع ہوگی اور الفاظ صریح ہونے کی وجہ سے عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کر سکتا ہے۔ اور عدت ختم ہونے کے بعد تجدید نکاح کافی ہے۔ البتہ آئندہ اس کو ایک ہی طلاق دینے کا حق رہ گیا ہے۔ اس لیے اگر ایک بھی دے گا تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔ عظیم خان کا طلاق دے چکنے کے بعد سلمی بیگم کی والدہ سے یہ کہنا کہ، ”میں اپنے بیٹوں کو لے جا رہا ہوں تم اپنی بیٹی کو سنبھالو،“ حقیقی معنی پر محمول ہو کر اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ چوں کہ میں طلاق دے چکا ہوں اس لیے اب بچوں کو لے جاتا ہوں اور بیوی پر طلاق واقع ہو چکی ہے اس لیے اس کو تم سنبھالو۔

ويستدل عليه بما في الدر وحاشية رد المحتار: قال اعتدى ثلاثا  
و نوى بالاول طلاقا وبالباقي حيضا صدق قضاء لنيته حقيقة كلامه

و ان لم ینوبه ای بالباقی شیئا فثلاث لدلالة الحال بنية الاول الخ (در

مختار علی هامش الشامی ۶/۵۰۶)

اور اگر اس کی کوئی نیت نہیں تھی یا سنبھالو کے لفظ سے طلاق کی نیت تھی تو ان دونوں صورتوں میں سلمی بیگم پر تین طلاق واقع ہو چکی ہیں اور وہ اپنے شوہر عظیم خان پر حرام ہوگی کما یدل علیہ العبارة السابقة. فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۹/ جمادی الاول ۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## طلاق میں میاں بیوی کا اختلاف ہو تو کیا کرے؟

**سوال:** ایک مرد کی بیوی یہ کہتی ہے کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں، اور شوہر انکار کرتا ہے، نیز بیوی ساتھ رہنا بھی چاہتی ہے تو بیوی کے لیے اس کے ساتھ رہنا جائز ہوگا؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر اس عورت نے خود اپنے شوہر سے تین طلاقیں سنی ہیں، یا دو ثقہ آدمیوں نے اس کو شوہر کے تین طلاق دینے کی خبر دی ہے، تو اس عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس مرد کے ساتھ رہے، یا اس کو اپنے اوپر قابو دے؛ بلکہ اس کو چاہیے کہ اس مرد کو کچھ تم دے کر اپنی گلو خلاصی کرے، یا بھاگ جائے۔ (در مختار شامی ۲/۵۹۰)

البتہ اگر وہ عورت اس شوہر کی عدت گزار کر، دوسرے شوہر سے نکاح کرے، اور دوسرا شوہر وطی کے بعد انتقال کر جائے، یا طلاق دے دے، اور اس کی عدت گزار جائے، تو

وہ شوہر اول کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتی ہے۔ (ایضاً ۲/۵۹۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۳۰ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ غنی عنہ

## عورت کے مطالبے پر تین طلاق دینا

(سوال) بیوی خاوند کے درمیان ذیل میں لکھی ہوئی گفتگو ہوئی:

عورت: مجھے طلاق چاہیے غصہ میں چلاتے ہوئے کہا۔

مرد: مجھے طلاق نہیں دینی۔

عورت: مجھے طلاق چاہیے، میں نے کسی مولانا کے پاس نہیں جانا، عورت نے

اصرار کرتے ہوئے کہا۔

مرد: اچھا تجھے طلاق ہے۔

عورت: مجھے تین طلاقیں چاہیے، عورت نے زوردار الفاظ میں تین طلاق کا

مطالبہ کیا۔

مرد: مجھے تین طلاقیں نہیں دینی۔

عورت: مجھے تین طلاقیں ہی چاہیے، عورت نے پھر تین طلاقوں کا اصرار کیا۔

مرد: اچھا پھر تین ہی سمجھ لے۔

مذکورہ بالا مکالمہ مرد کے بیان کے مطابق ہے، عورت کہتی ہے: بات یوں ہوئی

تھی: پہلی طلاق کے سلسلہ میں عورت کا بیان مرد کے مطابق ہے، یعنی عورت

نے طلاق کا مطالبہ کیا تو مرد نے ایک طلاق دے دی، اچھا تجھے طلاق ہے، اس کے

بعد بیوی کہتی ہے: میں نے بقیہ دو طلاق کا مطالبہ کیا تو مرد نے جواب میں کہا، اچھا میں نے وہ دو طلاق بھی دے دی، عورت کو یقین ہے کہ اسے تین طلاقیں مل چکی ہیں، جب دونوں میں یہ گفتگو ہو رہی تھی تو وہاں کوئی تیسرا شخص موجود نہیں تھا، اور عورت بڑے غضبناک انداز میں تین طلاقوں کا مطالبہ کر رہی تھی۔ اب کیا فرماتے ہیں مفتیان دین اس مسئلہ میں کہ گواہ کی عدم موجودگی میں دونوں میں سے کس کی بات پر اعتماد کیا جائے؟ اور عورت کے پُر زور الفاظ میں تین طلاقوں کے مطالبہ کے جواب میں مرد کے یہ کہنے پر: اچھا پھر تین ہی سمجھ لے، تین طلاقیں واقع ہوئی یا نہیں؟ اور اب ان کامیاب بیوی کی طرح اکٹھا رہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور عورت کو اپنے بیان کے مطابق جب تین طلاقیں مل چکی ہیں تو اسے خاوند کے ساتھ رہنا چاہیے یا نہیں؟ یہ بات بھی یاد رہے کہ میاں بیوی کے درمیان کئی مہینوں سے لڑائی جھگڑا رہتا تھا، اور نباہ نہیں ہو رہا تھا۔

(الجواب): حامداً ومصلياً ومسلماً

صورت مسئلہ میں عورت اور مرد دونوں کے بیان کے مطابق عورت پر تین طلاق واقع ہو چکی ہیں، اور عورت اپنے شوہر پر حرام ہو چکی ہے، اب اس کا اپنے اس شوہر کے پاس بحیثیت بیوی رہنا جائز نہیں؛ بلکہ حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد۔ بسم اللہ عنہ

حاملہ کو طلاق دینے کا عمدہ طریقہ

(سوال): ہمارے محلہ کا ایک لڑکا اپنی بیوی سے تنگ آ کر اسے شرعی طریقے سے

ایک طلاق دے دیا ہے، وہ طلاق ۹۰/۱۰/۹ کو دیا ہے، اس کا دوسرا طلاق کب دینا چاہیے، اور تیسرے طلاق کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ طلاق دینے کے بعد عدت کتنی ہوگی؟ وہ لڑکا مزدوری کرتا ہے، اور اس کی بیوی کو چار مہینے کا حمل ہے، اور ایک لڑکا تین سال کا ہے، شرعی طریقے سے اس کی عدت اور زچگی کا خرچ، بچے کے دودھ کا کیا مسئلہ ہوگا؟ ہمیں بتادیں، شرعی اصول کے مطابق تمہارا کیا فیصلہ ہوگا؟

(الجواب): حامداً ومصلياً ومسلماً

طلاق کا مسنون طریقہ اور احسن و عمدہ طریقہ تو یہ ہے کہ جب اس نے اپنی حاملہ بیوی کو ایک طلاق دے دی ہے، تو اب آئندہ مزید کوئی طلاق نہ دے؛ بلکہ اس کی عدت ختم ہو جانے دے، جب عدت پوری ہو جائے گی، تو آپ ہی آپ وہ عورت اس کے نکاح سے نکلی ہوئی سمجھی جاوے گی، اس کی عدت وضع حمل یعنی بچہ پیدا ہونے تک ہے، دورانِ عدت وہ عورت اسی گھر میں رہے گی، اور اس کا نفقہ اس شوہر پر رہے گا بچہ پیدا ہونے پر عدت ختم ہو جاوے گی پھر بچہ کا نفقہ باپ پر ہے، اگر باپ یہ چاہتا ہے کہ بچہ کو اس کی ماں دودھ پلائے تو اجرت رضاعت یعنی دودھ پلانے کی اجرت اس کو دینا پڑے گی، بچہ کی پرورش کا حق ماں کو ہے، اور جب تک اس نے اجنبی کے ساتھ شادی نہ کی ہو، وہاں تک وہی پرورش کی زیادہ حق دار ہے، اور اس کو پرورش کی اجرت بھی دینی پڑے گی، یعنی: باپ پر ضروری ہے کہ بچہ کی ماں کو پرورش کی اجرت ادا کرے، اور بچہ کی پرورش کا یہ حق، اگر لڑکا ہے تو اس کی عمر سات سال کی ہونے تک حاصل ہے، اور اگر لڑکی ہے تو اس کے بالغ ہونے تک حاصل ہے۔ (عالمگیری)



فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۱۰ / ربیع الآخر ۱۴۱۱ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد۔ بسم اللہ عنی عنہ

## حالتِ حمل میں تین طلاق دینا

**سوال:** ایک عورت کو اس کے شوہر کا حمل چار ماہ کا تھا، شوہر نے عورت کے نام رقعہ لکھا کہ تجھے طلاق، طلاق، طلاق اور چند آدمیوں کے سامنے بھی اقرار کیا کہ میں طلاق دے چکا ہوں، صورتِ مسئلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

صورتِ مسئلہ میں اس عورت پر تین طلاق واقع ہو کر وہ اپنے شوہر کے لیے حرام ہو گئی، شرعی حلالہ کے بغیر اب اس شوہر کا عورت سے نکاح درست نہیں ہے، حالتِ حمل میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (شامی جلد ثانی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۷ / جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ

## حالتِ حمل میں طلاق ثلاثہ

**سوال:** زید نے اپنی بیوی کو آپسی جھگڑے کی وجہ سے ایک ہی مجلس میں تحریری طور پر (طلاق، طلاق، طلاق) تین طلاقیں دے دیں، جب کہ عورت چار ماہ کے حمل سے تھی، تو کیا حالتِ حمل میں دی گئی طلاقیں واقع ہوں گی؟ اگر واقع ہوں گی تو کیا حلالہ ضروری ہے؟ اور حلالہ کے علاوہ کوئی دوسری صحیح صورتِ حال ہو تو واضح کریں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

زید نے تحریری طور پر جو طلاق اپنی بیوی کو دے دی، وہ واقع ہو چکی، اور چوں کہ وہ تین ہیں؛ اس لیے اس کی بیوی اس پر حرام ہو گئی۔

وان كانت مرسومة يقع الطلاق نوى أولم ينو (شامی ۲/ ۶۶۵)

اب یہ عورت عدت گزار کر (جو صورت مسنولہ میں وضع حمل ہے) دوسرے مرد سے نکاح کرے، اور وہ مرد اس عورت سے صحبت کرے، اس کے بعد (بلا کسی پیشگی شرط کے) اس عورت کو طلاق دے، یا اس مرد کا انتقال ہو جائے، تو اس کی عدت گزار کر یہ عورت زید سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے، حالت حمل میں دی ہوئی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۵/ ذوالقعدہ ۱۳۱۳ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد۔ بسم اللہ عنی عنہ

## نشہ کی حالت میں تین طلاق

**سوال:** آج کل دورِ حاضر میں کچھ ایسے مسائل ہیں جو کثرت سے رونما ہو رہے ہیں، اس کے متعلق عالمِ اسلام میں کیا ردِ عمل ہے؟ فقہ حنفی میں اس کے متعلق کیا احکام ہیں؟ شراب کے نشہ میں ایک نشست میں تین طلاق دی گئی:

(الف) مدخول بہا نہیں۔ (ب) مدخول ہے، صاحبِ اولاد ہے۔ (ج) خلوتِ صحیحہ ہو چکی ہے۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اپنے ارادہ اور اختیار سے شراب پینے کے بعد اس کے نشہ میں جو طلاق دی گئی وہ

واقع ہو جاتی ہے۔

درمختار میں ہے: ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل ولو تقديراً بدائع  
يدخل السكران (درمختار) (قوله يدخل السكران) أي فإنه في حكم  
العاقل زجراً له، فلانفاة بين قوله عاقل وقوله الآتي أوسكران (شامی ۲/۴۵۶)  
وطلاق السكران واقع إذا سكر من الخمر أو النبيذ وهو مذهب  
أصحابنا رحمهم الله تعالى، كذا في المحيط. (فتاویٰ عالمگیری ۱/۳۰۳)

اب اگر طلاق دینے والے نے بیک لفظ میں تین طلاق دی مثلاً اس نے کہا کہ  
تجھے تین طلاق تو اس صورت میں بیوی پر تینوں طلاق واقع ہو جائے گی، چاہے مدخول بہا  
ہو یا نہ ہو، چاہے خلوت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، اور اگر الگ الگ الفاظ سے تین طلاق  
دی مثلاً اس نے کہا تجھے طلاق، طلاق، طلاق، تو اس صورت میں اگر اس کے ساتھ وطی  
اور خلوت نہیں ہوئی ہے تو ایک طلاق پڑے گی اس پر عدت بھی نہیں ہے اور اگر اس  
کے ساتھ وطی یا خلوت ہو چکی ہے تو تینوں طلاق واقع ہو جائے گی۔

قال لزوجه غير المدخول بها: أنت طالق ثلاثاً، وقعن، وإن فرق  
بانث بالأولى لا إلى عدة، ولذا لم تقع الثانية بخلاف الموطوءة حيث  
يقع الكل. (تنوير الأبصار مع الدر المختار) (قوله بخلاف الموطوءة) أي ولو حكما  
كالمختل بها فإنها كالموطوءة في لزوم العدة، وكذا في وقوع الطلاق  
بائن آخر في عدتها الخ. (شامی ۲/۴۹۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۱۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

## مذاق میں بلاگواہ طلاق اور حمل کا حکم

**سوال:** دو میاں بیوی کے درمیان جھگڑا ہوا، اس جھگڑے میں شوہر نے بیوی کو تین بار (تین مرتبہ) طلاق کے الفاظ استعمال کئے، ان الفاظ کے استعمال کرنے کے بعد بیوی نے اپنے شوہر سے کہا کہ اب تو میرا اور آپ کا کوئی رشتہ نہیں، اب میں آپ کے پاس نہیں رہ سکتی ہوں، تب شوہر نے بتلایا کہ میں نے مذاق کیا ہے، اور اس کے بعد شوہر نے کسی سے پوچھا تو اس شخص نے بتایا کہ ایسی طلاق نہیں ہوتی، گواہ صرف دونوں میاں بیوی ہیں، تو کیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور ایسی مذاق چلے گی یا نہیں؟ اور مکان میں تو صرف دونوں میاں بیوی تھے، اور اس بات کو کم از کم دو ڈھائی مہینہ ہو چکے ہیں، ایسی صورت میں اس وقت سے لے کر اب تک دونوں میاں بیوی ایک ہی مکان میں رہتے ہیں، اور دونوں کا کھانا پینا اور سونا ایک ہی ساتھ ہے، تو کیا یہ سب کچھ حلال ہے یا حرام؟ ان الفاظ کے استعمال کے بعد اس کی بیوی کو بیس یا پچیس روز کا حمل ٹھہرا ہوا ہے تو یہ حمل حرام ہے یا حلال؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

جب شوہر نے اپنی بیوی کو تین مرتبہ طلاق دیدی، تو وہ اس کی بیوی پر واقع ہو کر بیوی شوہر کے لیے حرام ہو گئی، مذاق میں طلاق دینے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اور اس وقت میاں بیوی کے علاوہ دوسرا موجود نہیں تھا پھر بھی طلاق واقع ہو گئی، طلاق واقع ہونے کے لیے شوہر کا الفاظ طلاق بولنا کافی ہے، بیوی یا گواہوں کا سننا ضروری نہیں ہے، بیوی نے سنا ہو یا نہ سنا ہو، گواہ موجود ہوں یا نہ ہوں، طلاق بہر حال

واقع ہو جاتی ہے۔

درمختار میں ہے: ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل ولو تقديرا بدائع  
ليدخل السكران وعبدا أو مكرها أو هازلا لا يقصد حقيقة كلامه  
(درمختار) (قوله: هازلا) أي فيقع قضاء وديانة الخ (شامی ۱/۵۹۹)

جس آدمی نے طلاق واقع نہ ہونے کو بتلایا ہے اس نے غلط بتلایا، صورت مسئلہ  
میں جب عورت اس پر حرام ہو گئی تو اب دونوں کامیاب بیوی کی طرح ایک مکان میں  
رہنا ناجائز اور حرام ہے، دونوں کو چاہیے کہ اولین فرصت میں علیحدہ ہو جائیں، شوہر  
نے جس روز طلاق کے الفاظ کہے تھے اس کے دو سال کے اندر اندر اگر بچہ پیدا ہوا تو  
اس بچہ کا نسب اس شوہر سے ثابت مانا جائے گا؛ ورنہ نہیں۔

كما يثبت بلاد عوة احتياطا في مبتوتة جاءت به لأقل منهما  
من وقت الطلاق، لجواز وجوده وقته (درمختار) (قوله: كما في مبتوتة)  
يشمل البت بالواحدة والثلاث الخ (شامی ۱/۶۷۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۲/ ذوالحجۃ الحرام ۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

## تحریری طلاق

سوال: خاوند اپنی عورت کو کاغذ میں طلاق نامہ لکھ کر پوسٹ پارسل بھیجے، پارسل  
حاصل کرنے سے وہ عورت کا طلاق نامہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یعنی (طلاق نامہ روبرو  
میں نہیں ہوا ہے) اگر یہ طلاق ہو جاتی ہے، ہندوستان کے قانون کے مطابق کورٹ  
سے جو پوشگی ملتی ہے، یعنی ہر مہینہ خاوند سے رقم وہ لیتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز

نہیں ہے تو کورٹ نے اس کی اولاد کو دی، اولاد کو لینی چاہیے یا نہیں؟ اور باپ کے انتقال کے بعد اس کی جائیداد یا پیسے لے سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

جس طرح زبانی دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، اسی طرح اگر شوہر تحریری طور پر طلاق نامہ لکھے یا لکھوائے تب بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (شامی ۲/۴۶۳، ۴۶۵) طلاق کے بعد عدت کے زمانہ کا نفقہ شوہر پر واجب ہے۔ (اگر عورت کو حیض آتا ہے تو اس کی عدت تین حیض ہوگی، اور اگر حیض نہیں آتا ہے تو تین مہینہ، اور اگر عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت بچہ پیدا ہونے تک ہے) عدت گزر جانے کے بعد عورت شوہر سے نفقہ پانے کی حقدار نہیں ہے، سرکاری قانون کا سہارا لے کر اگر کوئی عورت عدت گزر جانے کے بعد بھی شوہر سے نفقہ وصول کرتی ہے تو وہ ناجائز اور حرام ہے، اولاد کا نفقہ باپ پر واجب ہے، وہ رقم اگر کورٹ دلواتی ہے تو لی جاسکتی ہے، باپ کے مرنے کے بعد اس کے مال میں اولاد کا نفقہ تو نہیں واجب ہوگا؛ لیکن اولاد کو اس میں حق وراثت حاصل ہے، یعنی بحیثیت وارث اولاد اس کے مال میں سے اپنا حصہ میراث وصول کرے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۱۶/ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ

**روبر و طلاق بالکتابت واقع نہیں ہوتی**

**سوال:** زید نے اپنی بیوی بندہ کے سامنے کچھ بات چیت سے متاثر ہو کر ایک پرچی میں لکھ دیا: طلاق طلاق طلاق، پھر وہ پرچی اپنی بیوی ہندہ کی گود میں ڈال کر

چلا گیا، تو کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگی؟

الجواب: صورت مسئلہ میں جب کہ زید نے ایک کاغذ میں اپنی بیوی کے سامنے تین مرتبہ طلاق کے الفاظ لکھے ہیں اور زبان سے اس کا تلفظ نہیں کیا، تو ایسی صورت میں زید کی بیوی ہندہ پر کسی قسم کی طلاق واقع نہ ہوگی۔ دلائل حسب ذیل ہیں:

① مخاطب کو کسی بات پر آگاہ کرنے کے لیے عموماً تین طریقے استعمال کیے جاتے ہیں: ① نطق، یعنی زبان سے کوئی بات کہے ② کتابت ③ اشارہ۔ ان تین کے اندر اصل نطق ہے؛ اس لیے کہ یہ کتابت اور اشارہ کے مقابلے میں واضح ہے، مخاطب کو بات نطق سے مکاحقہ سمجھ میں آجاتی ہے، اور کتابت و اشارہ میں کچھ نہ کچھ اجمال باقی رہتا ہے؛ اس لیے یہ دونوں نطق کی فرع ہوئیں، اور قاعدہ ہے کہ جب تک اصل موجود ہو، فرع پر عمل کرنا درست نہیں۔ اسی وجہ سے اس آدمی کے لیے جو پانی کے استعمال پر قادر ہو، تیمم کرنے کی اجازت نہیں ہے، کہ تیمم طہارت ضروری ہے اور پانی طہارت مطلقہ ہے، پس جب تک طہارت مطلقہ موجود ہے۔ جو کہ اصل ہے۔ طہارت ضروریہ۔ یعنی فرع۔ پر عمل کرنے کی اجازت نہیں ہے، اسی طرح یہاں بھی کہ جب بیوی سامنے موجود ہے اور بولنے سے اس کو کوئی مجبوری نہیں ہے، پھر بھی کتابت کر رہا ہے تو گویا یہ اصل کو چھوڑ کر فرع پر عمل کر رہا ہے، جو جائز نہیں ہے یعنی غیر معتبر ہے۔ اسی وجہ سے صاحب بحر الرائق نے بعض فقہاء کا قول نقل کیا ہے کہ: گونگا آدمی اگر لکھنا جانتا ہو تو پھر اس کا اشارہ معتبر نہ ہوگا؛ بلکہ لکھ کر طلاق دینا ضروری ہوگا؛ کیوں کہ کتابت، اشارہ سے زیادہ واضح ہے، اور پھر اشارہ تو ایک مجبوری کی بنا پر تھا، جب وہ کتابت پر قادر ہے تو پھر اشارہ کی کیا ضرورت ہے۔

وفي البحر الرائق: وقال بعض المشايخ: إن كان يحسن الكتابة لا يقع طلاقه بالإشارة؛ لا ندفاع الضرورة بما هو أدل على المراد من الإشارة (البحر الرائق ۳/۲۴۹)

مذکورہ عبارت سے بھی صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ، گونگے کے حق میں کتابت اصل ہے یعنی حجت مطلقہ ہے، اور اشارہ حجت ضروریہ ہے، جب حجت مطلقہ پر قدرت نہ ہو تو حجت ضروریہ پر عمل کرنے کی اجازت ہوگی۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ بحر الرائق کے مسئلہ کو برقرار رکھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: گونگا آدمی اگر اشارہ سے طلاق دے اور اشارہ کتابت کی طرح واضح ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی، وجہ اس کی یہ بیان کی ہے کہ اشارہ اور کتابت دونوں نطق کے مقابلے میں حجت ضروریہ ہے، اور نطق حجت مطلقہ ہے، جب حجت مطلقہ پر قادر نہیں تو حجت ضروریہ میں سے جس پر بھی عمل کرے معتبر ہوگا۔

علامہ شامی اور صاحب البحر الرائق کے کلام میں کوئی تضاد نہیں ہے؛ بلکہ دونوں کا منتہی ایک ہی ہے، بہ ایں طور کہ صاحب البحر الرائق نے آخرس کی کتابت کو اشارہ کے مقابلے میں معتبر قرار دیا ہے؛ اس لیے کہ یہ مقصد پر زیادہ دلالت کرنے والا ہے، اور یہی بات علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: اصل تو کتابت ہی ہے؛ مگر جب اشارہ بھی اتنا واضح ہو کہ قاضی کسی بھی طرح سے آخرس کی بات سمجھ جائے، تو اشارہ بھی کافی ہو جائے گا۔ (درمختار)

قوله (إيماء الأخرس) أي إشارته بحاجب أو يد أو غير ذلك إذا عرف القاضي إشارته؛ وإلا ينبغي أن يستخبر ممن يعرفها إخوانه وأصدقائه وجيرانه حتى يفيد اعتبار الإيماء مع قدرته على الكتابة، وهو المعتمد؛



لأن كلا منهما حجة ضرورية كما في القهستاني وغيره (شامي ۲۰۰)  
 علامہ رافعی رحمۃ اللہ علیہ شامی کی خط کشیدہ عبات کی توضیح کرتے ہیں: کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ  
 نے کتابت اور اشارہ کو حجت ضروریہ کیوں کہا ہے؟ فرماتے ہیں کہ: حجت ضروریہ اس  
 لیے ہے کہ کتابت صرف اس ناطق کے حق میں معتبر ہے جو کسی غائب کو لکھ رہا ہو، یعنی  
 اگر ناطق حاضر کو لکھ رہا ہے تو کتابت معتبر نہیں ہے، ورنہ وہ حجت ضروریہ نہ رہے گی؛  
 بلکہ وہ تو حجت مطلقہ ہو جائے گی، جو ہر حال میں حجت ہے، اور یہ خلاف موضوع ہے۔  
 (قوله لأن كلا منهما حجة ضرورية) بناء على أن الكتابة إذما

تعتبر في الناطق للغائب (تقريرات رافعي ۳۰۴/۲)

نیز اس سے بھی صریح بات یہ ہے کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے طلاق بالکتابت کی اقسام  
 بیان کی ہے: ① مستبین مرسوم ② مستبین غیر مرسوم ③ غیر مستبین۔ ان اقسام کو  
 بیان کرنے کے بعد علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: یہ سب قسمیں ناطق کے بارے  
 میں ہے، تو ناطق کے علاوہ اُخرس وغیرہ کے حق میں تو بہ طریق اولیٰ معتبر ہے، یعنی کہ  
 ناطق کے لیے اصل تو نطق ہے؛ مگر جب کہ غائب کو لکھ رہا ہے تو ناطق چاہے بالفعل نطق  
 نہیں کر رہا ہے؛ مگر بالقوہ تو اس پر قادر ہے، پھر بھی اس کے حق میں طلاق بالکتابت کی  
 مذکورہ اقسام معتبر ہیں، تو جو آدمی نطق پر نہ بالقوہ اور نہ بالفعل قادر ہے (یعنی اُخرس)، تو  
 اس کے حق میں تو بہ طریق اولیٰ مذکورہ اقسام معتبر ہوں گی۔ پھر اس کے بعد لکھا ہے  
 کہ: اس عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ خط معنون (یعنی خط من فلان إلى فلان سے  
 شروع کرے) اس ناطق کے حق میں جو کہ حاضر ہے، غیر معتبر ہے۔

وظاهره أن المعنون من الناطق الحاضر غير معتبرة (شامي ۵۰/۵)

مذکورہ عبارت سے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ناطق حاضر کے لیے خط معنون کو بھی غیر معتبر مانا ہے، تو پھر جو پرچی آپ نے لکھی ہے وہ غیر معنون ہے، اس کا حکم تو اور واضح ہے۔ نیز تیسری دلیل یہ ہے کہ: کتب حنفیہ میں یہ مسئلہ مصرح ہے کہ، اگر کسی آدمی پر طلاق کے الفاظ بولنے پر اکراہ کیا گیا اور اس آدمی نے طلاق شرعی کے الفاظ زبان سے کہہ دیے، تو بالاتفاق احناف کے نزدیک طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر طلاق کے الفاظ لکھنے پر اکراہ کیا گیا پس اس نے طلاق کے الفاظ لکھ دیے، تو طلاق واقع نہ ہوگی، جب کہ اس نے زبان سے اس کا تفظ نہ کیا ہو۔ یہ مسئلہ بھی متفق علیہ بین الاحناف ہے، ان دو مسئلوں کے حکم میں کیا فرق ہے کہ ایک میں طلاق واقع ہو جاتی ہے دوسرے میں نہیں؟ وجہ اس کی علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے البحر الرائق کے حوالے سے یہی لکھی ہے کہ: کتابت قائم مقام ہے عبارت کے حاجت اور ضرورت کے وقت، اور یہاں کتابت کو عبارت کے قائم مقام ماننے میں کوئی حاجت نہیں ہے، جب کہ وہ بولنے پر بھی قادر ہے۔

قال الشامي معزيا إلى البحر: فلو أكره علي أن يكتب طلاق امرأته فكتب لا تطلق؛ لأن الكتابة أقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة، ولا حاجة هنا كذا في الخانية (٤٥٧/٢)

یہی مسئلہ مفتی دارالعلوم دیوبند مفتی سید احمد علی سعید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”عورت اور اسلام“ (ص: ۱۳۶) میں لکھا ہے۔ ہذا ما عندی وهو الصواب إن شاء اللہ

حرره العبد محمد اسماعیل مظاہری ماہی

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ”فتاویٰ محمودیہ“ میں تحریر فرماتے

ہیں: کتابت بہ منزلہ عبارت عند الحاجت ہے، اگر آدمی کسی غائب کے لیے کہے تو وہ معتبر ہے یا حاضر کے لیے، مگر ایسی حالت میں کہ بول نہ سکے، مثلاً گویا معتقل اللسان ہے تو وہ بھی معتبر ہے، اگر مکرہا کہے تو وہ معتبر نہیں، اسی طرح حاضر کے حق میں معتبر نہیں جب کہ اُخرس یا معتقل اللسان نہ ہو۔ اس سب کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بیوی کی موجودگی میں محض لکھ کر دینے سے بغیر زبان سے کہے ہوئے طلاق نہ ہوگی، اگر طلاق لکھ کر بیوی کو دے دی اور زبان سے نہیں کہا در اں حالیکہ کہنے سے کوئی مانع نہیں تھا، پھر یہ سمجھ کر اس سے طلاق ہوگئی کسی سے کہہ دیا کہ: میری بیوی کو طلاق ہوگئی، تو اس کہنے سے بھی طلاق نہیں ہوئی۔ الخ (فتاویٰ محمودیہ ۱۹/۳۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۱ھ  
الجواب صحیح: عباس داود بسم اللہ

## طلاق بذریعہ تحریر

**سوال:** محمد ہارون ابن حاجی حبیب نے اپنی بیوی بنام حسینہ بنت محمد ہارون کو ایک تحریری طلاق بذریعہ ڈاک ۲۸/ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو دی اور پھر اس کے بعد ۱۸/ نومبر ۱۹۹۱ء کو دو طلاقیں اس طرح دی کہ میں حسینہ بنت محمد ہارون کو دوسری اور تیسری طلاق دیتا ہوں، تحریر میں رجسٹری روانہ کی، اس طرح تینوں طلاقیں واقع ہوئیں یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

طلاق جس طرح زبانی دینے سے واقع ہو جاتی ہے، اسی طرح تحریری طور پر دینے سے بھی واقع ہو جاتی ہے، اس لیے محمد ہارون نے جب اپنی بیوی حسینہ کو پہلے ایک طلاق

تحریری بھیجی، اور اس کے بعد بقیہ دو طلاقیں بھی تحریری طور پر بھیج دیں، تو اگر محمد ہارون نے اپنی بیوی حسینہ سے دخول کیا ہے (نکاح کے بعد وطی کی ہے) تو یہ تینوں طلاقیں حسینہ پر واقع ہو چکیں اور اب حسینہ اس کے لیے حرام ہو گئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۲ / صفر المظفر ۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## سامنے موجود بیوی کو تحریر سے طلاق دینا

**سوال:** ایک شخص نے اپنی بیوی کو یہ الفاظ ایک کاغذ پر لکھ کر دیے کہ ”میں تجھے تیری راضی خوشی سے جدا کرتا ہوں“ اور عورت بھی اس پر راضی ہے تو کیا اس طرح کے الفاظ لکھ کر دینے سے طلاق واقع ہو جائے گی؟

**نوٹ:** یہ بات یاد رہے کہ میاں بیوی ایک سال سے جدا رہتے ہیں، اور کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں، اور شوہر نے بیوی کے سامنے لکھ کر دیا تھا۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

فتاویٰ محمودیہ میں ہے: جب بیوی سامنے موجود ہو اور شوہر زبان سے کچھ نہ کہے حالانکہ وہ زبانی طلاق دینے پر قادر ہے، اُخرس یا معتقل اللسان نہیں ہے، اور طلاق کی تحریر لکھ دے یا لکھی ہوئی تحریر پر دستخط کر دے تو اس سے طلاق نہیں ہوتی۔

در مختار میں ”کتاب الخنثی“ کے بعد ”کتاب الفرائض“ سے پہلے ”مسائل شتی“ کے ذیل میں لکھا ہے: ”إيماء الأخرس وكتابتہ كالبيان بخلاف معتقل اللسان في وصية ونكاح وطلاق“۔

اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ شامی نے کتابت کی اقسام اور سب کے احکام بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: و ظاہرہ ان المعنون من الناطق الحاضر غیر معتبر۔ (ردا لمحتارہ/ ۶۵۰)

”غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر“ الفن الثالث احکام کتابت میں ہے: الکتابۃ من الغائب جعل کالخطاب من الحاضراہ (الاشباہ ۵۸) (فتاویٰ محمودیہ ۱۳/ ۲۷۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املأه: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## طلاق کی دھمکی اور لفظ طلاق کا اطلاق

**سوال:** زید نے ایک شخص عادل کے روبرو کہا کہ میں نے آج اپنے خسر کو ایک خط لکھا ہے، اگر اس کا جواب آج رات ۱۲ بجے تک نہ ملتا تو ان کی لڑکی کو طلاق نہیں بلکہ طلاق میں ہیں۔ شخص عادل نے کہا کہ: تم نے یہ بات بڑی خطرناک کہہ دی، اس کے بعد زید نے ایک مفتی صاحب سے کہا کہ: یہ بات میں نے دھمکی کے لیے کہی تھی، مفتی صاحب نے کہا کہ چاہے دھمکی کے لیے کہی ہو طلاق واقع ہو جائے گی۔ دو روز کے بعد زید نے شخص عادل سے کہا اچھا ہوا تم نے مجھے بچا لیا، تو اس نے کہا کہ: تم کس طرح بچ سکتے ہو جب کہ رات کے ۱۲ بجے تک تم کو کوئی جواب نہیں ملا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے اس کلام سے اس کی بیوی کو طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہوئی تو کتنی اور کیسی؟ اور اس کا کیا حکم ہے؟ جواب باصواب سے ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر زید نے فی الحقیقت یہ جملہ ”میں نے آج اپنے خسر کو ایک خط لکھا ہے اگر اس کا جواب آج رات ۱۲ بجے تک نہ ملا تو ان کی لڑکی کو طلاق نہیں بلکہ طلاقیں ہیں“ کہا ہے، تو گویا اس نے اپنی بیوی کی طلاق کو شرط پر معلق کیا، پھر جب زید کے خسر نے وقت معہود گزرنے تک جواب نہیں دیا تو شرط وجود میں آ کر طلاقیں واقع ہو گئیں۔

إذا أضافه الى الشرط وقع عقيب الشرط. (عالمگیری ۱/۴۰)

اردو میں لفظ ”طلاقیں“ کا اطلاق کم از کم دو پر ہوتا ہے؛ اس لیے دو طلاقیں واقع ہوئی سمجھی جائیں گی، اور لفظ صریح ہونے کی وجہ سے دونوں رجعی شمار ہوں گی، عدت کے اندر زید رجوع کر سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۱۴/ شوال ۱۴۱۱ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

## ”طلاق دے دوں گا“ دھمکی ہے

سوال: محمد رفیق اور بیوی کے درمیان جھگڑا ہوا صرف ۵۰ روپے کو لے کر، میں نے میری بیوی سے پوچھا کہ یہاں سے پیسے گئے کہاں؟ اس بات کی حجت کو لے کر جھگڑا بڑھ گیا، گالیاں گلوچ ہوئی، بیوی کو بھی میں نے گالیاں دی، ہماری والدہ نے بھی گالیاں دی، اس طرح گالی کا جواب گالی سے میری بیوی نے دیا، اس لیے میں زیادہ غصہ میں آ گیا اس کی پٹائی کر دی، اور وہ جھگڑا اور بھی بڑھ گیا، سارے محلہ کے لوگ ہماری طرف دیکھتے رہے، میں اپنے آپ کو بے عزت سمجھتا رہا، اس پر بھی میں نے بیوی

سے کہا کہ تو منہ بند کر دے، نہیں تو غصہ میں اور بھی رہا، اس پر بھی اس نے منہ بند نہیں کیا، پھر میں نے کہا اب جو ہو گیا سو ہو گیا، اسی طرح ہوتا رہا تو میں طلاق دے دوں گا، طلاق دے دوں گا، اسی طرح ہو تو طلاق دے دوں گا، برائے کرم منہ بند کر دے یہ میرے الفاظ ہے، کیا یہ طلاق ہوگئی؟ یہاں لوگ کہتے ہیں کہ طلاق ہوگئی، اور کچھ کہتے ہیں طلاق نہیں ہوئی، ہمارا مسئلہ سنگین طول پکڑ رہا ہے، جو اب جلد از جلد مل جائے، میں نے طلاق نہیں دی تھی، صرف دھمکی دی تھی، مجھے کیا معلوم کہ معاملہ یہاں تک بڑھ جائے گا؟ میری بیوی کو چار ماہ کا حمل بھی ہے، مجھے بہت فکر ہے، آپ کسی بھی طرح یہ مسئلہ سلجھا دو۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر آپ نے اپنی بیوی کو یہ الفاظ کہے ہیں: ”اگر اس طرح ہوتا رہا تو میں طلاق دے دوں گا، طلاق دے دوں گا، اس طرح ہو تو طلاق دے دوں گا“ اس کے علاوہ اور کوئی لفظ نہیں کہا ہے، تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی یہ محض دھمکی ہے۔ (کمایستفاد من الفتاویٰ الحمود یہ ۴/۱۳۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۶/شوال ۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

**زوجین کا وقوع طلاق میں اختلاف ہو تو کس کی بات معتبر ہے؟**

**سوال:** زید کی بیوی زینب ہے، باہم کشیدگی کے باعث اور زینب کے متعدد بار کے پیش و رفت پر عاجز آ کر یہ کہہ دیا: کہ اگر ایسا ہی رہا تو چھوڑ دوں گا، طلاق دے

دو گاہ نہیں رکھوں گا، بعد اس کے وہ میکے گئی اس شرط پر کہ چار یوم بعد آپ خود آ جاؤں گی، بحسب وعدہ نہ آنے پر زید رخصت کرانے گیا تو بیوی زینب نے جواب دیا کہ تم نے ہم کو طلاق دے دی ان لفظوں کے ساتھ میں نے تجھ کو طلاق دے دی، طلاق دی، طلاق دی، بایں سبب زید حلفیہ کہنے کو تیار ہے کہ ہم نے ایسا نہیں کہا ہے جیسے کہ تم کہہ رہی ہو، اور زینب بھی حلفیہ کہنے کو تیار ہے کہ ہم کو طلاق دے دیا ہے؛ تو جب حلفیہ بیان کے لیے دونوں تیار ہیں اس صورت میں زید کو قابل اعتبار مانا جائے یا زینب کو؟ مہربانی فرما کر مفصل لکھئے کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) : حامداً ومصلياً ومسلماً

جس صورت میں عورت طلاق کا دعویٰ کرے اور شوہر طلاق سے منکر ہو تو دو گواہ عادل مسلمان، یعنی نمازی، پرہیزگار، فسق و فجور سے بچنے والوں کی گواہی سے طلاق ثابت ہوتی ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ ہر دو گواہ باہم متفق اللفظ والمعنی گواہی دیویں، گواہوں کا اختلاف بیان بھی موجب ردِ شہادت ہے، جیسا کہ گواہوں کا فسق و بے نمازی ہونا موجب ردِ شہادت ہے۔

ولزم في الكل الخ لفظ اشهد بقولها والعدالة لوجوبها الخ وأيضاً في الدر المختار وكذا تجب مطابقة الشهادتين لفظاً ومعنى الخ .  
پس صورت مسئلہ میں اور واقعہ مذکورہ میں اگر دو گواہ مسلمان عادل بلا اختلاف بیان طلاق کی گواہی دیویں تو شرعاً طلاق واقع ہوتی ہے، اور تین طلاق کے ثابت ہونے کی صورت میں علاقہ نکاح مابین الزوجین منقطع ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم عین الفتاویٰ ۱/ ۵۳۳ مطبوعہ کراچی)



اور گواہوں کے نہ ہونے یا ان کے عادل وثقہ نہ ہونے کی صورت میں شوہر کا انکار بحلف معتبر ہوگا، جیسا کہ قاعدہ معروفہ حدیث شریف میں ہے ”البینة علی المدعی والیمین علی من انکر“، اور اس کی تصریح جملہ کتب فقہ میں ہے۔ (ایضاً / ۳۸۷)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۷ / ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ

## طلاق دینے کے بعد شوہر انکار کرے تو کیا حکم ہے؟

**سوال:** شوہر نے بیوی سے جھگڑا کرتے ہوئے کہا کہ کان کھول کر سن، اور سترہ بار سن، اگر آج سے تو تیری ماں کے گھر گئی تو تجھے تین طلاق (اس جھگڑے کے ہونے کے وقت میں اہل محلہ کی کثیر تعداد جو کہ غیر مسلم تھی، وہ اور شوہر کی ماں بھی موجود تھی) اس معاملہ کے چند دن بعد شوہر نے بیوی کو سخت مار ماری، جس کی تاب نہ لا کر بیوی اپنی ماں کے گھر چلی گئی، اور ابھی تک مذکورہ عورت اپنی ماں کے گھر ہے، اس کے بعد سے وہ شوہر کے گھر نہیں گئی، اور اب شوہر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے بیوی کو طلاق دی ہی نہیں، مگر طلاق کی شہادت اہل محلہ۔ جو کہ غیر مسلم ہیں۔ اور شوہر کی ماں وغیرہ سب دے رہے ہیں، تو کیا ان صورتوں میں مذکورہ عورت کو طلاق ہوگئی یا نہیں؟ مدلل مفصل جواب تحریر فرمائیے، آپ کے ممنون و مشکور ہوں گے۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر شوہر نے بیوی کو یہ الفاظ کہے کہ ”اگر آج سے تو تیری ماں کے گھر گئی تو تجھے تین طلاق“ اور اس کے بعد عورت اپنی ماں کے گھر چلی گئی تو اس پر تین طلاق واقع ہوگئی۔

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقاً الخ

(درمختار علی هامش الشامی ۲/ ۵۴۴)

صورتِ مسئلہ میں اگر عورت نے خود ان الفاظ کو سنا ہے تو شرعاً اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے اوپر شوہر کو قبا بوندے؛ بلکہ جس طرح بھی ممکن ہو اس سے علیحدگی اختیار کرے اور ہرگز اپنے اوپر قبا بوندے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۳/ ۳۰)

في التاتارخانية عن الملتقط: إذا سمعت المرأة الطلاق ولم تسمع الاستثناء لا يسعها ان تمكنه من الوطاء اه اي فيلزمها منازعته.

(شامی ۲/ ۵۵۴)

شوہر کی ماں کی گواہی صورتِ مذکورہ میں شوہر کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابلِ قبول ہے؛ لیکن غیر مسلم کی گواہی معتبر نہیں ہے، اور صرف ایک عورت کی گواہی (شوہر کی ماں کی گواہی) سے نصابِ شہادت پورا نہیں ہوتا، اس لیے احوط یہ ہے کہ جب تک شوہر خود اقرار نہ کرے یا اور کوئی گواہ شرعی میسر نہ آئے، وہاں تک عورت دوسری جگہ نکاح نہ کرے، اور اپنے اوپر شوہر کو جماع وغیرہ کی قدرت نہ دے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۳/ ۳۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۵/ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

عورت طلاق کا اقرار کرے اور مرد منکر ہو تو کیا کرے؟

**سوال:** میرا نام عابدہ ہے، میرے شوہر کا نام محمد شفیع ہے، میرے دو بیٹے ہیں، ایک سات سال کا ہے، دوسرا پانچ سال کا ہے، شادی کو ۹ سال ہوئے، تین سال سے تنازعہ چلتا ہے، جس کی وجہ سے بار بار مجھ کو طلاق کہتے رہتے ہیں، کئی دفعہ

طلاق کہی ہے؛ لیکن چار دفعہ خاص الفاظ میں کہی ہے، ایک دفعہ بہت پہلے کہا تھا، جس کو میرے شوہر کی ماں بہنیں بھی جانتی تھیں، دوسرے دفعہ میرے والد کو فون کر کے کہہ دیا تھا کہ میں تمہاری بیٹی کو طلاق دیا ہوں، تیسرے دفعہ ایک روز صبح پانچ بجے گھر پر آئے میں نے ذرا بڑبڑایا کہ نیند میں خلل ڈالتے ہو، تو کہنے لگے کہ میں تجھ کو طلاق دے دیا، پھر وہ دوسرے کمرے میں گئے، تو کہنے لگے مجھ کو ہاتھ نہیں لگانا میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں، اب یوں کہتے ہیں اب میں نے طلاق دی ہی نہیں، روزانہ کے جھگڑے ہیں، مار پیٹ کرتے رہتے ہیں، اب شریعت کا کیا مسئلہ ہے، آخری دفعہ طلاق ۱۲ جنوری ۱۹۹۳ء کو دی تھی، اب کب سے عدت شروع ہوگی؟ اور کب ختم ہوگی؟ ارشاد فرمائیں اگر طلاق ہوگئی ہو تو۔

نوٹ: یہ چار دفعہ جو مجھے طلاق دیا ہے وہ میں خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میرے شوہر چار دفعہ ایک ایک کر کے طلاق دیتا ہوں آخری دفعہ بھی یہ کہا ہے کہ میں جو آخری طلاق رہ گئی ہے وہ دیتا ہوں۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

شریعت نے شوہر کو طلاق دینے کا اختیار دیا ہے، اگر شوہر شریعت کے دیے ہوئے اس اختیار کے مطابق اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے، تو طلاق واقع ہو جاتی ہے، چاہے وہاں کوئی سننے والا ہو یا نہ ہو؛ چونکہ شریعت نے شوہر کو زیادہ سے زیادہ تین طلاق کا اختیار دیا ہے، اور یہ بھی کہ پہلی اور دوسری طلاق اگر رجعی ہے تو عدت کے درمیان رجوع کا بھی اس کو حق ہے، اس لیے جس وقت شوہر نے پہلی طلاق دی تو وہ

واقع ہوگئی، اور اس کے بعد بھی دونوں میاں بیوی اپنے سابقہ تعلقات زوجیت پر قائم رہے، تو رجوع ہو گیا، پھر جب دوسری طلاق دی تو وہ بھی واقع ہوگئی، اس کے بعد بھی میاں بیوی اپنی سابقہ تعلقات زوجیت پر قائم رہے، تو اس میں بھی رجوع ہو گیا، پھر جب تیسری مرتبہ طلاق دی تو وہ بھی واقع ہوگئی، اور بیوی شوہر کے لیے حرام ہوگئی، اب نہ تو رجوع درست ہے، اور نہ دوبارہ نکاح کی اجازت ہے؛ البتہ عورت عدت گزار کر دوسرے مرد سے نکاح کرے، اور دوسرا شوہر نکاح میں لانے کے بعد وطی کے بعد طلاق دے، یا اس کا انتقال ہو جائے، پھر عدت گزار کر پہلے شوہر کے لیے نکاح درست ہو سکتا ہے، یہ یاد رہے کہ اگر عورت طلاق کا دعویٰ کرتی ہے اور شوہر طلاق دینے سے انکار کرتا ہے، تو عورت کے لیے شرعی شہادت پیش کرنا ضروری ہے، ورنہ شوہر کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی، اگر آپ کے شوہر نے آپ کو تین طلاق دے دی ہیں، جس کا آپ کو علم ہے، تو اب آپ اس پر حرام ہو چکیں؛ لیکن چوں کہ وہ طلاق کا منکر ہے، اور آپ کے پاس شرعی شہادت موجود نہیں ہے، تو مناسب یہ ہے کہ آپ کچھ رقم دے کر گواہوں کی موجودگی میں خلع کے ذریعے چھکارا حاصل کر لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۹/۹/۱۳۱۳ھ

## لواطت کے ایک واقعہ میں طلاق کی قسم

**سوال:** ایک آدمی نے ایک لڑکے کے ساتھ اپنے عضو مخصوص کو چھو کر ہلایا، اور فاعل اور مفعول کپڑے پہنے ہوئے تھے، تو یہ حرکت کرتے ہوئے چار عورتوں نے دیکھ لیا، تو ایک عورت نے اپنے شوہر کو یہ بات سنادی، اب اس آدمی نے پندرہ بیس آدمیوں

کو سنا دیا، اب ان آدمیوں نے فاعل کو بلا کر پوچھا کہ تم نے ایک لڑکے کے ساتھ لواطت کی ہے؟ تو فاعل نے اپنی عزت بچانے کے خاطر طلاق کی قسم کھالی، الفاظ یہ ہے کہ: ”میں نے لڑکے کے ساتھ ایسا کام نہیں کیا، اگر میں نے لڑکے کے ساتھ ایسا کام کیا ہو تو میری بیوی کو تین طلاق“ اور قسم کھانے والا قسم کھاتے وقت ایسا کام سے مراد: کپڑے نکال کر لواطت کرنا مراد لے رہا ہے، اور دخول کرنا مراد لے رہا ہے، اور کپڑے نکال کر دخول کرنا نہیں پایا گیا، تو کیا طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر واقع ہوگی تو اب بیوی کو نکاح میں باقی رکھنے کے لیے کوئی گنجائش نکل سکتی ہو تو بتائیے! عین کرم ہوگا، یہ واقعہ پیش آئے دو سال ہو گئے، ابھی تک بیوی شوہر کے گھر ہے، کسی کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ ایسا واقعہ پیش آیا ہے۔

نوٹ: ان کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قسم کھلانے والے کی مراد کپڑے نکال کر دخول کر کے لواطت کرنا ہے، پھر ان کے دل میں کیا بات ہے؟ خدا بہتر جانتا ہے، جلدی جواب عنایت فرمائیں، آپ کا احسان ہوگا۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر حالف و مستخلف دونوں کی نیت کپڑے نکال کر دخول کی ہے، تو صورت مسئلہ میں طلاق واقع نہ ہوگی، اور اگر مطلق لواطت مراد تھی اور دخول اس طرح پایا گیا کہ حرارت کا احساس ہوا تھا، تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۶ / رجب ۱۴۱۱ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## لواطت کے ارتکاب سے بیوی نکاح سے نہیں نکلتی

**سوال:** میں ایک منجدرہ میں پھنسا ہوا ہوں، ایک بے بس انسان ہوں، اگر میں اپنے گناہوں کو چھپاتا ہوں تو خوف الہی غالب آجاتا ہے کہ کل قیامت کے دن میرا کیا حال ہوگا؟ اور اگر گناہ کو اجاگر کرتا ہوں تو دنیا والوں کے آگے ذلت و رسوائی اور شرمندگی کا ڈر ہے، میری داستان یہ ہے کہ میری شادی آج سے تقریباً ۵/سال پہلے ہوئی تھی، اس وقت میری عمر ۱۷، ۱۸/سال کی ہوگی، اور میری زوجہ کی عمر ۱۳، ۱۲/سال کی، ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی ہے، ابھی ۴، ۵/مہینہ بعد رخصتی ہوگی، اہم بات یہ ہے کہ شادی کے ایک سال بعد محلہ کے ایک بدلتے کے ساتھ میں نے زنا جیسا فعل کیا، اس وقت تک میں بھی گناہوں میں ہی ڈوبا رہتا تھا، زنا کاری آوارہ گردی آدی (عادی) فعل میں کرتا تھا؛ لیکن ابھی تین سال سے میں نے یہ سب کام چھوڑ دیے ہیں، خدائے تعالیٰ کا مجھ پر یہ بہت ہی بڑا احسان ہوا کہ مجھے گناہوں کے دلدل سے نکال کر نیک راہ پر ڈالا، ابھی الحمد للہ پانچ وقت کی نماز پابندی سے پڑھتا ہوں، قرآن پاک کی تلاوت بھی کرتا ہوں، اب میں اپنے اس پرانے دور کو یاد کرتا ہوں تو بہت ہی افسوس ہوتا ہے، اب ۴، ۵/مہینہ بعد عورت بھی آنے والی ہے، اب آپ برائے مہربانی یہ بتائیں کہ کیا میرا پہلا والا نکاح درست ہے یا ٹوٹ گیا؟ کیا میں عورت سے بغیر دوسرا نکاح کئے صحبت کر سکتا ہوں؟ اگر نہیں تو قرآن وحدیث ومسائل کی روشنی میں کوئی ایسا راستہ بتائیں کہ کل قیامت کے دن خدا کے سوال سے بھی بچ جاؤں اور دنیا والوں کے آگے بھی ذلت، رسوائی اور شرمندگی نہیں اٹھانا پڑے۔

## الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

لڑکے کے ساتھ بد فعلی یعنی لواطت، اسی طرح زنا وغیرہ گناہ کے کام ہیں؛ لیکن ان گناہوں کے ارتکاب سے بیوی نکاح سے منکَل نہیں جاتی ہے؛ البتہ اگر بیوی کو طلاق دے دی ہو تو وہ نکاح سے منکَل جاتی ہے، آپ جب اپنے سابقہ گناہوں پر نادم ہیں، اور آئندہ ان کے نہ کرنے کا عزم کئے ہوئے ہیں تو یہی توبہ ہے، اللہ تعالیٰ گنہگار کی توبہ قبول فرما کر اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، اور توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے کہ اس نے گناہ ہی نہ کئے ہوں، اس لیے آپ سابقہ گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں؛ البتہ آئندہ گناہوں سے بچنے کا خصوصی اہتمام فرمائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲ / ربیع الاول ۱۴۱۷ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## ”تجھے طلاق کی قسم“ کہنے سے طلاق

سوال: زید نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا کہ اگر تو میری بہن کے گھر گئی یا بہن سے بات چیت کی، اسی طرح میری بھانج سے ملاقات یا بات چیت کی، تو تجھے طلاقوں کی قسم، تاہم ہندہ باز نہ آئی اور زید نے جن جن سے ملاقات اور بات چیت سے منع کیا تھا دونوں باتیں کر گزری، تو ہندہ زید کے نکاح میں رہے گی یا نہیں؟ طلاق واقع ہوگی تو کونسی اور کتنی؟ دلائل سے آراستہ فرما کر ممنون فرمائیں۔ فتاویٰ رحیمیہ ۵ / ۲۷۵ پر طلاق کی قسم (لفظ مفرد کے استعمال) پر وقوع طلاق رجعی کا فیصلہ فرمایا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

صورت مسئلہ میں زید نے جو جملہ استعمال کیا ہے، اس میں اپنے لیے قسم کا کوئی لفظ ہی استعمال نہیں کیا؛ بلکہ یوں کہا کہ ”تجھے طلاقوں کی قسم“ اس لیے یمین منعقد ہی نہیں ہوئی، اور ہندہ پر کوئی طلاق نہیں پڑی۔

كما يستفاد من العبارة الآتية: ولو قال عليك عهد الله إن فعلت كذا، فقال: نعم، فالخالف المجيب (درمختار) قوله (فالخالف المجيب) ولا يمين على المبتدئ؛ وإن نوى اليمين خانية وفتح أي لإسناده الحلف إلى المخاطب، فلا يكمن أن يكون الخالف غيره.

(شامی ۳/ ۱۵۲، کتاب الإیمان قبیل کتاب الحدود)

فتاویٰ رحیمیہ میں جو مسئلہ ہے اس میں بیوی کے کہنے پر زید نے کہا مجھے طلاق کی قسم منظور ہے، اس لیے یمین منعقد ہو گئی تھی؛ کیوں کہ اپنی طرف یمین کی نسبت کی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۰/ ذوالقعدہ ۱۴۱۱ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## حصول وثیقہ کے لیے طلاق کی قسم

سوال: مسجد قوت الاسلام اپٹن لین لنڈن کے ورکنگ کمیٹی کے ممبروں نے مقامی

امام وخطیب کے ایما پر کمیٹی میں زیر بحث بات چیت صیغہ راز میں رہے اس مقصد سے طلاق کی قسم کھائی ہے، اس قسم کی طلاق کا منشاء یہ تھا کہ کبھی میٹنگ کے دوران ممبروں میں آپس میں تو تو میں میں اور سخت کلامی ہو جاتی تھی، اس لیے کون کیا بولایا یہ بات باہر



جائے تو کسی ممبر کے رشتہ دار لڑائی پر آمادہ ہو جائے، چنانچہ اس کے تدارک کے لیے مفتی صاحب نے مشورہ دیا کہ ہر ایک ممبر سے طلاق کی قسم لی جائے؛ تاکہ اندرونی کاروائی کا انشاء نہ ہو اور ہر ایک ممبر محتاط رہے، اب ظاہر ہے کہ کوئی نہ کوئی بات کا انشاء ہو ہی جاتا ہے، کبھی سہواً بھی میٹنگ کی گفت و شنید کی بات باہر آ جاتی ہے، ممبروں نے محض جھگڑوں کے خوف سے قسم کھائی ہے، تو ایسی صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ایسی طلاق کی قسم کھلانا جائز ہے اور ایسی قسم کھلانا جائز ہے؟ ایسی قسم کھانے اور کھلانیوں کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا کوئی بات انشاء ہو جانے سے قسم کھانے والے کو نکاح ثانی پڑھانا ہوگا؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

حصول وثیقہ کی غرض سے طلاق کی قسم کھانا اور کھلانا درست اور جائز ہے، بلا وجہ مکروہ ہے۔

وحاصله: أن اليمين بغيره تعالى تارة يحصل بها الوثيقة أي اتفاق الخصم بصدق الحالف، كالتعليق بالطلاق وأما التعليق فليس فيه تعظيم؛ بل فيه الحمل أو المنع مع حصول الوثيقة، فلا يكره اتفاقاً كما هو ظاهر ما ذكرناه، وإنما كانت الوثيقة فيه أكثر من الحلف بالله تعالى في زماننا لقلّة المبالاة بالحنث ولزوم الكفارة أما التعليق فيمتنع الحالف فيه من الحنث خوفاً من وقوع الطلاق والعتاق وفي المعراج: فلو حلف به لا على وجه الوثيقة أو على الماضي يكره (شامی ۳/ ۵۰۵)

قسم کی خلاف ورزی کرنے کی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی، جس قسم کی

طلاق معلق کی تھی اس کے مطابق حکم جاری ہوگا؛ اس لیے ان حضرات نے قسم میں کیا الفاظ کہے تھے؟ وہ لکھ کر حکم معلوم فرمائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری

## عنین کے نکاح، طلاق اور مہر کا حکم

**سوال:** زید کی ہندہ سے شادی ہوئی، زید کے اندر حقوق زوجیت ادا کرنے کی صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے دونوں میں لڑائی جھگڑے ہونے لگے، زید کا کافی علاج کیا گیا؛ مگر کامیابی حاصل نہیں ہوئی، آخر ہندہ گھر چلی گئی، طلاق اور مہر کا تقاضا کرنے لگی اور عدت کی رقم کی فرمائش کرنے لگی، نکاح کے وقت مہر مقرر نہیں تھی، زید کے گھر والے ۱۱۰۰ روپے دینے کے لیے تیار ہیں، لڑکی والے انیس مثقال سونے کا تقاضہ کر رہے ہیں، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

① زید میں مردانگی نہیں تھی، پھر بھی ہندہ سے نکاح پڑھایا گیا، کیا ایسی صورت میں نکاح صحیح ہوگا؟

② مہر کے اختلاف میں کیا کرنا چاہیے؟

③ لڑکی طلاق کی مانگ کر رہی ہے تو کیا یہ طلاق ہے یا خلع؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

① زید میں مردانگی نہ ہونے کے باوجود یہ نکاح شرعاً درست ہو گیا۔

② اگر بوقت نکاح مہر مقرر نہ ہوا ہو اور میاں بیوی میں خلوت صحیح ہو چکی ہو تو

مہر مثل واجب ہوگا، مہر مثل سے مراد وہ مہر ہے جو بیانہی جانے والی لڑکی کے آبائی

خاندان میں اس جیسی لڑکی کا ہو؛ نیز آبائی خاندان کی لڑکیوں کے شوہر اور اس شوہر میں قابل ذکر مناسبت ہو۔

③ لڑکی اگر اپنے مطالبہ کے معاوضہ میں کوئی متعینہ رقم دے رہی ہے اور خلع کے لفظ سے معاملہ ہو رہا ہے تو یہ خلع ہے، اور اگر طلاق کے لفظ سے جدائی ہو رہی ہے تو یہ طلاق علی الممال ہے، اور اگر لڑکی کی طرف سے کوئی معاوضہ پیش نہیں کیا جا رہا ہے تو یہ خالص طلاق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## نکاح سے پہلے طلاق کا حلف نامہ لکھوانا

سوال: ایک شخص رضوان نامی کی نہ منگنی ہوئی تھی اور نہ شادی، اس وقت ایک صاحب نے اس رضوان کا اپنی صاحبزادی سے نکاح کا ارادہ کیا اور نکاح سے پہلے رضوان سے حلف نامہ لکھوایا جو نیچے مندرج ہے، خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اگر میں یعنی رضوان لڑکی کے والد کو یا لڑکی کے بھائیوں کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کروں تو میری گھر والی کو تین طلاق۔ تو دریافت طلب بات یہ ہے کہ:

① ایسے حلف نامہ لکھنے کے بعد اگر شادی ہو اور شادی کے بعد تعلق پائی جائے تو مذکورہ رضوان کی گھر والی پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ ہماری سمجھ کے مطابق طلاق واقع نہ ہونی چاہیے؛ کیوں کہ حلف نامہ مذکورہ میں نکاح کی طرف نسبت نہیں ہے اور نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہے، کیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟

② اگر طلاق واقع ہوگی تو رضوان جب دوسری جگہ شادی کرے گا اور اس کے

بعد تعلیق مذکورہ دوبارہ پائی جائے تو اس نکاح پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟

نوٹ: واضح رہے کہ رضوان کے تین بھائی اور ہیں، ان میں سے دو عالم ہیں اور دونوں واقف، اوپر ذکر کردہ صاحب کے یہ چار بھائی بھانجے ہیں، کسی وجہ سے ماموں اور ان دو عالم بھائیوں کے درمیان نا اتفاقی چل رہی ہے، اس لیے ماموں نے اپنے بھانجے رضوان کو اپنی صاحبزادی دینے سے پہلے حلف نامہ لکھوادیا؛ تا کہ مستقبل میں دو عالم بھائیوں سے مل کر ماموں اور ان کے صاحبزادوں کے خلاف کوئی سازش نہ کرے۔ اس زمانے میں ایک صاحب نے طلحہ کو حلف نامہ لکھوایا ”میں آج قسم کھا کر کہتا ہوں اور لکھتا بھی ہوں ماموں سلیمان اور ان کے لڑکوں کے خلاف بغاوت کر کے ان کے مخالفین سے مل کر اگر ان کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کروں تو میری گھر والی کو تین طلاق“۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

① آپ کا یہ سمجھنا کہ طلاق واقع نہ ہوگی صحیح ہے۔

② اس صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی۔

شرطه الملك كقوله لمنكوحته ان ذهبت فانتِ طالق أو الاضافة إليه. (تنوير الابصار) فقط والله تعالى اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۹ / محرم الحرام ۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

غیر مسلم قاضی کے فیصلہ طلاق کا حکم

سوال: میری بیوی سے گھریلو تنازعہ کی وجہ سے میں تین سال ہوئے علیحدہ رہ

رہا ہوں، اس درمیان بیوی نے کورٹ سے طلاق حاصل کی، میں نے نہ طلاق نامہ پر دستخط کئے نہ کورٹ کو اتھاریٹی دی، یہ ایک طرفہ کارروائی ہوئی، اس کے بعد ایک مسلم ادارہ کے ذریعہ مجھے نوٹس ملا کہ چونکہ کورٹ نے طلاق دے دی ہے؛ لہذا آپ شرعی طور پر طلاق نامہ لکھ بھیجیں۔ میں نے جواب دیا کہ اولاً مجھے طلاق دینا نہیں ہے، اور بیوی طلاق چاہتی ہے تو اسے خلع کہا جائے گا، اور خلع کی صورت میں شوہر کچھ ڈیمانڈ کر سکتا ہے؛ لہذا بیوی اگر ایک لاکھ پونڈ دے تو میں خلع دینے کو تیار ہوں، میری اس ادارہ سے کافی خط و کتابت رہی، آخر ادارہ کو میں نے لکھا کہ اگر ایک لاکھ پونڈ آپ کی نظر میں نامناسب لگ رہا ہے تو وہ بتلائے کہ کتنی رقم دے سکتی ہے؟

اب اس ادارہ نے مجھے حسب ذیل خط لکھا:

① کورٹ کے ذریعہ طلاق ہو چکی۔

② آپ خلع دینے پر راضی تھے۔

③ آپ اپنی بیوی سے تین سال سے جدا ہیں۔

④ آپ نے بدل خلع کا نامناسب مطالبہ کیا ہے۔

براہ کرام مجھے بتلائیے کہ کیا مذکورہ وجوہات کی وجہ سے میری بیوی کو طلاق ہوگئی؛

جب کہ میں نے نہ طلاق دی، نہ طلاق نامہ پر دستخط کی، نہ کسی کو وکیل طلاق بنایا۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر آپ نے کورٹ کو طلاق کا کوئی اختیار نہیں دیا تھا، اور اس کے فیصلہ طلاق پر

منظوری کے دستخط بھی نہیں کئے تو غیر مسلم قاضی کے اس فیصلہ سے آپ کی بیوی پر طلاق

نہیں ہوئی، مسلم ادارہ نے وقوع طلاق کی جو وجوہات لکھی ہیں ان میں سے کسی وجہ سے

بھی شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی؛ البتہ بدل خلع کے طور پر جو مطالبہ کیا ہے وہ یقیناً نامناسب ہے، آپ نے جو رقم بطور مہر دی تھی اتنی رقم کا مطالبہ مناسب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۱۳ / محرم الحرام ۱۴۱۹ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## غیر مسلم حج کا فیصلہ طلاق

**سوال:** حج کا غیر اسلامی ممالک میں طلاق کا فیصلہ دینے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا وہ شرعی طلاق ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو رجعی یا بائن؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

مسلم حج کا فیصلہ جب کہ شریعتِ حقہ کے مطابق ہو شرعاً فسخ نکاح کے متعلق معتبر ہے، غیر مسلم حج کا فیصلہ ایسے مسائل میں شرعاً معتبر نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۳/۳۴)

اس صورت میں یا تو شوہر سے طلاق حاصل کی جائے یا کسی مسلم حاکم سے باقاعدہ نکاح فسخ کروایا جائے یا خلع کیا جائے۔ (ایضاً ۹/۳۵۵)

البتہ اگر شوہر نے خود عدالت میں طلاق کے لیے مقدمہ دائر کیا ہے یا عورت کے مقدمہ داخل کرنے کی صورت میں غیر مسلم حج کو فیصلہ کا اختیار دیا ہے تو اس صورت میں یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے غیر مسلم حج کو طلاق کا وکیل بنا دیا اور بطور وکیل اس کی واقع کی ہوئی طلاق پڑ جائے گی، اب اگر الفاظِ صریح طلاق کے استعمال کئے ہیں تو رجعی پڑے گی اور کنایہ یا بائن کے ہیں تو بائن پڑے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ غنی عنہ کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۱۰ / ربیع الآخر ۱۴۱۹ھ

## طلاق طلاق، تو آزاد کہنے کا حکم

**سوال:** نام: محمد ایوب، زوجہ: فرزانہ، محمد ایوب نے اپنی عورت کو حسب ذیل تفصیل سے طلاق دی ہے: زبان سے بولا طلاق، طلاق اور تیسری مرتبہ یوں کہا کہ: تو آزاد ہے، جاسکتی ہے، اس طریقے سے معاملہ ہوا، اب ان میں کوئی طلاق ہوئی؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

صورت مسئلہ میں محمد ایوب کی بیوی فرزانہ پر تین طلاق واقع ہو چکی ہے، اب فرزانہ، محمد ایوب پر حرام ہو چکی ہے، شرعی حلالے کے بغیر محمد ایوب کا نکاح فرزانہ کے ساتھ درست نہیں ہے۔

ونحو: اعتدي، استبرئي رحمك، أنت واحدة، أنت حرة، لا يمتثل السبب والرد (درمختار) بل معناه الجواب فقط (شاي) وفي مذاكرة الطلاق يتوقف الأول فقط، ويقع في الأخيرين وإن لم ينو؛ لأن مع الدلالة لا يصدق قضاء. (درمختار) والبائن يذحق الصريح (درمختار) فقط والله تعالى أعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری ۲۴ / رمضان المبارک ۱۹ / ۱۳۱۹ھ

## طلاق کی جگہ خالی چھوڑ کر تحریر لکھنے کا حکم

**سوال:** زید نے اپنی بیوی ہندہ کو شادی کے ایک سال بعد طلاق رجعی دیا اور اسی وقت رجوع ہو گیا، زید کو اپنی بیوی ہندہ کو اس کے ماں کے گھر جانے سے اعتراض تھا اور وہاں پر رُکنے سے؛ اس لیے زید ہندہ کو اس کے ماں باپ کے وہاں رکنے نہیں

دیتا تھا، شادی کے ڈیڑھ دو سال بعد ہندہ اس کے ماں باپ کے وہاں گھر چلی اور رک گئی، اس کے ماں باپ ہندہ کو زید سے ملنے نہیں دے رہے تھے، ہندہ کو اس کے ماں باپ بولے کہ: اگر تو نیچے اتری تو تیرا پاؤں کاٹ ڈالیں گے، فون بھی نہیں کرنے دے رہے تھے، اسی وقت میرے پہلے لڑکے کو ماتا رچیک نکل آئی تھی، اس کی خبر دینے نہیں دیے، تو بہ طور دھمکی زید نے نیچے لکھی ہوئی تحریر اس کے گھر ہندہ کی ایک سہیلی سے بھیجی، تحریر صرف اور صرف دھمکی کی ہے، دھمکی چند دوستوں کو گواہ رکھ کر دی گئی ہے: میرے بار بار منع کرنے کے بعد بھی تم تمہارے ماں باپ کے وہاں گئی، اور رک گئی؛ اس لیے میں تمہیں دوسرا..... دیتا ہوں، اور دوبارہ رکھوں گا اس شرط پر کہ تم تمہارے ماں باپ کے گھر گئیں یا چوکھٹ پار کی تو سمجھ لینا کہ تیسرا بھی..... ہو جائے گا۔

نوٹ: زید کی سمجھ یا علم سے..... کی جگہ جب طلاق لکھے گا تو ہوگا، نہیں تو نہیں۔ دھمکی آمیز تحریر ملنے پر ہندہ ایک گھنٹے میں زید کے پاس آگئی، اور آٹھ سال تک اس کے ماں باپ کے گھر نہیں گئی، اس بیچ زید کو بچھتاوا ہوا اور آج سے چار سال قبل حج پر ہندہ کے ماں باپ سے دل میل صاف ہوئی، تب زید نے آنے جانے کا راستہ کھولنے کے لیے بہت سے فتویٰ منگوائے، سب لوگوں کو یہی بولا کہ میں اپنے قول سے رجوع ہو جاتا ہوں، اگر اس کا کفارہ ہے وہ دیتا ہوں، اجازت آنے جانے کی دیتا ہوں، اجازت بھی دے دیا۔ جب ہندہ کی دو بہنوں کی شادی تھی؛ مگر زید کے والد نے ہندہ کو منع کر دیا اور کہا کہ: شادی سامنے گھر سے کر دو، پھر شادی سامنے گھر سے ہوئی۔ زید کی طرف سے ہندہ چار سال قبل اجازت مل گئی تھی؛ مگر ہندہ کے ماں باپ کی طرف



سے جو علمائے دین تھے وہ کہتے تھے: نہیں، طلاق واقع ہو جائے گی، اجازت دینے کے بعد قول سے رجوع کرنے کے بعد یا کوئی بھی کفارہ کے بعد بھی، تو ہندہ نہیں گئی، تین ہفتہ پہلے ہندہ اس کے ماں باپ کے ساتھ اس کے ماں باپ کے گھر چلی گئی، تو ایسی صورت میں دوسری یا تیسری طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

سوالی فتویٰ کے ساتھ دو جوابی فتویٰ بھی بھیج رہا ہوں، ایک جوابی فتویٰ میں زید و طلاق کا مالک ہے؛ کیوں کہ خالی پر لکھے گا تو ہوگا، نہیں تو نہیں، تو دونوں جگہ خالی ہے۔ دوسرے جوابی فتویٰ میں زید ایک طلاق کا مالک ہے، اس میں دوسرا لکھا ہوا ہے کہ ہو گیا ہے، اور تیسرا بیوی کے کچھ لینے سے طلاق واقع نہیں ہوئی، یہ حق شوہر کو ہوتا ہے، شوہر جب تک رہے گا، نہیں تو نہیں ہوگا، اب حقیقت میں زید ایک یا دو کا مالک ہے؟ دلیل سے لکھ کر دیں۔

(الجواب): حامداً ومصلياً ومسلماً

در مختار میں ہے: ونحو: اعتدي، واستبرئي رحمك، أنت واحدة، أنت حرة، اختاري، أمرك بيدك، سرحتك، فارقتك، لا يَحْتَمِلُ السَّبَبُ وَالرَّدُّ، فِي حَالَةِ الرِّضَاءِ أَيْ غَيْرِ الْغَضَبِ وَالْمَذَاكِرَةِ تَتَوَقَّفُ الْأَقْسَامُ الثَّلَاثَةُ تَأْثِيرًا عَلَى النِّيَّةِ، وَفِي الْغَضَبِ تَوَقَّفُ الْأَوْلَانِ إِنْ نَوَى وَقَعَ وَإِلَّا لَا، وَفِي مَذَاكِرَةِ الطَّلَاقِ يَتَوَقَّفُ الْأَوَّلُ فَقَطْ وَيَقَعُ بِالْآخِرِينَ وَإِنْ لَمْ يَنْوِ الْخ. (در علی ہامش الشامی ۵۰۴، ۵۰۵)

قال الشامي: (قوله أنت واحدة) أي طالق تطليقة واحدة، ويحتمل أنت واحدة عندي أو في ثوبك مدحا أو ذما، فإذا قال الأول فكأنه قاله، ولا اعتبار باعراب الواحدة عند عامة المشايخ وهو الأصح؛ لأن

العوام لا یمیزون بین وجوہہ، والخواص لا یلتزمونہ فی مخاطباتہم؛ بل تلك صناعتہم إلخ (شامی ۲/۵۰۶)

صورت مسئلہ میں زید نے جو تحریر لکھ کر ہندہ کے پاس بھیجی، اس میں اس نے صفت (دوسرا) کا صاف صاف تذکرہ کیا ہے؛ البتہ موصوف (یعنی طلاق) کی جگہ یہ سمجھ کر خالی رکھی ہے کہ اس جگہ طلاق کا لفظ لکھوں گا تو طلاق واقع ہوگی؛ ورنہ طلاق واقع نہ ہوگی، حالاں کہ اصولی اعتبار سے بہ طور اقتضاء النص صفت کا ذکر موصوف کے ذکر کو مستلزم ہوتا ہے؛ اس لیے یہ ایسا ہی ہے جیسے وہ اس خالی جگہ میں طلاق کا لفظ لکھ بھی دیتا، اور تحریر دھمکی کے طور پر بھیج دیتا، اُس صورت میں وقوع طلاق میں تو کسی کو تردد نہ ہوتا، اسی طرح موجودہ صورت میں بھی اس کی بیوی ہندہ پر دوسری طلاق اس وقت پڑ چکی تھی جب اس نے یہ تحریر لکھی، اور تیسری طلاق ماں باپ کے گھر جانے پر معلق کیا تھا، اور وہ جا چکی ہے؛ اس لیے وہ بھی پڑ گئی، اس طرح زید کی بیوی ہندہ پر تین طلاق واقع ہو کر وہ اس پر حرام ہو چکی ہے، شرعی حلالے کے بغیر اب زید کے لیے اس کے ساتھ دوبارہ نکاح حلال نہیں ہے۔ زید نے اپنی تحریر میں دوسرا اور تیسرا کا جو لفظ بہ طور صفت استعمال کیا ہے، اس کا موصوف طلاق ہی ہے، اس کا خود زید کو بھی اقرار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری ۲۲ شوال ۱۳۱۹ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

غلط فہمی میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے

سوال: زید کی بیوی (جمیلہ) کو پہلے ایک لڑکا ہوا، گاؤں کے رسم و رواج کے

مطابق جمیلہ سوامہینہ کرنے اس کے ماں باپ کے گھر گئی، جب جمیلہ سوامہینہ کرنے گئی تھی تب زید کے لڑکے کی عمر ۳۰ یا ۳۲ دن کی تھی، جمیلہ کے سوامہینہ کرنے جانے کے چار دن بعد جمیلہ اور اس کی ماں زید کے پاس آئے اور کہا کہ: ہم لوگ بمبئی گھومنے کے لیے جا رہے ہیں، تب زید نے بمبئی جانے سے جمیلہ کو منع کیا کہ دسمبر کی ٹھنڈی ہے اور لڑکا صرف ۳۵ یا ۳۶ دن کا ہے، اتنی سخت سردی میں بچہ کو بمبئی لے جانا مناسب نہیں ہے، تب جمیلہ کی ماں نے کہا: ہم بمبئی ضرور جائیں گے، تمہیں جو کرنا ہے کر لو، کچھ بھی ہو، وہ اتنا بول کر جمیلہ کے گھر سے چلے گئے۔ زید نے دوسرے دن جمیلہ کے گھر جا کر دیکھا کہ جمیلہ اور اس کے ماں باپ نہیں، بمبئی چلے گئے، گھر پر تالا لگا ہوا تھا، تب زید نے سمجھا کہ وہ لوگ بمبئی چلے گئے ہیں، زید غصے میں آ کر ایک چٹھی لکھا اور گلی کے ایک لڑکے کے ذریعے جمیلہ کے ماں باپ کے گھر روانہ کر دیا، چٹھی کی تحریر ذیل میں ہے:

میری پیاری بیوی!

السلام علیکم

میرے منع کرنے کے بعد بھی تم نے میری نافرمانی کی اور بمبئی چلی گئی، اس وجہ سے میں تمہیں پہلا طلاق رجعی دیتا ہوں۔ تمہیں چاہنے والا چٹھی ملنے کے فوراً بعد جمیلہ اور اس کی ماں اور اس کے دو تین رشتے دار زید کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ: جمیلہ بمبئی نہیں گئی ہے اور نہ ہی گاؤں سے باہر گئی تھی، تم جب گھر پر آئے تھے اور تالا لگا ہوا تھا تو ہم لوگ رشتے داری میں گئے ہوئے تھے، تب زید نے معلومات لی تو جمیلہ گاؤں میں ہی تھی، بمبئی نہیں گئی تھی، اب ایسی صورت میں پہلی طلاق رجعی واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

صورت مسئلہ میں زید کی بیوی جمیلہ پر ایک طلاق رجعی واقع ہو چکی ہے؛ اس لیے کہ زید نے طلاق کو بمبئی جانے پر معلق نہیں کیا ہے، یعنی یہ نہیں کیا کہ اگر تم بمبئی گئی ہو تو طلاق؛ بلکہ زید نے طلاق تو حتمی طور پر دے دی ہے؛ البتہ اس کی وجہ بمبئی حبانا بتلایا ہے، یہ الگ بات ہے کہ یہ وجہ درست نہیں ہے۔ یہ ایسا ہے جیسا کہ کسی آدمی کو بتلایا گیا کہ آپ کی بیوی نے آپ کی والدہ کے ساتھ جھگڑا کیا اور انہیں گالیاں دیں، یہ سن کر اس کو غصہ آ گیا اور اسی بنیاد پر طلاق دے دی، بعد میں پتہ چلا کہ اطلاع غلط تھی تب بھی طلاق تو پڑ ہی گئی۔ کما هو الظاهر فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری ۲۳ رذوالحجہ الحرام ۱۲۱۹ھ

لفظ ”دوسری طلاق“ پہلی طلاق کے اقرار کو متضمن ہے

سوال: شوہر کا بیان ہے کہ: انہوں نے اپنے لڑکے محمد ریاض الدین جو اپنے کسی دوست کی تقریب میں بہ ذریعہ ٹیکسی جا رہے تھے، اور ساتھ ہی اپنی والدہ کو بھی لے جا رہے تھے، شوہر نے منع کیا کہ آپ کو جانا ہو تو جاؤ؛ مگر اپنی والدہ کو مت لے جاؤ، وہ بہ ضد رہے کہ میں اپنی والدہ کو بھی لے جاؤں گا، شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ: آپ نہ جائیں، اگر آپ گئیں تو میں آپ کو ایک طلاق دے دوں گا؛ لیکن بیوی نہیں گئی۔

پھر چند سال کے بعد تیسرے لڑکے کی شادی کے موقع پر لڑکے کے والد نے اپنے بھائی کو شادی میں بلانے سے منع کیا، اس کے باوجود ان کو رقعہ دیا گیا اور وہ شادی میں شریک ہوئے، اور لڑکے کے والد شادی میں شریک نہیں ہوئے۔ شادی کے ۳۵

یوم بعد خود لڑکے نے اپنے والد سے اپنی ماضی کی غلطی یعنی والد پر حملہ کیا تھا، اس کی معافی مانگی اور والد نے معاف کر دیا، پھر معافی مانگنے کے بعد دوبارہ اپنے والد کے بھائی یعنی چاچا کے پاس جانے لگے، والد نے منع کیا کہ: آپ نے ابھی ایک گھنٹہ قبل معافی مانگی، پھر ان کے پاس جانے کو تیار ہو گئے۔ یہ گفتگو باپ کی لڑکے اور سالی کے درمیان میں ہو رہی تھی، اس پر بیوی نے کہا (دیور کی تائید کرتے ہوئے): آپ نے ابھی اپنے لڑکے کو معاف کر دیا اور حج کو جاتے وقت بھی معاف کر دیا، شوہر نے بیوی سے کہا: آپ کو نہیں معلوم، آپ اس میں دخل مت دو، آپ کو اس معاملے میں دخل دینے کی ضرورت نہیں، اگر دخل دوگی تو آپ کو نقصان ہوگا، اور پھر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا: آپ کو دوسری طلاق دے رہا ہوں، آپ کو دوسری طلاق دے رہا ہوں، اور تیسری باقی ہے۔

بیوی کا بیان: بھابھ کہتی ہے کہ: اس موقع پر کہا: طلاق طلاق دوبارہ، اور کہا: تیسری باقی ہے، اس سے پہلے ایک دے چکا ہوں۔  
بیٹی کا بیان: بیٹی کہتی ہے کہ: والد نے والدہ کو کہا: طلاق طلاق دوبارہ، تیسری باقی ہے، اس کے بعد کیا کہا؟ یاد نہیں۔

(الجواب): حامداً ومصلياً ومسلماً

شوہر نے جب بیوی سے کہا: آپ کو دوسری طلاق دے رہا ہوں تو اس کی بیوی پر دو طلاق واقع ہوئی؛ اس لیے کہ اس کا لفظ دوسری طلاق پہلی کے اقرار کو متضمن ہے۔  
ولو قال: أنت طالق غير واحدة فهي ثنتان، ولو قال: أنت طالق غير ثنتين فهي ثلاث كذا في المحيط. (عالمگیری ۱/۳۷۲)

ولو قال: أنت طالق تمام الثالث أو ثالث ثلاث فهي ثلاث.

(عالمگیری ۱/۳۷۴)

اس کے بعد جب اس جملے کو دوسری مرتبہ کہا تو اس سے بھی دو واقع ہونی چاہیے تھی؛ لیکن اس کو ایک ہی کا اختیار باقی تھا؛ اس لیے وہی آخری واقع ہو گئی، جیسے کوئی آدمی اپنی بیوی کو چار طلاق دے تو تین طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

کرر لفظ الطلاق وقع الكل (درمختار)

لہذا صورت مسنولہ میں عورت پر تین طلاق واقع ہو کر وہ مغلطہ ہو چکی ہے۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۶ ربیع الآخر ۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: عباس داود بسم اللہ

## محض تصور کرنے سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

**سوال:** خالد نے فضائل صدقات میں صفحہ ۷۹ پر عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

پڑھا، یعنی عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ موتہ میں یہ فرمایا تھا کہ اگر بیوی کا خیال آجائے تو اس کو تین طلاق، تو خالد نے لفظ پڑھنے کے بعد دل میں یہ کہا کہ بیوی کو تین طلاق۔ تو کیا خالد کی بیوی پر تین طلاق پڑ گئی یا نہیں؟ اور طلاق پڑی تو کتنی پڑی؟ اگر تین طلاق پڑی تو اس کے حلال ہونے کی کیا صورت ہے؟ اور خالد ابھی سفر میں ہے، اور یہ بات خالد کی بیوی کو معلوم نہیں ہے، آیا بیوی کے معلوم ہونے کے بعد عدت کے ایام شمار ہوں گے یا جب سے طلاق پڑی ہے اس وقت سے؟ اور اگر حلالہ کی صورت پڑتی ہے تو کیا جس مرد سے نکاح کیا جائے گا وہی کرنا اس کا ضروری ہوگا؟ اور یہ معاملہ

اتفاق یہ ہو گیا، بیوی سے نہ کوئی رجحش نہ لڑائی جھگڑا، کچھ بھی نہیں۔

(الجواب) : حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر خالد نے یہ الفاظ زبان سے اس طرح ادا کئے کہ اس کے کانوں نے یہ آواز سنی، اور جس وقت لفظ بیوی بول رہا تھا اس کی مراد اپنی بیوی ہے تو اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو کر وہ اس پر حرام ہو گئی، ختم عدت کے بعد وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح کرے، اور وہ دوسرا شوہر وطی کرے، اس کے بعد اس شوہر کی وفات ہو یا کسی وجہ سے طلاق دے دے، اور اس کی عدت پوری ہو جائے، تب خالد دوبارہ اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ اور اگر خالد نے یہ الفاظ زبان سے ادا نہیں کئے بلکہ دل میں صرف اس کا تصور اور خیال آیا، یا زبان سے جس وقت ادا کئے اس وقت لفظ بیوی بول کر اپنی بیوی مراد نہیں تھی؛ بلکہ صرف ان الفاظ کا تکرار ہی مقصود تھا تو اس صورت میں خالد کی بیوی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۵ رذو القعدہ ۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد۔ بسم اللہ عفی عنہ

زبان سے بے اختیار طلاق کے الفاظ نکل جائے تو؟

سوال: زیدرات کو سوتے وقت آنکھیں بند کر کے درود شریف پڑھ رہا تھا، اس

وقت زید کی زبان سے اچانک چھ طلاق نکل گیا، زید نے نہ اپنی زوجہ کا نام لیا، نہ خطاب کیا، نہ اشارہ کیا، زید کو اپنی زوجہ کو طلاق دینے کی نیت نہ تھی، اچانک زبان سے یہ الفاظ نکل گئے ہیں بغیر ارادہ کے تو کیا زید کی عورت کو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

زید کی زوجہ اس وقت کہاں تھی؟ اس کی کوئی وضاحت سوال میں نہیں ہے، اگر اضافت معنوی کا کوئی قرینہ ہے تو طلاق واقع ہوگی، ورنہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۳ صفر المظفر ۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## صرف دل میں طلاق دینا

سوال: زید آہستہ آواز سے سورہ فاتحہ پڑھ رہا تھا، اس وقت زید کو تین طلاق کا وسوسہ دل ہی دل میں آیا یا زبان سے یہ الفاظ ادا ہو گئے، اس کے بارے میں زید کو شک ہو گیا ہے، زید کو ظن غالب ہے کہ دل ہی دل کے اندر وسوسہ آیا ہے تو اس صورت میں کیا ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر وسوسہ ہی کا درجہ ہے تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۳ صفر المظفر ۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## اتنی آہستہ سے طلاق دینا کہ خود بھی نہ سن سکے

سوال: زید نے زبان سے کہہ دیا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، ان الفاظ کو اتنے آہستہ آواز سے کہا کہ خود نہیں سنا، تو زید کی عورت کو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ طلاق واقع ہونے کے لیے کیا اتنا آواز ضروری ہے جو خود سن سکے؟



**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر اتنی آواز نکلی جو اس کے کانوں تک پہنچ گئی تو طلاق واقع ہوگی۔ (شامی ۱/۳۹۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۳ صفر المظفر ۱۴۱۳ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## باب الطلاق البائن

### ”فارختی“ سے طلاق بائن واقع ہوگی

**سوال:** ہماری چالی میں ایک بھائی کے گھر میں گھریلو معاملات پر میاں بیوی میں جھگڑا ہو گیا، شوہر نے جھگڑے کے دوران بیوی کی زبان درازی سے غصے کے عالم میں تین سے زیادہ مرتبہ اپنی بیوی کو کہا میں نے تجھے ”فارختی“ دیا، میں نے تجھے فارختی دیا، میں نے تجھے فارختی دیا، ایسا مردوں اور عورتوں کی حاضری میں کہا۔ تو کیا اسلامی رو سے اس عورت کو فارختی ہوگئی؟ اگر اس عورت کو فارختی ہوگئی ہو اور دونوں میاں بیوی پھر سے ازدواجی زندگی گزارنا چاہیں تو کیا کرنا چاہیے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

صورتِ مسئلہ میں اس عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی۔

(شامی ۲/۵۰۳، فتاویٰ دارالعلوم مطبوعہ کراچی ۲/۶۱۹، فتاویٰ رحیمیہ ۲/۱۲۱)

اب اگر وہ دونوں پھر سے ازدواجی زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو پھر سے نکاح

کر لیں، حلالہ کی ضرورت نہیں، چونکہ سابق شوہر ہی نکاح کرنا چاہتا ہے؛ اس لیے عدت کے اندر بھی کر سکتا ہے۔ (شامی ۲/۵۸۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، یکم ذوی الحجۃ ۱۴۰۹ھ

## ”تو چلی جا مجھے نہیں چاہیے“ کہنا

**سوال:** میاں بیوی کے درمیان جھگڑا ہوا، میاں نے بیوی سے کہا ”تو چلی جا، مجھے نہیں چاہیے“ کیا طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ جواب اثبات میں ہے تو کونسی طلاق؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

”تو چلی جا مجھے نہیں چاہیے“ الفاظ کنایات میں سے ہے، اگر شوہر نے طلاق کی نیت سے کہے ہیں، تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی ورنہ نہیں۔ (شامی ۲/۵۰۵، فتاویٰ دارالعلوم مکمل مدلل ۹/۳۷۹، ۳۸۳)

نیت تھی یا نہیں، اس سلسلہ میں شوہر کا قول اس کی قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ (ایضاً فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔)

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۲۵/ شوال المکرم ۱۴۰۹ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

## ”تو دوسرا شوہر تلاش کر لینا“ لکھنا

**سوال:** ایک میاں بیوی کے درمیان نکاح کے کچھ ایام کے بعد ہی سے کشیدگی ہو رہی تھی، اور یہاں تک نوبت آئی کہ یہ کشیدگی کبھی کبھی وطی سے مانع ہوتی تھی، اب اس شوہر نے اپنے ایک ساتھی کے اوپر خط لکھا تھا کہ میں نے میری بیوی کو خط لکھا

ہے، کہ تو دوسرا شوہر تلاش کر لینا، میں تجھے رکھنے والا نہیں ہوں اور میں دوسری شادی کر کے رہوں گا، اور اس نے کہا کہ میری نیت دھمکی کی تھی، تو کیا طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ مفصل و مدلل جواب تحریر فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

صورتِ مسئلہ میں اگر شوہر کی نیت طلاق کی ہے، تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی، ورنہ نہیں۔

ويؤيد ما في الذخيرة: اذهي وتزوجي لا يقع إلا بالنية، وإن نوى فهي واحدة بائنة، وإن نوى الثلث فثلث. (شامی ۵۱۰/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

بیوی کو ”اپنے ماں باپ کے گھر چلی جا“ کہنا

**سوال:** عبد الرحمن نے اپنی بیوی کو یہ کہا کہ تو زیورات (کڑے اور ہنسی) مجھے دے دے اور تو ماں باپ کے گھر چلی جا، عبد الرحمن کے دل میں طلاق کی نیت نہیں تو کیا عورت پر طلاق پڑے گی؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر عبد الرحمن نے اپنی بیوی کو ”تو اپنے ماں باپ کے گھر چلی جا“ کہتے وقت طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۷/ صفر ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## طلاق بائن اور ”تو چلی جا“ کہنا

سوال: ① طلاق بائنہ کی تعریف کیا ہے؟ اور طلاق بائنہ کب واقع ہوتی ہے؟  
 ② شوہر کا اپنی عورت سے یہ کہنا کہ ”تو چلی جا“ تو یہ لفظ طلاق سے کنایہ ہے یا نہیں؟  
 ③ مذکورہ جملہ اگر کنایہ ہے تو اگر کسی آدمی نے اپنی بیوی سے جھگڑا ہونے کے سبب غصہ کی حالت میں کہا کہ ”تو چلی جا“ نیت طلاق کے بغیر، تو کیا صرف حالت غضب کی وجہ سے طلاق واقع ہو جائے گی یا حالت غضب میں نیت کا ہونا بھی ضروری ہے؟  
 کنایہ کا حکم نور الانوار کی عبارت کے مطابق یہ ہے: ”حکمها ان لا یجب العمل بها إلا بالنية، أي بنية المتکلم لكونها مستفسرة المراد، فلا یطلق فی ”أنت بائن“ ما لم ینو نیتہ أو لم یکن شیء قائما مقامها کدلالة الغضب أو مذاکرة الطلاق“.

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کنایہ کے الفاظ استعمال کرنے کی صورت میں طلاق بائن کے وقوع کے لیے دو چیزوں میں سے ایک کا ہونا کافی ہے: ① طلاق کی نیت ② یا اس کے قائم مقام کوئی دوسری چیز ہو۔ جیسے: حالت غضب کا ہونا یا مذاکرہ طلاق کا ہونا، اور دریافت کردہ مسئلہ میں ان دونوں میں سے ایک چسپز پائی گئی یعنی حالت غضب اگرچہ نیت طلاق نہ پائی گئی تو طلاق واقع ہو جانی چاہیے یا پھر لفظ ”تو چلی جا“ غصہ کی حالت میں کہنے کی صورت میں طلاق کے وقوع کے لیے نیت طلاق کا ہونا بھی ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

① تا ③ ایسی طلاق جس کے بعد شوہر کو رجوع کا حق نہ رہے طلاق بائن کہلاتی

ہے، لفظ طلاق کے ساتھ کوئی ایسی صفت بڑھادی جو اس میں تاکید و شدت پیدا کرنے والی ہو تو طلاق بائن پڑتی ہے یا بائن کی تصریح کی ہو، بعض الفاظ کنایہ کو چھوڑ کر بقیہ سے بھی طلاق بائن واقع ہوتی ہے، ”تو چلی جا“ الفاظ کنایہ ہی میں سے ہے، اگر یہ لفظ طلاق کی نیت سے کہا ہے تب طلاق واقع ہوگی، حالت غضب کافی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۵/ شوال ۱۴۱۷ھ

## طلاق بائن کے الفاظ

**سوال:** طلاق بائن کن الفاظ سے ہوگی؟ اور کس موقع سے ہوگی؟ الفاظ کا اعتبار ہے یا نیت کا؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

الفاظ کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے؛ بشرطیکہ طلاق کی نیت ہو؛ البتہ اگر عرف میں وہ لفظ اسی لیے استعمال ہونے لگا ہے تو نیت کے بغیر بھی واقع ہوگی، تفصیلات مطولات میں دیکھئے، یہاں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری

## طلاق کے متعدد الفاظ کنائی کا حکم

**سوال:** سہیل کی بیوی سلمہ خانہ داری کے معاملات کو لے کر کبھی ساس سے جھگڑتی ہے، شوہر سہیل ہمیشہ صبر کی تلقین کرتا ہے؛ مگر وہ رات کو روتی رہتی ہے، بار بار سمجھانے پر بھی وہ چپ نہیں ہوتی، ایک صبح جب شوہر سہیل رات کو اس رونے پر پریشان ہوا تھا،

فجر کے بعد آ کر اپنی بیوی کے سامنے نہایت پریشانی کے عالم میں کہنے لگا کہ: تم میری خالہ کے گھر جو قریب ہی رہتی ہے چلی جاؤ! وہ تمہیں تمہارے گھر پہنچا دے گی، میری تمہاری جسے گی نہیں، تم چلی جاؤ یا میں چلا جاؤں گا؛ لیکن طلاق کی نیت بالکل نہیں تھی۔ یہ کہہ کر شوہر سلیم بھی رو پڑا اور کہا کہ: اس بچے کا بھی تم کو خیال نہیں آتا جو چھوٹا سا ہے، یہ کہنے پر بیوی بھی معافی مانگنے لگی کہ تم کہیں نہ جاؤ میں ایسا نہیں کروں گی۔

دوسری مرتبہ اسی طرح ساس کے ساتھ جھگڑا ہوا، تو بیوی سلمہ کی بہن گھر آئی تھی، جب اس کے سامنے یہ جھگڑے کی بات ساس بہو اور شوہر کی خالہ کرنے لگی، تو شوہر، سلمہ کی بہن سے حالت غضب میں کہنے لگا کہ: اس کو گھر لے جاؤ ورنہ طلاق دے دوں گا، پھر اس مجلس میں دو تین مرتبہ یہ کہا کہ: اس کو لے جاؤ! کبھی مطلق اور کبھی اسی طرح کہ: میں خوشی سے کہتا ہوں، لے جاؤ! ایک مہینہ رکھو؛ تاکہ اس کا دماغ فریش ہو جاوے، یہ یہاں پریشان سی رہتی ہے، اس میں بھی طلاق کی نیت کسی وقت بھی نہیں تھی۔ ایک مرتبہ اسی جھگڑے سے پریشان ہو کر بیوی سے کہا حالت غضب میں: تو تیری ماں کے یہاں چلی جا، میرا چچا چھوڑ، اس میں بھی طلاق کی نیت بالکل نہیں تھی، ماں کے ساتھ رہ کر لڑتی رہتی ہے؛ اس لیے شوہر نے یہ کہا۔ ایک مرتبہ علاحدہ گھر کا مطالبہ کیا تو شوہر نے کہا کہ: الگ رہنا ہے تو تیری ماں کے گھر چلی جا! بیوی کے سامنے غصہ کا موڑ بناتے ہوئے یہ الفاظ کہے؛ مگر اس میں بھی طلاق کی نیت نہیں ہے۔ ان تمام صورتوں میں سے جو سب حالت غضب میں ہے، کہیں طلاق واقع ہوئی ہے؟ برائے کرم مدلل جواب تحریر فرمائیں، اور فقہ کی کتابوں میں جو تقع بدلالة الحال ہے اس کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

سہیل نے اپنی بیوی سلمہ کو مختلف اوقات میں جو الفاظ کہے ہیں وہ ان الفاظ کنایات میں سے ہیں جن کو فقہا نے مایصلح ردا وجوبا میں شمار کیا ہے، اور کنایات طلاق کی اس قسم کا حکم یہ ہے کہ تینوں حالتوں (حالت رضا، حالت غضب اور حالت مذاکرہ طلاق) میں ان الفاظ سے طلاق واقع ہونے کے لیے نیت ضروری ہے؛ اس لیے صورت مسئلہ میں ان الفاظ کو بولتے وقت سہیل کی نیت طلاق کی نہیں تھی، تو اس کی بیوی سلمہ پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔

درمختار میں ہے: والکنایات الثلاث ما یحتمل الرد أو ما یصلح للسب أو لا، فنحو: أخرجي، واذهبي، وقومي، تقنعي، تخمري، استتري، انتقلي، انطلقی، اعزلي، اغربي - من الغربة أو من الغروبة - یحتمل ردا (إلى أن قال) ففي حالة الرضا - أي غير الغضب - والمذاكرة تتوقف الأقسام الثلاثة تأثيراً على نية ... وفي الغضب تتوقف الأولان، إن نوى وقع وإلا لا؛ وفي مذاكرة الطلاق يتوقف الأول فقط.

(درمختار علی هامش الشامی ۲/ ۰۰۲ تا ۰۰۵)

درمختار کی اس عبارت کی شرح میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تشریح کی ہے اس کا مطالعہ کر لیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

أما: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۰/ رمضان ۱۳۲۱ھ

الجواب صحیح: عباس داود بسم اللہ

”یہاں نہیں رہے گی تو میرے نکاح میں نہیں“ کہنا

سوال: ایک آدمی گھر کے ایک حصہ میں اپنی فیملی کے ساتھ رہتا ہے (جو ان بھائی

بہنوں میں میراث کا ہے ابھی تقسیم نہیں ہوا ہے) بعض ورثائن کو تنگ کرتے ہیں اس لیے مذکورہ مرد کی عورت چاہتی ہے کہ دوسری جگہ جا کر رہیں مرد نے کہا تو یہاں نہیں رہے گی تو میرے نکاح میں نہیں اس کے بعد عورت کا شادی وغیرہ کے موقع پر گھر سے باہر جانا ہوا نیز دو چار روز سفر میں گھر سے باہر رہنا ہوا تو مذکورہ صورت میں طلاق ہوگی؟

اب مذکورہ مکان میں خاوند کی بہنوں نے دیوار لے لی جس کی وجہ سے بیت الخلاء بند ہو گیا جس کی وجہ سے گھر میں رہنا مشکل ہے اس لیے عورت کچھ مدت اپنے والد کے مکان پر رہی (رات دن وہیں گزارتی) ابھی تھوڑے دنوں سے عورت صبح سے رات تک خاوند کے گھر پر رہتی ہے اور رات اپنے والد کے گھر پر گزارتی ہے تو ایسی صورت میں کونسی طلاق واقع ہوگی اور کب سے ہوگی بعض حضرات نے کہا کہ طلاق ہوگی اس لیے پھر سے نکاح کر لینا چاہیے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مستقبل میں یہ عورت اسی گھر کے دوسرے حصہ میں یا دوسرے مکان میں رہے عارضی یا مستقل تو اس وقت بھی طلاق ہوگی نکاح کے بعد اسی مکان میں دن گزارے اور رات دوسری جگہ تو کوئی حرج تو نہیں؟

(الجواب) : حامداً ومصلياً ومسلماً

کسی بھی کلام کے مفہوم و مطلب کی تعیین جس پس منظر میں وہ کلام کیا گیا ہے اس کو مد نظر رکھتے ہوئے کی جاتی ہے صورت مسئلہ میں ورثاء کے تنگ کرنے کی وجہ سے بیوی کی طبیعت میں دوسری جگہ جا کر رہنے کی چاہت پیدا ہوئی اس سے مستقل رہائش مراد ہے اس لیے شوہر نے جب بیوی سے یہ کہا کہ تو یہاں نہیں رہے گی تو میرے نکاح



میں نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تو یہاں کی مستقل رہائش چھوڑنے کے ارادہ سے یہاں سے جائے گی تو نکاح میں نہیں رہے گی اس لیے اگر وہ عورت شادی وغیرہ کسی تقریب میں شرکت یا کسی اور ضرورت کے پیش نظر کچھ دنوں کے لیے اس گھر سے باہر رہی تو چوں کہ اس کا یہ گھر سے باہر رہنا مستقل ترک رہائش کے ارادہ سے نہیں تھا اس لیے اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی اسی طرح خاوند کی بہنوں کے دیوار لے لینے کی وجہ سے بیت الخلاء بند ہو جانے کے نتیجے میں جب وہ اپنے والد کے مکان پر رہی اس کا ارادہ اپنے مکان کی رہائش مستقل طور پر چھوڑنے کا نہیں تھا بلکہ دل میں یہ ہے کہ جب بیت الخلاء کا انتظام ہو جائے گا دوبارہ اس میں سیٹ (منتقل) ہو جاؤں گی وہاں تک عارضی طور پر اپنے والد کے مکان پر رہی تو اس صورت میں بھی اس کی اپنے مکان کی ترک رہائش مستقل نہ ہونے کی وجہ سے اس پر طلاق واقع نہ ہوگی البتہ اگر خاوند کی بہنوں کے دیوار لے لینے والی صورت میں وہ اپنے مکان سے مستقل رہائش ترک کرنے کے ارادہ سے نکلی ہے تو اسی وقت ایک طلاق بائن واقع ہوگی تجدید نکاح کے بعد اس سابقہ جملہ کی وجہ سے دوبارہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

وفي فتاوى العلامة القاسم التحقيق أن لفظ الواقف و الموصي و الحالف و الناذر و كل عاقد يحمل على عادته في خطابه، واللغة التي يتكلم بها وافقت لغة العرب ولغة الشارع أو لا (رسائل ابن عابدين ۱۳۲/۲)

إذا علمت ذلك ظهر لك أن قاعدة بناء الأيمان على العرف معناه أن المعتبر هو المعنى المقصود في العرف من اللفظ المسمى، وإن كان في اللغة أو في الشرع أعم من المعنى المتعارف، ولما كانت هذه القاعدة موهمة اعتبار الغرض العرفي وإن كان زائداً على اللفظ المسمى وخارجاً

عن مدلوله كما في المسألة الأخيرة وكما في المسائل الأربعة التي ذكرها المصنف دفعوا ذلك الوهم بذكر القاعدة الثانية وهي بناء الأيمان على الألفاظ لا على الأغراض، فقولهم لا على الأغراض دفعوا به توهم اعتبار الغرض الزائد على اللفظ المسمى، وأرادوا بالألفاظ الألفاظ العرفية بقريظة القاعدة الأولى (رد المحتار ۳/۷۹)

(وفيهما) كلها (تنحل) أي تبطل (اليمين) ببطلان التعليق (إذا وجد الشرط مرة) (در مختار) (قوله أي تبطل اليمين) أي تنتهي وتتم، وإذا تمت حنث فلا يتصور الحنث ثانياً إلا بيمين أخرى لأنها غير مقتضية للعموم والتكرار لغة. (رد المحتار ۴/۵۳) فقط والله تعالى أعلم۔

أما: العبد احمد عفى عنه خانپوری، ۲۸/۲ ذوالقعدة ۱۳۲۲ھ

## ”تم کو جہاں جانا ہو چلی جا“ سے طلاق

**سوال:** میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ میرے شوہر کے ساتھ میرا کچھ جھگڑا ہو گیا تو انہوں نے مجھے یہ کہہ دیا جاؤ تم کو جہاں جانا ہو چلی جا اب میں تم سے کوئی واسطہ نہیں رکھوں گا اور پھر وہ گھر میں سے فوراً نکل گئے۔ ایسا انہوں نے دو دفعہ کہا۔ پھر چلے گئے اور میں گھر میں ہی رہی۔ پھر رات کو دیر سے آئے اور کچھ بولے بغیر اور میں نے بھی کچھ پوچھا نہیں وہ سو گئے۔ پھر میں نے بہشتی زیور میں دیکھا اور صبح کو میں نے ان سے پوچھا کہ کل شام جو تم نے بولا تھا تو تمہارے دل کا مقصد کیا تھا اور تم کیا کرنا چاہتے تھے؟ وہ بولے نہیں۔ میں نے پھر پوچھا کہ تمہارا ارادہ کیا تھا لیکن وہ بولے نہیں۔ پھر میں اب چار روز سے گھر میں نہیں رہتی جاتی ہوں لیکن رات کو ایک

بہن کے گھر چلی جاتی ہوں۔ میرا ان کا سامنا ہوا نہیں ہے۔ تو اب اس بارے میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اور وہ تو اپنا ارادہ کسی کو بتاتے نہیں۔ اور یہ بات میں نے بھائی سے پوچھی اور تو میں کسی سے اس کا ذکر نہیں کر سکتی کیوں کہ ہر طرف یہ بات سے بدنامی ہوگی۔ اس لیے خاموش ہوں۔ تو آپ اس بارے میں مجھے جواب دیں کہ کیا کرنا چاہیے؟ میرا یہاں پر کوئی نہیں ہے؟ میرے ماں باپ، بھائی بہن سب پاکستان میں ہیں اور بیٹا بھی میرے سے الگ رہتا ہے اور کبھی نہیں آتا۔ باپ سے ملتا ہے۔ اور دوسرا بیٹا ترکیسر میں پڑھتا ہے تو میں اس گھر میں رہ سکتی ہوں یا نہیں؟ اس کا جواب جلد دیں میری طبیعت بھی ٹھیک نہیں رہتی۔ فقط

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

صورت مسؤلہ میں اگر شوہر نے یہ جملہ طلاق کی نیت سے کہا ہے تو اس سے طلاق واقع ہوگئی واقع ہونے والی یہ طلاق بائن ہے اور ایک ہی ہے اس لیے عدت کے اندر یا عدت کے بعد دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ اور اگر شوہر طلاق کی نیت کا انکار کرتا ہے تو قسم کے ساتھ اس کی بات مان لی جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۱۷/ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

”تمھاری بیٹی تمھارے منہ پر مار دوں گا“ سے طلاق نہیں ہوتی

سوال: کسی شخص نے اپنے سسرال جا کر ان سسرال والوں کو کسی وجہ سے خط لکھ کر وہاں پر ڈالا کہ اگر تم لوگوں نے فلاں تاریخ تک میری بیوی کو گھر نہیں بھیجا تو

تمھاری بیٹی تمھارے منہ پر مار دوں گا۔ حالاں کہ اس لڑکے کو طلاق دینا مراد نہیں تھا بلکہ دباؤ ڈالنا مقصود تھا کیا اس لڑکی پر طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

صورت مسنولہ میں طلاق نہیں واقع ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۰/ ربيع الاول ۱۴۱۳ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## کنائی تین طلاق میں نیت کی تبدیلی

**سوال:** میاں بیوی دونوں میں ایک نزاع پیش آیا، بیوی ایک مرتبہ اپنے میکے گئی، اب اتفاق سے وہاں ان کے رشتہ داروں میں شادی کا موقع تھا، ان کے شوہر کو شادی کی اطلاع ہوئی، تو اپنی بیوی کو لینے آئے؛ کیوں کہ انھیں یہ سب ناپسند تھا؛ لیکن میکے والوں نے بچی کو بھیجنے سے انکار کر دیا اور داماد سے کہا کہ: آپ بھی رہ جائیے اور کل شادی کھانے کے بعد چلے جانا؛ لیکن شوہر نے انکار کیا کہ ابھی بھیج دو، اور اگر نہیں بھیجنا ہے تو اب بالکل بھیجنا ہی نہیں (یہ لفظ کنائیہ کہا)، اور دل میں تین طلاق کی نیت کی، اور فوراً ہی دل میں یہ بھی خیال آیا کہ، نہیں، یہ اکٹھا تین طلاق تو شریعت کے خلاف ہے، جس طرح شریعت نے طریقہ بتایا ہے اسی طرح تین طلاق دینی ہے، اور یہ بھی دل میں خیال آیا، اور یہ سب کسی کو ظاہر نہیں کیا اور زبان سے بھی نہیں کہا، صرف دل میں ہی کہا، تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ کیا طلاق واقع ہو جائے گی؟ اور کتنی واقع ہوگی اور کتنے وقت میں واقع ہوگی؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

شوہر نے بیوی کے گھر والوں سے جب یہ کہا کہ: ”ابھی بھیج دو، اور اگر نہیں بھیجنا ہے تو اب بالکل بھیجنا ہی نہیں“ اور دل میں نیت تین طلاق کی تھی، تو اب وہ عورت شوہر پر حرام ہو چکی ہے۔

كنايته مالم يوضع له واحتمله، ولا تطلق بها إلا بنية أو دلالة  
حال .... وثلاث إن نواه إلخ (تنوير الابصار متن الدر)  
بعد میں فوراً نیت بدلنے سے حکم میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں عدد کی نیت میں تو کوئی تبدیلی ہوئی بھی نہیں ہے، تین کی نیت تو دونوں صورتوں میں موجود ہے۔  
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۵ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۱ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## باب الاكراه في الطلاق

### جبراً طلاق کی قسم کا حکم

**سوال:** اگر ہم نے کسی انسان کو زبردستی سے یہ کہلوایا کہ اگر میں اس سال میں یہاں سے بھاگ کر چلا گیا، تو میری ہونے والی بیوی کو تین طلاق، اس طرح قسم کھلائی تو قسم حائث ہو جائے گی یا نہیں؟ سامنے والے انسان کو ہم نے یہ نہیں بتلایا کہ کس جگہ جانے سے یا کس کے پاس جانے سے؟ تو یہ قسم ہے، اس بات کو ہم نے

اپنے دل میں رکھا، تو کیا قسم واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر قسم واقع ہوگی، تو اس کا کفارہ کیا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

جبر اور اکراه کے ساتھ جو قسم کھلائی گئی ہے، وہ بھی منعقد ہوگی۔

درمختار میں ہے: ولو الخالف مكرها الخ (درمختار علی هامش الشامی ۳/ ۵۳)

اس لیے صورتِ مسئلہ میں اگر وہ آدمی جس کو قسم کھلائی گئی تھی، وہاں سے بھاگ کر چلا گیا، تو وہ اپنی قسم میں حانث ہوگا اور اس کی ہونے والی بیوی پر طلاقِ مغناظہ واقع ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، یکم ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ

## جبراً تحریری طلاق

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین مسئلہ طلاق میں؟ جو

زیر اس کاپی میں گجراتی زبان میں لکھا ہوا ہے۔

معاملہ کورٹ تک پہنچ چکا ہے اور ہم لوگ شریعت کی روشنی میں اس کاغذ میں جو طلاق نامہ لکھا ہے، اس کا جواب چاہتے ہیں کہ زید نے جو مسماںت ہاجرہ بانو کو طلاق نامہ بھجوایا اور اس میں تین بار لفظ طلاق، طلاق، طلاق لکھا اور پہلی بیوی کا اور اس کے باپ کا نام و دیگر تفصیل لکھی، تو عرض یہ ہے کہ اس سے طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور ہوئی تو کتنی ہوئی؟ شریعت کی روشنی میں کتابوں کے حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں، صحیح سکے ساتھ ہو تو اچھا؛ تاکہ کورٹ میں وکیل اور جج حضرات برابر سمجھ سکیں، جواب چاہے اردو میں ہو یا گجراتی میں، مفتی صاحب کی مرضی پر ہم سب راضی ہیں۔

نوٹ: سامان کی پہنچ لڑکے والے نے اپنی مرضی سے لکھا ہے، دو لہن والے اس سے بے خبر ہیں۔

(الجواب): حامداً ومصلياً ومسلماً

طلاق نامہ میں جو الفاظ لکھے گئے ہیں، اگر شوہر نے اپنی زبان سے بھی یہ الفاظ کہے ہیں، تو اس صورت میں تو اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو کر وہ اس پر حرام مغلظہ ہوگئی، بغیر حلالہ شرعی اس شوہر کے لیے اس عورت کے ساتھ نکاح درست اور حبانہ نہیں ہے۔

درمختار میں ہے: ويقع طلاق كل زوج بالغ الخ (درمختار علی ہامش الشامی ۱/۵۶) لا ینکح مطلقة من نکاح صحیح نافذ کما سنحقیقہ بها أي بالثلاث الخ (درمختار علی ہامش الشامی ۱/۵۸۳)

اور اگر اس نے زبان سے یہ الفاظ نہیں کہے ہیں؛ البتہ بغیر کسی جبر و اکراہ شرعی اس نے خود لکھے ہیں، یا کسی سے لکھوائے ہیں، یا کسی کے لکھے ہوئے پر منظوری کے دستخط کئے ہیں، تب بھی اس کی عورت پر تین طلاق واقع ہو کر وہ اس پر حرام مغلظہ ہوگئی اور اگر کسی جبر و اکراہ شرعی کی وجہ سے اس نے لکھے یا دوسرے کے لکھے ہوئے پر دستخط کئے، تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوئی، جبر و اکراہ شرعی یہ ہے کہ اس کو حبان سے مار ڈالنے کی دھمکی دی جائے، یا اس کے کسی عضو کو تلف کرنے کی یا ضرب شدید کی دھمکی دی جائے اور دھمکی دینے والا اپنی دھمکی پر عمل کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۳ / ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ

## کورے اسٹامپ پیپر پر دستخط سے طلاق

**سوال:** میرے اور میری بیوی کے درمیان بہت عرصہ سے جھگڑا ہوتا رہتا تھا، میرا بھائی مجھے کہتا تھا کہ تو اس کو استعفیٰ نامہ (طلاق نامہ) لکھ دے؛ لیکن میں نے اس کی بات کبھی نہیں مانی، ایک مرتبہ میرے اور میری بیوی کے درمیان بہت سخت جھگڑا ہوا، اب تو میرا بھائی اور دوسرے لوگ میرے پیچھے پڑ گئے کہ تجھے استعفیٰ نامہ لکھنا ہی ہوگا؛ چنانچہ وہ چار اسٹامٹ پیپر لے کر آئے جو بالکل کورے تھے، اور مجھے مجبور کیا کہ اس پر انگوٹھے سے نشان کر دے، میں نے نشان کر دیا؛ لیکن زبان سے طلاق کا لفظ بالکل نہیں بولا، میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میں نے زبان سے طلاق کا لفظ بالکل نہیں کہا، اور وہ اسٹامپ پیپر بھی بالکل کورے تھے، کیا اس صورت میں طلاق پڑ جائے گی؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر بھائی کے جبر سے کورے اسٹامپ پیپر پر دستخط کر دئے ہیں، اور زبان سے طلاق کے الفاظ نہیں بولے ہیں، تو اس سے طلاق نہیں ہوئی۔

کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یملہ بنفسه لا یقع الطلاق ما لم یقر أنه کتابه (شای ۶۷۰/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۲/ صفر المظفر ۱۴۰۹ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد۔ بسم اللہ عفی عنہ

## ڈرانے کے لیے طلاق نامہ لکھوانے سے طلاق

**سوال:** ایک شخص نے کاتب سے کہا کہ تم میری بیوی کے نام طلاق نامہ لکھو،



اس نے طلاق نامہ لکھا، یہ معلوم نہیں کہ کتنی طلاقیں طلاق نامے میں لکھی گئیں، (یعنی ایک، دو، تین) اس کے بعد شخص مذکور نے اس پر چہ پر نہ دستخط کئے، نہ پڑھا اور نہ پڑھوا کر سنا اور نہ زبان سے کچھ کہا، اور اب یہ شخص قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں نے کاتب سے طلاق لکھوا کر صرف اپنی بیوی کو ڈرانے اور دھمکانے کا ارادہ کیا ہے، بیوی کو طلاق دینے کی غرض سے بخدا ایسا نہیں کیا ہے، پھر اس طلاق نامہ کو اس شخص نے ڈاک میں ڈال دیا ہے، اب ایک ماہ کے بعد اس عمل مذکور کے یہ شخص اپنی بیوی کو لانا چاہتا ہے، اب آپ یہ مسئلہ بتائیں کہ مذکورہ صورت میں شخص مذکور کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور اب بغیر تجدید نکاح اس کو لاسکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

جب شوہر کو اس بات کا اقرار ہے کہ میں نے ہی کاتب سے طلاق نامہ لکھوایا ہے، اور روانہ کیا ہے، اس کے آخر میں دستخط بھی چاہے نہ کئے ہوں، تب بھی اس کی بیوی مطلقہ ہوگئی، محض ڈرانے دھمکانے کی نیت سے یہ کام کیا، پھر بھی وقوع طلاق میں کوئی تردد نہیں ہے، طلاق نامہ میں جتنی طلاقیں لکھی گئی ہیں اس کے مطابق طلاق واقع ہوگی۔

ولو قال للکاتب: اکتب طلاق امرأتي، کان اقراراً بالطلاق وإن لم یکتب، ولو استکتب من آخر کتابا بطلاقها، وقرأه علی الزوج، فاخذه علی الزوج وختمه وعنونه وبعث به إليها، فاتاها وقع، إن أقر الزوج أنه کتابه، أو قال للرجل: إبعث به إليها، أو قال له أکتب نسخة وابعث بها إليها وكذا كل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یمله بنفسه لا يقع الطلاق ما لم یقر أنه کتابه اه (شامی ۲/ ۶۷۰)

أو هازلاً لا يقصد حقيقة كلامه (درمختار) قوله لا يقصد حقيقة كلامه) بيان لمعنى الهازل وفيه قصور، ففي التحرير وشرحه: "الهزل" لغة اللعب، واصطلاحاً: أن لا يراد باللفظ، ودلالته المعنى الحقيقي ولا المجازي؛ بل أريد به غيرهما، وهو ما لا تصح ارادته منه، وضده الجدل الخ (شامی ۲/ ۴۵۹)

وكذا كونه عامداً ليس بشرط؛ حتى يقع طلاق الخاطيء، وهو الذي يريد أن يتكلم بغير الطلاق، فسبق لسانه بالطلاق، لأن الفأنت بالخطأ ليس إلا القصد، وأنه ليس بشرط لوقوع الطلاق (بدائع الصنائع ۳/ ۱۰۰) فقط والله تعالى اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## زبردستی کی طلاق کا حکم

**سوال:** ایک شخص سے مار پیٹ کر کے اس کی بیوی کو تین طلاق جبراً دلوادی، یہ طلاق شریعت کی رو سے واقع ہوئی یا نہیں؟ اور شخص مذکور یعنی جس کو جبراً مار پیٹ کر طلاق دلوائی اس کے دو بچے بھی ہیں، اور تقریباً بیس ہزار کے زیورات بھی چھین کر لے گئے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر شوہر نے اپنی زبان سے طلاق کا تلفظ کیا ہے، تو یہ طلاق واقع ہوگئی۔  
أو مكرها فإن طلاقه صحيح (درمختار) (قوله فإن طلاقه صحيح)  
أي طلاق المكره (شامی ۲/ ۴۵۶) فقط والله تعالى اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## مکرہ کی طلاق کا حکم

**سوال:** زید نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی اور عدت کے اندر رجوع کر لیا؛ لیکن بیوی نے رجعت سے انکار کرتے ہوئے نان و نفقہ کا دعویٰ کیا، اور ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں زید کو ذہنی و جسمانی اذیت پہنچانے کی دھمکی دی، زید نے ایذا رسانی سے بچنے کے لیے رائج الوقت اسٹامپ کر کے نان و نفقہ کی ادائیگی کا فیصلہ کیا؛ لیکن نئے سرے سے طلاق دینے سے انکار کر دیا۔

نان و نفقہ کی ادائیگی کے وقت قرار نامہ تیار کیا گیا جس میں کاتب نے طلاق رجعی کو طلاق مغالطہ لکھنا چاہا، زید نے شدید مخالفت کی کہ میں طلاق رجعی سے رجوع کر چکا ہوں اور نئے سرے سے طلاق نہیں دوں گا، زید کو وہاں سے ہٹا کر قرار نامہ تیار کیا گیا، جس میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی: ”زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی“ قرار نامہ لکھے جانے سے قبل زید کاتب و شہود (گواہ) سے کہہ چکا تھا ”میں نئے سرے سے طلاق نہیں دوں گا“ لہذا یہ کہتے ہوئے دستخط کر دیا، مجھ پر اس (حرام کاری) کا کوئی گناہ عائد نہیں ہوگا۔ صورتِ مسئلہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ امید کہ از روئے شرع وضاحت فرماتے ہوئے طلاقِ مکرہ کی بھی وضاحت فرمائیں گے۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر زید کو قرار نامہ دستخط کرنے کے لیے جسمانی اذیت کی دھمکی دے کر مجبور کیا گیا اور وہ لوگ اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنانے پر قادر بھی ہیں اور زید اپنے کو اس سے

بچانے پر قادر نہیں ہے، اس لیے اس دھمکی میں آکر مجبوراً اس نے دستخط کر دیے، زبان سے یہ الفاظ نہیں کہے تب تو طلاق واقع نہیں ہوئی، ورنہ واقع ہو جائے گی۔

رجل أکره بالضرب والحبس علی أن یکتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان فکتب امرأته فلانة بنت فلان بن فلان تطلق امرأته؛ لأن الكتابة أقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولا حاجة ههنا (فتاویٰ قاضیخان علی هامش الہندیۃ ۱/۶۷۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۵/ شوال ۱۴۱۸ھ

## طلاقِ مکرہ

**سوال:** مجھ سے میرے سسرال والوں نے زبردستی طلاق لکھوائی مار پیٹ کر زبردستی، اور اُس وقت میں نشے میں تھا، اور میں نے صرف ایک بار ہی طلاق لکھی وہ بھی زبردستی لکھوائی گئی، اور اب میں اور میری بیوی دونوں اپنی اپنی مرضی سے اور راضی خوشی سے ساتھ میں رہنا چاہتے ہیں، اب اللہ کے فضل و کرم سے میرے اندر سے ہر بری عادت بالکل ختم ہو گئی، اب میں پانچ وقت کا نمازی ہو گیا ہوں اور جماعت میں جانے کا ارادہ بھی کر لیا ہوں۔ برائے مہربانی فتویٰ دیں تو میرا گھر بس جائے گا، میں نے طلاق نہیں دی اور نہ میں نے زبان سے اقرار کیا۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر مار پیٹ کر زبردستی آپ سے طلاق لکھوائی گئی ہے، آپ نے زبان سے طلاق کے الفاظ نہیں کہے، تو وہ طلاق واقع نہیں ہوئی، بیوی حسب سابق نکاح میں باقی ہے۔

وفي البحر: أن المراد الإكراه على التلفظ بالطلاق، فلو أكره على أن يكتب طلاق امرأته فكتب لا تطلق؛ لأن الكتابة أقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة، ولا حاجة هنا، كذا في الخانية. (شامي ٤٥٧/٢)

اور اگر آپ نے اپنی خوشی سے بغیر زبردستی و مار پیٹ طلاق کہی ہے تو نشہ کے باوجود واقع ہوگئی؛ البتہ چونکہ ایک ہی طلاق لکھی ہے؛ اس لیے عدت کے اندر اندر آپ کو رجوع کرنے کا حق ہے، آپ دوگواہوں کے سامنے یہ کہہ دیں کہ: میں نے اپنی عورت کو اپنے نکاح میں باقی رکھا اور رجوع کر لیا تو عورت نکاح میں باقی رہے گی؛ البتہ آئندہ آپ کو صرف دو طلاق کا اختیار رہے گا، اور اس صورت میں اگر عدت گزر چکی ہے تو دونوں آپس کی رضامندی سے نیا نکاح کر سکتے ہیں، حلالہ کی ضرورت نہیں ہے؛ البتہ اس صورت میں بھی آئندہ آپ کو صرف دو طلاق کا ہی اختیار رہے گا۔ کما هو مصرح في كتب الفقه. فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ العبد احمد عفی عنہ خانپوری ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ  
الجواب صحیح عباس داود بسم اللہ

## حلالہ کے مسائل

### تین طلاق کے بعد نکاح کی صورت

**سوال:** خالدہ ایک فاحشہ عورت ہے، اس کی شادی زاہد سے ہوئی جس سے دو بچے بھی تولد ہوئے لیکن کچھ ہی روز کے بعد خالدہ نے اپنے شوہر زاہد کو چھوڑ کر ایک غیر مسلم سے شادی کر لی، اور کچھ ہی دن بعد زاہد کا انتقال ہو گیا، اور اپنا اور اپنے بچوں

کا نام بھی غیر مسلموں والا نام رکھ دیا، اور غیر مسلم سے شادی کے باوجود دوسرے سے زنا کرواتی رہی، اور اسی طرح سات سال گذر گئے، پھر چند مسلمانوں نے خالدہ کو سمجھایا کہ وہ فحش کام چھوڑ کر اپنے ارتداد سے توبہ کر کے کسی مسلم سے شادی کر لے، خالدہ اس بات کو مان گئی، اور اس نے ایک دوسرے شخص حامد سے شادی کر لی، لیکن اس درمیان بھی وہ اپنے زنا پر قائم رہی، حامد کو یہ بات ناگوار لگی، اس نے غصے میں آ کر تین طلاقیں دے دیں، بعد میں حامد کو احساس ہوا کہ اگر وہ مرتد ہوگئی تو اس کے ساتھ اس کے دو بچے بھی مرتد ہو جائیں گے، ادھر خالدہ طلاق کے بعد پھر غیر مسلموں کے ساتھ رہنے لگی ان کے شعار کو اپنانے لگی اور نام بھی تبدیل کر لیا، اب حامد خالدہ اور دونوں بچوں کو ارتداد سے بچانے کے لیے خالدہ سے دوبارہ شادی کرنا چاہتا ہے؛ جب کہ خالدہ کا یہ حال ہے کہ وہ برابر غیروں سے زنا کرواتی ہے، تو اس کے عدت اور حلالے کی کیا صورت ہوگی جب کہ حیض برابر آتا ہے لیکن بچے نہیں ہوئے، صرف دو بچے پہلے شوہر سے ہے۔

(الجواب) : حامداً ومصلياً ومسلماً

حامد اگر خالدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو چوں کہ اس کے خالدہ کو تین طلاق دینے کی وجہ سے وہ اس پر حرام ہو چکی ہے، وہ خالدہ کے ساتھ بغیر حلالہ نکاح نہیں کر سکتا حلالہ کی صورت یہ ہے کہ حامد کے طلاق دینے کے بعد اس کی عدت یعنی تین حیض گذرنے کے بعد خالدہ کے ساتھ کوئی دوسرا آدمی نکاح کرے اور وہ آدمی خالدہ کو بیوی بنا کر اپنے پاس رکھے یعنی اس کے ساتھ وطی کرے، پھر اس دوسرے شوہر کا اگر

انتقال ہو جائے یا وہ اس کو طلاق دے دے اور اس طلاق کی عدت یعنی تین حیض گذرنے کے بعد حامد کا نکاح خالدہ سے ہو سکتا ہے، یہ یاد رہے کہ جب خالدہ کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ کیا جائے تو اس وقت اس آدمی سے پیشگی شرط طلاق دینے کی کر لینا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۲ جب ۱۳۱۳ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## طلاق کی شرط پر حلالہ

**سوال:** زید نے اپنی بیوی زینب کو تین طلاق دی، اب زید اسی عورت زینب کو دوسری مرتبہ اپنے نکاح میں واپس لانا چاہتا ہے، تو زید نے حلالہ کی صورت اختیار کی، اور حلالہ کی صورت اس طرح اختیار کی کہ زید نے خالد کو کہا کہ تو زینب سے شادی کر لے، اور شادی کے فوراً بعد زینب کو طلاق دیدیں، خالد نے اسی طرح کیا جس طرح زید نے کہا، تو اس صورت میں حلالہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ اگر حلالہ صحیح نہیں ہو تو اس کی کیا صورت ہے؟ اوپر والی صورت کے مطابق زید یا خالد میں سے کون گنہ گار ہوگا؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

زید نے جب اپنی زوجہ زینب کو تین طلاقیں دیدیں ہیں تو وہ اس پر حرام ہوگئی، اب بدون حلالہ کے زید کا نکاح زینب سے درست نہیں، حلالہ یہ ہے کہ شوہر اول کی عدت گزرنے کے بعد زینب کے ساتھ دوسرا مرد بلا شرط طلاق نکاح کر لے، اور وہ اس کے ساتھ وطی بھی کرے اس کے بعد وہ خود کسی وجہ سے طلاق دے دیوے یا اس

کا انتقال ہو جائے، تو اب عدت گزرنے کے بعد اس عورت کے ساتھ شوہر اول کا نکاح درست ہے، اگر شوہر ثانی نے وطی نہیں کی ہے تو وہ عورت شوہر اول کے لیے حلال نہیں ہوئی، شوہر ثانی کے ساتھ طلاق کی شرط لگانا مکروہ تحریمی ہے۔ (در مختار مع الشامی ۵۸۶/۲، ۵۸۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## طلاق کی شرط پر حلالہ

**سوال:** ایک مرد نے اپنی عورت کو طلاقِ مغلظہ دی، یعنی تین طلاق صاف الفاظ میں دے دی ہے، اور تقریباً طلاق کے بعد ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہے، اب وہ مرد دوبارہ اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے، اور طلاقِ مغلظہ کی بناء پر صرف نکاح کافی نہیں ہے؛ بلکہ حلالہ شرط ہے، تو حلالہ شرعی طور پر کس طرح ہونا چاہیے؟ کیا آج کل جو ہمارے یہاں چل پڑا ہے کہ جس سے حلالہ کروایا جاتا ہے اس کو پہلے اس سے نکاح کے لیے تیار کیا جاتا ہے، اور کہیں چھپ کر نکاح کر دیتے ہیں، اور نکاح سے پہلے اس کو تاکید بھی کی جاتی ہے کہ اس سے وطی کے بعد یا دو تین دن کے بعد طلاق دے دیں، تو اسی طرح جو ہمارے عرف میں حلالہ چل رہا ہے کر دیا جائے، اور اس کی عدت کے بعد شوہر اول سے نکاح کر دیا جائے تو وہ عورت اب شوہر اول کے لیے حلال ہوگی یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر شوہر نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی تو وہ عورت شوہر پر حرام ہوگئی؛ البتہ اگر اس عورت کے ساتھ کسی دوسرے مرد نے عدت گزرنے کے بعد نکاح کیا،



اور اس کے ساتھ وطی بھی کی، اور پھر اس دوسرے شوہر کا انتقال ہو گیا یا کسی وجہ سے اس نے طلاق دیدی، تو اب عدتِ وفات یا عدتِ طلاق گزرنے کے بعد یہ عورت پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے، اسی کو شریعت کی اصطلاح میں حلالہ کہتے ہیں، باقی دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کرتے وقت پہلے سے یہ شرط ٹھہرا لینا کہ تو ایک دو دن اپنے پاس رکھ کر وطی کے بعد طلاق دے دینا یہ مکروہ تحریمی (حرام کے قریب) ہے، اور حدیثِ پاک میں اس پر لعنت بھی آئی ہے؛ لیکن اس کے باوجود وہ عورت اس صورت میں پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی، ہاں یہ سب گنہگار ہوں گے۔ (شامی ۵۸۶/۲، فتح القدیر ۲/۱۸۲، ۱۸۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ

## کوڑھ والی مطلقہ کا حلالہ

**سوال:** زید نے ہندہ کو بحالتِ غصہ تین طلاق دیدی، اس کے بعد اس کو اس فعل پر ندامت ہوئی اور اس کو دوبارہ نکاح میں لانے کے لیے علماء سے مسئلہ معلوم کیا کہ اب اس کی کیا صورت ہوگی؟ علماء نے بتلایا کہ اب حلالہ کے بغیر حلال نہ ہوگی، اور حلالہ کی صورت بتادی کہ بعد عدت دوسرے مرد سے نکاح کر لے جس میں ہم بستری شرط ہے، پھر وہ اس کو طلاق دے اور عدت گزر جانے کے بعد شوہر اول اس سے نکاح کر لے۔ مسئلہ یہ درپیش ہے کہ اس عورت کو کوڑھ اور ٹی بی کا مرض ہے، اگر اس سے حلالہ ہو تو ہم بستری دشوار ہے؛ نیز حدیثِ پاک کا بھی حکم ہے کہ ”فر من المجزوم کفراک من الأسد“ (الحديث)

اس کے شوہر کا بیان ہے کہ تقریباً آٹھ سال سے انہی امراض کی بناء پر میں نے اس سے ہمبستری نہیں کی ہے، اب اس کا کوئی کفیل نہیں، اس لیے محض اس کی خیر خواہی کے واسطے چاہتا ہوں کہ شرعاً کوئی گنجائش نکل آتی اور حلالہ بغیر وطی کے ہو جاتا تو اس کو دوبارہ نکاح میں لے آتا، امید کہ اس صورت کا حل تلاش کر کے جواب سے نوازیں گے۔

(الجواب): حامداً ومصلياً ومسلماً

حلالہ بغیر وطی کے درست نہیں ہے۔

لا ینکح مطلقۃ بھا أي بالثلاث حتی یطأھا غیرہ (در مختار ملخصاً)  
ثم اعلم ان اشتراط الدخول ثابت بالاجماع فلا یکفی مجرد العقد.  
(شای ۲/ ۵۸۳)

اگر اس عورت کا کوئی کفیل نہیں ہے تو یہ اس کی امداد و کفالت بغیر نکاح کے بھی کر سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۱۵ ربيع الثانی ۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

نادرست حلالہ میں وطی کے بعد شرعی حلالہ کرنا

(سوال): ① ایک شخص کا نام زید ہے، اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو ایسا کرے گی تو تجھ کو تین طلاق، اس کے بعد عورت نے وہی فعل کیا تو طلاق ہو گئی، اس کی نیت تین طلاق ہی کی تھی، طلاق مغلطہ پڑ گئی، زید اس عورت کو دوبارہ اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہے، اور وہ اس بات کو بھی جانتا ہے کہ حلالہ کئے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا، اس لیے اس نے حلالہ پر عمل کرنے کی صورت اس طور پر تجویز کی کہ ایک تیسرے شخص بکر

کو اس لیے تیار کیا کہ میں تیری (بکر) شادی اپنی بیوی زینب سے کر دیتا ہوں، پھر اس کے ساتھ تو وطی کر کے اس کو طلاق دے دینا، اس بات پر بکر راضی ہو گیا؛ لیکن ابھی اس نے عدت عورت کی گزرنے سے دو مہینہ قبل ہی بکر سے شادی کر دی، جس میں نکاح پڑھانے والا وہی شوہر اول تھا اور گواہ کوئی بھی نہیں تھے سوائے اس کی ذات کے، نکاح ہونے کے چند دن بعد شوہر ثانی (بکر) نے اس کو طلاق مغلظہ دے دی، اور شوہر ثانی کی عدت پوری ہونے سے پہلے ہی شوہر اول نے بغیر گواہوں کے نکاح پڑھوا کر زینب کو اپنے نکاح میں داخل کر لیا، تو ایسا کرنے سے کہ عدت گزرنے سے پہلے پہلے نکاح کر دینا، اور حلالہ کے بعد اس کی بھی عدت کے گزرنے سے پہلے پہلے نکاح کر لینے سے نکاح اول اور حلالہ صحیح ہوا یا نہیں؟ مع وجوہات کے تشریح فرمائیں، اور حلالہ کے بعد شوہر اول کے لیے حلال ہوئی یا نہیں؟ اور اس شوہر اول کا اپنی بیوی کے ساتھ وطی کرنا کیسا اور اس کی اولاد کا کیا حکم ہے؟ نیز بغیر گواہوں کے نکاح کرنا کیسا ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟ اور درستگی کی کیا صورت ہے؟

(۲) اگر نہیں ہو تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ ان کا ایک ساتھ رہنا اور وطی کرنا کیسا ہے؟

(۳) اب شوہر اول کے لیے کس طرح حلال ہوگی؟

(الجواب) : حامداً ومصلياً ومسلماً

① پہلے شوہر کی عدت کے دوران عورت کا جو نکاح بکر کے ساتھ ہوا وہ شرعاً درست نہیں ہوا، جب کہ گواہ بھی نہیں تھے، جب بکر کے ساتھ کیا گیا نکاح درست نہیں ہوا تو عورت شوہر اول یعنی زید کے لیے حلال ہی نہیں ہوئی، اس لیے زید کا اس کے ساتھ پھر سے کیا ہوا نکاح باطل ہے، نہ اس کے ساتھ وطی حلال ہے۔

حتی لو تزوجت رجلاً نکاحاً فاسداً دخل بها لا تحل للأول.

(بدائع الصنائع ۳/۱۸۷)

② دونوں کامیاب بیوی کی طرح ساتھ رہنا قطعاً حلال نہیں، دونوں سخت گنہگار ہیں، زید کے لیے اس کے ساتھ وطی کرنا بھی حلال نہیں ہے، دونوں کو چاہیے کہ فوراً ایک دوسرے سے مکمل علیحدگی اختیار کر لیں، اور اپنی اس حرکت پر دل سے تائب ہوں، اور دونوں علیحدگی اختیار نہ کرتے ہوں تو برادری والوں کو چاہیے کہ دونوں میں جدائی کرائیں، اس پر بھی باز نہ آئیں تو ان کے ساتھ معاشرتی مقاطعہ کریں۔

③ دونوں میں مکمل علیحدگی ہونے کے بعد عورت عدت گزارے (اگر حیض آتا ہے تو تین حیض، اور اگر حیض نہیں آتا تو تین مہینے، اور اگر حاملہ ہے تو بچہ پیدا ہونے تک) اس کے بعد اس عورت کا کسی دوسرے مرد سے بلا کسی پیشگی شرط کے گواہوں کی موجودگی میں مہر شرعی کے ساتھ نکاح صحیح ہو، اور وہ دونوں میاں بیوی کے طور پر رہیں، وہ اس عورت سے صحبت (وطی) بھی کرے، اس کے بعد اس کا انتقال ہو یا وہ اپنی مرضی سے اس کو طلاق دے، اس کے طلاق دینے کے بعد اس کی عدت بھی پوری گزارے، (اسی طرح جیسا کہ آگے بتلایا گیا ہے) اس کے بعد زید کا نکاح اس عورت سے ہو سکتا ہے، اس کو شرعی حلالہ کہتے ہیں، یہ یاد رہے کہ اس میں دوسرے مرد کے ساتھ پہلے سے کوئی شرط کرنا کہ تو نکاح کے بعد وطی کر کے طلاق دے کر علیحدہ کرنا، ایسی شرط لگانا گناہ ہے، ایسی شرط کرنے والے اور شرط منظور کرنے والے پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔ فقط واللہ

تعالیٰ اعلم۔ - کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۳ / رجب المرجب ۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## حلالہ کی مشروع صورت

**سوال:** میرے بھائی نے جس کی ابھی تین سال ہوئے شادی ہوئی تھی؛ لیکن گھریلو مسائل میں کچھ ناشائستہ گفتگو ہوئی، جس میں میرے بھائی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی ہے (جب کہ میں اور میرا بھائی اور والد صاحب اور میرے بھائی کے خسر الحمد للہ عالم ہیں، اور خانقاہ اور جماعت کے کام سے وابستہ ہیں، اور معاشرہ میں کافی عزت ہے) اور دونوں میاں بیوی دوبارہ نکاح کرنے پر مُصر ہیں، ان دونوں کو والدین نے خوب سمجھایا لیکن دونوں اپنی ضد پر ہیں، اور دونوں کے والدین نے دونوں کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا مشورہ بھی دیا؛ لیکن پھر بھی وہ اپنی بات پر اڑے ہوئے ہیں اور پورا خاندان اور معاشرہ ان کی وجہ سے حیران و پریشان ہے، جس کی وجہ سے اب دونوں کے والدین نے یہ طے کیا ہے کہ حلالہ کروا کر دونوں کا نکاح پھر سے کروادیں۔ لہذا حسب ذیل امور دریافت طلب ہیں:

- ① مذکورہ صورت میں حلالہ کروانا درست ہے؟
- ② اگر حلالہ درست ہے تو حلالہ کا طریقہ کیا ہونا چاہیے؟
- ③ اگر حلالہ درست ہے اور کر لیں تو لعنت والی روایت کے مصداق تو نہ بنیں گے؟ اور میرے والد صاحب اور میرے بھائی کی ساس آپس میں بھائی بہن ہیں، اور دوسری طرف لڑکا اور لڑکی کا نکاح نہ کروائیں تو دونوں کے فرار ہو جانے کا خوف ہے یا کورٹ کا سہارا لے کر الٹی سیدھی بات کر کے دوبارہ مل جانے کا خوف ہے۔ لہذا ان چیزوں کو سامنے رکھ کر شرعاً جو بھی صورت ہو براہ کرم جواب عنایت فرمائیں۔

## الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں: ”مطلقہ عورت کسی دوسرے خاوند سے نکاح کر لے اور پھر اس سے طلاق یا موتِ زوج کی وجہ سے علیحدہ ہو کر پہلے زوجِ مطلق کے لیے حلال ہو جاتی ہے، اس کا نام حلالہ ہے؛ لیکن زوجِ اول یا زوجہ یا اس کے کسی ولی کی طرف سے زوجِ ثانی سے یہ شرط کرنی کہ وہ طلاق دے دے اور زوجِ ثانی کا اس شرط کو قبول کر کے نکاح کرنا یہ حرام ہے، اس میں فریقین پر لعنت کی گئی ہے، حدیث میں جو مذکور ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ تحلیل کی شرط کر کے نکاح کرنا موجب لعنت ہے۔ (کفایت المفتی ۶/۳۶۱)

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: تین طلاق کے بعد حرمتِ مغالظہ ہو کر جب جدائی ہوگئی اور عدت گذر گئی، پھر کسی نے اپنے دل میں یہ سمجھ کر کہ اس غریب کا گھر ویران ہو گیا، کیا اچھا ہو کہ اس کا گھر آباد ہو جاوے اور پریشانی دور ہو جاوے، اس عورت سے نکاح کر لیا، پھر ہم بستری کرنے کے بعد اس کو طلاق دے دی اور عدت ختم ہونے پر شوہر اول نے دوبارہ نکاح کر لیا تو یہ صورت شرعاً درست ہوگئی، اس میں کسی پر اعتراض نہیں ہے، اس کے بعد جو اولاد ہوگی وہ ثابت النسب ہوگی، اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے، اعتراض کی بات تو یہ ہے کہ نکاحِ ثانی میں حلالہ کی شرط لگائی جائے یہ گناہ ہے، اس کے باوجود بھی حلالہ درست ہو کر اولاد صحیح ہوگی۔

وكره تحريماً بشرط التحليل وإن حلت للأول، أما إذا اضمر ذلك لا يكره، وكان الرجل مأجوراً لقصد الإصلاح قوله (أما إذا اضمر ذلك) محترز قوله بشرط التحليل (قوله لا يكره) بل يحل له في قولهم جميعاً

قہستانی عن المضمرات (قوله لقصدا الاصلاح) ای إذا كان قصده ذلك لا مجرد قضاء الشهوة ونحوها (در مختار مع الشامی ۱/۴، ۵۸۷، ۵۸۶) (بحوالہ فتاویٰ محمودیہ ۱۳/۲۷۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

الملاء: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۲۹/ جمادی الاول ۱۳۲۷ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## مطلقہ، مغالطہ کے نفع، حلالہ اور اولاد کے ساتھ رہنے کا حکم

- سوال: ① ایک شخص نے اپنی بیوی کو اپنے رشتہ دار کی شادی میں جانے کے لیے بہت مجبور کیا، مگر عورت تیار نہیں ہوئی، آخر کار اس شخص نے بیس منٹ کا وقت تیاری کے لیے دیا، پھر بھی عورت تیار نہیں ہوئی، عورت سامنے بیٹھی تھی، اس نے تین مرتبہ طلاق دی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اب وہ شخص دوبارہ نکاح میں لینا چاہتا ہے کیا صورت ہے؟ واقعہ تقریباً ڈیڑھ ماہ پہلے ہو چکا ہے۔
- ② مطلقہ عورت اپنے بچوں کے ساتھ رہتی ہے، اس کی اجازت ہے یا نہیں؟
- ③ مطلقہ عورت کے ساتھ شوہر اب کہاں تک سلوک کر سکتا ہے؟

## الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

- ① صورت مسئلہ میں اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو کر وہ اپنے شوہر پر حرام ہو گئی، شرعی حلالہ کے بغیر اب اس کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنا درست نہیں، جس کی صورت یہ ہے کہ عدت گذر جانے کے بعد یہ عورت کسی دوسرے مرد سے بلا کسی پیشگی شرط کے نکاح کرے، اور پھر وہ مرد اس کے ساتھ صحبت بھی کرے، اس کے بعد

اس کا انتقال ہو جائے یا کسی وجہ سے وہ اس کو طلاق دے دے، اس کے بعد عدتِ وفات یا عدتِ طلاق گزارنے کے بعد اس عورت کا نکاح پہلے شوہر سے درست ہے۔  
 (۲) اگر وہ اپنے بچوں کے ساتھ اس طرح رہتی ہے کہ طلاق دینے والے شوہر سے کسی قسم کا میل جول یا آمناسا منا نہیں ہوتا اور نہ اس کا اندیشہ ہے تو اس طرح وہ اپنے بچوں کے ساتھ رہ سکتی ہے۔

(۳) شوہر پر اس عورت کے عدت کا نفقہ وغیرہ واجب ہے، اور عدت کے بعد بھی اگر یہ عورت شوہر کی اولاد کی پرورش کر رہی ہے تو اس کی وجہ سے بھی معاوضہ کے طور پر نفقہ پاسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاؤہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۵ / رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ الجواب صحیح: عبدالقیوم راجکوٹی

## حلالہ کر کے نکاح میں آنے والی عورت کو طلاق دینا

(سوال) ایک شخص عبد الغفور نامی ساکن میرج عبد الغفور کا پہلا نکاح ۱۹۸۰ء میں نعیم النساء کے ساتھ ہوا، ماشاء اللہ زندگی ۱۹۸۹ء تک بہتر طریقے پر گذاری، اور ماشاء اللہ تین فرزند تین دختر بھی موجود ہیں، پہلی بیوی نسب و جمال و مال و دین کے لحاظ سے شریف ہی شریف ہے، اس کے باوجود عبد الغفور نے ۱۹۸۹ء میں ایک عورت حسینہ نامی جو کہ اپنی شرارتوں کے سبب پہلے شوہر سے جدا ہو چکی تھی، اس کے بچے بھی ہیں، اس عورت سے ایک قاضی محمد علی جناب کی تشکیل اور نصرت سے نکاح کیا، اور قاضی محمد علی نے ہی نکاح پڑھوا کر عبد الغفور کے نکاح میں دے دیا، اس کے بعد اس



کے ساتھ چار سال گزارے، کسی رشتہ دار وغیرہ کو کچھ خبر نہیں تھی، اچانک جولائی ۱۹۹۳ء میں اس راز کا پردہ کھل گیا، اور تحقیق کے بعد چند حضرات نے عبدالغفور کو سمجھایا، تو انہوں نے طلاق نامہ لکھ دیا، اور طلاق کی وجہ بھی لکھ دی، اور تین طلاق دے دی، اس طلاق نامہ کا ترجمہ لفظ بلفظ ذیل میں موجود ہے، طلاق نامہ لکھا گیا، ۲۸/ اگست ۱۹۹۳ء شنبہ دس بجے:

اے حسینہ بیگم! میں نے آپ کے ساتھ چار سال گزارے ہیں، میں نے آپ کو اس سے پہلے بھی بتایا تھا کہ میرے گھر میں لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں، میں آپ سے جدا ہونا چاہتا ہوں، آپ نے مجھے بتایا تھا کہ اگر آپ کو تکلیف ہوتی ہے تو آپ مجھے کبھی بھی الگ کر سکتے ہیں، اس طرح بتایا تھا، اسی سبب میں آج سنیچر رات ۱۰ بجے آپ سے علیحدگی اختیار کرنا چاہتا ہوں، اس لیے یہ طلاق نامہ میں آپ کو بھیج رہا ہوں۔ اے حسینہ بیگم! میں نے تجھے طلاق دیا، اے حسینہ بیگم! میں نے تجھے طلاق دیا، اے حسینہ بیگم! میں نے تجھے طلاق دیا۔

عبدالغفور تحصیلدار، ۲۸/۸/۹۳

اس کے بعد اس کو الگ کیا گیا؛ لیکن چند دنوں بعد واپس اس شخص عبدالغفور نے اسی قاضی اول کے نکاح میں خود عبدالغفور نے بشرط حلالہ دیا یعنی نکاح پڑھایا، اور خود عبدالغفور نے اپنی مطلقہ مغالطہ کو اپنی گاڑی سے شبِ باشی کے لیے قاضی صاحب محمد علی کے مکان پہنچا دیا، اور قاضی صاحب نے اس طرح حلالہ کر کے طلاق دے دی، پھر جب عبدالغفور کے تمام رشتہ دار اور نعیم النساء کے رشتہ داروں کو ان کی یہ خبر پہنچی تو ایک شور و جدال زور پکڑ گیا، اس کے بعد ماہ مارچ میں رمضان کے بعد ۷/ مارچ کو

شوہر کے بھائی، ماں، بہن اور نعیم النساء کے بھائی، بہن مع وکیل عبدالعزیز صاحب کے ایک محفل میں جمع ہو گئے، اور انہوں نے بیٹھ کر سمجھایا، تو اس وقت عبدالغفور نے ایک عجیب انداز پر یہ کہنا شروع کیا کہ اس سے یعنی حسینہ دوسری عورت سے دو بچے ہیں، جب کہ پہلی مرتبہ کی طلاق والی مجلس میں لوگوں نے کہا تھا: کیا اس سے آپ کو بچے ہیں؟ تو اس وقت انہوں نے سب گواہوں کے سامنے شدت سے انکار کیا، اور کہا جو بچے ہیں میرے نہیں، حسینہ کے پہلے شوہر کے ہیں، اس وقت تو بالکل انکار، اور اس وقت اولاد ہونے کا اقرار ہو رہا ہے، اور اس وقت یہ بھی اقرار کیا تھا کہ میں نے نکاح کے بعد اس کا آپریشن کرایا ہے، جب دوسری مرتبہ ۱۷/۳/۹۴ کو محفل جمع ہوئی، جس میں جانبین اور ان کے بھائی بہنیں والدہ اور وکیل صاحب اور قاضی محمد علی جناب بھی موجود تھے، اس وقت صلح نامہ عبدالغفور نے اس طرح لکھوایا کہ: میرا پہلا نکاح نعیم النساء سے ہوا، اور اس کے بطن سے چھ اولاد موجود ہیں، اور ساڑھے چار سال قبل میرا دوسرا نکاح حسینہ کے ساتھ ہوا تھا، اور اس سے مجھے دو اولاد ہیں؛ لیکن چونکہ ہم دونوں میں جنگ وجدال کا وقوع زیادہ ہونے کے سبب آج چند اشخاص معتبرہ جس میں علماء بھی مع وکیل وقاضی کے سامنے ہیں، میں نے یہ اقرار کیا کہ میرا تعلق زوجیت حسینہ کے ساتھ ایک ماہ بعد یعنی ۱۷/۱۱/۹۴ کے روز ختم کیا ہوں، دوبارہ لکھتے ہیں اس تعلق زوجیت کو جو حسینہ کے ساتھ ہے رد باطل قرار دیا ہوں، پھر اس عبارت کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں یعنی ایک ماہ بعد حسینہ میری بیوی نہیں ہے، پھر سہ بارہ اس کی تفصیل اس طرح لکھواتے ہیں یعنی ۱۸/۱۱/۹۴ء کے دن حسینہ کے ساتھ جو تعلق زوجیت ہے مذہب اسلام و شرعی احکام کے مطابق میرے

فیصلہ کے سبب خود بخود قطع ہے، پھر چوتھی بار لکھتے ہیں میرا حسینہ کا حق زوجیت تین طلاق مغلطہ کے ساتھ ثابت ہوا ہے، نیز صلح نامہ کے آخری حصہ میں لکھا ہے کہ لکھ کر دینے والا عبدالغفور ایک ماہ یعنی ۷ اپریل کے بعد عبدالغفور کا حسینہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، وہ اجنبی عورت ہے، تین طلاق کے ساتھ جدا ہے، اور آئندہ ہم دونوں کی یعنی نعیم النساء زوجہ اول اور عبدالغفور کی زندگی اچھی رہے سکون کے ساتھ، اس لیے میں نے یہ طلاق نامہ صلح نامہ لکھ کر دیا ہے۔

لہذا اس صورت میں شرعی کیا حکم ہے؟ اور اس طرح کی حرکت کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ کہ خود حلالہ کے لیے قاضی اول کے نکاح میں دے، اور بشرط حلالہ اس کو طلاق لے کر پھر نکاح میں لے، پھر دوبارہ اس کو طلاق نامہ دے، تو دوسری طلاق نامہ کی طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ ہوئی تو کب سے ہوئی؟ عدت کب شمار ہوگی؟ دلائل کی روشنی میں واضح کریں۔

(الجواب): حامداً ومصلياً ومسلماً

شوہر اول کا اپنی مطلقہ کو بشرط حلالہ شوہر ثانی کے نکاح میں دینا (بشرطیکہ ایجاب و قبول موافق شرع شاہدین کے سامنے ہوا ہو، اور عدت ختم ہونے کے بعد ہوا ہو) مکروہ تحریمی ہونے کی وجہ سے موجب اثم ہے؛ لیکن بائیں ہمہ اگر شوہر ثانی نے بعد طی اس عورت کو طلاق دے دی اور دوسرے شوہر کی عدت پوری کرنے کے بعد اس کے ساتھ شوہر اول نے نکاح کیا تو یہ عورت شوہر اول کے لیے حلال ہو کر اس کی منسکوحہ سمجھی جائے گی، اور اس دوسرے نکاح کے بعد وہ یعنی شوہر اول عبدالغفور اس عورت کو طلاق منجز یا معلق دے گا تو واقع ہو جائے گی۔ چونکہ یہ طلاق تحریری ہے؛ اس

لیے اگر اس نے بلا جبر و اکراہ دی ہے تو حسب تعلیق ۷/۱۱ اپریل کو تین طلاق واقع ہوگئی۔  
 وکراه التزوج للشانی تحریمًا، لحديث لعن المحلل والمحلل له  
 بشرط التحليل كزوجتك على ان احللك، وإن حلت للأول لصحة  
 النكاح وبطلان الشرط الخ. (درمختار علی هامش الشامی ۲/۵۸۶)  
 ومثله: أنت طالق شعبان أو في شعبان (درمختار) (قوله أو في شعبان)  
 فإذا لم تكن له نية طلقت حين تغيب الشمس من آخر يوم من  
 رجب وإن نوى آخر شعبان فهو على الخلاف، ففتح. (شامی: ۲/۵۷۸) كتب  
 الطلاق إن مستبينا على نحو لوح وقع إن نوى وقيل مطلقا. (درمختار)  
 جس وقت طلاق واقع ہوگی اسی وقت سے عدت شمار ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۰/۱۰/۱۳۱۳ھ  
 الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## باب الخلع

### حق خلع اور بدل خلع

**سوال:** کیا عورت کو حق خلع ہے؟ کیا خاوند ہزاروں روپیہ سقوط مہر کے علاوہ  
 لڑکی (بیوی سے) طلب کر سکتا ہے؟ جب کہ لڑکی باپ کے عیال میں زیر پرورش  
 ہے، اور بدل خلع کہاں سے لائیگی؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

میاں بیوی میں ایسا اختلاف پیدا ہو چکا ہے کہ اب توافق ممکن ہو کر حقوق

زوجیت کی ادائیگی دشوار ہو چکی ہے، تو خلع کرنے کی اجازت ہے۔  
 ولا بأس به عند الحاجة لشقاق بعدم الوفاق (درمختار)  
 اگر نشوز عورت کی طرف سے ہے، تو شوہر کے لیے بدل کا مطالبہ درست ہے  
 ورنہ مکروہ تحریمی ہے۔

وکره تحريماً أخذ شيء إن نشز، وإن نشزت لا، ولو منه النشوز  
 ایضاً. (درمختار)

پہلی صورت میں مقدارِ مہر سے زیادہ کا مطالبہ بھی درست ہے؛ البتہ نامناسب ہے۔  
 ولو بأكثر مما أعطها على الزوجة ففتح و صحح الشمنی كراهة  
 الزيادة، و تعبير الملتقى ”لا بأس به“ يفيد أنها تنزيهية و به يحصل  
 التوفيق. (درمختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۲۷ شوال المکرم ۱۳۱۳ھ

## بیوی کو تنگ کرنے والے سے خلاصی کی صورت

سوال: ایک شادی شدہ عورت ہے، جس کا ایک لڑکا بھی ہے، اور اس عورت کا  
 شوہر اس کو بہت تنگ کرتا ہے، مارتا ہے اور پریشان کرتا ہے، اس لیے لڑکی اپنے باپ  
 کے گھر میں آ کر بیٹھی ہے، اور اس کو باپ کے گھر میں ایک سال ہو گیا، اس مدت میں  
 اس کے شوہر نے ایک دوسرا نکاح کر لیا، اب لڑکی والے پریشان ہو کر طلاق مانگ  
 رہے ہیں؛ مگر وہ طلاق دینے سے انکار کر رہا ہے، اس صورت میں لڑکی کیا کرے؟ کیا  
 اسی طرح اپنی زندگی غم کے گھونٹ پی پی کر گزارے یا اپنے شوہر کے گھر جا کر اپنی زندگی  
 کو اور پریشانی میں ڈالے یا کچھ اور کرے؟ معاملہ ذرا سنگین ہے، اس لیے حبلہ

جواب روانہ کرنا، دعائے خیر میں اس سیاہ کار کو یاد فرمانا۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر لڑکی کے لیے اپنے موجودہ شوہر کے ساتھ رہ کر زندگی گزارنا دشوار ہے، تو مناسب یہ ہے کہ بااثر و رسوخ ذمہ دار حضرات کو درمیان میں ڈال کر اپنا مہر (اگر اس کی ادائیگی باقی ہے تو اس) کے عوض میں، یا وصول کر چکی ہے تو اتنی مقدار دے کر خلع کر لے، اور عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کرے۔ لقولہ تعالیٰ ﴿فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ﴾ الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ

## شرابی شوہر سے خلاصی کی صورت

**سوال:** فریدہ اپنے شرابی شوہر سے تنگ آ کر علاحدگی اختیار کرتی ہے، اور خلع لینا بھی اس کے لیے مشکل ہے؛ کیوں کہ سماج کا سوال ہے، اور فریدہ کا شوہر بھی طلاق دینا نہیں چاہتا، ایسے نازک حالات میں فریدہ کا علاحدہ زندگی اختیار کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ صحیح ہے تو کرم اللہ کا! ورنہ اس کا نعم البدل طریقہ ارشاد فرمائیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

فریدہ کا شوہر شرابی ہونے کی وجہ سے اس کے حقوق زوجیت اداء نہیں کرتا، جس کی بنا پر نباہ دشوار ہے، تو بہتر صورت یہ ہے کہ کسی طرح لالچ دے کر یا ڈرا کر شوہر سے طلاق لے لی جائے یا خلع کر لیا جائے۔ قرآن شریف میں آیا ہے: ﴿فان خفتن ان لایقیما حدود اللہ فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ﴾ اسی کو خلع کہتے

ہیں؛ لیکن اگر باوجود کوشش کے خلاصی کی کوئی صورت نہ بن سکے، تو پھر عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور مسلمان حاکم نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے، پھر تحقیق کے بعد شرعی شہادت سے جب عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو جائے تو اس کے خاوند سے کہا جائے کہ اپنی عورت کے حقوق اداء کرو یا طلاق دو، ورنہ تفریق کر دیں گے، اس کے بعد بھی اگر وہ خاوند کسی صورت پر عمل نہ کرے، تو قاضی یا مسلمان حاکم یا جماعت مسلمین ان کے درمیان تفریق کر دے، یہ تفریق طلاق کے حکم میں ہوگی، اس کے بعد عدت طلاق گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، اور جب تک اس طرح خلاصی حاصل کرنا ممکن نہ ہو وہاں تک عورت اپنے آپ کو شوہر کے ظلم و زیادتی سے بچانے کے لیے علاحدہ سکونت اختیار کر سکتی ہے؛ لیکن یہ طریقہ فتنہ سے خالی نہیں خاص کر اس زمانہ میں، اس لیے اوپر بتلائی گئی صورت پر ہی عمل کیا جائے۔  
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ: العبد احمد خان پوری، ۱۴ / جمادی الاخریٰ ۱۴۳۰ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ الجواب صحیح: عبدالقیوم راجکوٹی

## خلع

سوال: کیا عورت اپنے شوہر یعنی خاوند سے طلاق لے سکتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

عقد نکاح ہونے کے بعد جب عورت شوہر کے نکاح میں آگئی، تو اب اس پر طلاق واقع کرنے کا اختیار مرد کو ہے، عورت کو نہیں۔

”إنما الطلاق بيد لمن أخذ بالساق“.

(لامع الدراری ۳/۲۶۶ المقاصد الحسنیة ۱۰۷)

البتہ اگر عورت کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ شوہر کے حقوق ادا نہیں کر سکتی، تو اس صورت میں وہ شوہر کو کچھ رقم دے کر طلاق دینے پر راضی کر لے اور شوہر اس کو منظور کر کے علیحدہ کر دے، یہ درست ہے، اس کو شریعت کی اصطلاح میں ”خلع“ کہتے ہیں؛ لیکن یہ بھی شوہر کی رضامندی و منظوری کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## زوج متعنت سے چھٹکارہ کی صورت

**سوال:** ایک صاحب ہیں واپی کے، انہوں نے اپنی بہن کی شادی کی وہ گورکھپور یوپی کے رہنے والے ہیں، یہ جناب آج سے چودہ سال قبل اپنی بیوی کو یہ کہہ کر گئے کہ میں گھر جا کر آتا ہوں، پھر وہاں جا کر انہوں نے دوسرا نکاح کر لیا، اور اب وہ ان کی پہلی بیوی نہ لینے آتے ہیں اور نہ طلاق دیتے ہیں، اب تک چودہ سال ہو گئے تو اب اسے طلاق کی یا علیحدگی کی کوئی صورت ہو تو بتلائیے، ان سے اب کیسے چھٹکارا پایا جاسکتا ہے؟ اس کی شکل بتلائیے، گھر والے بڑے پیچ و تاب میں ہیں، کہ اگر ان کی بچی کو طلاق مل جائے تو دوسری شادی کر دیں؛ اس لیے کہ کئی مرتبہ ان کے خاوند کو بلا یا گیا، پھر وہ کسی بھی قیمت پر آنے کو تیار نہیں، جو اب دے کر ممنون و مشکور فرمائیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

ان سے رابطہ قائم کر کے ان کو آمادہ کر کے خلع کر لیا جائے، اگر وہ خلع کر لیں تو



عدت گزار کر نکاح ثانی کیا جاسکتا ہے، اور اگر وہ نہ طلاق دیتے ہیں نہ خلع پر آمادہ ہیں، نہ ہی نفقہ اور دیگر حقوقِ زوجیت ادا کرتے ہیں، اور لڑکی کے لیے باعزت زندگی گزارنا دشوار ہے تو لڑکی شرعی پنچایت میں اپنا معاملہ پیش کرے، وہ تحقیق کے بعد ضرورت سمجھنے پر تفریق کا فیصلہ کر سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۴/ شوال ۱۴۱۷ھ

## شوہر کا طلاق کے عوض پیسہ لینا

**سوال:** زید اور بکر دو سگے بھائی ہیں، دونوں کی بیویاں زلیخا اور کلثوم سگی بہنیں ہیں، چار سال پہلے زید کے لڑکے کا نکاح بکر کی لڑکی کے ساتھ ہوا، نکاح سے تین سال پہلے نسبت طے کر دی تھی، اس وقت نہ بکر نے اور نہ اس کی بیوی کلثوم نے اور نہ اس کی بیٹی نے کوئی تذکرہ کیا کہ اس کا رجحان دوسرے لڑکے کی طرف ہے، حالاں کہ ماں باپ کو اس کی بھینٹنا ہٹ تھی؛ لیکن بیچارے یہ سمجھتے رہے کہ نکاح کر دینے کے بعد شاید رجحان بدل جائے اور یکسوئی حاصل ہو جائے؛ اس لیے ان سب باتوں کو زید اور اس کی بیوی زلیخا سے پوشیدہ رکھا۔ نکاح کے بعد تین سال ازدواجی زندگی چسلی، تین سال کے عرصہ میں بکر کی بیٹی نے زید کے لڑکے یعنی اپنے شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں کافی کوتاہی برتی، مقدر سے ایک بچی بھی پیدا ہو گئی؛ مگر بکر کی بیٹی کا رجحان دوسری طرف ہی رہا، دو تین بار رنگے ہاتھوں پکڑی بھی گئی، بکر کی سخت مزاجی اور برے رویہ سے ڈر کر اس کے شوہر یعنی زید کے لڑکے نے چشم پوشی سے کام لیا، ایک مفتی اور عالم کے مشورے سے ایک طلاق بطورِ تنبیہ اس کو دی۔ تین ماہ سے کچھ زائد کا عرصہ اس کے

باپ بکر کے گھر گزارا، بکر کی بیوی نے بڑی منت سماجت کی، خالہ کی حالت زار پر زید کے لڑکے کو ترس آیا، نیز زید نے بھی سوچا کہ بھائی کا رشتہ ہے۔ اسی عالم صاحب کے مشورہ کے بعد دوبارہ مہر مقرر کر کے نکاح کروایا گیا، چند لوگوں کی دعوت بھی اس موقع پر زید نے کر ڈالی، آئندہ کے لیے لڑکی کو اور اس کے والدین کو اس معاملہ میں تشبیہ بھی کی گئی، دوبارہ ازدواجی زندگی شروع ہو گئی، زید تو انفرادی خاندان کا قائل ہے خصوصاً اس دور میں، اس لیے دونوں اپنے طور پر الگ مکان میں رہتے تھے۔

درمیان میں ایک بات یہ بھی عرض ہے کہ بکر کی لڑکی کے اس طرح کے رجحان کو ان لوگوں نے ”جادو ٹونہ“ اور کسی ”آسیب“ کا اثر بتایا، زید ان سب چیزوں کو زیادہ ہوا نہیں دیتا تھا، پھر بھی گاؤں میں بلا کر ایک عامل کے پاس علاج کروایا، اس نے بھی یہی وجہ بتائی اور چالیس دن تک علاج جاری رکھنے کی تاکید کی۔

بکر کی بیٹی نے اپنے (شوہر کے) گھر آ کر علاج کو ترک کر دیا، بہر حال دوسرے نکاح کے چند ماہ بعد اس نے شوہر کے عاریتاً استعمال کے لیے دیے گئے کانوں کے ٹاپس (ایئرنگ) ایک نوجوان کو اس کی کسی ضرورت پر شوہر کی غیر موجودگی میں دے دیے، وہ نوجوان دوسری بلڈنگ میں گھر کے سامنے والے مکان میں رہتا تھا، کافی دنوں کے بعد شوہر کو پتہ چلا، شوہر نے بکر سے اس کی بیٹی کی شکایت کی، بکر نے دو تین جھوٹی تاویل کر کے الٹا اپنے داماد (یعنی زید کے لڑکے) کو ڈانٹ دیا اور خود زبردستی اپنی لڑکی اور چھوٹی نواسی کو لے جا کر زید کے بڑے لڑکے کے مکان میں چھوڑ آیا، زید تو گاؤں میں اپنے مکان میں الگ رہتا ہے، جب اسے اس کی خبر ملی تو چند عزیزوں کو اس نے اس معاملہ میں ثالث بننے کے لیے آمادہ کیا، اور وہ اس طرح کہ دونوں میاں بیوی میں

طلاق کے ذریعہ تفریق کروادی جائے اور دونوں کا نکاح اپنے اپنے طور پر کر دیا جائے، اب یہ گھر نہیں چل سکتا، کیوں دونوں کی زندگیوں کو خراب کیا جائے، آپس میں بیٹھ کر صلح صفائی سے اور شرعی اعتبار سے اس کی نوعیت معلوم کر کے طلاق کے ذریعہ جدائی کروادی جائے، ہاں بھائی بھائی کا بہن بہن کا رشتہ برقرار رہے، صرف اس رشتہ کو مصلحتاً توڑ دیا جائے، فی الحال یہ ”توڑ“ مناسب ہے؛ لیکن احسن طریقہ سے ہو جس کا ذکر اوپر کی سطروں میں کیا گیا۔

مگر کیا کیا جائے سماج کے ان بڑوں کا؛ جو صلح و صفائی کو ہی مانتے ہیں اور صرف جوڑ کے ہی علم بردار ہیں چاہے ان کا اصرار کیا گیا ”جوڑ“ دو دن کے بعد زبردست ”توڑ“ کا سبب بن جائے؛ لیکن ان کا نام تو روشن ہو جائے گا کہ فلاں صدر صاحب نے اور فلاں سیکریٹری صاحب نے اور فلاں سماج سیوک نے دو میاں بیوی میں پُر امن طریقے سے صلح کروادی، واہ صاحب واہ! کتنے بڑے آدمی اور کیسے صلح پسند آدمی ہیں! مگر زید اپنے موقف پر اٹل ہی رہا، وہ اپنے لڑکے کو جان بوجھ کر کیسے کنویں میں ڈھکیں دے، چناں چہ ثالث بننے کے لیے کوئی تیار نہ ہوا، خاندان کا صرف ایک شخص تیار ہوا، انہوں نے زید کے منشا کو سمجھتے ہوئے ”توڑ“ کی کوشش کی؛ مگر محبت و صلہ رحمی والی فضا میں ویسے بھی زید کی طبیعت جھگڑالو نہیں ہے، چناں چہ بکر نے اس کا پورا فائدہ لیتے ہوئے اپنا فیصلہ سنا دیا کہ میری بیٹی کو اگر طلاق دینی ہے تو ستر ہزار روپیہ نقد دے دو، ورنہ میں کورٹ، پکچری، پولیس، مہیلا منڈل وغیرہ میں کمپلیٹ (شکایت) کر دوں گا اور اپنی بیٹی سے بھی کہہ دیا کہ: تو اس گھر سے مت نکلتا جب تک تجھے مطلوبہ رقم نہ مل جائے اور اپنے سسرال والوں کی پوزیشن سے مجھے باخبر بھی کرتے رہنا، اس ناگہانی

آفت سے زید اور اس کے گھر والے خوب پریشان رہے، انہوں نے کبھی یہ سب چیزیں دیکھی نہ تھیں۔ اس دوران ایک عالم صاحب نے زید کو یہ مشورہ دیا کہ بطور مدد و اعانت سمجھ کر اپنے بھائی کو اس کی مطلوبہ رقم دے دو اور اس ذہنی الجھن سے نکل جاؤ، اب اتنی کثیر رقم کا انتظام بھی زید کے لڑکے کے لیے مشکل تھا، اس نے اپنی بہن کے پاس سے پچاس ہزار کا قرض لے کر اور بیس ہزار کا اپنے پاس انتظام کر کے مطلوبہ رقم ثالث کے روبرو بکر کے کہنے کے مطابق اس کے لڑکے کے حوالہ کر دی، اور قانونی سپرس پر دستخط کروا لیے۔ چنانچہ بیوی اپنی تمام چیزیں اور شوہر کی بھی چند چیزیں سامان میں باندھ کر اور چھوٹی بچی جو ڈیڑھ سال کی تھی زید کے گھر والوں کے سپرد کر کے حسب ہدایت بکر اپنے میکہ چل دی، بکر نے اس ایئرنگ کے پیسے جو تقریباً آٹھ، دس ہزار روپیے بنتے ہیں اس رقم میں سے وضع نہیں کرنے دیے اور نہ ہی اس انگوٹھی کی قیمت وضع کرنے دی جو اس کی غلطی سے کہیں کھو گئی تھی، بلکہ بکر نے جذبات کی رُو میں بہہ کر یہاں تک کہہ دیا کہ میں تو تین لاکھ وصول کر سکتا تھا؛ مگر بھائی چارگی سے ستر ہزار پر ہی اکتفا کیا ہے۔

جناب مفتی صاحب کے روبرو ایک بات پیش کرنے سے رہ گئی، وہ یہ کہ پہلی طلاق کی عدت کے تین ماہ بکر نے اپنی بیٹی اور اس کی نواسی کو اپنے گھر رکھا، بعد میں جب صلح صفائی ہوئی اور نکاح ہوا تو زید نے اس کے بارے میں ذکر کیا کہ تین ماہ تک ماں بیٹی کے نان نفقہ کی رقم وہ ادا کر دے گا؛ لیکن بکر نے وہ رقم معاف کر دی اور نہیں لی، اب جو بکر نے ستر ہزار کی رقم لی ہے اس میں اس نے گذشتہ نان نفقہ کی اور نہ جانے کون کون سی رقمیں شمار کر کے جوڑ لی ہے؛ بلکہ اس رقم کو اپنی بیٹی کا حق بتایا ہے۔ زید کو اس وقت دوسرے ایک عالم صاحب نے شاید نصیحتاً فرمایا کہ: اگر تم اتنی بڑی رقم دے

دو گے تو آئندہ کے لیے دوسرے بالکل غریب لوگوں کے لیے مصیبت کھڑی ہو جائے گی، وہ لوگ اس طرح کی بیویوں کے شکنجے سے کیسے نکل سکیں گے، نیز ان بیچاروں کے گھر مطالبات کی فراہمی تک جہنم بنے رہیں گے۔

بہر حال آج اس واقعہ کو اٹھ مہینے کا عرصہ گزر چکا ہے، اللہ نے زید کے لڑکے کا نکاح متوسط اور شریف گھرانے میں کروادیا، دونوں الحمد للہ چین و سکون سے اپنی ازدواجی زندگی بسر کر رہے ہیں، نیز بچی کو اس کی نئی ماں بڑی محبت اور ممتا سے رکھ رہی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اپنی سگی بچی ہو، ہاں! اس واقعہ کا ردِ عمل یہ ہوا کہ دونوں کے گھر والوں میں تعلق باقی نہ رہا، کبھی کبھی زید اور اس کی بیوی کسی کی معرفت سلام بھجواتے رہتے ہیں۔ بعض اعزہ یہ چاہتے ہیں کہ صلح صفائی ہو جائے اور اس واقعہ کو بھلا دیا جائے؛ مگر زید کا لڑکا اور گھر کے کچھ افراد اس بات سے ناراض ہیں، ان لوگوں کا کہنا ہے کہ بکر نے جو رقم اس کے شرعی حق کے علاوہ زائد لی ہے واپس کر دے؛ مگر اس کو اپنی بیٹی کا حق بتلانے والا بکر شاید ہی واپسی پر تیار ہو۔

اب اتنا طویل مضمون لکھ کر جناب مفتی صاحب محترم کی خدمت میں تصفیہ کے لیے پیش ہے، محض اس امید پر کہ جناب والا شرعی اعتبار سے حل فرما کر دونوں گھرانوں کی خلش و رنجش کو رفع فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آنجناب کو اس کا بدلہ دے، اگر جادو ٹونہ کی شرعی حیثیت پر کچھ روشنی ڈال دیں تو جناب والا کا تبرع ہوگا، آج کل لوگوں نے اس کو ہتھیارا اور بہانہ بنا لیا ہے۔

الجواب : حامداً ومصلياً ومسلماً

شریعتِ مطہرہ کی طرف سے جب لڑکی کی طرف سے طلاق اور جدائی کا مطالبہ

ہو اور حقوقِ زوجیت کی ادائیگی میں کوتاہی بھی لڑکی کی طرف سے ہو رہی ہو اس صورت میں لڑکی کی طرف سے معاوضہ دے کر جدائی حاصل کرنا جس کو شریعت کی اصطلاح میں ”خلع“ کہا جاتا ہے، ایک مشروع اور قرآن و حدیث سے ثابت شدہ طریق کار ہے اور زیادتی عورت کی طرف سے ہونے کی صورت میں جدائی کے معاوضہ میں یہ رقم جس کا نام ”بدلِ خلع“ ہے لینا شرعاً درست اور بلا تردد جائز ہے؛ لیکن شوہر اگر اپنی بیوی کو طلاق دے کر علاحدہ کرنا چاہتا ہے اور وہ بھی اس صورت میں جب کہ علیحدگی کی بنیاد عورت کی طرف سے حقوقِ زوجیت میں ادا کی جانے والی کوتاہی ہو، تو اس صورت میں طلاق دینے والے شوہر پر اس کے اس طلاق دینے والے عمل کے معاوضہ یا دوسرے لفظوں میں جرمانہ کے طور پر کوئی رقم واجب کرنا جیسا کہ آج کل سرکاری قانون کا ڈر بتلا کر وصول کی جاتی ہے، اور صورتِ مسئلہ میں بھی یہی ہوا ہے، شریعتِ مطہرہ میں اس کا کوئی جواز موجود نہیں، ایسی رقم کا مطالبہ شرعاً ناجائز ہے، اور ایسی رقم کا وصول کرنا چاہے فریقِ مخالف دینے کے لیے تیار ہو رشوت اور غصب کا حکم رکھتا ہے؛ اس لیے صورتِ مسئلہ میں بکر کا زید کے بیٹے سے ستر ہزار کی رقم وصول کرنا شرعاً درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

العبد احمد خان پوری، ۲۷/ جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ



## متفرقات طلاق

میاں بیوی میں تعلقات نہ ہونے کا اثر رشتہ نکاح پر

**سوال:** کچھ عرصہ تک اگر شوہر اور بی بی میں کچھ بھی تعلقات نہ ہو، نہ کچھ بات چیت ہو، نہ نان نفقہ اور خرچ کی رقم دیتا ہو؛ غرض کہ کچھ بھی تعلقات نہ ہوں تو اس حالت میں شوہر اور بی بی کا رشتہ ختم ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر رشتہ ختم ہو تو کتنے عرصہ کے اندر تعلقات ختم ہوگا؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

صورتِ مسئلہ میں بھی دونوں کا رشتہ نکاح ختم نہیں ہوا؛ بلکہ باقی ہے، جب تک شوہر طلاق نہ دے وہاں تک رشتہ ختم نہیں ہو سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

شوہر کی اجازت کے بغیر لڑکی میکہ آگئی فریقین کیا کریں؟

**سوال:** ہمارے محلہ میں ایک لڑکی کی شادی ہوئے چار سال گزر گئے، ابھی تقریباً نو دس مہینے سے وہ اپنی سسرال سے اپنے میکہ والدین کے پاس چلی آئی ہے، اسی عرصہ میں لڑکی کے سسرال والے لڑکی کو لینے آئے تھے؛ مگر لڑکی کے والدین اور خاندان والے لڑکی کو روانہ کرنے کے لیے منع کر رہے ہیں، اور لڑکی بھی صاف انکار کر رہی ہے، لڑکی کے والدین اور لڑکی طلاق لینے پر آمادہ ہے؛ لہذا صورتِ مسئلہ میں کیا

کیا جائے؟ تفصیل سے لکھیں۔

(الجواب): حامداً ومصلياً ومسلماً

شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کا اپنے میکے چلا آنا شرعاً ممنوع ہے، شوہر کی ناراضگی کو دور کرے، اگر کسی وجہ سے دونوں کے تعلقات کشیدہ ہو گئے ہیں تو دونوں طرف کے خاندان کے بڑے لوگوں کو درمیان میں ڈال کر تعلقات درست کرنے کی سعی کی جائے، عورت کی طرف سے بلا وجہ طلاق کا مطالبہ درست نہیں ہے، تمام کوششوں کے بعد بھی اگر تعلقات سدھرنے کا امکان نہیں رہا تو لڑکی کچھ رقم دے کر شوہر سے طلاق حاصل کر سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## انسداد طلاق کے لیے کمیٹی بنانا

(سوال): ہمارے گاؤں (کا کوسی) میں الحمد للہ مسجد اور مدرسہ کا نظام پورے گاؤں کے اتفاق اور اتحاد کے ساتھ چل رہا ہے، اور الحمد للہ پورا گاؤں متولی کے ساتھ جڑا ہوا ہے، اب مسجد اور مدرسہ کے امور کے علاوہ روزمرہ نئے نئے مسائل پیش آتے ہیں، من جملہ ان کے میاں بیوی کے درمیان تنازع اور طلاق کا مسئلہ ہے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس دور میں عورتوں کی کثرت ہے، جس کی بناء پر طلاق کے بعد فوراً دوسری شادی ہو جاتی ہے؛ نیز بعض دفعہ کسی کی طرف سے شوہر کو اکسایا جاتا ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے، میں اپنی لڑکی سے تیرا نکاح کر دوں گا؛ نیز ماں باپ کی دھمکی اندازی کی وجہ سے بھی شوہر طلاق دینے پر مجبور ہو جاتا ہے؛ باوجودیکہ میاں بیوی کے



درمیان اتفاق ہے، اور بعض مرتبہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے بھی طلاق دی جاتی ہے؛ نیز اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہماری برادری کا کاروباری تعلق زیادہ تر بمبئی سے ہے، اب ہمارے نوجوان بمبئی کے ماحول اور مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر وطن آتے ہیں تو اپنی عورتوں کو ناپسند کرتے ہیں، جس کی وجہ سے گھر میں نا اتفاقیاں شروع ہو جاتی ہیں اور بگاڑ ہوتے ہوتے بسا اوقات طلاق تک کی نوبت پہنچ جاتی ہے، یا پھر عورت اپنے حقوق سے محروم اور مظلوم ہو کر زندگی بسر کرتی ہے، اس مسئلہ کے حل کے لیے سارے گھر پریشان تھے؛ چنانچہ گاؤں کے ذمہ داروں نے پورے گاؤں کے لوگوں کو جمع کر کے ایک مٹینگ کی، اور اس میں طلاق کی کثرت نہ ہو، اس کے لیے کیا کیا جائے؟ سوچا گیا، متفقہ طور پر یہ بات طے ہوئی کہ ایک کمیٹی بنائی جائے، اور جس کے گھر میں بھی میاں بیوی کے درمیان نا اتفاقی کی بات پیش آئے تو وہ کمیٹی سے رجوع کرے، اب کمیٹی طرفین کی بات سن کر غور کرے اور طرفین میں سے جس کا قصور ہو اس کو سمجھائے، اور اگر شوہر کے والدین کا اس میں قصور ہے تو ان کو سمجھائے، اور جوڑ کرنے کی کوشش کرے، اور اگر ان صورتوں میں سے کسی صورت سے کام نہیں چلتا تو کمیٹی شوہر سے کہہ دیتی ہے کہ تم اپنا حق طلاق استعمال کر سکتے ہو۔

اب اگر کوئی آدمی کمیٹی سے رجوع کئے بغیر طلاق دے دے تو اس کے بارے میں کیا کیا جائے؟ پورے گاؤں کے لوگوں سے مشورہ طلب کیا گیا تو بہت سے لوگوں نے رائے دی کہ کمیٹی کو اختیار ہے چاہے پچاس ہزار کا جرمانہ لازم کرے، چاہے پچیس ہزار کا، چاہے پانچ ہزار کا، اور یہ جرمانہ چاہے مطلقہ کو دلوادے یا کسی اور مصرف میں استعمال کرے، اس کا فیصلہ کمیٹی پر موقوف ہے، وہ جو مناسب سمجھے اقدام کرے۔

اس کے بعد پورے گاؤں کے لوگوں سے پوچھا گیا کہ کیا سب کو یہ منظور ہے؟ اگر کسی کو اختلاف ہو یا منظور نہ ہو تو وہ اپنے اختلاف کو ظاہر کر دے، پورے گاؤں نے متفق علیہ اس کو منظور کر لیا، اور بارہ آدمیوں کی کمیٹی بنا دی؛ چنانچہ اس کا فوری فائدہ یہ ہوا کہ دس بارہ جگہوں پر طلاق کی نوبت پہنچ چکی تھی، اور طے تھا کہ طلاق ہو جائے گی؛ لیکن الحمد للہ کمیٹی بننے سے گاؤں پر اتنا رعب پڑا کہ وہ طلاقیں رک گئیں، اور اب وہ خاندان خیر و عافیت کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں، اب ہم کمیٹی والوں کے لیے مسائل درپیش ہیں کہ اگر کسی نے کمیٹی کے علم میں لائے بغیر ناحق طلاق دی تو اس کے ساتھ کیا معاملہ کریں کیا؟ تعزیر بالمال جائز ہے؟ یا عدت کا نان نفقہ مثلاً پندرہ سو روپیہ ہوتا ہے، اس کو بڑھا کر پانچ ہزار مطلقہ کو دلواسکتے ہیں؟ یا دو تین سال کے لیے اس لڑکے اور اس کے والیوں پر پابندی لگائی جائے کہ اس کی شادی نہ ہو، یا اور کوئی شکل شرعاً جواز کی ہو (کہ جس کے ذریعہ سے مطلقہ اور اس کے والیوں کے آنسوؤں کو پونچھا جاسکے، اور آئندہ اس جرم کی ہمت کسی اور کو نہ ہو، اور ناحق طور پر آئندہ نئی طلاقیں نہ ہوں) تو اس کو واضح فرمائیں، اگر مجرموں کو سزا نہیں دی جاتی تو پھر طلاقوں کا دروازہ کھل جاتا ہے، اور مجبوراً مسلم عورتیں کورٹوں میں جانا شروع کر دیں گی، اور شاہ بانو والے کیس کی نوعیت ہم سب کے سامنے ہے؛ لہذا ہماری رہبری فرمائیں۔

نوٹ: آیا ہماری اس کمیٹی کو شرعی پنچ کی حیثیت دی جاسکتی ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اسلامی اصول کا رخ یہ ہے کہ جن مرد و عورت میں اسلامی اصول کے مطابق ازدواجی تعلق قائم ہو وہ پائیدار اور عمر بھر کا رشتہ ہو، جس سے ان دونوں کی دنیا و دین بھی

درست ہو، اور ان سے پیدا ہونے والی اولاد کے اعمال و اخلاق بھی درست ہوں، اسی لیے نکاح کے معاملہ میں شروع سے آخر تک ہر قدم پر اسلام کی ہدایات یہ ہیں کہ اس تعلق کو تلخیوں اور رنجشوں سے پاک صاف رکھنے کی، اور اگر کبھی پیدا ہو جائے تو ان کے ازالہ کی پوری کوشش کی گئی ہے؛ لیکن ان تمام کوششوں کے باوجود بعض اوقات طرفین کی زندگی کی فلاح اسی میں منحصر ہو جاتی ہے کہ یہ تعلق ختم کر دیا جائے، اس لیے اسلام نے قوانین نکاح کی طرح طلاق کے بھی اصول و قواعد مقرر فرمائے؛ مگر ساتھ ہی یہ ہدایات بھی دے دیں کہ طلاق اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت مبغوض و مکروہ کام ہے، جہاں تک ممکن ہو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ حدیث میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: تزوجوا ولا تطلقوا، فان الطلاق يهتر منه عرش الرحمن یعنی نکاح کرو اور طلاق نہ دو کیوں کہ طلاق سے عرشِ رحمن ہل جاتا ہے۔ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کو طلاق نہ دو بغیر کسی بدکاری کے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ ان مردوں کو پسند نہیں کرتا جو صرف ذائقہ چکھنے والے ہیں، اور ان عورتوں کو پسند نہیں کرتا جو صرف ذائقہ چکھنے والی ہیں۔

(قرطبی بروایت ثعلبی)

اور دارقطنی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے زمین پر جو کچھ پیدا فرمایا ہے، ان سب میں اللہ کے نزدیک محبوب غلاموں کو آزاد کرنا ہے، اور جتنی چیزیں زمین پر پیدا کی ہیں، ان سب میں مبغوض

و مکروہ طلاق ہے۔ (از قرطبی)

بہر حال اسلام نے اگرچہ طلاق کی حوصلہ افزائی نہیں کی؛ بلکہ تا بمقدور اس سے روکا ہے لیکن بعض ضرورت کے مواقع میں اجازت دی، تو اس کے لیے کچھ اصول و قواعد بنا کر اجازت دی، جن کا حاصل یہ ہے کہ اس رشتہ ازدواج کو ختم کرنا ہی ضروری ہو جائے تو وہ بھی خوب صورتی اور حسن معاملہ کے ساتھ انجام پائے، محض غصہ نکالنے اور انتقامی جذبات کا کھیل بنانے کی صورت نہ بننے پائے۔

(معارف القرآن ۸/۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹ بحذف سیر)

بنابریں معاملہ طلاق میں ہونے والی بے اعتدالیوں اور حکم شرعی کی خلاف ورزیوں کے سد باب کے لیے آپ حضرات نے تمام باشندگان بستی کے اتفاق رائے سے جو کمیٹی تشکیل دی ہے یہ مستحسن اور قابل تعریف ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿تعاونوا علی البر والتقوی﴾ (نیکی اور خدا ترسی کے کاموں میں تعاون کرو) مسلمان بھائی بھی اگر حق کے خلاف یا ظلم و جور کی طرف چل رہا ہو تو ناحق اور ظلم پر اس کی بھی مدد نہ کرو؛ بلکہ اس کی کوشش کرو کہ ناحق اور ظلم سے اس کا ہاتھ روکو کیوں کہ درحقیقت یہی اس کی صحیح امداد ہے؛ تاکہ ظلم و جور سے اس کی دنیا اور آخرت تباہ نہ ہو۔

”صحیح بخاری و مسلم“ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انصر أخاك ظالما أو مظلوما یعنی اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو قرآنی تعلیم میں رنگے جا چکے تھے، انھوں نے حیرت سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! مظلوم بھائی کی امداد تو ہم سمجھ گئے؛ مگر ظالم کی امداد کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو ظلم سے روکو، یہی اس کی امداد ہے۔ (معارف القرآن ۳/۲۴)

برو تلقوی پر تعاون اور امداد کرنے کے لیے رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:  
 الدال علی الخیر کفاعلہ یعنی جو شخص کسی کو نیکی کا راستہ بتا دے تو اس کا ثواب ایسا  
 ہی ہے جیسے اس نیکی کو اس نے خود کیا ہو۔ الخ (معارف القرآن ۳/۲۵)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”الجامع الصحیح“ کی ”کتاب الادب“ میں ایک  
 باب قائم فرمایا ہے: ”باب الاخاء والحلف“ اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت  
 شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ نے علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے  
 علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل فرمایا ہے:

قال النووي: لا حلف فی الاسلام، معناه حلف التوارث و ما  
 یمنع الشرع منه، وأما المواخاة والمخالفة علی طاعة الله تعالى  
 والتعاون علی البر فلم ینسخ، إنما المنسوخ ما یتعلق بالجاهلیة اه  
 اس کے بعد فرماتے ہیں: ولا یبعد عندی أن یقال أن الاخاء  
 والحلف یشمل ما اشتهر فی هذا الزمان باسم کمیٹی بنانا (الابواب  
 والتراجم ۶/۱۱۹) یعنی میرے نزدیک ”الاخاء والحلف“ دورِ حاضر میں جو کمیٹی بنائی  
 جاتی ہے اس کو بھی شامل ہے، اور جیسا کہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے معلوم ہوا کہ  
 احکام خداوندی کی بجا آوری اور امورِ خیر میں تعاون اور مواخات درست ہے، اس  
 لیے آپ حضرات کا یہ اقدام قابلِ ستائش اور شرعاً درست ہے۔

اب کمیٹی کے کام کی نوعیت باقی رہ جاتی ہے تو سوال میں اس کی جو تفصیل مذکور  
 ہے، وہ درست ہے؛ البتہ ارکان کمیٹی کے لیے ضروری ہے کہ یہ متعین کرنے میں بڑی  
 احتیاط برتیں کہ شوہر نے جو طلاق دی ہے، وہ شرعاً درجہ مباح میں آتی ہے یا نہیں؟

اس سلسلہ میں شرعی ہدایات پیش نظر ہونی چاہیے؛ نیز نفس نکاح کے لیے شریعتِ مطہرہ نے جو ہدایات دی ہیں ان سے بھی تمام باشندگانِ بستی کو واقف کرنا ضروری ہے، اس سے بھی بہت سے واقعاتِ طلاق کی پیش بندی ہو سکتی ہے، بعض مرتبہ والدین لڑکے یا لڑکی کی رضامندی کے بغیر دونوں کو دباؤ ڈال کر رشتہ نکاح سے جوڑ دیتے ہیں، بالآخر یہ رشتہ بھی ٹوٹ جاتا ہے اور طلاق کی نوبت آتی ہے، آپ کے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے طلاق دینے والی صورت کو آپ شرعاً ممنوع سمجھ رہے ہیں؛ حالانکہ اگر لڑکی بانجھ ہے تو اس صورت میں طلاق کا مباح ہونا معلوم ہوتا ہے، ہاں یہ ضروری ہے کہ طبی معائنہ کرایا جائے کہ نقص کس میں ہے؟ وغیرہ۔

اب آخری اور بنیادی سوال یہ ہے کہ جو آدمی کمیٹی سے رجوع کئے بغیر طلاق دے دے تو اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ اس کے لیے مالی جرمانہ کی صورت مقرر کی گئی ہے وہ شرعاً درست نہیں۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ”تعزیر بالمال امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ وعند ابی یوسف یجوز التعزیر بأخذ المال للسلطان، وعندہما و باقی الاثمة الثلاثة لا یجوز، کذا فی فتح القدر. (عالمگیری) اور اگرچہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے تعزیر بالمال کو جائز فرمایا ہے؛ مگر اس سے مراد یہ ہے کہ بادشاہ اس کے مال کو ایک مدت مناسبہ تک روک لے، اور جب سمجھے کہ اب زجر حاصل ہو گیا پھر واپس کر دے، نہ یہ کہ بالکل خود اپنے لیے یا بیت المال کے لیے ضبط کر لے۔

ومعنی التعزیر بأخذ المال علی القول بہ امساک شیء من مالہ عندہ

مدت لینزجر، ثم يعيده الحاكم اليه، لا أن يأخذه الحاكم لنفسه او لبیت المال، كما يتوهمه الظلمة اذ لا يجوز لاحد من المسلمين اخذ مال أحد بغير سبب شرعي، كذا في البحر الرائق. (عالمگیری)

پس یہ احقانہ (مالی جرمانہ) لینا، اور اس کا مصارف مذکورہ میں یا کسی اور مصرف میں صرف کرنا جائز نہیں؛ بلکہ جن سے لیا ہے ان کو واپس دینا لازم ہے، ہاں ایسے لوگوں کے زجر اور ایسی باتوں کو بند کرنے کے لیے یہ جائز ہے کہ ایسے لوگوں کو پنچایت اور برادری سے خارج کر دیا جائے، اور جب تک وہ اس فعل سے توبہ نہ کریں ان کے ساتھ برادری کے تعلقات نہ رکھے جائیں۔ (کفایت المفتی ۲/۱۶۵)

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

مالی جرمانہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں، منسوخ ہے، اگر لیا ہو تو اس کی واپسی لازم ہے، اسنادِ جرائم کے لیے ارشاد، تلقین، تذکیر، تزکیہ باطن کی ضرورت ہے؛ تاکہ دل میں خوف و خشیت پیدا ہو، جنت و دوزخ کا استحضار، قبر، قیامت، حشر، حساب کتاب، خدائے قہار کی عظمت اور اس کے انعامات کا مراقبہ لازم ہے؛ تاکہ اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کی رغبت ہو، ورنہ محض سختی سے اصلاح نہیں ہوتی، اگر ہوتی ہے تو عارضی ہوتی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۵/۱۸۳، ۱۸۵)

”مال کا جرمانہ شرعاً ناجائز ہے، اگر مجرم کے ذمہ حقوق العباد ہے، تو ان کو ادا کرے یا معاف کرے، اور خدا کے سامنے صدقِ دل سے توبہ کرے، امید ہے کہ قصور معاف ہو جائے گا، اگر آئندہ بھی اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو اس کو ترک تعلق کی سزا دی جائے۔“ (فتاویٰ محمودیہ ۵/۲۱۱)

مال کا جرمانہ ناجائز ہے، احکام شرعیہ کی پابندی کے لیے کوئی دوسری سزا ترک تعلقات وغیرہ کی دی جائے۔ (ایضاً ۵/۲۲۲)

دوسری صورت جو آپ نے تجویز فرمائی ہے کہ عدت کا نان نفقہ مثلاً پندرہ سو ہوتا ہے اس کو بڑھا کر پانچ ہزار مطلقہ کو دلوانا، تو یہ بھی درست نہیں؛ اس لیے کہ جو عدت تعزیر بالمال کے ممنوع ہونے کی تھی، وہی یہاں بھی موجود ہے۔ لقوله عليه الصلوة والسلام ”لا يحل مال امرأ مسلم إلا بطيبة من نفسه“ البتہ اگر شوہر یہ جانتے ہوئے کہ نفقہ عدت کی مقدار تو پندرہ سو روپے ہی ہے اور میرے اوپر زیادہ واجب نہیں ہے، اپنی دلی رضا مندی سے بلا کسی دباؤ کے پانچ ہزار دیتا ہے، تو عورت کے لیے اس کے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن ظاہر ہے کہ ایسے لوگ کتنے ہیں؟ نیز یہ چیز کمیٹی کے دائرہ اختیار سے باہر کی ہے، جس سے یہاں بحث نہیں۔

تیسری صورت پابندی نکاح والی جو دریافت فرمائی ہے، یہ بھی مزاج و مقتضائے شریعت کے خلاف ہے، احادیث میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہما کا واقعہ، اور آیت قرآنی: ﴿وَلَا تَعْضَلُوهُنَّ أَنْ يَنْكَحْنَ أَرْوَاجَهُنَّ﴾ الخ (البقرة) کا نزول پیش نظر ہے، مشائخ حنفیہ تو آیت کریمہ میں ﴿لَا تَعْضَلُوهُنَّ﴾ کو ”لَا تَضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ فِي التَّزْوِيجِ“ ہی کے معنی میں لیتے ہیں۔ (احکام القرآن للتھانوی ۱/۵۳۶، احکام القرآن للجصاص ۱/۶۰۰) جب شریعت نے اولیاء کو اس سے روکا ہے تو غیر اولیاء (جن میں کمیٹی بھی داخل ہے) کے لیے ایسا کرنا کب جائز ہو سکتا ہے؟ اس لیے آپ کے لیے ایک ہی صورت رہ جاتی ہے، اور وہ ہے سماجی بائیکاٹ کی۔

لیکن اس سلسلہ میں دو باتیں ملحوظ رہیں: پہلی یہ کہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ



صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ”جماعت سے خارج کرنا ان گناہوں کے ارتکاب سے ہوتا ہے جو قطعی حرام ہیں، اور جن سے مسلمانوں کی سوسائٹی پر برا اثر پڑتا ہے۔“

(کفایت المفتی ۹/۹۳، ۹۵)

اس لیے طلاق دینے کی وہ صورتیں جو شرعاً حرام ہیں، ان میں تو آپ یہ سزا تجویز کر سکتے ہیں، اس کے علاوہ صورتوں میں نہیں۔

دوسری بات وہی ہے جو اوپر حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب مدظلہم کے جواب میں نقل ہو چکی (جس پر خط کھینچ دیا گیا ہے) کہ یہ سزا کے سبب طریقے عارضی طور پر مفید ہوتے ہیں، اصلی علاج یہ نہیں ہے، اصلی علاج تو سماج اور معاشرہ کی ایسی تربیت و اصلاح ہے کہ سماج کے ہر فرد کے اندر ایمانی روح سرایت کر جائے، اور ہر حکم خداوندی کی بجا آوری کے لیے وہ دل و جان سے تیار ہو، اس موقع پر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد جو اسی آیت طلاق کی تفسیر کے ذیل میں ہے نقل کرتا ہوں:

فرماتے ہیں: قرآن کریم نے اس جگہ ایک قانون پیش فرمایا ہے کہ مطلقہ عورتوں کو اپنی مرضی کے مطابق نکاح سے روکنا جرم ہے، اس قانون کو بیان فرمانے کے بعد اس پر عمل کرنے کو سہل اور اس کے لیے عوام کے ذہنوں کو ہموار کرنے کے واسطے تین جملے ارشاد فرمائے: جن میں سے پہلے جملے میں روز قیامت کے حساب اور جرائم کی سزا سے ڈرا کر انسان کو اس قانون پر عمل کرنے کے لیے آمادہ فرمایا۔ دوسرے جملے میں اس قانون کی خلاف ورزی میں جو مفاسد اور انسانیت کے لیے مضرتیں ہیں، ان کو بتلا کر قانون کی پابندی کے لیے تیار کیا۔ تیسرے جملے میں یہ ارشاد فرمایا کہ تمہاری اپنی مصلحت بھی اسی میں ہے کہ خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے قانون کی پابندی کرو، اس

کے خلاف کرنے میں اگر تم کوئی مصلحت سوچتے ہو تو وہ تمہاری کوتاہ نظری اور عواقب سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔ قرآن کریم کا یہ اسلوب اور طرز بیان صرف یہیں نہیں؛ تمام احکام میں جاری ہے کہ ایک قانون بتایا جاتا ہے تو اس کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ اور آخرت کے حساب و عذاب سے ڈرایا جاتا ہے، ہر قانون کے آگے پیچھے ﴿اتقوا اللہ﴾ یا ﴿ان اللہ خبیر بما تعملون﴾ ﴿ان اللہ بما تعملون بصیر﴾ وغیرہ جملے لگائے ہوئے ہیں، قرآن ساری دنیا اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے ایک مکمل نظام حیات اور ہر شعبہ زندگی پر حاوی قانون ہے، اس میں حدود و تعزیرات کا بھی بیان ہے؛ لیکن اس کی اداساری دنیا کے قانون کی کتابوں سے نرالی ہے، اس کا طرز بیان حاکمانہ سے زیادہ مربیانہ ہے، اس میں ہر قانون کے بیان کے ساتھ اس کی کوشش کی گئی ہے کہ کوئی انسان اس قانون کی خلاف ورزی کر کے مستحق سزا نہ بنے، دنیا کی حکومتوں کی طرح نہیں کہ انہوں نے ایک قانون بنا دیا اور شائع کر دیا، جو کوئی اس قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ اپنی سزا بھگتتا ہے، اس کے علاوہ اس اسلوب قرآن اور اس کے مخصوص انداز بیان سے ایک دور رس بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کو دیکھنے سننے کے بعد انسان اس قانون کی پابندی صرف اس بناء پر نہیں کرتا کہ اگر خلاف کرے گا تو دنیا میں اس کو کوئی سزا مل جائے گی؛ بلکہ دنیا کی سزا سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور آخرت کی سزا کی فکر ہوتی ہے، اسی فکر کی بناء پر اس کا ظاہر و باطن، خفیہ و علانیہ برابر ہو جاتا ہے، وہ کسی ایسی جگہ میں بھی قانون کی خلاف ورزی نہیں کرتا جہاں کسی ظاہری یا خفیہ پولیس کی بھی رسائی نہ ہو؛ کیوں کہ اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ ہر جگہ حاضر و ناظر اور ذرہ ذرہ سے باخبر ہیں، یہی سبب ہے کہ قرآنی تعلیم نے جو اصول

معاشرہ تیار کئے ہر مسلمان اس کی پابندی کو اپنا مقصدِ حیات تصور کرتا ہے۔ قرآنی نظام حکومت کا یہی امتیاز ہے کہ اس میں ایک طرف قانون کی حدود و قیود کا ذکر ہے، تو دوسری طرف ترغیب و ترہیب کے ذریعہ انسان کے اخلاق و کردار کو ایسا بلند کیا گیا کہ قانونی حدود و قیود اس کے لیے ایک طبعی چیز بن جاتی ہیں، جس کے سامنے وہ اپنے جذبات اور تمام نفسانی خواہشات کو پس پشت ڈال دیتا ہے، دنیا کی حکومتوں اور قوموں کی تاریخ اور ان میں جرم و سزا کے واقعات پر گہری نظر ڈالیے، تو معلوم ہوگا کہ نرے و تانوں سے کبھی کسی قوم یا فرد کی اصلاح نہیں ہوئی، محض پولیس اور فوج سے کبھی جرائم کا انسداد نہیں ہوا، جب تک قانون کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے خوف و عظمت کا سکہ آپ کے قلب پر نہ بیٹھے، جرائم سے روکنے والی چیز دراصل خوفِ خدا اور خوفِ حسابِ آخرت ہے، یہ نہ ہو تو کوئی شخص کسی سے جرائم کو نہیں چھڑا سکتا۔ (معارف القرآن ۱/۵۷۷، ۵۷۸)

اس لیے ارکانِ کمیٹی اور تمام ذمہ دار حضرات کو چاہیے کہ اسی روش پر گامزن ہوں، یہی اصل علاج ہے، علماء حضرات اس مقصد کو اپنا مشن بنائیں، اور اس کے لیے اپنے کو فارغ کریں، کبھی ضرورت پیش آئے تو تعزیری کارروائی حدودِ شرع کے اندر رہ کر انجام دیں، باقی محض تعزیرات و الاطریقہ دیر پا نہیں ہے؛ بلکہ ایک مدت کے بعد شریعت اور ذمہ داران کے خلاف بغاوت کا علم اٹھانے کا ذریعہ ہے، اور عورتوں کی اشک شونی بھی حقیقی طور پر نہیں ہوگی، بہت بہت تواتنا ہوگا کہ طلاق کا سد باب ہوگا؛ لیکن ازدواجی زندگی کی تلخی میں اضافہ ہوگا۔

بستی والوں سے اگر یہ بات بھی منظور کرائی جائے کہ امور متنازعہ میں فیصلہ صادر کرنے کا کام بھی کمیٹی انجام دے گی، تو اس کو شرعی بیخ کا بھی درجہ حاصل ہو جائے گا،

اس صورت میں کمیٹی میں ایسے عالم کا ہونا بھی ضروری ہے جو مسائل فقہ کا ماہر ہونے کے ساتھ تجربہ کار بھی ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۲۷ / ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

## کثرت طلاق کی روک تھام کے لیے بائیکاٹ، مالی جرمانہ لینا

**سوال:** ① ہمارے گاؤں کے اکثر لوگ بمبئی میں مقیم ہیں اور ہم نے تقریباً بائیس منتخب افراد کی ایک کمیٹی بنائی ہے، جس میں دو عالم حضرات بھی ہیں، اس کمیٹی کا کام یہ ہے کہ اپنے گاؤں کے چاہے وہ گاؤں میں ہوں یا ممبئی میں مقیم ہوں، طلاق اور میاں بیوی کے آپسی رنجشوں کے متعلق جو بھی مسائل پیش آئیں، انہیں سنجیدگی سے حل کرے اور میاں بیوی میں آپسی توڑ کو حتی الامکان دونوں کی ذہن سازی کر کے بحال کرے؛ لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کمیٹی کے سمجھانے کے باوجود شوہر اپنی بیوی کو بے جا طلاق دے بیٹھتا ہے اور کبھی کبھی تو ایک ساتھ تین طلاقیں دے دیتا ہے تو اس کی روک تھام کے لیے کمیٹی شوہر پر بطور تعزیر مالی جرمانہ عائد کرتی ہے، تو کیا بطور تعزیر مالی جرمانہ عائد کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

چوں کہ آج ہمارا مسلم معاشرہ مغربیت کی زد میں آ کر نئے نئے فتنوں میں مبتلا ہوتا جا رہا ہے، اور اکثر طلاق کی ایک بڑی وجہ مغربیت کے دور رس اثرات بھی ہیں، اسلامی ممالک میں تو حدود و تعزیرات جیسے اسلامی قوانین نافذ کر کے بہت سے فتنوں کا سد باب کیا جاسکتا ہے اور خاص طور پر بے جا طلاقوں پر کافی حد تک بندش کر کے معاشرے

کونیک اور پاکیزہ بنایا جاسکتا ہے؛ لیکن ہندوستان میں جہاں حدود و تعزیرات جیسے اسلامی قوانین کو رو بہ عمل نہیں لایا جاسکتا، ایسے ممالک میں بیجا طلاقوں پر گرفت ممکن نہیں، اور پھر ہوتا یہ ہے کہ ہندوستانی سماج میں مطلقہ عورتوں کے لیے نکاح ثانی کے بڑے مسائل پیش آتے ہیں، ایسی عورتوں سے جلدی کوئی نکاح کے لیے تیار نہیں ہوتا اور نہ ایسی عورتوں سے کوئی نکاح کرنا پسند کرتا ہے، جس کی وجہ سے ایسی عورتیں برابر پریشان رہتی ہیں اور ان کے بچے بھی باپ کا سایہ نہ ہونے کی وجہ سے تعلیم و تربیت سے یا ماں کا سایہ نہ ہونے کی وجہ سے شفقت و محبت سے یکسر محروم رہ جاتے ہیں، اس لیے ہماری کمیٹی اپنے گاؤں والوں میں سے کسی بھی فرد کے بے جا طلاق دینے پر اس کے اوپر لاکھ، دو لاکھ روپیوں کا جرمانہ عائد کرتی ہے، اس سے ہمیں فائدہ بھی محسوس ہوا، بہت سے لوگ بلا وجہ طلاق دینے سے رک گئے ہیں، تو اس طرح تعزیر بالمسال کرنا کیسا ہے؟ نیز اس مال کا مصرف کیا ہوگا؟ کیا اسے طلاق دینے والے کی مطلقہ بیوی کو دے سکتے ہیں یا غریب و مساکین کے درمیان صرف کر سکتے ہیں؟ تعزیر بالمسال اور تعزیر کی دیگر صورتوں کی تفصیل کیا ہے؟ اور تعزیر کی کن صورتوں پر ہندوستان جیسے ممالک میں عمل کیا جاسکتا ہے؟ وضاحت اور تفصیل سے دلائل کی روشنی میں نوازیں۔

(۲) اگر کوئی بے جا طلاق دے اور سمجھانے کے باوجود نہ سمجھے اور طلاق سے رجوع نہ کرے جب کہ عورت بے تصور ثابت ہو جائے، تو ایسے لوگوں کا پورے گھر سمیت سماجی بائیکاٹ کرنا اور کمیٹی کا ان کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا کہ گاؤں کا کوئی فرد ان کی شادی بیاہ اور موت میت میں نہیں جائے گا، اور ان سے کسی طرح کا باہمی ربط نہیں رکھے گا کیسا ہے؟ سماجی بائیکاٹ کی شرعی حیثیت کیا ہے اور سماجی بائیکاٹ کب کیا جائے گا

اور کب تک کیا جائے گا اور بایکاٹ کے شرعی حدود کیا ہوں گے؟ شریعت کی روشنی میں مدلل وضاحت فرما کر شکر یہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

(الجواب) : حامداً ومصلياً ومسلماً

① ② یہاں دارالافتاء میں چند سال قبل آپ ہی کی برادری کی طرف سے اسی موضوع پر استفتاء آیا تھا، اس میں کثرتِ طلاق و تنازع کی وجوہات ایسی ہی لکھی تھیں، جو آپ نے اپنے استفتاء میں تحریر فرمائی ہیں، اس کا تفصیلی و مدلل جواب حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم نے تحریر فرمایا تھا، اس کا کچھ حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے، ملاحظہ کیجئے:

اسلامی اصول کارخ یہ ہے کہ جن مرد و عورت میں اسلامی اصول کے مطابق ازدواجی تعلق قائم ہو وہ پائیدار اور عمر بھر کا رشتہ ہو، جس سے ان دونوں کی دنیا و دین بھی درست ہو، اور ان سے پیدا ہونے والی اولاد کے اعمال و اخلاق بھی درست ہوں، اسی لیے نکاح کے معاملہ میں شروع سے آخر تک ہر قدم پر اسلام کی ہدایات یہ ہیں کہ اس تعلق کو تلخیوں اور رنجشوں سے پاک صاف رکھنے کی، اور اگر کبھی پیدا ہو جائیں تو ان کے ازالہ کی پوری کوشش کی گئی ہے؛ لیکن ان تمام کوششوں کے باوجود بعض اوقات طرفین کی زندگی کی فلاح اسی میں منحصر ہو جاتی ہے کہ یہ تعلق ختم کر دیا جائے، اس لیے اسلام نے قوانین نکاح کی طرح طلاق کے بھی اصول و قواعد مقرر فرمائے؛ مگر ساتھ ہی یہ ہدایات بھی دے دیں کہ طلاق اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت مبغوض و مکروہ کام ہے، جہاں تک ممکن ہو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

حدیث میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا کہ حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: تزوجوا ولا تطلقوا، فان الطلاق يهتز منه عرش الرحمن یعنی نکاح کرو اور طلاق نہ دو؛ کیوں کہ طلاق سے عرشِ رحمن ہل جاتا ہے۔ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کو طلاق نہ دو بغیر کسی بدکاری کے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ ان مردوں کو پسند نہیں کرتا جو صرف ذائقہ چکھنے والے ہیں، اور ان عورتوں کو پسند نہیں کرتا جو صرف ذائقہ چکھنے والی ہیں۔ (قرطبی بروایت ثعلبی)

اور دارقطنی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے زمین پر جو کچھ پیدا فرمایا ہے، ان سب میں اللہ کے نزدیک محبوب غلاموں کو آزاد کرنا ہے، اور جتنی چیزیں زمین پر پیدا کی ہیں، ان سب میں مبغوض و مکروہ طلاق ہے۔ (از قرطبی)

بہر حال! اسلام نے اگرچہ طلاق کی حوصلہ افزائی نہیں کی؛ بلکہ تا بمقدور اس سے روکا ہے؛ لیکن بعض ضرورت کے مواقع میں اجازت دی، تو اس کے لیے کچھ اصول و قواعد بنا کر اجازت دی، جن کا حاصل یہ ہے کہ اس رشتہ ازدواج کو ختم کرنا ہی ضروری ہو جائے تو وہ بھی خوب صورتی اور حسن معاملہ کے ساتھ انجام پائے، محض غصہ نکالنے اور انتقامی جذبات کا کھیل بنانے کی صورت نہ بننے پائے۔

(معارف القرآن ۸/۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰)

بنابریں معاملہ طلاق میں ہونے والی بے اعتدالیوں اور حکمِ شرعی کی خلاف ورزیوں کے سدباب کے لیے آپ حضرات نے تمام باشندگانِ بستی کے اتفاقِ رائے

سے جو کمیٹی تشکیل دی ہے یہ مستحسن اور قابل تعریف ہے۔ ارشادِ بانی ہے: تعاونوا علی البر والتقویٰ (نیکی اور خدا ترسی کے کاموں میں تعاون کرو) مسلمان بھائی بھی اگر حق کے خلاف یا ظلم و جور کی طرف چل رہا ہو تو ناحق اور ظلم پر اس کی بھی مدد نہ کرو؛ بلکہ اس کی کوشش کرو کہ ناحق اور ظلم سے اس کا ہاتھ روکو؛ کیوں کہ درحقیقت یہی اس کی صحیح امداد ہے؛ تاکہ ظلم و جور سے اس کی دنیا اور آخرت تباہ نہ ہو۔

(محمود الفتاویٰ قدیم ۴/۳۴۴، ۴۴۵)

اب کمیٹی کے کام کی نوعیت باقی رہ جاتی ہے تو سوال میں اس کی جو تفصیل مذکور ہے، وہ درست ہے؛ البتہ ارکان کمیٹی کے لیے ضروری ہے کہ یہ متعین کرنے میں بڑی احتیاط برتیں کہ شوہر نے جو طلاق دی ہے، وہ شرعاً درجہ مباح میں آتی ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں شرعی ہدایات پیش نظر ہونی چاہیے؛ نیز نفس نکاح کے لیے شریعتِ مطہرہ نے جو ہدایات دی ہیں ان سے بھی تمام باشندگان بستی کو واقف کرنا ضروری ہے، اس سے بھی بہت سے واقعات طلاق کی پیش بندی ہو سکتی ہے، بعض مرتبہ والدین لڑکے یا لڑکی کی رضامندی کے بغیر دونوں کو دباؤ ڈال کر رشتہ نکاح سے جوڑ دیتے ہیں، بالآخر یہ رشتہ بھی ٹوٹ جاتا ہے اور طلاق کی نوبت آتی ہے۔ (محمود الفتاویٰ ۴/۳۴۷)

کمیٹی نے بلاوجہ شرعی طلاق دینے پر لاکھ، دو لاکھ روپیوں کا جرمانہ مقرر کیا ہے، وہ شرعاً درست نہیں۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ”تعزیر بالمال امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ وعند ابی یوسف یجوز التعزیر بأخذ المال للسلطان، وعندہما وبقی الاثمة الثلاثة



لا يجوز، كذا في فتح القدير. (عالمگیری) اور اگرچہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے تعزیر بالمال کو جائز فرمایا ہے؛ مگر اس سے مراد یہ ہے کہ بادشاہ اس کے مال کو ایک مدت مناسبہ تک روک لے، اور جب سمجھے کہ اب زجر حاصل ہو گیا پھر واپس کر دے، نہ یہ کہ بالکل خود اپنے لیے یا بیت المال کے لیے ضبط کر لے۔

ومعنى التعزير بأخذ المال على القول به امسك شئ من ماله عنده مدة لينزجر، ثم يعيده الحاكم اليه، لا أن يأخذه الحاكم لنفسه او لبیت المال، كما يتوهمه الظلمة اذ لا يجوز لاحد من المسلمين اخذ مال أحد بغير سبب شرعي، كذا في البحر الرائق. (عالمگیری)

پس یہ احمقانہ (مالی جرمانہ) لینا، اور اس کا مصارف مذکورہ میں یا کسی اور مصرف میں صرف کرنا جائز نہیں؛ بلکہ جن سے لیا ہے ان کو واپس دینا لازم ہے، ہاں ایسے لوگوں کے زجر اور ایسی باتوں کو بند کرنے کے لیے یہ جائز ہے کہ ایسے لوگوں کو پنچائیت اور برادری سے خارج کر دیا جائے، اور جب تک وہ اس فعل سے توبہ نہ کریں ان کے ساتھ برادری کے تعلقات نہ رکھے جائیں۔“ - (کفایت المفتی ۲/۱۶۵)

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

مالی جرمانہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں، منسوخ ہے، اگر لیا ہو تو اس کی واپسی لازم ہے، اسنادِ جرائم کے لیے ارشاد، تلقین، تذکیر، تزکیہ باطن کی ضرورت ہے؛ تاکہ دل میں خوف و خشیت پیدا ہو، جنت و دوزخ کا استحضار، قبر، قیامت، حشر، حساب کتاب، خدائے قہار کی عظمت اور اس کے انعامات کا مراقبہ لازم ہے؛ تاکہ اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کی رغبت ہو، ورنہ محض سختی سے اصلاح نہیں

ہوتی، اگر ہوتی ہے تو عارضی ہوتی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۵/۱۸۳، ۱۸۵، بحوالہ محمود الفتاویٰ ۳/۴۳۸)

تین مشہور صحابہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت مسرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ، حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک میں شرکت نہیں کی تھی، جس کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کا عتاب وارد ہوا۔ ﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاعَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاعَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (النوبة: ۱۱۸) ترجمہ: اور ان تینوں پر بھی (اللہ نے رحمت کی نظر فرمائی ہے) جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا تھا، یہاں تک کہ جب ان پر یہ زمین اپنی ساری وسعتوں کے باوجود تنگ ہو گئی، ان کی زندگیاں ان پر دو بھر ہو گئیں، اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ (کی پکڑ) سے خود اسی کی پناہ میں آئے بغیر کہیں اور پناہ نہیں مل سکتی، تو پھر اللہ نے ان پر رحم فرمایا، تاکہ وہ آئندہ اللہ ہی سے رجوع کیا کریں۔ یقین جانو اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (آسان ترجمہ قرآن ۱/۶۱۳)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے معارف القرآن میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے واقعہ کو شرح و بسط اور تفصیل سے بیان فرمایا ہے، اس کے فوائد میں فائدہ نمبر ۴۲ میں تحریر فرماتے ہیں:

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ کسی گناہ کی سزا میں مسلمانوں کے امیر کو یہ بھی حق ہے کہ کسی شخص سے سلام و کلام قطع کر دینے کا حکم دیدے جیسے اس واقعہ میں ان تین بزرگوں کے متعلق پیش آیا۔ (معارف القرآن ۳/۴۸۴)

بخاری شریف کی روایت کے مطابق حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے

دونوں ساتھیوں کے ساتھ پچاس دن تک بائیکاٹ کیا گیا۔

فلبث بعد ذلك عشر ليال حتى كملت لنا خمسون ليلة من  
حين نهى رسول الله ﷺ عن كلامنا (بخاری ۱/۲۶۳۶)

ہندوستان میں چوں کہ حدود شرعیہ جاری نہیں ہو سکتیں اس لیے جو مسلمان کسی سخت جرم کا ارتکاب کریں، جیسے زنا، سود خوری، شراب خوری، ترک نماز وغیرہ تو ایسے لوگوں کے ساتھ اگر عام مسلمان کچھ دنوں کے لیے، بطور تنبیہ اس سے تعلقات منقطع کر لیں اور اس کو اپنے حقہ پانی میں شریک نہ کریں، بیاہ شادی میں اس کے شریک نہ ہوں تو یہ جائز ہے؛ بلکہ مستحسن ہے۔

لما فی اتحاد البصائر فی ترتیب الاشباہ والنظائر ص ۹۶: یکره  
معاشره من لا یصلی ولو كانت زوجة الا اذا كان الزوج لا یصلی لم  
یکره للمراة معاشرته کذا فی نفقات الظهیرة انتھی واللہ تعالیٰ  
اعلم (امداد الفتیین ۲/۲۲۸)

حضرت مفتی رشید صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

تغزیر کے لیے مقاطعہ جائز ہے، اس میں حضور اکرم ﷺ کی خصوصیت نہیں،  
جرم کی نوعیت کی بھی کوئی تخصیص نہیں، اسی طرح ایام کی تحدید اور مقاطعہ میں کسی قسم  
کی تخصیص بھی نہیں؛ بلکہ حاکم حسب صوابدید جس قسم کے مقاطعہ کا حکم جب تک  
چاہے دے سکتا ہے، حاکم سے ایسی توقع نہ ہو تو پنچایت بھی مقاطعہ کا فیصلہ کر سکتی ہے،  
البتہ مقاطعہ کا فیصلہ خواہ حاکم کرے یا پنچایت دونوں صورتوں میں حقوق واجبہ سے  
متعلق حسب ذیل تفصیل ہے:

① مجرم کے ذمہ جو حقوق واجب ہیں ان کو اداء کرنے سے اس کو روکنا جائز نہیں، مثلاً جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اور نماز جنازہ وغیرہ، اسی طرح اس کی بیوی کو اس سے چار ماہ سے زیادہ مدت تک جدا رکھنا یا بیوی کو چار ماہ سے زیادہ مدت تک ہم بستری سے روکنے کا حکم کرنا جائز نہیں، اس لیے کہ چار ماہ میں ایک بار صحبت کرنا بیوی کا حق واجب ہے۔

② مجرم کے دوسروں کے ذمہ جو حقوق واجب ہیں ان کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ایسے حقوق جن کے وجود میں مجرم کو کوئی اختیار نہیں جیسے اس کی نماز جنازہ اور کفنانے، دفنانے وغیرہ ان سے روکنا جائز نہیں۔

(۲) وہ حقوق جن میں خود مجرم کی طرف سے دوسروں پر ایجاب بالاختیار ہے جیسے مجرم کے سلام کا جواب اور بیوی سے طلب صحبت پر بیوی کی طرف سے اجازت، ان پر پابندی لگانا جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۵/۵۲۹)

قرآن و حدیث اور حضرات فقہاء کی عبارتوں سے چند امور مستفاد ہوئے:

- ① کسی سخت گناہ (جیسے گناہ کبیرہ) کے ارتکاب پر بائیکاٹ کیا جاسکتا ہے۔
- ② مجرم جب تک توبہ نہ کرے، اس وقت تک بائیکاٹ کو برقرار رکھا جاسکتا ہے۔
- ③ بائیکاٹ ان ہی افراد سے کیا جائے گا، جنہوں نے جرم کا ارتکاب کیا ہے، لہذا بے جا طلاق دینے والے کے ساتھ تو مقاطعہ کیا جائے گا؛ لیکن ایک شخص کے جرم کی پاداش میں پورے گھر سمیت سب کا بائیکاٹ کرنا درست نہیں ہے۔ ہاں! اس بے جا طلاق دینے والے گھر کے دیگر افراد اس جرم میں شریک ہوں مثلاً والدین ہی نے اپنے لڑکے کو بے جا طلاق دینے پر ابھارا جس کے نتیجے میں لڑکے نے طلاق دے دی

تو ایسی صورت میں لڑکے کے ساتھ ساتھ اس کے والدین کے ساتھ بھی مقاطعہ کرنا جائز ہے، اور اگر گھر کے دیگر افراد اس ناجائز فعل میں شریک نہیں ہیں؛ بلکہ اس پر راضی بھی نہیں تو ایسی صورت میں تمام سے بائیکاٹ کرنا درست نہیں، لہذا کمیٹی کو چاہیے کہ پوری تحقیق کریں پھر بائیکاٹ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: عبدالقیوم راجکوٹی  
الجواب صحیح: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## بلا وجہ شرعی طلاق دینے والے کو کوڑے مارنا

**سوال:** بیچا تین طلاقیں دینے پر اگر کوئی مالی جرمانہ ادا نہ کر سکتا ہو تو اس پر بھری محفل میں کوڑے کی سزا لگا کر کیا ہے اور کتنے کوڑے لگائے جاسکتے ہیں؟ یا اس کے علاوہ اور کوئی سزا تجویز کی جاسکتی ہے، جس سے بے جا طلاق پر روک تھام ہو سکے۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

جو مالی جرمانہ ادا نہ کر سکتا ہو، اس کو کوڑے کی سزا دینا درست نہیں، تعزیر کا حق حاکم کو ہے اور ہندوستان میں اسلامی حکومت نہ ہونے کی بنا پر کوئی شرعی حاکم موجود نہیں، لہذا عوام کو تعزیرات جاری کرنے کا حق نہیں۔ (ماخوذ از فتاویٰ مفتی محمود ۱۳۲/۹)

احسن الفتاویٰ میں ہے: پنچایت کسی جرم کی شرعی سزا دینے پر قادر نہیں مع ہذا اس پر حسب قدرت تغیر المنکر فرض ہے؛ نیز تاؤیہی کاروائی کے لیے جرم پر شرعی نصاب شہادت ضروری نہیں؛ بلکہ قرآن قویہ کی بناء پر تاؤیہ شرعی جائز ہے، لہذا پنچایت تاؤیہ و تنبیہ کے لیے نا تمام شہادت اور قرآن و آثار قویہ کی بناء پر بھی معاشرتی مقاطعہ کا فیصلہ کر سکتی

ہے، اگرچہ شرعی نصاب شہادت موجود نہ ہو۔ (احسن الفتاویٰ ۵/ ۵۱۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## ظلماً طلاق پر بہ طور تعزیر بائیکاٹ کرنا

سوال: گجراتی میں چھپا ہوا اشتہار اس استفتاء کے ساتھ پیش خدمت ہے اس کے تعلق سے چند سوالات کے جوابات مطلوب ہے:

- ① اول یہ مقاطعہ (بائیکاٹ) صحیح ہے یا نہیں
- ② اگر یہ مقاطعہ صحیح ہے تو اس کی تحدید کیا ہے یعنی کب تک اس کو جاری رکھا جائے۔
- ③ اگر صحیح نہیں ہے تو بلاوجہ (بے قصور) طلاق دینے والے کے لیے شریعت میں کیا سزا ہے اور سزا دینے کا حق کس کو ہے؟
- ④ جس کا بائیکاٹ کیا گیا ہے اس سے تعلق و معاملہ رکھنے والے کا کیا حکم ہے اور وہ معاون علی الاثم سمجھا جائے گا یا نہیں؟
- ⑤ یہ مقاطعہ اس کے گاؤں تک محدود رکھا جائے یا دوسرے دیہات میں بھی اس کی تشہیر کی جائے؟

نوٹ: لوگوں میں مشہور ہے کہ حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری بھی اس مشورہ میں موجود تھے جس میں یہ ساری قراردادیں ہوئیں بندہ کی تحقیق کے مطابق آپ اس میں شریک نہیں تھے البتہ بستی میں ہوں گے اس کے متعلق ضرور وضاحت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر کسی معاشرہ میں طلاق کی بہتات ہونے لگے اس کے باعث اعتمادے حدود اللہ

ہو رہا ہو تو اس صورت میں طلاق پر تعزیری اقدام درست ہے یا نہیں؟ اس نوع کے ایک سوال کے جواب میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ: آج کل کے دستور طلاق میں کئی معاصی کا ارتکاب ہوتا ہے طلاق کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے اصلاح ذات البین کی کوشش کی جائے مایوسی کی صورت میں اہل صلاح سے استشارہ واستخارہ کیا جائے اس کے برعکس آج کل طلاق میں مندرجہ ذیل معاصی کا ارتکاب لازم ہو گیا ہے:

① بدون غور و فکر جلد بازی ② اصلاح کی کوئی کوشش نہیں کی جاتی ③ خاندان کے با اثر و باصلاح اشخاص سے مشورہ نہیں لیا جاتا ④ استخارہ نہیں کیا جاتا ⑤ حیض سے فراغت کا انتظار نہیں کیا جاتا ⑥ بہ یک وقت دو تین بلکہ تین ہی طلاقیں لازم سمجھی جاتی ہے ⑦ تین طلاقیں دینے کے بعد جب کوئی صورت واپسی کی نہیں ہوتی تو حلالہ ملعونہ سے کام لیا جاتا ہے یا تو لعنت حلالہ کے بہ جائے عمر بھر لعنت زنا میں مبتلا رہتے ہیں۔ ان وجوہ کی بنا پر طلاق کا مروج دستور بلاشبہ واجب التعزیر جرم ہے حکومت پر فرض ہے کہ ایسے جرم پر عبرت ناک سزا دے حکومت کی طرف سے غفلت کی صورت میں برادری کی طرف سے مقاطعہ کی تعزیر مناسب ہے۔ (احسن الفتاویٰ)

① اگر معاشرہ میں خلاف شرع طلاق دینے کا دستور عام ہو چکا ہو اور مندرجہ بالا معاصی کا ارتکاب ہو رہا ہو تو علماء اور ذمہ داران کو چاہیے کہ وعظ و نصیحت اور پمفلٹ اور رسائل اور اصلاحی مجالس کے ذریعہ لوگوں کو اس خلاف شرع دستور کی قباحتوں سے واقف کرائیں اور اس اصلاحی جدوجہد کو اتنا عام کیا جائے کہ معاشرہ کے اکثر افراد اس سلسلے میں شریعت کے احکام سے باخبر ہو جائیں اس کے بعد ان کو بتلایا جائے کہ

اب بھی اگر کوئی آدمی اس خلاف شرع دستور کے مطابق اس طرح طلاق دے گا جس کے نتیجے میں اعتدائے حدود اللہ لازم آئے تو اس کے ساتھ مقاطعہ کا معاملہ کیا جائے گا سوال میں جس اشتہار کا حوالہ دیا گیا ہے اس واقعہ میں بھی سماج کے علما اور ذمہ داروں نے طلاق کے خلاف شرع دستور کی اصلاح کے لیے مندرجہ بالا کوششیں کی ہیں تو طلاق دینے والے کے ساتھ مقاطعہ کی شرعاً گنجائش ہے؛ لیکن صورت مسئولہ میں مقاطعہ صرف طلاق دینے والے شوہر کے ساتھ محدود نہیں بلکہ اس کے والد کے پورے خاندان کے ساتھ مقاطعہ کیا گیا ہے حالانکہ قرآن پاک میں واضح اصول موجود ہے: ﴿ولا تنزر وازرة و زرا آخری﴾ بیٹے کے جرم میں باپ بلکہ باپ کے پورے خاندان کو سزا میں شریک کرنا کسی حال میں درست اور جائز نہیں۔

② کسی جرم پر بہ طور تعزیر کیے جانے والے مقاطعہ کے لیے دنوں کی کوئی تعیین اور تحدید کسی نص میں وارد نہیں ہوئی بس مجرم اپنے جرم سے تائب ہو کر اپنی روش درست کر لے اتنی مدت تک مقاطعہ کیا جاسکتا ہے۔

③ اس کا جواب اوپر آچکا ہے۔

④ اگر تعلق و معاملہ رکھنے والے کا یہ اقدام مقاطعہ کو بے اثر بنا کر اصلاح کے راستوں کو مسدود کرنا ہو تو یقیناً یہ قابل مذمت اور تعاون علی الاثم شمار ہوگا۔

⑤ اگر برادری دوسرے دیہاتوں میں بھی آباد ہے اور مقاطعہ کو وہاں تک پھیلانے بغیر وہ مؤثر نہیں ہوتا تو اس کی بھی گنجائش ہے البتہ ایک بات یاد رہے کہ آج کل عوام الناس کی طبائع میں احکام شرع سے عام بیگانگی اور عدم واقفیت نیز غفلت کا جو حال ہے اور ساتھ ہی اسلامی احکام کے شیوع اور اجرا کے معاملے میں حکومت اور



اہل حکومت کی جو معاندانہ روش ہے اس کے پیش نظر ذمہ داران کا فرض منصبی ہے کہ وہ آخرت کی باز پرس اور عند اللہ جواب دہی کا احساس رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کریں کہ یہ مقاطعہ واقعتاً احکام شرع کے معاشرہ میں نفاذ کا ذریعہ ہے یا صاحب واقعہ کے ساتھ اپنی عداوت اور غیظ شکا لنے کا محض ایک ذریعہ، معاملہ ایسی ذات سے ہے جو عالم الغیب والسرائر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

نوٹ: مجھے قراردادوں کی تو کیا! اس واقعہ کی بھی خبر آپ کے استفتا کو پڑھ کر ہوئی اس لیے جس مجلس میں یہ قرارداد پاس ہوئی اس میں میری موجودگی والی بات محض جھوٹ اور فریب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ: العبد احمد خان پوری، ۲۰ شوال ۱۴۲۳ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## مطلقہ کی مالی مدد کرنا

سوال: ہمارے یہاں ایک شخص ہے جس کی تقریباً ۳۵-۴۰ سال پہلے شادی اپنی چچا زاد بہن سے ہوئی تھی، اب وہ دونوں بوڑھے ہوئے ہیں، اس عورت سے ایک بچی پیدا ہونے کے بعد اس نے طلاق دے دی، اب وہ دونوں بالکل الگ ہیں، پھر اس مرد نے ایک دوسری لڑکی سے شادی کی اور اس دوسری عورت کے بھی بچے ہیں اور یہ بچے بڑے بھی ہو چکے ہیں، تو یہ بچے باپ کی پہلی عورت جس کو طلاق دے دی تھی جو حقیقت میں ان بچوں کی پھوپھی بھی لگتی ہے، مالی حالات ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے کچھ امداد کرنا چاہتے ہیں کپڑے کھانے پینے وغیرہ میں، تو کیا یہ عورت ان بچوں کی امداد کو

لے سکتی ہے جب کہ امداد باپ کی ملکیت میں سے ہے اور باپ ابھی باحیات ہے۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اس آدمی کے اپنی سابقہ بیوی کو طلاق دے دینے کی وجہ سے دونوں میں رشتہ نکاح نہیں رہا، اور وہ عورت اس کے حق میں اجنبیہ کے حکم میں ہو گئی، اب اگر وہ عورت مالی اعتبار سے کمزور اور مدد کی محتاج ہے تو یہ آدمی اس کی مدد کر سکتا ہے جیسے دیگر غریب عورتوں کی مدد کر سکتا ہے، اور اس کی دوسری بیوی کی اولاد بھی اس کی مدد کر سکتی ہے؛ بلکہ کرنی چاہیے کہ رشتہ داری بھی ہے، لڑکے اگر باپ کی جائیداد میں سے امداد کرنا چاہتے ہیں تو باپ کی اجازت لینا ضروری ہے کہ وہ مالک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۷/ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

## انتقاماً طلاق نہ دینا

**سوال:** زید نے ہندہ سے نکاح کیا، کچھ سال ازدواجی زندگی گزارنے کے بعد نا اتفاقی ہو گئی، زید نے ہندہ کو لانے کی ہر ممکن کوشش کی، ہندہ نہیں آئی، اور ہندہ نے زید پر عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا، عدالت نے ہندہ کے حق میں فیصلہ دیا، زید اپنی بیوی کو طلاق نہیں دینا چاہتا ہے، وہ رکھنا ہی چاہتا ہے، زید پر عدالت دباؤ ڈال رہی ہے کہ زید ہندہ کو طلاق دے اور مہر کی رقم بھی دے اور مہر کی رقم پر سود بھی دے، از روئے شرع کیا زید مہر کی رقم پر سود ادا کرے یا نہ کرے؟ اگر عدالت اس پر کاروائی کرے کہ سود دینا ہی ہے تو ہمارے علماء ہمارا کہاں تک ساتھ دے سکتے ہیں؟ جواب

مرحمت فرما کر عند اللہ اجر عظیم کے مستحق بنیں۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

اسلامی تعلیمات کا اصل رخ یہ ہے کہ نکاح کا معاملہ اور معاہدہ عمر بھر کے لیے ہو، اس کے توڑنے اور ختم کرنے کی کبھی نوبت ہی نہ آئے؛ کیوں کہ اس معاملہ کے انقطاع کا اثر صرف فریقین پر نہیں پڑتا، نسل اور اولاد کی تباہی و بربادی، اور بعض اوقات خاندانوں اور قبیلوں میں فساد تک نوبت پہنچتی ہے اور پورا معاشرہ بری طرح اس سے متاثر ہوتا ہے، اس لیے جو اسباب اور وجوہ اس معاملہ کو توڑنے کا سبب بن سکتے ہیں، قرآن و سنت کی تعلیمات نے ان اسباب کو راہ سے ہٹانے کا پورا انتظام کیا ہے، زوجین کے ہر معاملہ اور ہر حال کے لیے جو ہدایتیں قرآن و سنت میں مذکور ہیں ان سبب کا حاصل یہی ہے کہ یہ رشتہ ہمیشہ زیادہ سے زیادہ مستحکم ہوتا چلا جائے، ٹوٹنے نہ پائے، نا موافقت کی صورت میں اول افہام و تفہیم کی پھر زجر و تنبیہ کی ہدایتیں کی گئیں، اور اگر بات بڑھ جائے اور اس سے بھی کام نہ چلے تو خاندان ہی کے چند افراد کو حکم اور ثالث بنا کر معاملہ طے کرنے کی تعلیم دی، آیت ﴿حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا﴾ میں خاندان ہی کے افراد کو ثالث بنانے کا ارشاد کس قدر حکیمانہ ہے، اگر معاملہ خاندان سے باہر گیا تو بات بڑھ جانے اور دلوں میں زیادہ بعد پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے۔

لیکن بعض اوقات ایسی صورتیں بھی پیش آتی ہیں کہ اصلاح حال کی تمام کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں اور تعلق نکاح کے مطلوبہ ثمرات حاصل ہونے کے بجائے طرفین کا آپس میں مل کر رہنا ایک عذاب بن جاتا ہے، ایسی حالت میں اس ازدواجی تعلق کا ختم

کر دینا ہی طرفین کے لیے راحت اور سلامتی کی راہ ہو جاتی ہے، اس لیے شریعت اسلامی نے بعض دوسرے مذاہب کی طرح یہ بھی نہیں کیا کہ رشہ ازدواج بحال میں ناقابلِ فسخ ہی رہے؛ بلکہ طلاق اور فسخ نکاح کا قانون بنایا۔ (معارف القرآن ۱/۵۵۶)

صورتِ مسئلہ میں جب زید اور اس کی بیوی ہندہ کے آپسی تعلقات اس حد تک کشیدہ ہو چکے ہیں کہ ہندہ کی طرف سے عدالت میں مقدمہ دائر کرنے کے نوبت آئی، اس کے بعد بھی زید کا یہ سوچنا کہ میں طلاق نہیں دوں گا یہ ایک طرح کی انتقامی کاروائی ہے اور شریعت کی طرف سے مرد کو دیے گئے حق طلاق سے غلط فائدہ اٹھانا ہے، یہ بھی شرعاً ناپسندیدہ ہونے کے ساتھ خود زید کے حق میں بھی برا ہے، اگر عدالت کی طرف سے مہر کی اصل رقم کے ساتھ سود کی ادائیگی کا حکم بھی دیا گیا ہے، اور سود ادا نہ کرنے کی صورت میں عدالت کی طرف سے مزید سخت اقدامات کا اندیشہ ہے تو اپنی حفاظت کے لیے زید کے واسطے مزید رقم کی ادائیگی کی گنجائش ہے، اس صورت میں فریق مخالف پر اس گناہ کی ذمہ داری عائد ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری

## والدین کا اپنے بیٹے کو طلاق دینے پر دباؤ کیوں؟

**سوال:** کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شوہر تو اپنی بیوی کو رکھنے کے لیے تیار ہوتا ہے؛ لیکن اس کے والدین بہو پر ظلم و زیادتی کرتے ہیں اور اپنے بیٹے کو اس کی بیوی چھوڑنے پر ابھارتے ہیں، تو وہ اپنے والدین کے دباؤ میں آ کر اپنی بیوی کو چھوڑنے پر مجبور ہو جاتا ہے، تو کیا اس طریقہ سے والدین کے دباؤ میں آ کر ناقص طلاق دینا جائز ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

شوہر کے والدین کے بہو پر ظلم و زیادتی اور بیٹے کو بیوی چھوڑنے پر ابھارنے کی وجہ آپ نے نہیں لکھی، عام طور پر جہالت کی بناء پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ شوہر کے والدین کی خدمت کرنا بہو پر ضروری ہے اس میں کوتاہی ہونے پر سارے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں، اس لیے مسئلہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ شرعاً بہو کے ذمہ شوہر کے والدین کی خدمت واجب نہیں؛ لیکن اخلاقی طور پر بہو خدمت کرے تو اس کی سعادت اور احسان ہے، اس طرح آپس کے تعلقات خوشگوار رہتے ہیں اور مکان آباد رہتا ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں ”ایک بات اور سمجھ لیجئے جس میں بڑی کوتاہی ہوتی ہے، وہ یہ کہ جب عورت کے ذمہ شوہر کا اور اس کی اولاد کا کھانا پکانا واجب نہیں تو شوہر کے ماں باپ اور بہن بھائی ہیں، ان کے لیے کھانا پکانا اور ان کی خدمت کرنا بطریق اولیٰ واجب نہیں، ہمارے یہاں دستور چل پڑا ہے کہ جب بیٹے کی شادی ہوئی تو اس بیٹے کے ماں باپ یہ سمجھتے ہیں کہ بہو پر بیٹے کا حق بعد میں ہے اور ہمارا حق پہلے ہے، لہذا یہ بہو ہماری خدمت ضرور کرے، چاہے بیٹے کی خدمت کرے یا نہ کرے، اور پھر اس کے نتیجے میں ساس بہو، بھانج اور نندوں کے جھگڑے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان جھگڑوں کے نتیجے میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔

خوب سمجھ لیجئے اگر والدین کو خدمت کی ضرورت ہے تو لڑکے کے ذمہ واجب ہے کہ وہ خود ان کی خدمت کرے؛ البتہ اس لڑکے کی بیوی کی سعادت مندی ہے کہ وہ اپنے شوہر کے والدین کی خدمت بھی خوش دلی سے اپنی سعادت اور باعث اجر سمجھ کر

انجام دے؛ لیکن لڑکے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی بیوی کو اپنے والدین کی خدمت کرنے پر مجبور کرے، جب کہ وہ خوش دلی سے ان کی خدمت پر راضی نہ ہو، اور نہ والدین کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی بہو کو اس بات پر مجبور کریں کہ وہ ہماری خدمت کرے، لیکن اگر وہ بہو خوش دلی سے اپنی سعادت مندی سمجھ کر اپنے شوہر کے والدین کی جتنی خدمت کرے گی انشاء اللہ اس کے اجر میں بہت اضافہ ہوگا، اس بہو کو ایسا کرنا بھی چاہیے؛ تاکہ گھر کی فضا خوش گواری رہے۔

لیکن ساتھ ہی دوسری جانب ساس، سسر اور شوہر کو بھی یہ سمجھنا چاہیے کہ اگر یہ خدمت انجام دے رہی ہے تو یہ اس کا حسن سلوک ہے، اس کا حسن اخلاق ہے، اس کے ذمہ یہ خدمت فرض و واجب نہیں ہے، لہذا ان کو چاہیے کہ وہ بہو کی اس خدمت کی قدر کریں اور اس کا بدلہ دینے کی کوشش کریں، ان حقوق اور مسائل کو نہ سمجھنے کے نتیجے میں آج گھر کے گھر برباد ہو رہے ہیں، ساس بہو کی اور بھانج اور نندوں کی لڑائیوں نے گھر کے گھر اجاڑ دیے، یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے کہ ان حقوق کی وہ حدود جو نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائی ہیں، وہ ذہنوں میں موجود نہیں ہیں۔ (اصلاحی خطبات ۲/۴۱، ۴۲)

حضرات فقہاء نے یہاں تک فرمایا ہے کہ مرد کی بیوی اس کی ساس کے ساتھ رہنا پسند نہ کرے تو شرعاً اس کو علیحدہ رکھنے کا انتظام کرنا شوہر پر ضروری ہے۔

فان كان للرجل والدة أو اخت أو ولد من غيرها في منزلها، فقالت: صيرني في منزل علي حدة، كان لها ذلك (فتاویٰ قاضیخان علی ہامش الہندیۃ ۱/۴۲۸)

صورت مسئلہ میں والدین کے ناحق دباؤ کی وجہ سے طلاق دینا ضروری نہیں۔

فتاویٰ محمودیہ میں ہے: بیوی میں دینی، اخلاقی، معاشرتی کسی قسم کی خرابی نہیں اور وہ

اپنے شوہر کے والدین کو نہیں ستاتی؛ بلکہ ان کی خدمت کرتی اور ان کو خوش رکھتی ہے، ادھر شوہر کو یہ بھی اندیشہ ہے کہ اگر بیوی کو طلاق دیدی بیوی کی حق تلفی ہوگی، تو ان مجموعی حالات کے پیش نظر طلاق نہیں دینی چاہیے، طلاق نہ دینے سے زید (شوہر) گنہگار نہیں ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ جدید میرٹھ ۱۸/۳۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## بیوی کو بہن کہنے کا حکم

**سوال:** ایک شخص نے اپنی بیوی کو غصہ اور جھگڑے اور شراب خوری میں اپنی بیوی کو بہن بہن دو مرتبہ کہہ دیا؛ لہذا شریعت کی رو سے کیا حکم ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

صورتِ مسئلہ میں شوہر کے اپنی بیوی کو بہن کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی؛ البتہ بیوی کو ایسا کہنا مکروہ ہے۔

أو حذف الكاف لغا (در مختار) ومثله أن يقول لها يا بنتي أو يا أختي ونحوه اه (شامی ۲/۶۲۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۳ / رجب المرجب ۱۴۱۱ھ

## شوہر کے ظلم کی وجہ سے طلاق کا مطالبہ کرنا

**سوال:** ① زید نے اپنی لڑکی فاطمہ کا چند سال قبل محمد اعظم کے ساتھ نکاح کرایا، نکاح کے بعد لڑکے کی والدہ نے فاطمہ کو مارا جس کی وجہ سے حمل ساقط ہو گیا، اسی طرح ایک اور مرتبہ ہوا، پھر لڑکے کی والدہ دوسرے گھر میں منتقل ہو گئی، اب پانچ چھ

مرتبہ ایسا ہوا کہ بغیر کسی وجہ کے لڑکے کے بھائی نے فاطمہ کو مارا، یہاں تک ہوا کہ فاطمہ کو ہسپتال میں داخل کر کے خود گھر چلے، فاطمہ حاملہ تھی، فاطمہ کے گھر والوں کو پتہ چلا تو وہ فاطمہ کو اپنے گھر لے گئے، چند ایام ہی گزرے تھے کہ محمد اعظم کے گھر والوں نے دھمکی دی کہ: ہم فاطمہ کا سامان فروخت کر دیں گے، یہ خبر سن کر فاطمہ اپنے والد اور بھائیوں کو ساتھ لے کر اپنے شوہر کے گھر گئی، وہاں پر اعظم کے گھر والوں نے فاطمہ کے گھر والوں کو بہت سخت مارا یہاں تک کہ خون نکل آیا، اس دوران فاطمہ کا شوہر گھر پر نہیں تھا۔ موجودہ صورت کو سامنے رکھ کر یہ معلوم ہوا کہ فاطمہ اور اس کے گھر والے مظلوم ہیں؟ اب حالات یہاں تک پہنچے ہیں کہ دونوں کنبے میں ایک دوسرے سے بات تک نہیں کرتے، حدیث میں قطع تعلق کرنا سخت گناہ ہے، ان ہی حالات کو پیش نظر رکھ کر بتائیں اس وعید میں کون آتا ہے؟ فاطمہ تو مظلوم ہے، ظالم کے ساتھ بات نہ کرنا ہی اچھا ہے، موجودہ حالات میں کیا کرنا چاہیے؟ تفصیلی جواب مطلوب ہے۔

② موجودہ حالات کو سامنے رکھتے ہوئے بتائیں: اب چند ایام گزرے ہی تھے کہ فاطمہ کا شوہر گھر پر آ گیا، اس کو مطالبہ کیا طلاق کا، تو اس نے انکار کیا، اور خلع کرنے کو کہتے ہیں تو ایسی رقم دینے کا بولتا ہے جو لڑکی والے ادا نہیں کر سکتے، اب بتائیں کہ ہم کیا کریں؟

③ محمد اعظم نہ ہی طلاق دیتا ہے اور نہ خلع پر راضی ہوتا ہے، کہتا ہے کہ میں لڑکی کو اپنے گھر لے جاؤں گا، لڑکی کے گھر والے اس ظالمانہ حرکتوں کو دیکھتے ہوئے اب لڑکی کو اس کے ساتھ نہیں بھیجتے ہیں؛ بلکہ طلاق کا مطالبہ کرتے ہیں، لڑکے کے گھر والوں کی شرارتوں کی وجہ سے طلاق کا مطالبہ کرتے ہیں، ہر روز کا فتنہ فساد روکتے ہیں، پہلے



بھی دو تین مرتبہ فیصلہ ہوا کہ اب لڑکی کے ساتھ کوئی نہ بولے گا؛ مگر کچھ نتیجہ سامنے نہیں آیا، اب بتائیں کیا کریں؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

① فاطمہ کے شوہر اعظم کے لیے ضروری ہے کہ وہ فاطمہ کے لیے الگ رہائشی مکان کا نظم کرے، اس کا اپنی بیوی فاطمہ کو بار بار کے تجربے کے باوجود اپنے گھر والوں کے رحم و کرم پر چھوڑنا ظلم اور گناہ ہے۔

② ③ فاطمہ کے گھر والوں کو چاہیے کہ وہ فاطمہ کی طلاق کا مطالبہ کرنے کے بہ جائے یہ مطالبہ کریں کہ: فاطمہ کا شوہر فاطمہ کو الگ مکان میں (جہاں اعظم کے رشتے داروں کا کوئی عمل دخل نہ ہو) رکھے، اگر اعظم اس حق کو ادا نہ کرے تو حق زوجیت کی ادائیگی سے قاصر ہونے کی وجہ سے خود اس کو چاہیے کہ وہ فاطمہ کو طلاق دے کر الگ کر دے۔ فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان.

اس صورت میں اس کا خلع کے لیے رقم کا مطالبہ کرنا؛ بلکہ بڑی رقم کا مطالبہ کرنا جس کی ادائیگی سے عورت قاصر ہو، جائز و حلال نہیں ہے۔

وكره تحريماً أخذ شيء، ويلحق به الإبراء عما لها عليه (إن نذر)  
(در مختار) قوله وكره تحريماً أخذ شيء) أي قليلاً كان أو كثيراً، والحق  
أن الأخذ إذا كان النشوز منه حرام قطعاً؛ لقوله تعالى: فلا تأخذوا منه  
شيئاً إلخ (شامي ٦٠٩/٢) فقط والله تعالى أعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۹ھ

الجواب صحیح: عباس داود بسم اللہ

## بیوی کو خط نہ پہنچے تو بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے

**سوال:** طلاقِ مغالطہ میں بیوی کو اطلاع ضروری ہے یا نہیں؟ مثلاً بیوی میکہ چلی گئی اس نے لکھ کر دیا کہ ۱۵ اردن کے اندر اگر گھر نہ آئی تو طلاق؛ مگر خط نہیں پہنچا تو خط نہیں پہنچنے کی وجہ سے بیوی کو معلوم نہیں ہوا، تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر اتنے ہی الفاظ لکھے ہیں جو سوال میں مذکور ہیں تو طلاق پڑ گئی، اگر اور کچھ بھی لکھا تھا تو اس تحریر کی نقل بھیج کر معلوم فرمائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۸ شعبان ۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: عباس دادوہم اللہ

## جھگڑے کی وجہ سے عورت کو معلق چھوڑ دینا کیسا ہے؟

**سوال:** ایک عالم اور حافظ مولانا ہے، جن کی بیوی کا جھگڑا شادی کے کچھ گزر جانے کے بعد ہوا، جس میں اپنے شوہر کی طرف سے جو کپڑے پہلی رات میں پہنائے جاتے ہیں اس عورت نے ان کو کمتر سمجھ کر نہیں پہنا، اس کے بعد کئی طرح کے آپس میں جھگڑے ہوتے رہے، یہاں تک کہ اس جھگڑے کے درمیان ان کا ایک لڑکا پیدا ہو گیا؛ لیکن آج اس عالم نے اس عورت سے بالکل تعلق توڑ دیا ہے، اور یہاں تک کہ اپنے گھر سے وہ ایک برس سے چلے گئے ہیں، اگر اس عورت کو طلاق دیتے ہیں تو ان کا سماج بندھن بہت ہی کڑا ہے، اور ان کی وجہ سے ان کی بہن اسی عورت کے خاندان

میں دی ہوئی ہے، ان کی چار اولاد ہیں، تو ان عالم صاحب کو خطرہ ہے کہ میری بہن کو یہ لوگ طلاق دیں گے، اور وہ عالم صاحب اس عورت سے بالکل تعلق رکھنے کا انکار کرتے ہیں؛ کیوں کہ ان کے گھر سے بڑی بدتمیز قسم کی عورت ہے، اس کی اگلی ایک بہن کو طلاق ہوئی ہے، اور دو بہنوں کا جھگڑا ایسا ہوا کہ سامنے والے مرد اپنے حقیقی ماں باپ کو چھوڑ کر ان عورتوں کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں، اور وہ عالم صاحب اس چیز کو ناپسند کرتے ہیں، جس کی وجہ سے عورت کی طرف سے کئی مرتبہ فتنہ ہو چکا ہے، تو اس درمیاں میں عالم صاحب کونسی چیز کو اختیار کر سکتے ہیں؟ وہ عورت کے ساتھ ان کی ازدواجی زندگی گزارنا بہت ہی مشکل ہے، اگر طلاق دیتے ہیں تو تکلیف ہوتی ہے؛ اس لیے برائے کرم آپ اس بات پر غور کر کے اس کا جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

عالم صاحب کو جو معاملہ درپیش ہے، اس کے دونوں پہلوؤں کے سامنے ہیں، ہر پہلو میں نقصان بھی اور فائدہ بھی ہے، اب یہ دیکھنا ہے کہ کون سے پہلو میں نقصان کم اور فائدہ زیادہ ہے؟ احقر کے نزدیک مناسب یہی ہے کہ اس عورت کے ساتھ نباہ کی سعی کی جائے، اس صورت میں لڑکے کی تربیت بھی ہو سکے گی، بہن کی ازدواجی زندگی پر جو خطرہ منڈلا رہا ہے وہ بھی دور ہو جاوے گا؛ البتہ خود کچھ باتیں اپنی طبیعت اور مزاج کے خلاف برداشت کرنا ہوں گی، اتنا مجاہدہ کر لیں۔ نباہ کے لیے اگر عورت کو علیحدہ رکھنا پڑے تو حالات والدین کے سامنے پیش فرما کر اس کی بھی ان سے اجازت لے لیں۔ اس وقت ایک سال سے گھر چھوڑ رکھا ہے، اس میں عورت کے ساتھ والدین و اولاد

کے حقوق ضائع نہیں ہو رہے ہیں؟ اور یہ فرار والا مزاج کہاں تک ساتھ دے گا؟ معاشرہ میں پیش آنے والی مشکلات اور دشواریوں پر سنجیدگی سے غور و فکر کر کے مناسب حل نکالنا یہی اصل طریقہ ہے، شتر مرغ کی طرح ریت میں سر چھپا لینے سے آیا ہوا طوفان ٹل نہیں جاتا؛ اس لیے وہ عالم صاحب اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں اور صبر و تحمل سے کام لے کر ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کا اہتمام کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں وہ مقلب القلوب ہے، بیوی کی تربیت اور ذہن سازی پر بھی توجہ دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۲۰/۲ ذوالقعدہ ۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

## باب التفویض والتعلیق

تفویض طلاق کے بعد بھی ایقاع طلاق کا حق ہے

**سوال:** الحیلۃ الناجزۃ ص: ۳۸ پر لکھا ہوا ہے کہ: شوہر کو تفویض طلاق کے بعد اس تفویض سے رجوع کرنے کا حق نہیں رہتا، پوچھنا یہ ہے کہ مدت تفویض طلاق کے دوران شوہر کو ایقاع طلاق کا حق رہے گا یا نہیں؟ یعنی تفویض کے بعد شوہر کسی جاگز وچر پر حسب سابق خود ہی طلاق دے سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

تفویض طلاق کے بعد مدت تفویض میں شوہر کو ایقاع طلاق کا حق رہتا ہے وہ ختم نہیں ہوتا۔

في التنوير: ويقع طلاق كل زوج عاقل بالغ ولوعبدا أو مكرها أو هازلا أو سفیها أو سكران، إلخ. وفي الدر: بقي لو طلقها بائنا هل يبطل أمرها؟ إن كان التفویض منجزا نعم، وإن معلقا كإن دخلت الدار فأمرک بيدك أو موقتا لا، عمادية. إلخ قال الشامي (قوله بقي لو طلقها بائنا إلخ) قيد بالبائن؛ لأنه لو طلقها رجوعيا بقي أمرها قولاً واحداً إلخ (الدر المختار مع الشامي ٥٥٠/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری ۱۵ ارذوالحجہ الحرام ۱۴۱۹ھ

## ایقاع طلاق کو مشروط کرنا

**سوال:** ایقاع طلاق زوج کو چند شرائط کے ساتھ مشروط کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس لیے کہ اکثر شوہر بلاوجہ طلاق بول یا لکھ دیتے ہیں اور پچھتاتے ہیں، اور برحال تو بیچاری بیوی کا ہوتا ہے، یعنی اس کا گناہ اسے برداشت کرنا پڑتا ہے؛ لہذا حفظ ما تقدم کے طور پر اگر بہ وقت نکاح ایسی تحریر لکھائی جائے جس میں چند شرائط اور گواہوں کا تذکرہ ہو، کہ شوہر شرط مذکور کے پائے جانے پر ہی بعد تصدیق گواہان طلاق دے سکتا ہے؛ ورنہ اس کی لفظی یا تحریری طلاق کا عدم قرار دی جائے گی، نیز کیا عورت یہ شرط لگا سکتی ہے کہ شوہر دوسرا نکاح نہیں کرے گا؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

یہ درست نہیں ہے، اگر ایسا کیا گیا تب بھی شوہر کا حق ایقاع طلاق مقید و مشروط نہیں ہوگا۔

لأنه نوع من الحجر، ولا يحجر حرم مكلف بسفه وفسق ودين إلخ.

كما هو مبسوط في كتب الفقه من كتاب الحجر. فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری ۱۵ ارذوالحجہ المحرم ۱۴۱۹ھ

سرکاری کارروائی نہ کرنے یا نکاح ثانی کرنے کی شرط پر

## طلاق دینا

سوال: ① زید نے اپنی زوجہ سے کہا کہ میں تم کو تین طلاق دیتا ہوں بشرطیکہ آئندہ نہ تم کوئی کارروائی کرو، نہ میں کروں گا (کارروائی سے مراد سرکاری عدالت ہے)۔  
② بکمر نے اپنی زوجہ سے کہا کہ میں تم کو اس شرط پر طلاق دیتا ہوں کہ تم آئندہ کسی سے نکاح ثانی کرلو، (تا کہ در بدر بھٹکنے کا اتفاق نہ ہو)۔

دونوں صورتوں میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں اور اگر ہوگی تو کونسی؟ دونوں صورتوں میں شرط و مشروط دونوں ایک دوسرے کے اوپر موقوف ہے، پہلی صورت میں شرط غیر محدود ہے لہذا اس کو تادم حیات مانا جاسکتا ہے تو تادم حیات وہ کس صورت میں ہوگی اور کہاں رہے گی؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

مسئلہ دونوں صورتوں میں مسئلہ کی نوعیت یکساں ہے، یہ مسئلہ مشائخ احناف کے درمیان مختلف فیہ ہے، بعض حضرات فوری طور پر وقوع طلاق کے قائل ہیں اور شرط کو لغو قرار دیتے ہیں، بعض حضرات صحت تعلیق کے قائل ہیں اور شوہر یا بیوی میں سے کسی ایک (جو پہلے وفات پا جائے) کے آخری لمحہ زندگی میں وقوع طلاق کے قائل ہیں،

اور بعض حضرات اس کے بھی قائل ہیں کہ اگر بیوی قسمیہ طور پر اپنے اس ارادہ کا یقین دلادے کہ میں معاملہ عدالت میں نہیں لے جاؤں گی یا دوسرا نکاح کر لوں گی تو طلاق واقع ہوگی، ورنہ نہیں۔ علامہ گازرونی نے پہلے قول کو راجح قرار دیا ہے۔

(شامی ۲/۵۳۶، فتاویٰ کاملیہ/۲۷)

علامہ رافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: والاظہر ان التعلیق صحیح، وتطلق فی آخر جزء من حیاتها، وہی علی عصمتہ۔ (تقریرات الرافعی علی الشامی ۱/۲۲۳) قوی یہ ہے کہ تعلیق صحیح ہے اور عورت کے آخری لمحہ حیات میں طلاق واقع ہوگی، اس وقت نکاح باقی ہے۔

صورت مسئولہ میں پہلی صورت میں احتیاط یہ ہے کہ اس عورت کو چھوڑ دے، اور دوسری صورت میں اگر رکھنا چاہتا ہے تو درمیان عدت رجوع کر لے اور بعد انقضائے عدت تجدید نکاح کر لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۱۳/ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ

”رمضان سے پہلے شادی نہ ہوئی تو وہ عورت میرے لیے

حرام ہے“ کے الفاظ سے قسم کھانا

**سوال:** ایک شخص نے قسم کھائی اس بات پر کہ اس کی منگنی ایک عورت کے ساتھ ہو چکی تھی اور نکاح نہ ہوا تھا، پھر اس شخص نے چند لوگوں کی حاضری میں جذبات میں آ کر قسم کھائی کہ رمضان سے پہلے اس عورت کے ساتھ اگر میری شادی نہ ہوئی تو وہ عورت میرے لیے حرام۔ جب اس لڑکی کے والدین کو خبر ہوئی تو رمضان کے ایک

دن پہلے شام کو پانچ چھ بجے صرف نکاح پڑھا دیا، اور رخصتی نہیں ہوئی اور رخصتی ایک سال کے بعد ہوئی تو وہ عورت اس لڑکے لے لیے حلال ہے یا حرام؟ مفصل حوالہ کے ساتھ برائے کرم جواب تحریر فرمائیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

صورتِ مسئلہ میں وہ عورت اس کے لیے حلال ہے اور یہ تعلیق صحیح نہیں۔

قال في التنوير: (شرطه الملك) (كقوله لمنكوحته) (ان ذهبت فانت طالق، او الاضافة اليه) أو إن (نكحتك فانت طالق).

قال الشامي: (قوله او الاضافة اليه) بان يكون معلقاً بالملك كما مثل وكقوله ان صرت زوجة لي او بسبب الملك كالنكاح اى التزوج. الخ (شامی ۲/ ۵۳۶، ۵۳۷)

وفي الصورة المذكورة علق الطلاق بعدم التزوج فافهم وتدبر. فقط والله تعالى اعلم۔

حرره: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۴ / ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ

## ماں کے گھر جانے پر شرطی طلاق

**سوال:** یوسف نے اپنی بیوی سلمہ سے کہا: ”اگر تو میری اجازت کے بغیر تیری ماں کے گھر جائے گی تو تجھے تین طلاق ہے“ جب کہ یہ بات پورے گاؤں والوں نے جان لی کہ یوسف نے اپنی بیوی کو شرطیہ طلاق پر روک رکھا ہے، لیکن شرط لگانے کے وقت کوئی شرعی گواہ نہیں ہے، بعد میں اسماعیل اور الیاس دو آدمیوں نے اس سے کہا کہ تو نے اپنی بیوی سلمہ کو کیوں روک رکھا ہے؟ اس کی ماں کے گھر ملنے جانے دے، پھر



یوسف نے کہا: کہ ہاں میں اپنی بیوی کو اپنے گھر جا کر اس کی ماں کے گھر جانے کے لیے اجازت دیتا ہوں؛ لیکن یوسف نے اپنے گھر جا کر سلمہ کو اس کی ماں کے گھر جانے کی اجازت نہیں دی، اپنے گھر جا کر خاموش رہا، اس کے بعد دوسرے دن اسماعیل والیاس دونوں پھر سے ملے، اور یوسف سے کہا کہ تو نے تیری عورت سلمہ کو اس کے ماں کے یہاں جانے کی اجازت دی؟ یوسف نے کہا کہ ہاں اجازت دے دی، اس کے بعد یوسف نے گھر جا کر اجازت نہیں دی، اور سلمہ کو مار پیٹ کرنے لگا، اور کہنے لگا میں نے طلاق کے بارے میں تجھ کو کہا، وہ دوسروں کو کیوں کہہ دیا؟ سلمہ اس وقت فوراً اپنے ماں کے گھر چلی گئی بغیر اجازت شوہر کے، تو مذکورہ صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

صورتِ مسئلہ میں یوسف کی بیوی سلمہ پر تین طلاق واقع ہو کر وہ اس کے حق میں حرامِ بجزرتِ مغالطہ ہوگئی۔

إنما يصح في الملك، كقوله لمنكوحة: إن زرتِ فأنت طالق، أو مضافاً إليه، أي إلى الملك كان نكحتك فأنت طالق، فيقع بعده أي يقع الطلاق بعد وجود الشرط، وهو الزيارة في الأول الخ (تبين الحقائق ۲/ ۲۳۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۵ / ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد۔ بسم اللہ عفی عنہ

”جب بھی شادی کروں تو طلاق“ کہنا

**سوال:** اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ جب بھی میں شادی کروں تو میری بیوی کو

طلاق ہے، پھر جب شادی کی تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ نیز اگر کوئی شخص یہ کہے جب میں شادی کروں تو میری بیوی کو طلاق، ان دونوں مسئلوں میں کیا فرق ہے؟ جواب تحریر فرمائیں؛ نیز شادی کی کیا صورت ہے؟

(الجواب): حامداً ومصلياً ومسلماً

اردو زبان میں ”جب“ ظرف کا معنی دیتا ہے، اور ساتھ ہی یہ شرط کا فائدہ بھی دیتا ہے، بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب اپنی کتاب ”اردو قواعد“ میں تحریر فرماتے ہیں: ”جب اول بمعنی جس وقت، جیسے: جب میں آؤں تو انہیں اطلاع کر دینا“ (۲۸۹) اور جب کے ساتھ ”بھی“ کا اضافہ کر دینے سے اس میں تاکید پیدا ہوتی ہے، یعنی معنی وہی رہتا ہے؛ البتہ اس میں زور اور قوت بڑھتی ہے، چنانچہ کتاب مذکور میں ہے ”ہی“ کی طرح ”بھی“ انہیں الفاظ کے متصل آتا ہے، جن پر زور دینا مقصود ہوتا ہے۔ (۳۳۶) اس لیے ”جب“ اور ”جب بھی“ کا استعمال اردو زبان میں ایسا ہی جیسا ”متی“ اور ”متی ما“ کا استعمال عربی زبان میں ہوتا ہے، اور ان دونوں الفاظ کے متعلق ”کنز الدقائق“ میں تصریح ہے کہ: ”ففيها إن وجد الشرط انتهت اليمين. (كنز الدقائق)

اس کی شرح فرماتے ہوئے علامہ ابن نجيم رحمته اللہ علیہ رقمطراز ہیں: أي في الفاظ الشرط إن وجد العلق عليه انحلت اليمين وحث وانتهت؛ لأنها غير مقتضية للعموم والتكرار لغة، فبوجود الفعل مرة يتم الشرط. الخ“ (بحر الرائق؛ ۱۰)

اس لیے مسئلہ دونوں صورتوں میں وہ آدمی جب شادی کرے گا اس کی بیوی پر

طلاق واقع ہو کر اس کی یمین ختم ہو جاوے گی، اب اگر ایک طلاق کی تصریح کی تھی یا مطلق طلاق بولا تھا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو حلالہ کی ضرورت نہیں، نکاح ثانی کر سکتا ہے، اور اگر تین طلاق کی تصریح کی تھی تو بغیر حلالہ نکاح ثانی نہیں کر سکتا ہے۔ شادی کی صورت یہ ہے کہ کوئی فضولی اس کا نکاح کر دے، اور یہ اس کی تولاً اجازت نہ دے؛ بلکہ فعلاً اجازت دے دے، مثلاً عورت کے پاس مہر (مغل) بھیج دے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۲/۳۹۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۳/ صفر ۱۴۱۰ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## جب بھی شادی کروں تو طلاق

**سوال:** کچھ سال پہلے ایک طالب علم نے ایک جگہ پر تراویح کی جگہ تلاش کی، جب وہ طالب علم وہاں پر پہنچا تو اس کا امتحان لیا گیا اور اس کو وہیں پر رکھنے کو کہا گیا؛ لیکن کوئی جواب نہ دیا، اب وہ طالب علم اس پس و پیش میں تھا کہ اس کو منتخب کر لیا گیا، اب وہ ایسا عہد کرتا ہے کہ اگر میں اس بقرعید تک تین روزے نہ رکھوں تو جب بھی میں شادی کروں میری بیوی کو طلاق ہے، اب یہ جب مدرسہ میں پہنچا تو روزے تو رکھے؛ لیکن اس کو تمام نہ کر سکا؛ بلکہ ایک ہی روزہ رکھ سکا، دراصل حالیکہ اس کو کوئی شرعی عذر بھی نہ تھا، تو اب اس کے لیے کوئی شادی کرنے کی گنجائش ہے؟ کیا وہ شادی کر سکتا ہے؟ اگر کر سکتا ہے تو کیا اس کی بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی؟ اگر طلاق واقع ہوگی تو کونسی طلاق واقع ہوگی؟ جس وقت تلمیذ مذکور نے نیت کی اس وقت نہ تو اس کی شادی

ہوئی تھی اور نہ ہی اس کی منگنی ہوئی تھی۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

اس طالب علم نے یہ عہد جو کیا تھا اگر دل میں ہی کیا تھا، زبان سے یہ الفاظ ادا نہیں کیے تھے، تب تو شادی کرنے سے اس کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ اور اگر زبان سے بھی یہ الفاظ ادا کیے تھے تو جب شادی کرے گا، اس کی بیوی پر ایک طلاق فوراً واقع ہو جائے گی، چوں کہ یہ طلاق دخول سے قبل واقع ہو رہی ہے؛ اس لیے طلاق پڑتے ہی وہ عورت اس کے نکاح سے نکل جاوے گی، عدت نہیں ہے، اب وہ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے، اور اس نکاح کے بعد اس کو صرف دو طلاق کا اختیار رہے گا، یعنی دو طلاق سے اس کی بیوی (پہلی طلاق کے ساتھ ملا کر) اس پر حرام بہ حرمتِ مغلفہ ہو جائے گی۔ یہ یاد رہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب کہ اس نے طلاق کے ساتھ تین کا عدد نہ کہا ہو، اگر تین کا عدد بھی ساتھ میں کہا ہے تو تین طلاق پڑ جائے گی، اور اس کے ساتھ دوبارہ نکاح بغیر شرعی حلالہ کے درست نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۳۰ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

وقوع شرط کے بعد منسوبہ پر طلاق واقع نہیں ہوتی

سوال: زید اور خالد دونوں آپس میں دوست ہیں، اور دونوں کے دونوں شرابی

ہیں، ایک دن دونوں آپس میں وعدہ کرتے ہیں کہ ہم نے آج ہی سے شراب کو ترک کر دیا؛ لیکن کچھ دنوں کے بعد پھر سے شراب پیتے ہیں، ایسا بہت سی مرتبہ ہوتا ہے کہ

شراب پیتے ہیں اور اس کے بعد شراب کے ترک کا وعدہ کرتے ہیں، آخر ایک دن زید نے سوچا کہ طلاق کی قسم کھالوں تب جا کر میرے سے شراب ترک ہوگی، اخیر میں زید نے قسم کھالی کہ اگر میں شراب پیوں تو میری بیوی ہندہ کو طلاق، پھر کچھ دنوں کے بعد زید نے شراب پی لی، اس صورت میں کیا طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہوگی تو کتنی؟ اگر نہیں واقع ہوگی تو کیوں نہیں واقع ہوگی؟ مدلل جواب دیجیئے۔

نوٹ: زید کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی تھی، ہاں منگنی ہو چکی تھی، اور جس کے ساتھ منگنی ہوئی تھی اس کو کبھی نہ دیکھا تھا، اور نہ جانتا تھا، اور نہ پہچانتا تھا، ہاں اس کا نام لوگوں سے سنا تھا کہ اس کا نام ہندہ ہے، اس کی ماں کو بھی نہیں دیکھا تھا، ہاں باپ کو دیکھا تھا صرف دو تین مرتبہ، پھر دو مہینہ کے بعد زید کی شادی اسی لڑکی ہندہ سے ہوگی۔ ہوشیار: منگنی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسی لڑکی سے شادی کرنا؛ بلکہ جانین کو سکون ملتا ہے اس بات کا کہ لڑکی یا لڑکا ڈھونڈنا نہیں پڑے گا، ہاں جانین کو اختیار ہے اس بات کا کہ جب چاہے منگنی توڑ سکتے ہیں، اس میں کوئی شرم کی بات نہیں۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

صورتِ مسئلہ میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔

در مختار میں ہے: شرطه الملك حقيقة او حكما، ولو حكما كقوله لمنكوحته أو معتدته ان ذهب فانت طالق، أو الاضافة إليه ای الملك الحقيقي الخ (در مختار علی هامش الشامی ۲/ ۵۳۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۶/ رجب ۱۴۰۸ھ

## ”تیرے علاوہ سے نکاح کروں تو طلاق“ کہنے کا حکم

**سوال:** زید نے زینب سے خدا کی قسم کھاتے ہوئے کہا کہ اگر میں نے تیرے علاوہ کسی اور سے نکاح کیا تو اسے طلاق، تو زید نے زینب کے علاوہ کسی اور سے نکاح کیا تو وہ اس کے نکاح میں باقی رہے گی یا نہیں؟ اگر باقی نہیں رہے گی تو دوسری سے نکاح کرنے کی کیا شکل ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر زید نے یہی کہا ہے جو سوال میں مذکور ہے، یعنی اگر میں نے تیرے علاوہ کسی سے نکاح کیا تو اسے طلاق، تو زید جب زینب کے علاوہ کسی اور سے نکاح کرے گا، اس عورت کو ایک طلاق واقع ہو جائے گی، اور چوں کہ یہ طلاق دخول سے پہلے واقع ہو رہی ہے، اس لیے اسی وقت وہ عورت بائن ہو جائے گی، اس کے بعد اس عورت سے یا دوسری عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔

فيها كلما تدخل أي تبطل اليمين ببطان التعليق إذا وجد الشرط مرة (درمختار) (قوله: تبطل اليمين) أي تنتهي وتتم وإذا تمت حنث فلا يتصور الحنث ثانياً (شامی ۲/ ۵۶۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۱۸/ ذوالحجۃ الحرام ۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

## تعلیق طلاق کے بعد اس کام کی اجازت دینے سے وقوع طلاق

**سوال:** زید نے اپنی زوجہ کو کہا کہ: ”اگر تو فلاں فلاں گاؤں گئی یا تیرے بچوں

میں سے کوئی گیا تو تجھے طلاق، طلاق، طلاق“ اس کے اس کلام کے بعد اس کی بیوی اور بچے اس شہر جاتے ہیں، اور طالق ان کو جانے کی اجازت دیتا ہے، تو کیا اس کی یہ اجازت طلاق کے وقوع پر اثر انداز ہوگی؟ اگر نہیں تو کیا علمائے اسلام کے پاس اس شکل سے نکلنے کا کوئی حل ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

زید کا اپنی زوجہ کو یہ کہنا کہ ”اگر تو فلاں فلاں گاؤں گئی یا تیرے بچوں میں سے کوئی گیا تو تجھے طلاق طلاق طلاق“ اپنی بیوی کی طلاق کو فلاں فلاں گاؤں میں اس بیوی یا اس کی اولاد میں سے کسی کے جانے پر معلق کرنا ہے، یہ تعلیق طلاق کہلاتا ہے جو بحکم یمین ہے۔

در مختار میں ہے: اليمين لغة: القوة، وشرعاً: عبارة عن عقد قوى به عزم الحالف على الفعل أو الترك فدخل التعليق فإنه يمين شرعاً (در مختار ۳/ ۴۸، ۴۹)

اور اس یمین کا حکم یہ ہے کہ شرط کا تحقق ہونے پر طلاق واقع ہو جائے گی۔  
وأما الحكم هذا اليمين: فحكمها واحد وهو وقوع الطلاق أو العتاق المعلق بالشرط. (بدائع الصنائع ۳/ ۳۰)

اس لیے بیوی اور بچے چاہے شوہر کی اجازت سے اس شہر جائیں یا اس کی اجازت کے بغیر جائیں؛ بہر صورت اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو جائے گی، اس کے شوہر کے لیے طلاق مغالطہ سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دے، اس کے بعد جب عدت گزر جائے تب وہ عورت اور اس کے بچے اس

شہر کو جائیں، اس کے بعد وہ مرد اس عورت سے نکاح کر لے؛ البتہ یہ یاد رہے کہ آئندہ اب اس عورت کو صرف دو طلاق دے سکتا ہے۔

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقاً؛ لكن إن وجد في الملك طلقت وعتق وإلا لا فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار أن يطلقها واحدة، ثم بعد العدة تدخلها، فتنحل اليمين فينكحها. (درمختار علی هامش الشامیة، باب التعلیق ۲ / ۵۱۴، ۵۱۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۳ / جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ

”اگر تم اپنے میکہ جاؤ گی تو سمجھ لینا“ کہنے سے طلاق

**سوال:** فرید نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا: ”اگر تم اپنے میکہ جاؤ گی تو سمجھ لینا“ اور اس سے مراد طلاق تھی؛ لیکن کلمہ شرط زبان سے ادا نہیں کیا، پھر ہندہ اپنے میکہ چلی گئی تو کیا ایسی صورت میں ہندہ کو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

سمجھ لینا لفظ کا استعمال اردو زبان میں طلاق کے لیے نہیں ہوتا ہے، اس لیے اس کا شمار کنایات طلاق میں نہ ہونے کی وجہ سے نیت کے باوجود زید کی بیوی ہندہ پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

وماکان بالفارسیة من الألفاظ ما يستعمل في الطلاق وفي غيره فهو من کنایات الفارسیة، فيكون حكمه حكم کنایات العربیة في جميع الأحكام کذا في البدائع (فتاویٰ عالمگیری ۱ / ۳۷۶)

سئل في رجل قال لزوجته: ”أنت على مانويت“ هل يقع عليها



الطلاق أم لا؟ (أجاب) لا يقع عليه الطلاق، إذ هذا اللفظ ليس من الصريح ولا من الكناية. (فتاویٰ خیرہ ۱/ ۳۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۸ / رجب المرجب ۱۴۱۲ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## طالب علم کا امتحان میں ناکامی پر طلاقِ مخطوبہ کو معلق کرنا

**سوال:** اسکول کے چار طلبہ دسویں کلاس کا امتحان دے چکے، نتیجہ آنے سے پہلے ان میں آپس میں گفتگو ہوئی: ایک نے کہا: ہم اگر ناکام ہوئے تو کیا کریں گے؟ دوسرے نے کہا: میں ناکام ہوا تو جس لڑکی سے میری منگنی ہوئی ہے اس سے میں شادی کروں تو طلاق، باقی ساتھیوں نے کہا: لیبیک ہم تیار ہیں۔ تو ان سب کی جو جو مخطوبہ ہے ان سے نکاح کرنے پر ہر ایک پر طلاق کا وقوع ہوگا؟ یا صرف صریح طلاق کا لفظ (والاجملہ) استعمال کرنے والے کی بیوی کو طلاق ہوگی؟ انہیں لڑکیوں سے نکاح کی کیا صورت ہوگی؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

صورتِ مسئلہ میں جس طالب علم نے صراحۃً تعلیق کا استعمال کیا اس کے حق میں تو اس تعلیق کے درست ہونے کی وجہ سے اگر وہ اپنی مخطوبہ سے نکاح کرے گا تو ایک طلاق واقع ہو جائے گی، چونکہ عقد نکاح کے فوراً بعد اس طلاق کا وقوع ہوگا، اس لیے قبل الدخول ہونے کے وجہ سے فوراً وہ عورت اس کے نکاح سے نکل جاوے گی اور عدت نہ ہونے کی وجہ سے رجوع نہیں کر سکے گا؛ البتہ تجدید نکاح ہو سکتی ہے، اس

طالب علم کے دوسرے رفقاء کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

ویدستدل علیہ بما فی العالمگیریۃ رجل قیل له ”ایں فلانہ زن تو ہست؟“ فقال: ”ہست“ ثم قیل له: ایں زن تو سہ طلاق ہست؟ فقال: ہست، وهو یزعم أنه لم یسمع قوله سہ طلاق وإنما سمع ایں زن تو ہست قالوا لا یصدق قضاء الخ. (۳۰۶/۱) هذا ما عندی. فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## تین طلاق معلق سے بچنے کی صورت

**سوال:** ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ تو نے تیرے مال کی زکوٰۃ نکالنے کو کہا تو تجھ کو تین طلاق (عورت صاحبہ نصاب ہے) کیا بھول سے ادا ہو سکتے ہیں؟ تو آپ مہربانی فرما کر کوئی مسئلہ بتائیں کہ مال عورت کے پاس رہے اور مذکورہ الفاظ سے طلاق واقع نہ ہو، مذکورہ الفاظ بغیر نیت کے غصہ سے نکل گئے تھے۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

شرعاً شوہر کو طلاق دینے کا اختیار ہونے کے باوجود بلا وجہ شرعی طلاق دینا سخت ناپسندیدہ اور مذموم ہے، غصہ میں بھی حدود شریعت کی پاسداری ضروری ہے، صورت مسئلہ میں آئندہ تین طلاق معلق کے وقوع سے بچنے کے لیے یہ تدبیر اختیار کی جاسکتی ہے کہ شوہر بیوی کو ایسی پاکی کی حالت میں جس میں اس کے ساتھ صحبت نہ کی گئی ہو ایک طلاق دے کر چھوڑ دے یہاں تک کہ عدت گزر جائے (یعنی دوران عدت رجوع نہ کرے) اس کے بعد (جب کہ عدت گزر جانے اور حق رجوع ختم ہو جانے کی وجہ

سے عورت اس کے نکاح سے بالکل یہ نکل چکی (عورت اپنے سابق شوہر کو اپنے مال کی زکوٰۃ نکالنے کو کہے چوں کہ اس وقت وہ عورت شوہر کے نکاح میں نہ ہونے کی وجہ سے) (وجود شرط کے باوصف) اس پر وہ تین طلاق واقع نہ ہوں گی۔

در مختار میں ہے: وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقاً؛ لكن إن وجد في الملك طلقت وعتق وإلا لا، فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار أن يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين فينكحها (در علی هامش الشامی ۲/ ۵۱۴، ۵۱۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## شادی پر تعلیق طلاق کا حل

**سوال:** ایک شخص نے قسم کھاتے ہوئے یہ کہا کہ: ”جس عورت سے میں شادی کروں گا اسے تین طلاق“ (یہ بات اس نے تنہائی میں کہی تھی اور بعد میں اقرار کیا) اب وہ نادم ہے اور شادی کرنا چاہتا ہے، آپ کی خدمت میں گزارش یہ ہے کہ ایسے شخص کے لیے اب شادی کرنے کا کیا راستہ ہے؟ امداد الفتاویٰ ۲/ ۴۴۳ پر جو صورت لکھی ہے کہ فضولی اس شخص کا نکاح کر دے اور یہ شخص اجازت بالقول سے نافذ نہ کرے؛ بلکہ اس عورت سے جا کر صحبت کر لے۔ (یعنی بالفعل نافذ کر لے) اس صورت کے علاوہ نکاح نافذ کرنے کی اور کوئی صورت ہو تو تحریر فرمائیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

آپ نے امداد الفتاویٰ کے حوالہ سے جو الفاظ نقل فرمائے ہیں بعینہ عبارت تو مجھے امداد الفتاویٰ میں نہیں ملی؛ البتہ یہ حقیقت ہے کہ اس صورت میں یہ آدمی قول سے

اجازت نہ دیتے ہوئے فعل سے اجازت دے تو نکاح درست ہو جائے گا؛ لیکن بالفعل اجازت دینے کی جو صورت آپ نے اپنے سوال میں تحریر فرمائی ہے اس کو فقہاء نے مکروہ کہا ہے، اس لیے بالفعل اجازت دینے کی دوسری صورت اختیار کرے، مثلاً فضولی نے اپنے طور پر اس کا نکاح کرایا ہے، اس میں جو مہر مقرر کیا ہے وہ پورا یا اس کا کچھ حصہ بھیج دے، ایسا کرنے سے بھی نکاح نافذ ہو جائے گا۔

در مختار میں ہے: ”حلف لا یتزوج فزوجہ فضولی“ فأجاز بالقول حنث، وبالفعل ومنه الكتابة خلافاً لأبي سماعة لا یحنث، به یفتی خانیاة (در علی هامش الرد ۳۰/ ۱۰)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اس پر حاشیہ تحریر فرماتے ہیں:

(قوله فأجاز بالقول) كرضیت و قبلت نهر و فی الحاوی الزاهدی: لو هتاه الناس بنكاح الفضولی فسكت فهو اجازة (قوله حنث) هذا هو المختار كما فی التبیین وعلیه أكثر المشائخ و الفتویٰ علیہ كما فی الخانیاة، و به اندفع ما فی جامع الفصولین من أن الأصح عدمه بجر (وقوله و بالفعل) كبعث المهر أو بعضه بشرط أن یصل إليها، وقیل: الوصول لیس بشرط نهر و كتقبیلها بشهوة و جماعها؛ لكن یكره تحریمها لقرب نفوذ العقد من المحرم بجر قلت: فلو بعث المهر أولاً لم یكره التقبیل و الجماع لحصول الإجازة قبله (قوله و منه الكتابة) ای من الفعل ما لو أجاز بالكتابة لما فی الجامع حلف لا یكلم فلانا أولاً یقول له شیئا فكتب إليه كتابا لا یحنث و ذكر ابن السماعة أنه یحنث نهر (قوله و به یفتی) مقابله ما فی جامع الفصولین من أنه لا یحنث بالقول

کما مر فکان المناسب ذکره قبل قوله وبالفعل أفاده ط (شامی ۳/ ۱۰۷)

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب رحمہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ”اگر کوئی شخص نکاح نہ کرنے کی قسم کھائے، مثلاً اس طرح کہے کہ اگر میں نکاح کروں تو میری بیوی کو طلاق یا جب نکاح کروں تو میری بیوی کو طلاق، تو اس سے خلاصی کی صورت ہے کہ اس کا کوئی دوسرا دوست اس کا نکاح کسی عورت سے کر دے اور اس کی طرف سے خود قبول کر لے، پھر آکر اس سے کہے کہ میں نے تمہارا نکاح فلاں عورت سے کر دیا، ایک انگٹھی بطور مہر معجل لاؤ اور وہ انگٹھی خاموشی سے دے دے، زبان سے کچھ نہ کہے، اور یہ انگٹھی اس کی طرف سے اس عورت کو دے دے کہ یہ تمہارے شوہر نے بطور مہر معجل دی ہے، پس اس طرح قسم کھانے والے کی طرف سے یہ نکاح کی فعلاً اجازت ہوگی، اور قسم کی وجہ سے اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

(فتاویٰ محمودیہ ۱۱/ ۲۳۷)

اسی صورت کو ایک دوسری مثال کے ساتھ بھی حضرت فقیہ الامت نے تحریر فرمایا ہے۔ دیکھئے: فتاویٰ محمودیہ (۱۱/ ۱۷۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## نکاح سے پہلے تعلیق طلاق

سوال: ① زید اپنے ماموں عبد اللہ کے سامنے کہتا ہے کہ (میں قسم کھا کر کہتا ہوں اور لکھتا بھی ہوں کہ ماموں عبد اللہ اور ان کے لڑکوں کے خلاف بغاوت کر کے ان کے مخالفین سے مل کر تکلیف پہنچانے کی کوشش کروں تو میری گھر والی کو تین طلاق)

پھر کچھ مدت کے بعد زید کا نکاح اس کے ماموں عبداللہ کی لڑکی مریم سے ہو گیا، جس وقت زید نے قسم کھا کر شرطیہ تین طلاق کے الفاظ کہے تھے اس وقت زید کے نکاح میں کوئی عورت نہیں تھی، زید کے نکاح ہو جانے کے بعد اس نے اپنے ماموں عبداللہ اور ان کے لڑکوں کے خلاف بغاوت کر کے ان کے مخالفین سے مل کر تکلیف پہنچانے کی پوری کوشش کی تو اب سوال یہ ہے کہ زید کی بیوی پر شرعاً تین طلاق ہوگی یا نہیں؟

② زید کے دوسرے بھائی عمر نے اپنے ماموں عبداللہ کے سامنے مذکورہ الفاظ کہے تھے کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں اور لکھتا بھی ہوں کہ ماموں عبداللہ اور ان کے لڑکوں کے خلاف بغاوت کر کے ان کے مخالفین سے مل کر تکلیف پہنچانے کی کوشش کروں تو میری گھر والی کو تین طلاق، عمر نے جس وقت یہ الفاظ کہے تھے اس وقت اس کے نکاح میں ایک عورت ہندہ نامی تھی، عمر نے کچھ مدت کے بعد ہندہ کو تجیراً تین طلاق دے کر اس کو علیحدہ کر دیا، ہندہ کو طلاق دی اس وقت تک مذکورہ تین طلاق کی شرط پائی نہیں گئی تھی، پھر اس کے بعد عمر نے اپنے ماموں عبداللہ کی لڑکی حبیبہ سے نکاح کیا اور حبیبہ سے نکاح کے بعد مذکورہ تین طلاق کی شرط پائی گئی، اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں حبیبہ پر شرعاً تین طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

① قسم کھاتے وقت زید کی بیوی (مریم) اس کے نکاح میں نہیں تھی تو اس قسم کے خلاف کرنے سے کوئی طلاق نہیں ہوئی۔

ولا تصح اضافة الطلاق إلا أن يكون الحالف مالكاً أو يضيفه إلى ملك، والاضافة إلى سبب الملك كالزوج كالاضافة إلى الملك

الخ. (فتاویٰ عالمگیری ۱/۱۶۰)

② صورتِ مسئلہ میں عمر کی بیوی حبیبہ پر کوئی طلاق نہیں ہوئی؛ اس لیے کہ بوقتِ قسم وہ عمر کے نکاح میں موجود نہیں تھی۔ (حوالہ بالا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۱۵ / ذوالقعدہ ۱۳۱۸ھ

## نکاح سے پہلے تعلیق طلاق کا حکم

**سوال:** ایک غیر محصن آدمی نے یوں قسم کھائی تھی کہ فلاں کام نہیں کروں گا، اگر کروں تو میری عورت کو طلاق مغلظہ۔ پھر وہ کام ہو گیا، اب اس نے ایک عورت سے نکاح کیا جس کو مسئلہ کے مطابق طلاق مغلظہ واقع ہو گئی، پھر اس کو چھوڑ دیا، جماع وغیرہ کچھ نہیں کیا، اس نے دوسری عورت سے نکاح کیا، تو کیا اس سے نکاح صحیح ہو جائے گا؟ یا اس کو بھی طلاق مغلظہ واقع ہو گئی؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

آپ نے سوال میں ”غیر محصن آدمی“ لکھا ہے، اس سے آپ کی مراد ”غیر شادی شدہ آدمی“ ہے، اور اس نے بعینہ انہی الفاظ سے قسم کھائی جو سوال میں مذکور ہیں، یعنی: ”فلاں کام نہیں کروں گا، اگر کروں تو میری عورت کو طلاق مغلظہ“۔ اس کے بعد اس نے نکاح کیا اور وہ کام بھی اس سے ہو گیا، تب بھی جس عورت سے اس نے نکاح کیا تھا اس پر طلاق واقع نہیں ہوئی، اس لیے اس کو چھوڑ دینے سے وہ نکاح سے نکلی نہیں ہے؛ البتہ اگر کوئی جدید طلاق دی ہوگی تو وہ واقع ہو گئی، اسی طرح جس دوسری عورت سے نکاح کیا اس پر بھی طلاق واقع نہیں ہوئی۔ (شامی جلد دوم)

یہ یاد رہے کہ یہ حکم ان الفاظ کا ہے جو سوال میں مذکور ہیں، اگر الفاظ میں کچھ فرق ہو تو دوبارہ مسئلہ دریافت کر لیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنفی عنہ خانپوری، مؤرخہ ۱۳/۱۳/۱۴۱۲ھ

## جماع پر تین طلاق کو معلق کرنا

**سوال:** ایک آدمی نے اپنی بیوی کو یہ کہا کہ اگر میں تجھ سے جماع کروں تو تجھ پر تین طلاق ہو، اب وہ آدمی کوئی حیلہ اور مخلص کا طالب ہے کہ جماع بھی کروں اور طلاق بھی نہ ہو، تو ہم نے درمختار میں دیکھا تو معلق بدخول دار کا حیلہ ملتا ہے، جیسا کہ ”رد المحتار“ (دارالکتب ۳/۴۶۰) میں ہے: (مطلب زوال الملك لا يبطل اليمين)

اور ایک عالم صاحب نے اس حیلہ پر قیاس کر کے یوں کہہ دیا کہ ایک طلاق بائن دے کر عدت گزارنے کے بعد پھر نکاح کر لو اس کے بعد جماع بھی کر سکتے ہو اور معلق طلاق بھی نہ پڑے گی؛ لیکن بندہ کو خلیجان ہے کہ وہاں تو طلاق بائن کے بعد دخول دار یمین کھل جاتی ہے؛ لیکن صورتِ مسئلہ میں کیا ہم یمین کھلنے سے زنا کا حکم دیں گے؟ نعوذ باللہ! کیوں کہ طلاق بائن کے بعد تو ملک ختم ہو جاتی ہے، لہذا جناب عالی سے جو حکم ہوگا مبتلی بہ کو بتلایا جائے گا۔

## الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

درمختار میں جو حیلہ بتلایا گیا ہے وہ آپ کی صورتِ مسئلہ میں اس لیے جاری نہیں ہو سکتا کہ صورتِ مسئلہ میں شوہر نے تین طلاق کو جماع پر معلق کیا ہے، اور ظاہر ہے کہ حیلہ پر عمل کرتے ہوئے جب وہ اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دے، پھر عدت گزارنے کے بعد



جب وہ اس کے نکاح سے بالکل نکل جائے تو طلاقِ معلق کی شرط یعنی جماع یہاں وجود میں نہیں لائی جاسکتی، اس لیے کہ اب وہ عورت اس کے حق میں اجنبیہ بن چکنے کی وجہ سے اس کے ساتھ جماع کرنا اس کے لیے جائز نہیں رہا، عالم صاحب نے اس حیلہ کو قیاس کر کے جو تدبیر بتلائی ہے وہ یہاں پر جاری نہیں ہو سکتی، آپ کا خلیجان درست ہے، یمین کھولنے کے لیے زنا والی تدبیر بتلانا یا اس کا حکم دینا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاًہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۴ / صفر ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ الجواب صحیح: عبدالقیوم راجکوٹی

## ”اگر اس سال رخصتی نہ کرے تو طلاق“ کہنا

**سوال:** مجھے یہ واقعہ پیش آیا ہے کہ والدین نے میرا نکاح اٹھارہ سال پر میرے منع کرنے کے باوجود کر دیا ہے، فی الحال میرا کیسواں سال ہے، اور بیوی کی رخصتی (خلوتِ صحیحہ) صرف ایک ہی رات ہوئی تھی، اس کے بعد بات چیت تو جاری رہی ہے؛ لیکن خلوتِ صحیحہ کا موقع نہیں دیا گیا، نہ تو ملا ہے، تو پھر ایک مرتبہ یعنی گذشتہ گرمی کے موسم میں میں نے اپنی بھابھی سے یہ کہا کہ اگر اس سال رخصتی نہ کرے تو پھر طلاق، اور یہ بات میں نے اپنی والدہ کو کہنے کا بولا تھا؛ لیکن بھابھی نے والدہ کو یہ بات نقل نہیں کی۔ تو کیا اس سے طلاق واقع ہوگی تو کتنی ہوگی؟ اور میری اس وقت کوئی طلاق کی نیت بھی نہ تھی، اور کب ہوگی فی الفور یا سال کے اختتام پر یا آئندہ گرمی کے موسم میں؟ اور رجعی ہوگی کہ مغلظہ؟ اور میری اپنی بیوی سے بات چیت اور ہنسی مذاق تو اب تک چلتی ہے، تو کیا اس سے رجعت ثابت ہو جائے گی؟ لیکن خلوتِ صحیحہ کا موقع

نہیں ملا، حضرت آپ اس کا کوئی راستہ ہو تو میرے لیے ہموافرمائیں، اور ہمارے درمیان محبت کی دعا فرمائیں، اور ہماری اصلاح کی بھی دعا فرمائیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

آپ نے جب اپنی بیوی سے متعلق اپنی بھابھی سے یہ جملہ کہا کہ: ”اگر اس سال رخصتی نہ کرے تو پھر طلاق“ تو یہ تعلیق طلاق ہے، اگر رخصتی کرا دی گئی تو طلاق واقع نہ ہوئی، اور اگر مدت گذر جانے کے باوجود رخصتی نہ کرائی گئی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی چاہے آپ کی طلاق کی نیت ہو یا نہ ہو، لفظ سال بول کر آپ کی مراد پورا سال تھی تو سال کے ختم ہونے پر طلاق واقع ہوگی، اور اگر آپ کی مراد وہ زمانہ یعنی موسم گرما جس میں عموماً نکاح رخصتی وغیرہ ہوا کرتا ہے مراد تھا تو اس زمانہ کے ختم ہونے تک رخصتی نہ ہونے سے طلاق واقع ہوگی۔ آپ سوال کے شروع میں تو لکھ رہے کہ ”بیوی کی رخصتی (خلوت صحیحہ) صرف ایک ہی رات ہوئی تھی“ اور آخر میں لکھ رہے ہیں کہ ”لیکن خلوت صحیحہ کا موقع نہیں ملا“ آپ کے ان دو کلمات میں تضاد ہے، یہ یاد رہے کہ اگر خلوت صحیحہ ہوئی ہے تب ہی طلاق رجعی واقع ہوگی؛ ورنہ طلاق بائن واقع ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاؤہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۱/ صفر ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

تعلیق و طلاق میں خیالات کا اعتبار نہیں

**سوال:** ① میں خیالات کا مریض ہوں شادی سے پہلے بھی خیالات آتے تھے

اور بعد میں بھی۔ میری شادی ۱۶ اکتوبر ۲۰۰۲ء بروز اتوار ایک دارالعلوم میں ہوئی میں اپنی بیوی کے ساتھ تسمخر کر رہا تھا اور اس کو جماع کے لیے ابھار رہا تھا کہ اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ چھوڑ نہیں رہی تھی تو میں نے غصہ میں کہا کہ مجھے چھوڑ دے میں نے یہ الفاظ اس لیے کہے تاکہ وہ تیار ہو جائے یہ الفاظ کہنے سے پہلے میرے دل میں طلاق کے بارے میں کوئی وہم و گمان بھی نہیں تھا لیکن الفاظ کہنے کے بعد مجھے خیال آیا کہ طلاق کی نیت تھی یعنی الفاظ کہنے کے بعد طلاق کا خیال آیا پھر شک ہو گیا کہ طلاق کا خیال بالارادہ تھا یا بلا ارادہ تو مجھے کیا کرنا چاہیے طلاق ہوگی یا نہیں اگر ہوگی تو کیسی ہوگی؟

② ایک مرتبہ مغرب کی نماز کے بعد تعلیم کی مجلس تھی اس میں بیٹھا ۲۰-۲۵ منٹ بیٹھا اس کے بعد گھر کی طرف آ رہا تھا کہ دل میں خیال شروع ہو گیا خیال یہ آیا کہ اہلیہ گھر پر نہ ہو تو اس کو طلاق میں نے اس خیال کو ہر چند دفع کرنے کی کوشش کی اخیر میں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ میں اس خیال کے اوپر غالب آ گیا یا خیال میرے اوپر غالب آ گیا اب پوچھنا یہ ہے کہ اس میں بھی کچھ طلاق کا حکم ہو گیا یا نہیں؟

③ مجھے اکثر مرتبہ غیر اختیاری طور پر چیزوں کے بارے میں خیالات آتے رہتے ہیں کہ اگر فلاں ایسا ہے تو میری بیوی کو طلاق، مثال کے طور پر میں ایک مرتبہ وتر واجب بعد العشاء پڑھ رہا تھا اور ہمارے یہاں مسجدوں میں (چار مسجدوں) سے ہر ایک میں عشاء کی سنتوں کے بعد تعلیم ہوتی ہے اور قبل التعليم درود شریف پڑھتے ہیں تو نماز میں مجھے خیال آیا کہ اگر فلاں رکن کے ادا کرنے سے پہلے درود شریف پڑھے تو ایسا ویسا یا یہ کہ ایک مرتبہ سفر کے دوران ایک بچہ گاڑی میں رونے لگا پھر سو گیا میں

اس گاڑی میں تھا میرے دل میں خیال آیا کہ اگر فلاں جگہ آنے سے پہلے یہ بچہ اٹھ گیا تو ایسا ویسا ان غیر اختیاری امور میں کیا حکم ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

① صورت مسئلہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی۔

② محض اس طرح کے خیالات سے نہ تو تعلیق ہوئی اور نہ طلاق

③ یہ محض خیالات ہیں جن کا کوئی اعتبار نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

أماہ: العبد احمد خانپوری، ۴ شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## تعلیق طلاق کی ایک صورت

**سوال:** زید کی بیوی ہندہ زید کو اپنے ماں باپ سے الگ ہو کر رہنے کو کہتی تھی،

اور زید اس کے لیے بالکل تیار نہیں تھا اور سختی سے کہا: نہیں، میں ماں باپ کو نہیں

چھوڑوں گا، اور ابھی اپنی مالی کیفیت ٹھیک نہیں ہے کہ ہم لوگ کہیں رہیں، تب ہندہ

نے غصے میں آ کر کہا کہ: میں میرے ماں باپ کے گھر چلی جاؤں گی، جب تمھاری

مالی کیفیت ٹھیک ہو جائے گی تب مجھ کو بلا لینا، تو بے طور دھمکی نیچے لکھی ہوئی تحریر زید

نے اپنے لڑکے کے ہاتھ سے دیا:

عالیہ! اب اگر مجھ سے اجازت لینے یا تمھاری نانی یا رشتے دار سے ملنے ان کے

گھر یا اور کہیں گئی، تو یہ سمجھ کر جانا کہ تیسرا..... ہو جائے گا، یا میں تمھیں لکھ کر بھیج دوں گا،

اور الگ رہنے کی بات ہے جب تک میرے چھوٹے بھائی منزل کی شادی نہیں ہو جائے گی،

میں الگ کسی بھی قیمت پر نہیں رہوں گا اور الگ رہنے والی بات کو میرا حلفیہ بیان سمجھنا۔  
 زید کے سمجھ یا علم سے خالی جگہ پر لفظ لکھے گا تو ہوگا، نہیں لکھے گا تو نہیں ہوگا، اور  
 بیوی کے کچھ لینے سے طلاق نہیں ہوتا؛ اس لیے..... زید نے یہ بھی لکھ دیا کہ: لکھ کر بھیج  
 دوں گا۔ ہندہ کو جب چٹھی ملی تو وہ غصہ میں آ کر بولی کہ: مجھ کو چھوڑ دو یا رکھو میں میرے  
 ماں باپ کے وہاں جا رہی ہوں، تب زید نے ہندہ کو اجازت دے دی کہ تم جاسکتی  
 ہو، اجازت دینے کے الفاظ یہ ہیں: جا! جہاں توکل جانے والی ہے آج جا، میری  
 طرف سے کوئی منائی نہیں ہے، اب ایسی صورت میں..... واقع ہوئی ہے یا نہیں؟  
 اجازت ملنے کے بعد ہندہ اس کے ماں باپ کے گھر چلی گئی، تب زید کے خیر خواہ  
 دوستوں نے زید سے پوچھا کہ: کیا تم تمھاری بیوی کو چھوڑ دیتے ہو؟ تو زید نے ان کو  
 جواب دیا کہ: نہیں، میں چھوڑا نہیں ہوں وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ اب معاملہ ختم  
 ہو گیا ہے، میں دوسری شادی کروں گا، میرے لیے لڑکی دیکھو۔ آٹھ یا دس دن تک  
 یہی معاملہ چلتا رہا، زید سب کو یہی جواب دیتا رہا، بعد میں زید نے چٹھی کا فتویٰ منگوا یا،  
 تو طلاق واقع نہیں ہوتی، اب زید نے جو لوگوں کو جواب دیا اس سے..... واقع ہوئی  
 ہے یا نہیں؟

نوٹ: زید نے لفظ کہیں نہیں بولا، صرف یہی بولا کہ وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی  
 ہے، اب میں دوسری شادی کروں گا۔

(الجواب): حامداً ومصلياً ومسلماً

زید نے جو تحریر اپنی بیوی ہندہ کے نام لکھی ہے اس میں تیسرا..... ہو جائے گا،  
 اس میں زید کی مراد طلاق ہے، اور صفت کا ذکر موصوف کو مستلزم ہونے کی وجہ سے اس

کی سمجھ شرعاً معتبر نہیں ہے؛ اس لیے یہ تعلیق ہوئی؛ البتہ اجازت لینے والی صورت کا استثناء کیا ہے، اس کے بعد جب ہندہ نے چٹھی ملنے پر غصہ میں کہا کہ: مجھ کو چھوڑ دو یا رکھو، میں میرے باپ کے وہاں جا رہی ہوں، ظاہر ہے کہ وہ اجازت لینے تو آئی نہیں تھی؛ بلکہ اپنے ماں باپ کے وہاں جانے کی اطلاع دینے آئی تھی، اور اس کے جواب میں زید نے ان الفاظ میں اجازت دی جا! (جہاں کل جانے والی ہے آج جا میری طرف سے کوئی منائی نہیں ہے) صورت مسئلہ میں یہ بات قابل غور ہے کہ، زید نے بیوی کے غصہ والے سابقہ کلمات کے جواب میں جا، مع اس تشریح کے جو بین القوسین ہے، کیا یہ اجازت ہے؟ قرآن تو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ تہدید ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جا، تو جہاں کل جانے والی ہے آج جا؛ تا کہ تجھ پر کل کی بہ جائے آج ہی طلاق پڑ جائے۔ اس مطلب پر مزید قرینہ یہ ہے کہ ہندہ کے اپنے ماں باپ کے گھر چلے جانے کے بعد جب دوستوں نے زید سے پوچھا کہ: کیا تم تمھاری بیوی کو چھوڑ دیتے ہو؟ تو اس کے جواب میں یہ کہا کہ: نہیں، میں چھوڑا نہیں ہوں وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی ہے، اب معاملہ ختم ہو گیا ہے، میں دوسری شادی کروں گا، میرے لیے لڑکی دیکھو، یعنی چوں کہ میں نے اس کی طلاق کو اس کے بلا اجازت جانے پر معلق کیا تھا، اور اس نے ایسا ہی کیا ہے؛ اس لیے گویا اس نے خود طلاق واقع کی ہے، اور معاملہ نکاح ختم ہو چکا ہے، اگر زید کا مقصود جا (مع التشریح) سے اجازت ہی دینے کا ہوتا تو وہ ہرگز یہ نہ کہتا۔ شامی میں اجازت والے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

قال في النهر: ويشترط في إذنه لها أن تسمعه؛ وإلا لم يكن إذنا،  
وأن تفهمه، فلو أذن لها بالعربية ولا عهد لها بها فخرجت حنث، وأن

لا تقوم قرينة على أنه لم يرد الإذن، فلو قالها: أخرجني! أما والله لو خرجت ليخزينك الله، لا يكون إذنا، صرح به محمد، وكذا لو قال لها في غضب ينوى التهديد، لم يكن إذنا؛ إذا المعنى حينئذ: أخرجني حتى تطلقني اه ملخصا. وفي البزازية: قامت للخروج، فقال: دعوها تخرج ولا نية له لم يكن إذنا الخ. (شامي، كتاب الأيمان، باب اليمين في الدخول والخروج إلخ ١٠/٣)

اس لیے زید کی بیوی ہندہ پر اس کے ماں باپ کے یہاں جانے سے ہی طلاق واقع ہو چکی ہے۔

صورت مسئلہ میں زید کے کلام میں عدم ارادہ اذن کا وہ قرینہ نہ ہوتا جس کا اوپر کے جواب میں تذکرہ ہوا، اور زید یہ سمجھ کر کہ طلاق واقع ہو گئی وہ جواب دیتا رہتا جو اس نے اپنے دوستوں وغیرہ کو دیا ہے، اس صورت میں بھی قضاء طلاق واقع ہو جاتی ہے گو دیانۃ واقع نہیں ہوتی۔

أقر بالطلاق بناءً على إفتاء المفتي ثم تبين عدم الوقوع لم يقع يعني ديانة، قنية. (درمختار) (قوله بناء على إفتاء المفتي) وفي البزازية: ظن وقوع الثلاث بإفتاء من ليس بأهل، فأقر الكاتب بصك الطلاق فكتب ثم أفتاه عالم بعدم الوقوع، له أن يعود إليها في الديانة؛ لكن القاض لا يصدقه لقيام الصك، سائحاني. (شامي ٤/٥٢٥)

یہ جواب اگر عورت کے علم میں بھی ہے خود سن کر یا کسی عادل کی اطلاع کے نتیجے میں، تو وہ وقوع ہی پر عمل کرے گی۔

والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل. (شامي ٤/٦٨٢) فقط والله تعالى أعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری ٢٤/٢ ذوالحجۃ الحرام ١٣١٩ھ

## طلاق ثلاثہ کی تعلیق

**سوال:** ایک عورت کا شادی سے قبل ایک آدمی سے غلط تعلق تھا، جب اس کی شادی ہوگئی تو اس کے شوہر نے کہہ دیا کہ اگر تو نے فلاں شخص (جس سے ناجائز تعلقات تھے) سے تنہائی میں بات چیت یا ہنسی مذاق کی تو تجھے تین طلاق، ایک دفعہ ایسا ہوا کہ وہ عورت اپنے والدین کے گھر جا رہی تھی اور راستہ میں وہ مرد کھڑا تھا اس مرد نے اس عورت سے پوچھا کہ تو کہاں جا رہی ہے اور اب کیوں نہیں بولتی ہے تو اس عورت نے کہا کہ میں اپنی ماں کے گھر جا رہی ہوں اور اب تجھ سے نہیں بولوں گی یہ جملہ جو عورت نے منہ سے نکالا اور سختی و جھٹکے کے ساتھ نکالا تھا راستہ میں دونوں تھے اور کوئی نہیں تھا تو شرعاً طلاق کا کیا حکم ہوگا؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

صورت مسئلہ میں جس وقت اس مرد کے ساتھ عورت کی گفتگو ہوئی، اس وقت وہاں کوئی آدمی اس طرح موجود نہیں جو ان کی بات سن سکتا ہو، تو پھر شوہر نے اس عورت کی طلاق کو جس شرط پر معلق کیا ہے اس کا تحقق ہو گیا، اس لیے اس عورت پر تین طلاق واقع ہو کر وہ اپنے شوہر کے لیے حرام ہوگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۳ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## اجمالی تعلیق میں طلاق کا حکم

**سوال:** ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو کسی سے بولے گی تو تجھ کو تین



طلاق، پھر اس عورت نے کہا کیا ماموں کے لڑکوں سے نہ بولوں یا چچا یا خالہ کے لڑکوں سے نہ بولوں تو اس کے جواب میں شوہر نے کہا نہیں دوسرے دن اس عورت نے کہا آپ بتا دو کس سے نہ بولوں لیکن نہ بتایا اس معاملہ کے تقریباً چار ماہ ہو چکے وہ عورت بقدر ضرورت بہت لوگوں سے بولی، اور بعد میں معلوم ہوا کہ اس کے شوہر کے دور کے بھائی کے دو لڑکوں سے منع کیا ہوگا، قرآن سے یہ معلوم ہوا قرآن ایسکہ اس کے شوہر نے ان دو لڑکوں سے بولنا بھی کم کر دیا ہے، اور یہ عورت بمبئی ان دو لڑکوں کے ساتھ گھومنے بھی گئی تھی، لہذا خود عورت یہ سمجھتی ہے اس کی مراد یہ دو ہوں گے، اور مجھے تین تین طلاق ہو گئی ہوگی، اور ساتھ میں یہ کہہ رہی ہے کہ اگر میرے شوہر سے یہ کہو تم نے مجھ (عورت) سے یہ کہا تھا تو وہ جھوٹ بولیں گے انکار کر دیں گے، کہ میں نے ایسا نہیں کہا ہے، لہذا مذکورہ عورت پر تین طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

(الجواب): حامداً ومصلياً ومسلماً

تعلیق میں شوہر نے جن کے ساتھ بات کرنے پر اپنی کی طلاق کو مشروط کیا ہے وہ مجہول ہیں، اس کے مصداق کی تعیین میں شوہر کی بات کا اعتبار کیا جاوے گا۔

لان كل موضع كان القول فيه قوله انما يصدق مع اليمين لانه امين في الاخبار عما في ضميره والقول قوله مع يمينه كما في الزيلعي.  
(تنقيح الفتاوى الحامديه ۳۷۱)

عورت کا خیال اگر یہ ہے کہ وہ دو لڑکے مراد ہوں گے تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر کو مطلع کر دے کہ میں نے ان دو لڑکوں سے بات کی ہے اب اگر آپ کی تعلیق میں وہی مراد تھی تو مجھ پر تین طلاق واقع ہو چکی، اس پر شوہر انکار کرے اور کہے کہ وہ

مراد نہیں تھے تو عورت شوہر سے قسم لے سکتی ہے، اور جب شوہر نے قسم کھالی تو اب عورت کو چاہیے کہ اپنے خیال سے باز آجائے۔

لانه ينكر وقوع الطلاق والمرأة تدعيه والقول للمنكر الا ان تقيم المرأة بينة (ايضا/٤٨) والقول له بيمينه في عدم النية ويكفي تحليفها له في منزله فان ابي رفعته للحاكم الخ (در مختار) فقط والله تعالى اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۱۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۳ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

## یمین اور طلاق وسوسے سے واقع نہیں ہوتے

**سوال:** جب میں عربی سوم میں تعلیم حاصل کر رہا تھا اور طلاق کے بارے میں باب چل رہا تھا اور اس میں بھی محرمات ابدیہ کا باب چل رہا تھا اور سبق میں یہ بات استاذ محترم نے بتائی کہ اگر کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ جب جب بھی یا جب بھی وہ نکاح کرے تو عورت کو طلاق یہ بات پوری ہوئی لیکن جب گھنٹہ ختم ہوا اور سب طلبہ باہر نکلے اور میں بھی نکلا کلاس سے باہر سب الگ الگ جگہ پر کھڑے ہو گئے میں بھی ایک جگہ تنہا کھڑا رہا ابھی تازہ تازہ سبق پڑھ کر ہی کھڑے تھے کہ میرے دل میں یہ خیال آیا یا وسوسہ آیا کہ تو یہ قسم کھالے کہ جب جب بھی یا جب بھی کرے تو عورت کو طلاق یا ایسا لگتا تھا کہ شیطان دل میں میرے ساتھ باتیں کرتا ہے اور دل میں الفاظ طلاق کہلو اور ہا تھا اور کہہ رہا تھا دل میں بد خیال اور یہ وسوسہ برابر آتا بھی رہا اور شیطان والا معاملہ برابر دل میں آتا ہی رہا حتیٰ کہ میں نے یہ کہہ دیا ہاں جاتی بات ختم ہوئی پھر جب کلاس میں گئے رات کے وقت تو صاحب تکرار، تکرار کر رہے تھے تکرار میں انہوں

نے یہ بات بیان کی کہ اگر کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ جب جب بھی یا جب بھی نکاح کرے تو عورت کو طلاق تو میں نے پوچھا کہ یہ شادی شدہ کے لیے حکم ہے نا تو صاحب تکرار نے کہا ہاں شادی شدہ کے لیے حکم ہے تو مجھے فوراً اطمینان ہو اس لیے کہ میں غیر شادی شدہ تھا اور اب بھی غیر شادی شدہ ہی ہوں مگر بفضل خدا شادی کا وقت قریب ہی ہے پھر اس کے بعد ایک مدت تک کچھ شک نہیں ہوا ابھی شادی کا وقت قریب ہے تو پھر دل میں یہ خلجان پیدا ہوا کہ تیرا تو یہ معاملہ ہے تو شادی کیسے کرے گا؟ لیکن میرے ساتھ جب یہ معاملہ جو اوپر بیان کیا پیش آیا تو مجھے یہ یاد نہیں رہا کہ الفاظ طلاق کو بلند آواز سے کہا تھا یا دل میں کہا تھا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بلند آواز سے کہا تھا اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دل میں ہوا ہے اور میں خیالات کا شکار ہوں اور میرے دل میں برے وسوسے آتے ہی رہتے ہیں مگر پوچھنا یہ ہے کہ مذکورہ مسئلہ میں حرمت مؤبدہ واقع ہو جائے گی یا نہیں اگر واقع نہیں ہوتی تو کوئی بات ہی نہیں اور اگر واقع ہو جاتی ہے تو کوئی حیلہ ہے یا نہیں تشفی بخش جواب تحریر فرما کر دل کو مسرور فرمائیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

ومنها شك هل طلق أم لا لم يقع شك أنه طلق واحدة أو أكثر بئى على الأقل كما ذكره الاسبيجاني (الاشباه والنظائر) قوله شك هل طلق أم لا لم يقع قال المصنف في فتاواه ولا اعتبار بالشك.

(شرح الحموی علی الأشباه ۱/۱۹۱)

ولو قال لامرأته أنت طالق واحدة أو لا أو لا شيء لا يقع شيء وقال محمد - رحمه الله تعالى - تقع واحدة رجعية ولو قال أنت طالق

أو لا أو لا شيء أو غير طالق لا يقع شيء اتفاقا كذا في الكافي. ولو قال ثلاثا أو لا قيل على الخلاف والأصح أنه لا يقع كذا في العتابية في فصل الكنایات. في نوادر ابن سماعة عن محمد - رحمه الله تعالى - إذا شك في أنه طلق واحدة أو ثلاثا فهي واحدة حتى يستيقن أو يكون أكبر ظنه على خلافه الخ (الفتاوى العالمگیریه ۳۶۳/۱)

شیطان کی طرف سے دل میں ڈالے جانے والے وسویرے یمن کے جواب میں ہاں جا زبان سے کہنے کے باوجود یمن منعقد نہیں ہوئی نیز ایک مدت گزرنے کے بعد اب یہ شک پیدا ہوتا ہے کہ الفاظ طلاق زبان سے ادا کیے تھے یا دل میں وسوسہ آیا تھا اس سے بھی یمن منعقد نہیں ہوگی اور طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

أماه: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۲۱ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: عباس داود بسم اللہ

## باب العدة

### عدت کی مصلحت اور اس کے احکام

- (سوال ۱): طلاق کی عدت اور وفات کی عدت ہر دو کی مدت بیان فرمادیں؟
- (۲) عورت کے لیے طلاق کی عدت کا اجراء کب ہوتا ہے؟ نیز وفات کی عدت کب سے شروع ہوتی ہے؟
- (۳) عورت کے لیے عدت گزارنے کے ٹھکانے (مسکن) بالترتیب بیان فرمادیں

کہ اگر ایک میسر نہ ہو تو دوسرا اختیار کرے؟

④ دونوں عدتوں کے احکام یکساں ہیں یا الگ الگ؟ نیز احکام کی وضاحت فرمادیں۔

⑤ بعض علاقوں میں عورت عدت ہی نہیں گزارتی خصوصاً مطلقہ عورت کا گھر میں نکلے رہنا امر مشکل ہو گیا ہے، جناب والا فرمائیں کہ کن کن وجوہات کی بنا پر عدت والی خاتون گھر سے باہر نکل سکتی ہے؟

⑥ آج کل جیسا ہی طلاق کا واقعہ بنا اکثر کورٹ کچہری کے چکر شروع ہو جاتے ہیں، ایسی صورت میں کیا عدت گزارتی عورت کورٹ کچہری جاسکتی ہے اور وہاں بے حجابانہ گفتگو کر سکتی ہے؟ تشریح فرمائیں۔

⑦ زید کا انتقال شنبہ کے روز ہوا؛ مگر اس کی بیوی کو جمعہ کے دن اطلاع ملی تو اب عدت کی مدت جمعہ سے شروع کی جائیگی یا شنبہ (چھ دن پہلے) سے شمار ہوگی؟

⑧ بکر اور اس کی بیوی گاؤں میں رہتے ہیں اس کے تین لڑکے مع اپنے اہل و عیال کے ممبئی میں رہتے ہیں، بکر کا انتقال ہو چکا ہے، تو اب اس کی بیوی تنہا گاؤں کے مکان میں عدت گزارے یا پھر اپنے لڑکوں کے پاس جا کر گزارے؟ جب کہ کچھ عزیزوں کی موجودگی میں اس نے گاؤں والے مکان میں پندرہ سولہ روز گزار لیے ہوں، اور فی الحال سب اعزہ اپنے اپنے گھر چلے گئے ہوں؟ جو عدت کے دن اس نے گاؤں میں گزارے وہ بھی عدت میں شمار ہوں گے یا ممبئی جا کر اسر نو عدت میں بیٹھے؟

⑨ ہندہ اور اس کے شوہر حج کے لیے ساتھ گئے ہوں، شوہر کا انتقال منی میں ہو گیا۔ اب ہندہ اپنے حج کے ایام پورے کرے یا فوراً وہاں سے واپس ہو کر اپنے

وطن پہنچ کر عدت میں بیٹھ جائے؟

۱۰) عائشہ ایک شہر میں رہتی ہے، دوسرے شہر سے اس کے شوہر نے طلاق نامہ بھیج دیا جس پر اسلامی تاریخ کے بجائے انگریزی تاریخ ۱۳ جون ۲۰۰۳ء تحریر تھی، وہ طلاق نامہ بذریعہ ڈاک جس کی بد نظمی پوشیدہ نہیں ۹ جولائی ۲۰۰۳ء کے روز عائشہ کو موصول ہوا۔ اب وہ اپنی عدت کی مدت کب سے کب تک گزارے وضاحت فرمادیں؟

۱۱) ہماری برادری میں وفات کی عدت ساڑھے چار مہینے (یعنی چار ماہ اور پندرہ دن پورے) شمار کی جاتی ہے۔ اگر کوئی عدت اس سے ایک دو روز پہلے گھر سے باہر نکلی تو اسے معیوب سمجھا جاتا ہے اور یہ مدت وفات کے کچھ روز بعد طے کر لی جاتی ہے، اور اس کے اختتام پر فاتحہ دلانا، برادری کی بعض عورتوں کا اس بیوہ کے پاس آنا اور اپنے اپنے گھر بلا کر اس کی دعوت کرنا خصوصاً میکہ والوں کا اُس دن آ کر اپنے یہاں لے کر جانا، نیا دوپٹہ بیوہ خاتون کو اوڑھانا؛ کیا ان رسومات کو کرنا شرعاً ضروری ہے؟ اگر بعض رسومات خلاف شرع نہ ہوں؛ مگر برادری میں رواج پذیر ہو گئے ہوں تو آیا ان کو انجام دینے میں شرعاً کوئی قباحت ہوگی؟

۱۲) بیوی کو طلاق دینے کے بعد شوہر اس کے اپنے مکان میں عدت نہ گزارنے دے کہ آج کل ایک دوسرے پر اعتماد کا فقدان ہے، شاید عورت اپنی عدت کے درمیان شوہر کے مکان پر قبضہ جمالے اور ایسے واقعات بنتے بھی ہیں، اس لیے اگر شوہر انکار کر دے تو کیا وہ گنہگار ہوگا؟

۱۳) عدت کے درمیان صراحتاً یا کنایتاً اگلے نکاح کا ذکر عورت سے اس کے والی وغیرہ اگر کر دیں تو آیا یہ شرعاً جائز ہے یا پوری مدت گزرنے تک مطلق تذکرہ نہ کیا جائے؟

۱۴) آخر میں مفتی صاحب محترم! عدت کے چند منافع و مصلحتیں ارقام فرمادیں؛ تاکہ دورِ جدید کی بعض خواتین کے قلوب مطمئن ہو جائیں جو عدت کو اپنی آزاد خیالی میں نخل اور وقت کو ضائع کرنے والا فعل بتلایا کرتی ہیں۔

(الجواب): حامداً ومصلياً ومسلماً

① اگر میاں بیوی میں تنہائی اور خلوت ہو تو اس سے پہلے ہی طلاق کی نوبت آئی تو اس صورت میں عورت پر کوئی عدت واجب نہیں؛ البتہ اگر خلوت و تنہائی سے پہلے شوہر کا انتقال ہو گیا تو عدت واجب ہے، خلاصہ یہ کہ عدت طلاق میں، خلوت و تنہائی یا صحبت شرط ہے جب کہ عدتِ وفات میں یہ شرط نہیں۔

عورت اگر حمل سے ہے تو اس کی عدت، وضع حمل یعنی بچہ پیدا ہونے تک ہے چاہے عدت طلاق ہو یا عدتِ وفات، چاہے بچہ کی پیدائش طلاق و وفات کے فوراً بعد ہو یا ایک زمانہ گزرنے کے بعد۔ عورت اگر حمل سے نہیں ہے تو اس کی عدتِ وفات چار مہینہ دس دن ہے چاہے اس کو حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو، اور اگر عورت حمل سے نہیں ہے اور اس پر طلاق واقع ہوئی تو اگر اس کو حیض آتا ہے تو اس کی عدت تین حیض ہے، اور کم عمر ہونے کی وجہ سے یا عمر کی زیادتی کی وجہ سے حیض نہیں آتا تو اس کی عدت ۳ مہینہ ہے۔

② طلاق کی عدت، طلاق دینے کے بعد سے فوراً شروع ہو جاتی ہے چاہے عورت کو طلاق دینے کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ وفات کی عدت شوہر کی موت واقع ہوتے ہی فوراً شروع ہو جاتی ہے چاہے عورت کو شوہر کی وفات کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔

③ طلاق واقع ہوتے وقت یا شوہر کی موت کے وقت جس گھر میں دونوں

رہائش پذیر تھے، اسی گھر میں عدت گزارنا ضروری ہے چاہے وہ مکان ذاتی ملک ہو یا کرایہ کا ہو، یا کسی نے عاریتہ رہنے کے لیے دیا ہو؛ البتہ اگر عدتِ وفات کرایہ کے مکان میں واجب ہوئی اور عورت اس کا کرایہ ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتی، اس کے پاس اتنا مال موجود نہیں جس سے کرایہ ادا کر سکے، تو اس صورت میں قریب تر مکان میں جہاں کی استطاعت ہو جاسکتی ہے۔ اسی طرح اگر عدتِ وفات عاریت کے مکان میں واجب ہوئی اور مالک مکان عدت پوری ہونے تک اس عورت کو اس مکان میں رہنے دینے پر آمادہ نہیں، تو قریب تر مکان میں منتقل ہو سکتی ہے۔ یہ صورتیں عدتِ طلاق میں پیدا نہیں ہوگی؛ اس لیے کہ عدتِ طلاق میں مکان کی ذمہ داری شوہر پر ہے۔

④ بہشتی زیور میں ہے: مسئلہ: جس عورت کو طلاق رجعی ملی ہے اس کی عدت تو فقط یہی ہے کہ اتنی مدت تک گھر سے باہر نہ نکلے، نہ کسی اور مرد سے نکاح کرے، اس کو بناؤ سنگار وغیرہ درست ہے، اور جس کو تین طلاقیں مل گئیں یا ایک طلاقِ بائن ملی، یا اور کسی طرح سے نکاح ٹوٹ گیا، یا مرد مر گیا؛ ان سب صورتوں کا حکم یہ ہے کہ: جب تک عدت میں رہے تب تک نہ تو گھر سے باہر نکلے، نہ اپنا دوسرا نکاح کرے نہ کچھ بناؤ سنگار کرے؛ یہ سب باتیں اس پر حرام ہیں، اس کا بناؤ سنگار نہ کرنے اور میلے کچلے رہنے کو ”سوگ“ کہتے ہیں۔

مسئلہ: جب تک عدت ختم نہ ہو، تب تک خوشبو لگانا، کپڑے بسانا، زیور گنہنے پہننا، پھول پہننا، سرمہ لگانا، پان کھا کر منہ لال کرنا، مسی ملنا، سر میں تیل ڈالنا، گنگھی کرنا، مہندی لگانا، اچھے کپڑے پہننا، ریشمی اور رنگے ہوئے بہار دار کپڑے پہننا؛ یہ سب باتیں حرام ہیں، البتہ اگر بہار دار نہ ہوں تو درست ہے چاہے جیسا رنگ ہو، مطلب یہ



ہے کہ زینت کا کپڑا نہ ہو۔ (اختری، بہشتی زیور، چوتھا حصہ ۳۱)

مسئلہ: سوگ کرنا اسی عورت پر واجب ہے جو بالغ ہو، نابالغ لڑکی پر واجب نہیں، اس کو یہ سب باتیں درست ہیں؛ البتہ گھر سے نکلنا اور دوسرا نکاح کرنا اس کو بھی درست نہیں۔ (حوالہ بالا)

کسی بھی طرح کی عدت کے زمانہ میں معتدہ کو پیغام نکاح بھیجنا جائز نہیں؛ البتہ وفات کی عدت گزارنے والی خاتون سے نکاح کی تعریض (نہ کہ تصریح) جائز ہے، اسی طرح وطی بالشہبہ یا نکاح فاسد میں وطی کی عدت گزارنے والی خاتون جو دوسرے کی منکوحنہ ہو، اس سے نکاح کی تعریض جائز ہے۔ (مجموع قوانین اسلامی ۲۱۶)

⑤ عدت دراصل اس مدت کو کہتے ہیں جو آثارِ نکاح کے ختم ہونے کے لیے شریعت نے عورت کے واسطے مقرر کی ہے۔

وعرفها فی البدائع: بانھا اجل ضرب لانقضاء مابقی من آثار النکاح. (شامی باب العدة)

اس مدت کے دوران اس عورت کے لیے شریعت مطہرہ کی طرف سے کچھ پابندیاں عائد کی گئی ہیں، انہی پابندیوں میں سے ایک یہ ہے کہ: دورانِ عدت وہ عورت عدت والے مکان سے باہر نہ نکلے، پس اگر کوئی عورت دورانِ عدت مکان سے باہر نکلتی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ عدت نہیں گذارتی؛ اس لیے کہ عدت اس مدت کا نام ہے جو مقرر کی گئی ہے، اور وہ مدت بہر حال گزر رہی ہے چاہے عورت گھر میں رہے یا گھر سے باہر نکلے۔ ہاں! اگر وہ بلا عذر شرعی باہر نکلتی ہے تو گنہگار ٹھہرتی ہے؛ لیکن اس کے باوجود وہ عدت میں ہے اور عدت گزار رہی ہے، یوں نہیں کہا جاسکتا کہ عدت نہیں

گزار رہی ہے؛ اس لیے اس صورتِ حال کو عدت نہ گزارنے سے تعبیر کرنا درست نہیں، دراصل بہت سے لوگوں کو عدت کے احکام ہی معلوم نہیں تو پھر ان پر عمل کیسے ہوگا! جو عورت طلاق کی عدت گزار رہی ہے اس کو گھر سے باہر نکلنا نہیں چاہیے، یہ اس عورت کو معلوم ہی نہیں اور اس کے اولیاء و سرپرست بھی اس مسئلہ سے ناواقف ہیں تو پھر وہ کیسے عمل کرے گی!!۔

اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ عدت کے دوران کن کن وجوہات کی بنا پر وہ گھر سے باہر نکل سکتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عدتِ وفات میں اگر عورت کے لیے نفقہ یعنی گزر بسر کا انتظام نہیں ہے یا اس کی جائیداد کی دیکھ رکھ رکھنے والا کوئی نہیں ہے، تو بقدر ضرورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے؛ لیکن رات بہر صورت اسی گھر میں گزارنا ضروری ہے، یہ حکم عدتِ وفات گزارنے والی عورت کے لیے ہے، جو عورتِ عدتِ طلاق گزار رہی ہو چوں کہ اس کا نفقہ طلاق دینے والے شوہر پر ہے؛ اس لیے اس کے لیے یہ حکم نہیں۔ اسی طرح جائیداد کی دیکھ بھال کے لیے اس کو نکلنے کی ضرورت نہیں۔

جس مکان میں اس پر عدت واجب ہوئی وہ کرایہ کا مکان تھا اور معتدہ اس کا کرایہ ادا نہیں کر سکتی ہے، یا وہ مکان شوہر کا ترکہ بن کر وارثوں میں تقسیم ہوا اور معتدہ کا حصہ اس کی رہائش کے لیے کافی نہیں، یا جس مکان میں عدت گزارنا ضروری تھا وہ مکان منہدم ہو گیا، یا اس کے انہدام کا خطرہ پیدا ہو گیا، تو ایسی مجبوری کی صورت میں معتدہ مکان سے نکل سکتی ہے۔ اب اگر وہ معتدہ وفات ہے تو اپنی پسند کی دوسری قریبی جگہ میں منتقل ہو جائے گی، اور معتدہ طلاق ہے تو طلاق دینے والا شوہر ہی مکان پسند کرے اس میں منتقل ہوگی، اور یہ دوسرا مکان پہلے کے حکم میں ہوگا، یعنی اب اس دوسرے

مکان سے نکلنا اس کے لیے اسی طرح ممنوع ہوگا جیسا پہلے مکان سے نکلنا ممنوع تھا۔  
معدتہ و فوات کو اگر اپنی جان یا مال یا عزت پر خطرہ ہو تو دوسرے قریبی مکان  
میں عدت گزار سکتی ہے۔

معدتہ طلاق یا وفات اگر بیمار ہے اور ڈاکٹر کو گھر پر بلا یا نہ جاسکتا ہو اور بیماری  
بھی معمولی نہیں؛ بلکہ شدید ہو تو ایسی مجبوری میں ڈاکٹر کے پاس جانا جائز ہے۔

⑥ طلاق کا واقعہ پیش آنے کے بعد کورٹ کچہری کے جو چکر شروع ہو جاتے  
ہیں، غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ وہ عورت کی طرف سے ہوتے ہیں، عموماً طلاق دینے  
والے شوہر پر کوئی الزام لگا کر اس کو پریشانی میں ڈالنا مقصود ہوتا ہے، اور اسی کے  
لیے یہ صورت اختیار کی جاتی ہے، جب یہ عورت کی طرف سے ہو تو معلوم ہوا کہ اگر  
یہ نہ چاہتی تو اس کی نوبت نہ آتی؛ اس لیے اس کا یہ نکلنا شرعاً گناہ اور ناجائز ہے۔ ہاں  
اگر کورٹ کچہری کے ان چکروں میں عورت کے کسی اختیار کو دخل نہ ہو، اور حاکم کی  
طرف سے کچہری کی حاضری ایسی لازم قرار دی جائے کہ حاضر نہ ہونے کی صورت  
میں جانی یا مالی نقصان اٹھانا پڑتا ہو، تو بقدر ضرورت نکلنے کی گنجائش ہوگی۔

رہی بے حجابانہ گفتگو، تو وہ عورت کے لیے بہر حال ممنوع اور ناجائز ہے، چاہے  
وہ عدت گزار رہی ہو یا نہ گزار رہی ہو، پردہ کی رعایت کرتے ہوئے بھی اپنی  
ضرورت پوری کی جاسکتی ہے۔

⑦ عدت و فوات کی شروعات تو شوہر کی موت سے ہی ہو جاتی ہے، اس لیے  
صورتِ مسئلہ میں جب زید کا انتقال شنبہ کے روز ہوا تو عدت کی شروعات بھی اسی وقت  
سے ہو چکی؛ البتہ زید کی بیوہ کو اپنے شوہر کی موت کی اطلاع جمعہ کے دن یعنی چھ روز بعد

ہوئی، تو جب سے اس کو اطلاع ملی وہ عدت والی پابندیاں شروع کر دے گی، اور اب تک اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے ان پابندیوں کی جو رعایت نہ ہو سکی وہ معاف ہے۔

⑧ شوہر بکر کی موت کے وقت اس کی بیوی جس مکان میں رہتی تھی اسی میں پوری عدت گزارنا واجب ہے، صورتِ مسئلہ میں گاؤں والا مکان جس میں شوہر کی وفات کے وقت اس کی رہائش تھی، اسی مکان میں عدت کے دن پورا کرنا عورت کے لیے ضروری ہے، صرف تنہائی اس مکان کو چھوڑنے کے لیے عذر نہیں بن سکتی۔ ہاں! تنہائی کی وجہ سے جان یا عزت یا مال پر خطرہ ہو، یا اکیلی ہونے کی وجہ سے سخت وحشت ہوتی ہو، تو دوسرے کسی قریبی مکان میں عدت گزار سکتی ہے۔ عموماً دیہاتوں میں امن و امان کی فضا ہونے کی وجہ سے تنہا رہتے ہیں، جان یا عزت یا مال پر کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا، پوری بستی میں اس طرح تنہا رہنے والی بیوہ یا متروکہ عورتیں ہوتی ہی ہیں؛ اس لیے بکر کی عورت کے لیے اس مکان کو چھوڑنے کی اجازت نہیں۔ بکر کے تینوں لڑکے جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ ممبئی میں رہتے ہیں، ان کو چاہیے کہ باری باری کچھ دن والدہ کے ساتھ گزارنے کی ترتیب بنائیں، اور اگر خدا نخواستہ وہ ایسا کوئی نظام نہیں بناتے اور تنہائی کی وجہ سے واقعہً جان یا عزت یا مال پر خطرہ لاحق ہے، یا اکیلی ہونے کی وجہ سے سخت وحشت (دخوف) محسوس کرتی ہے، اور گاؤں کی عورتوں میں سے بھی کوئی اس مکان میں اس کے ساتھ رہنے کے لیے تیار نہیں؛ (اس لیے کہ عام طور پر گاؤں میں ایسی عورتیں بھی ہوتی ہیں جو اس قسم کی عدت والی یا بیمار عورت کے ساتھ رہ کر اس کے لیے انس کا سبب بنتی ہیں، اگر ایسی عورت بھی کوئی نہ ہو) تو اس صورت میں بھی بکر کی بیوہ کے لیے ضروری ہے کہ دوسرے کسی قریب مکان میں جہاں یہ صورتیں

لاحق نہ ہوں، عدت گزارے، گاؤں چھوڑ کر مہینے جانے کی کسی حالت میں اجازت نہیں، اس کے باوجود اگر وہ گئی تو گنہگار ہوگی؛ لیکن مہینے جا کر جس مکان میں رہائش اختیار کرے عورت کے بقیہ دن تمام پابندیوں کے ساتھ وہیں گزارے، از سر نو عدت شمار کرنے کی ضرورت نہیں۔

⑨ اگر شوہر کا گھر مکہ، مکرمہ سے مسافتِ سفر سے کم ہو تو شوہر کے گھر آ کر عدت گزارے، اور اگر مسافتِ سفر سے زیادہ ہو تو جائے اقامت ہی میں عدت پوری کرے؛ البتہ اگر قانونی رکاوٹوں کی وجہ سے جائے اقامت میں عدت پورا کرنا ممکن نہ ہو تو اپنے وطن شوہر کے گھر میں پہنچ کر عدت پوری کرے۔

⑩ چونکہ عائشہ کو اس کے شوہر نے طلاق نامہ بھیجا ہے، اور اس پر طلاق کی عدت لازم ہوئی ہے؛ اس لیے شوہر نے جس وقت طلاق نامہ لکھا اسی وقت سے عائشہ کی عدت طلاق شروع ہو چکی ہے، اگر وہ حیض والی ہے تو اس کے بعد سے جو حیض شروع ہوا وہ پہلا حیض شمار ہوگا، اس کے بعد دوسرا اور تیسرا حیض گزار کر عدت پوری ہوگی، اور اگر بڑی عمر ہونے کی وجہ سے حیض کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے تو طلاق لکھنے کے وقت سے تین مہینے عدت شمار ہوگی، اگر اسلامی مہینے کی پہلی تاریخ کو طلاق لکھی گئی تھی تو تین مہینے چاند کے حساب سے پورے کرنا ہوں گے؛ ورنہ دنوں کے حساب سے نوے دن شمار ہوں گے۔

⑪ عدتِ وفات اگر عورت حاملہ نہیں ہے تو چار مہینے دس دن ہے، اس میں کمی بیشی کی ہرگز اجازت نہیں، برادری والوں کا عدت وفات ساڑھے چار مہینے شمار کرنا اور اس سے ایک دو روز پہلے اگر عورت گھر سے باہر نکلتی ہے۔ (بہ بشرطے کہ شریعت کی مقرر کردہ

عدت پوری ہو چکی ہو تو) عدت بھی وفات کے کچھ روز بعد طے کی جاتی ہے، یہ بھی صحیح نہیں ہے؛ اس لیے کہ عدتِ وفات کی شروعات شوہر کی موت سے ہی خود بخود ہو جاتی ہے، تو وفات کے کچھ روز بعد طے کرنا کیا معنی رکھتا ہے!۔

عدتِ وفات کے مقررہ دن پورے ہونے کے بعد فاتحہ دلانا یا برادری کی عورتوں کا بیوہ کے پاس آنا، اور اپنے اپنے گھر لے جانا یا نیا دپٹہ بیوہ کو پہنانا؛ یہ تمام چیزیں رسوم کی قبیل سے ہیں جن کا چھوڑنا ضروری اور لازم ہے، ایسی رسوم کی پابندی اللہ تعالیٰ کی نگاہوں میں ناپسندیدگی اور بغضیت کا ذریعہ ہے، حدیث میں اس پر سخت وعید آئی ہے۔

⑫ جس عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دی ہو اس کو عدت اسی مکان میں گزارنا ضروری ہے جہاں پر وہ بوقتِ طلاق اپنے خاوند کے ساتھ رہائش پذیر تھی۔ اب اگر شوہر نے طلاقِ رجعی دی ہے تب تو دونوں کے درمیان کوئی حائل اور پردہ کرنا ضروری نہیں؛ لیکن اگر شوہر نے ایک یا دو طلاق بائن دی ہے یا تین طلاقیں دی ہیں تو میاں بیوی کے درمیان کوئی حائل یعنی پردہ کرنا ضروری ہے؛ تاکہ خلوت میں دونوں کا اجتماع نہ ہو، اگر ایک مکان میں رہنے سے گناہ میں ابتلا کا اندیشہ ہو تو کوئی ایسی عورت ساتھ رہے جو دونوں کو الگ رکھنے پر قادر ہو، اگر ایسا نہ ہو سکے تو شوہر پر واجب ہے کہ عدت ختم ہونے تک اس مکان کو چھوڑ دے، کسی دوسرے مکان میں رہے، اگر اس کو اس پر مجبور نہ کیا جاسکتا ہو تو بیوی یہ مکان چھوڑ کر کسی دوسرے مکان میں عدت گزارے۔

(از: احسن الفتاویٰ)

عدتِ طلاق کے دوران عورت کے سکنی کی ذمہ داری شوہر پر ہے، اس لیے شوہر کے لیے دورانِ عدت اپنے مکان سے نکالنے کی اجازت نہیں سخت گنہگار ہوگا۔

(۱۳) جو عورت وفات کی عدت گزار رہی ہے اس کو اگر کنایۃً و اشارۃً پیغام نکاح دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں، مثال کے طور پر پیغام دینے والا یوں کہے کہ: کوئی مناسب عورت میسر آ جائے تو میرا ارادہ نکاح کا ہے، اور اس کے جواب میں عورت یوں کہے کہ: آپ کی بات میں نے سن لی؛ لیکن صراحتہً پیغام نکاح دینا درست نہیں۔ اور جو عورت طلاق کی عدت گزار رہی ہے اس کو صراحتہً ہو یا کنایۃً پیغام نکاح دینا یا اگلے نکاح کا تذکرہ کرنا جائز نہیں؛ البتہ وہ شوہر جس نے طلاق دی ہے خواہ رجعی یا بائن (ایک یا دو)، اُس کے لیے عدت کے اندر ہی رجوع یا نکاح کرنے کا اختیار رہتا ہے۔

(۱۴) ”اسلام کا مکمل نظام طلاق“ نامی کتاب کے مصنف تحریر فرماتے ہیں: ”عدت کے مسائل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے طلاق کے بعد عورت کو بے سرو پانہیں چھوڑ دیا ہے؛ بلکہ اس کے لیے قوانین مرتب کئے ہیں کہ جس کا سہارا لے کر عورت اپنے ہر جائز حق کا حصول اس کی باعزت طریقہ پر کر سکتی ہے؛ کیوں کہ مرد کو یہ تاکید کی گئی ہے کہ طلاق کے بعد بیوی مطلقہ کو فوراً گھر سے نہ نکالے؛ بلکہ عدت تک اس کے کھانے پینے، رہنے سہنے کے سارے انتظامات کرنا شوہر کا فرض ہوتا ہے، اگر عورت نہ رہنا چاہے جب بھی اس کو عدت کا نفقہ مہر اور اگر چاہے تو کچھ زائد ہی دے کر رخصت کرے تاکہ اس کا سرمایہ سے عورت اپنے آپ کو سہارا دے سکے حقیقت یہ ہے کہ شریعت کا یہ حکم طلاق دینے کے لیے ہے، خواہ صحیح طریقہ پر طلاق دے یا غلط طریقہ پر، ضروری اخراجات کی ادائیگی اس کے لیے فرض ہے؛ البتہ عدت مختلف قسم کی ہوتی ہے، لہذا اسی کے اعتبار سے اس کا نفقہ عدت واجب ہوگا، اور جو عورت بغیر ہبستری کے مطلقہ ہوگئی ہے یعنی شادی کے بعد ہی فوراً قبل الدخول طلاق دے ڈالا گیا، تو اس

کے لیے نصف مہر ہے، اور اگر مہر متعین نہیں کیا تھا تو اس کے لیے متاع ہے۔ متاع کی تفسیر میں علما کا اگرچہ اختلاف ہے؛ مگر صحیح قول یہی ہے کہ شوہر اپنی وسعت کے مطابق اتنا دے جس سے مطلقہ خوش ہو جائے؛ البتہ شرعاً اس کی کوئی مقدار خاص متعین نہیں ہے۔ جوڑے کے سلسلہ میں مشہور ضرور ہے اور وہ بھی شوہر کے لحاظ سے دیا جائے گا۔

عدت کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ مرد اگر غصہ میں نادانی کی وجہ سے کسی ایسی بات پر جس پر طلاق کا ترتب نہیں ہوتا، طلاق دے بیٹھتا ہے، تو بعد میں ندامت ہوتی ہے، چنانچہ ایک یا دو رجعی کے وقت تو عدت کے اندر اسے رجعت کا ہر وقت موقع رہتا ہے، بائن بھی ہو تو زن و شوہر اسی عدت کے ایام میں اپنے ماضی کی غلطی پر اظہارِ ندامت کر کے دوبارہ نکاح کے ساتھ رجوع کر سکتے ہیں، اگر عدت کے ایام یا اس کا وقفہ نہ ہوتا تو مرد کے لیے بھی اور عورت کے لیے بھی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا اور پھر رجوع کا کوئی موقع نہ ہوتا، اللہ کا بڑا احسان ہے کہ عدت کا وقفہ دے کر زن و شوہر کو سوچ کر باہم ملنے کا موقع دیا۔ عدت کے باب میں یہ بات بھی اہم ترین شمار کی جاتی ہے کہ عدت سے نسب کی حفاظت ہوتی ہے، شریعت نے نسب کی حفاظت کرنے اور اس کو اختلاط سے بچانے میں حد درجہ احتیاط سے کام لیا ہے؛ تاکہ اس سے صحیح اور بہترین معاشرہ تیار ہو سکے؛ کیوں کہ اس کا معاشرہ پر بھی بڑا اثر پڑتا ہے، استبراء رحم اسی نقطہ نظر کی صحیح ترجمانی ہے۔ چنانچہ تین حیض کی مقدار کا فلسفہ بھی اسی کی غمازی کرتا ہے۔

(اسلام کا مکمل نظام طلاق ۱۹۲، ۱۹۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ: العبد احمد خان پوری، ۱۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ



## حاملہ کی عدت

**سوال:** زید بیرون ملک بغرض معاش گیا ہے، اس کی غیر موجودگی کی وجہ سے اس کی اہلیہ کے اجنبی شخص عمر سے ناجائز تعلقات پیدا ہوئے، اور اس کے نتیجے میں زید کی اہلیہ حاملہ ہوئی، زید کو اس بات کا علم ہوا؛ لہذا زید نے طلاق دیدی، اور اب عمر و اپنی ناجائز طریقہ کی حاملہ عورت سے قبل از عدت نکاح کرنا چاہتا ہے، تو شرع اس کی اجازت دیتی ہے یا نہیں؟ جب کہ عمر و اپنی حرام کاری کے نتیجے میں اپنے قرار شدہ نطفہ کو لفظ ہاں میں گردانتا ہے؛ نیز یہ عمل زید کے جانے کے بعد ایک طویل مدت سے ہوا ہے اور ہاں وجودِ ولدِ حرام کے بعد اسے کس کی طرف منسوب کریں گے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

زید نے جس وقت طلاق دی، اس وقت اس کی بیوی حاملہ تھی تو اس کی عدت وضعِ حمل ہے۔

لقولہ تعالیٰ ﴿واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن﴾ (الطلاق)  
 وفي حق الحامل مطلقاً ولو امة او كتابية او من زنا، بان تزوج حبلی  
 من زنا ودخل بها ثم مات او طلقها تعتد بالوضع، جواهر الفتاویٰ  
 وضع جمیع حملها الخ (درمختار علی الرد ۲/ ۶۵۶، ۶۵۷)

عدت مکمل ہونے سے پہلے عمر و کا اس عورت کے ساتھ نکاح کرنا درست نہیں ہے۔  
 والسادس: المحرمة لحق الغير كمنكوحه الغير ومعتدته (بجہ الرائق ۳/ ۹۸)  
 وقوع طلاق کے دو سال کے اندر اندر اگر بچہ پیدا ہوا تو اس کی نسبت زید کی طرف  
 کی جائے گی، اور اگر پورے دو سال یا اس کے بعد ہوا اور زید نے طلاق بائن دی تھی

تو بچہ کی نسبت زید کی طرف نہ ہوگی، اور اگر طلاق رجعی دی تھی اور عورت نے ختمِ عدت کا اقرار نہیں کیا ہے، تو پورے دو سال یا اس کے بعد بھی بچہ کی نسبت زید کی طرف ہوگی۔ (کافی الدر المختار علی هامش الشامی ۱/۶۷۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری

شوہر کا انتقال سابق وطن میں ہو تو عدت کہاں گزارے؟

**سوال:** شوہر اور اس کی اہلیہ دونوں ہر وقت بمبئی میں رہتے ہیں، ان کا سب کاروبار بمبئی میں ہے، کبھی کبھار وہ پالنپور بھی چلے جاتے ہیں، ان کا صرف پالنپور کے اندر گھر ہے، اب یہ دونوں (شوہر اہلیہ) بمبئی سے پالنپور جاتے ہیں، اور پالنپور کے اندر شوہر کا انتقال ہو جاتا ہے، تو اہلیہ عدت کہاں گزارے گی؟ عورت کو پالنپور کے اندر بہت سی دشواریاں ہیں، تب عورت عدت پالنپور میں گزارے گی یا بمبئی میں آ کر گزارے گی؟ جواب کا طلب گار ہوں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اس عورت کے لیے پالنپور ہی میں عدت گزارنا ضروری ہے۔ (در مختار شامی ۲/۶۷۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۲۹/ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

عدت میں نکاح و تداخلِ عدت

**سوال:** عبد الرحمن نے اپنی بیوی اربع خاتون کو ۳۰ شعبان ۱۳۲۶ھ کو طلاق دی، اور مولوی عبد المجید نے اربع خاتون کا نکاح ۱۵ شوال ۱۳۲۶ھ کو عبد اللطیف

کے ساتھ کر دیا (عدت ختم ہونے سے پہلے) تو کیا عدت پوری ہونے سے پہلے نکاح کر دینا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، دوسرے خاوند نے اگر جماع کیا ہے تو اس پر مہر مثل اور مہر مقرر میں سے اقل واجب ہے، اور عورت پر عدت اولیٰ کے ساتھ دوسرے خاوند کی عدت بھی ہوگی؛ مگر دونوں عدتوں میں تداخل ہوگا، عدت اولیٰ گزرنے کے بعد اگر عورت اسی خاوند سے نکاح کرنا چاہے جس سے نکاح فاسد ہوا ہے تو عدتِ ثانیہ گزرنے سے پہلے بھی ہو سکتا ہے؛ البتہ اگر کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے گی تو دونوں عدتوں کا گزارنا لازم ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۵/۱۸) والدلیل فیہ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاً ہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۳/ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## عدت میں نکاح صحیح نہیں

سوال: عبد الرحمن نے اپنی بیوی اربوعہ خاتون کو ۳۰/ شعبان ۱۳۲۶ھ شہ بدھ بعد نماز مغرب طلاق دی، اور مولوی عبد المجید صاحب نے اربوعہ خاتون کا نکاح ۲۲/ شوال ۱۳۲۶ھ جمعہ بعد نمازِ عشاء عبد اللطیف کے ساتھ کر دیا (عدت پوری ہونے سے پہلے) اور عدت میں نکاح صحیح نہیں ہوتا، جناب مفتی صاحب ساٹھ فیصد میرادل اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ مولوی عبد المجید صاحب نے اربوعہ خاتون کا نکاح ۲۲/ شوال کو پڑھایا، مولوی عبد المجید نکاح پڑھانے کی کوئی تاریخ نہیں بتاتے ہیں، کیا شریعت

میں اس کا کوئی فیصلہ ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

طلاق کی عدت تین حیض ہے، اگر حاملہ ہو تو وضع حمل عدت ہے، عدت گزرنے سے پہلے نکاح ثانی جائز نہیں، تین حیض کم سے کم ساٹھ دن میں آسکتے ہیں، اگر عورت یہ کہے کہ میری عدت گزر چکی یعنی تین حیض آگئے اور ساٹھ روز بھی پورے ہو چکے ہیں جن میں تین حیض آنے کا احتمال بھی ہے تو شرعاً اس کا قول معتبر مان لیا جائے گا، اور نکاح ثانی درست ہوگا، اگر طلاق کے بعد ساٹھ دن گزر گئے، مگر اس کو تین حیض نہیں آئے تو یہ محض ساٹھ دن کا گزر جانا اس کی عدت کے لیے کافی نہیں، اور اس کا نکاح معتبر نہیں ہوگا، فوراً دوسرے شخص سے اس کو علیحدہ کر دیا جائے، تین حیض پورے ہونے کے بعد دوبارہ نکاح کیا جائے۔

قال الله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ وقال الله تعالى: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى تبلغ الكتاب اجله﴾ وقال الله تعالى: ﴿واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن﴾ ومن قالت انقضت عدتي بالحيض فالقول لها مع اليمين ان مضى عليها ستون يوماً، عند الإمام كل حيض عشرة وكل طهر خمسة عشر در مختار كذا في الخانية (مجمع الأنهر/ ١٧٧) (فتاویٰ محمودیہ ١٣/ ٣٢٣) فقط والله تعالى اعلم۔

املاؤہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ٢١/ جمادی الاخریٰ ١٣٢٢ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم الله

## عدت کب شروع ہوگی؟ جہیز کے سامان کا حکم

**سوال:** میری لڑکی کی شادی ہوئے چار سال چھ مہینے ہو گئے ہیں، ایک لڑکا بھی ۳/ سال کا ہے، اب اس کا شوہر اس کو طلاق دینا چاہتا ہے جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ بیوی اس کو پسند نہیں ہے، باپ نے زبردستی قصداً اس کا نکاح کروایا ہے، حالاں کہ اس نے خود نکاح کے وقت اپنی مرضی سے نکاح کیا تھا اور خوش تھا، اب بھی ۹/ مہینے سے لڑکی اپنے ماں باپ کے ساتھ ہے، اور شوہر سے اس کا کچھ بھی تعلق نہیں ہے، اور بات بھی نہیں کرتا ہے تو اس لڑکی کو طلاق کے بعد عدت گزارنی ہوگی؟

اور کیا اس بچے کا خرچ ہم لے سکتے ہیں؟ اور ہم نے سامان وغیرہ جہیز کے روپ میں دیا تھا جو انہوں نے مانگا تھا اس سامان کو استعمال کر کے توڑ دیا ہے؛ لیکن آدھا سامان ان کے پاس موجود ہے، کیا لڑکی اس کی قیمت وصول کر سکتی ہے؟ اور مہر نقد دے دی تھی۔ کیا اگر وہ کچھ بھی دینے سے انکار کرے تو ہم عدالت میں کیس کر سکتے ہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

عدت کی شروعات طلاق دینے کے بعد سے ہوا کرتی ہے چاہے طلاق دینے سے پہلے میاں بیوی کتنی ہی طویل مدت تک ایک دوسرے سے الگ رہے ہوں پھر بھی اس مدت کا شمار عدت میں نہیں ہوگا، اس لیے آپ کی بیٹی چاہے نو مہینے سے آپ کے گھر پر موجود ہے پھر بھی جب تک اس کا شوہر اس کو طلاق نہ دے وہاں تک عدت شمار نہ ہوگی۔ آپ نے اپنی بیٹی کو جہیز کے طور پر جو کچھ دیا ہے وہ آپ کی بیٹی کی ملکیت ہے، طلاق ہونے کی صورت میں جو کچھ بھی جہیز کا مال موجود ہے وہ آپ کی بیٹی واپس

لے سکتی ہے؛ البتہ جو سامان استعمال کر کے ختم ہو گیا اس کی قیمت وصول نہیں کی جاسکتی، چھوٹا بچہ جو ہے اس پر ہونے والے ضروری مصارف اور خرچ کو شوہر سے وصول کیا جاسکتا ہے، اس سلسلے میں دو غیر جانبدار آدمیوں کو بیچ میں ڈال کر ایک مقدار بطور صلح مقرر کر لی جائے جس کو آئندہ شوہر سے وصول کیا جاتا رہے، مقدار مقرر ہونے کے بعد اگر شوہر اس کو ادا نہیں کرتا تو بذریعہ عدالت بھی اس کو وصول کیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اسلام: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۵ / ربیع الاول ۱۴۲۸ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## بیوہ عدت کہاں گزارے؟

**سوال:** یہاں ایک لڑکی شادی شدہ تھی، اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے، مرحوم کا ایک لڑکا ہے، مرحوم شوہر کے گھر آ کر فی الحال عدت گزار رہی ہے، بیوہ اپنے ماں باپ کے گھر پر عدت گزارنا چاہے تو عدت ماں باپ کے گھر گزار سکتی ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

شوہر کے انتقال کے وقت وہ بیوہ اپنے مرحوم شوہر کے ساتھ جس مکان میں رہتی تھی اسی مکان میں عدت پوری کرنا ضروری ہے، اس سے پہلے کسی دوسری جگہ چاہے وہ اس کے ماں باپ کا مکان ہی کیوں نہ ہو منتقل نہیں ہو سکتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## ایام عدت میں عورت کہاں رہے؟

**سوال:** زید نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس عورت کے نہ والدین موجود ہیں انتقال کر گئے اور نہ اس کے رشتہ دار ہیں، وہ اکیلی ہے اور زید نے اسے طلاق دے دیا تو کیا وہ عورت زید کے گھر میں پردہ کر کے رہ سکتی ہے بغیر بات کئے ہوئے عدت تک اور زید کی کمائی کھاتی رہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

عدت کے ایام کا نفقہ اور سکنی زید پر ہی واجب ہے اس لیے وہ عورت ایام عدت میں زید کے گھر ہی میں رہے گی؛ البتہ اگر زید نے اس کو طلاق بائن دی ہے تو وہ عورت اجنبیہ کے حکم میں ہے (اس لیے دونوں کے درمیان آڑ اور پردہ ہونا ضروری ہے) اور اگر مکان چھوٹا ہو یا شوہر فاسق ہو تو اس درمیان شوہر کو چاہیے کہ دوسری جگہ رہے۔ (شامی ۶۷۵/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۱۳ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## علاج کے ذریعہ خون جاری کر کے عدت پوری کروانا

**سوال:** مسئلہ یہ ہے کہ ایک عورت چار بچوں کی ماں ہے، چوتھے بچے کی ولادت پر اس کے شوہر نے ولادت و نفاس کی مدت گزرنے کے بعد طلاق مغلظہ دی، اور اس عورت کی عادت یہ ہے کہ ہر بچہ کی ولادت کے بعد ڈیڑھ سال تک دم حیض آتا نہیں ہے، اب اس مرتبہ بھی یہی امکان تھا، اور مدت عدت کی طوالت کا اندیشہ تھا، اس لیے

اس عورت کے اگلے شوہر ہی نے اس کو ڈاکٹری علاج کروایا، اور ایسی گولیاں دلوائیں کہ پہلے مہینے میں بیس دن کے بعد حیض کا خون مکمل تین رات تک آیا، پھر دوسری مرتبہ پھر گولیاں دیں، تو دوسرے بیس دن کے بعد خون آیا اور تین رات تک مستمر رہا، پھر تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی کیا کہ گولیاں دیں اور بیس دن تک خون نہیں آیا اور پھر تین دن رات خون مستمر رہا، تو اب صورت مذکورہ میں عورت کی مدت حیض پوری ہوگی یا نہیں؟ اس کے لیے نکاحِ ثانیہ کا جواز ہوگا یا عدم جواز؟ اور اس طریقے سے خون جاری کروانا حیض کے حکم میں شمار ہوگا یا نہیں؟ اور شرعاً یہ ممنوع ہے یا مباح؟ برائے کرم تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

نوٹ: نکاحِ ثانی زواجِ اول سے نہیں؛ بلکہ دوسرے سے کرنا ہے۔

(الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً)

صورتِ مسئلہ میں اگر تینوں مرتبہ کا خون زواجِ اول کے طلاق دینے کے بعد آیا ہے، تو اس کی عدت پوری ہوگئی، اور اب اس عورت کے لیے نکاحِ ثانی کی اجازت ہے، یہ خون حیض ہی کہلائے گا، یہ ایک طریقہ کا علاج ہے جس کی شرعاً اجازت ہے۔ (ماخوذ از فتاویٰ رحیمیہ ۲۰۵/۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد۔ بسم اللہ عفی عنہ

بعد طلاق عدت کی رقم واپس کر دے تو شوہر کیا کرے؟

(سوال: میں نے اپنی عورت کو آج سے تین ماہ پہلے تین طلاق دے دی، اور مہر



بھی اس کی ادا کر دی، اور عدت کا خرچ وغیرہ بھی بھیج دیا تھا، اب ان لوگوں نے قریباً ایک ماہ کے اندر مہر اور عدت کی رقم واپس کر دی، اب میرے سسرال والے یہ کہتے ہیں کہ طلاق نہیں ہوئی، اور میں یہ کہتا ہوں کہ میں نے اپنی عورت کو تین طلاق، طلاق، طلاق دے چکا ہوں، اب اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں طلاق ہوئی کہ نہیں؟ اور یہ مہر و عدت کی رقم جو واپس کر دی ہے اس کا کیا کیا جائے؟ اس کا حلاصہ شرع کے موافق جواب دیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

آپ نے جب اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی، تو اب وہ اس پر واقع ہو گئی، اور آپ کی بیوی آپ پر حرام ہوئی، شرعی حلالہ کے بغیر اس کے ساتھ نکاح درست نہیں، آپ کے سسرال والوں کا یہ کہنا کہ طلاق نہیں ہوئی غلط ہے، آپ نے اس کو مہر اور عدت کی رقم دے دی تو آپ کا ذمہ بری ہو گیا، اب اگر وہ رقم دوبارہ آپ کو دے رہے ہیں تو آپ کو اختیار ہے چاہے قبول کریں یا نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنہ خانپوری، ۸ / رجب المرجب ۱۴۱۰ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنہ

## بذریعہ عدالت تاحیات نفقہ کا مطالبہ

**سوال:** (۱) اگر اوصاف احمد اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو کیا از روئے شریعت لڑکی کے والد جو حاجی اور سید ہیں، کورٹ کے ذریعہ اس کو ماہانہ وظیفہ (عمر بھر کے لیے) وصول کر سکتے ہیں؟ کیا یہ عدت اور مہر کے علاوہ رقم ان کے لیے جائز ہے؟

② حاجی صاحب سلمہ مسلم شریعت کا سہارا لے کر اپنے بیٹے کی دوسری شادی کر سکتے ہیں؟ (پہلی بیوی کی موجودگی میں) ایسی صورت میں وہی حاجی اپنی لڑکی کے لیے انڈین نیشنل کورٹ کا سہارا لیتے ہیں اور عمر بھر کے لیے وظیفہ مانگتے ہیں، یہ کتنا درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

① ② فتاویٰ رحیمیہ میں ہے: مطلقہ عورت عدت کے خرچ کی حقدار ہے، دوسرے نکاح یا وفات تک کا نفقہ طلب کرنے کا حق نہیں ہے، اسلامی قانون کے مقابلہ میں حکومت کو ترجیح دینا اور اس کو پسند کرنا اور اس کے مطابق نفقہ حاصل کرنا ظلم اور حرام ہے، اور ایمان کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۵/۲۰۹)

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں: مطلقہ عورت کے لیے شرعی حکم یہ ہے کہ اگر اس کو مہر ادا نہ کی گئی ہو تو مہر ادا کی جائے، حیض آتا ہو تو تین حیض تک، حیض نہ آتا ہو تو تین ماہ تک، حاملہ ہو تو وضع حمل تک نان و نفقہ دیا جائے، اور اگر خلوت سے پہلے طلاق دے دی گئی اور مہر مقرر ہوئی ہو تو نصف مہر اور اگر مقرر نہ ہوئی ہو تو کپڑے کا ایک جوڑا دیا جائے، اس کے علاوہ نکاح ثانی کرنے یا اس کے انتقال ہونے تک شوہر پر اس کا نفقہ لازم کرنا قرآنی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے، اور حدود اللہ سے تجاوز کرنا ہے اور شوہر پر ظلم و زیادتی ہے۔ (۵/۲۱۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املأه: العبد احمد عفی عنہ خانیپوری، ۴/ رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: عبدالقیوم راجکوٹی

## عدت کے خرچ سے زیادہ لینے کا قانون اور زنا پر جرمانہ طے کرنا تعزیر بالمال ہے؟

**سوال:** ① آج جہالت و ضلالت کے زمانے میں یا علم ہونے کے باوجود بے عملی کے نتیجے میں معاشرہ میں کئی طرح کی برائیاں اور فتنے ظاہر ہو رہے ہیں اور ان کے سدّ باب کے لیے ترغیبی اور تربیتی اور ہر طرح کی اسکیمیں اور پروگرام ناکافی ہو رہے ہیں، ان سب کے ہوتے ہوئے بھی معاشرہ میں ایسے گناہوں کا ارتکاب ہو رہا ہے جن سے پورا معاشرہ متاثر ہوتا ہے، اور بے ایمانوں کے درمیان اہل ایمان کی توہین و تذلیل ہو رہی ہے اور اسلام بدنام ہوتا ہے، ایسے لوگوں کا بائیکاٹ کیا جائے تو ان کے رشتہ دار یا ان جیسے حضرات ان کے ساتھ شریک ہو کر بائیکاٹ کی مخالفت کرتے ہیں، اور کوئی جماعت ایسی نہیں جو ان پر کوڑے چلا سکے، کبھی مظلوم اپنا انتقام لینے کے لیے کیس کی حد تک پہنچتے ہیں؛ پھر اس کے بعد جو خرچے اور بدنام ہونا ہے وہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔

اس صورتِ حال میں معاشرہ کو بچانے کے لیے قدرے جو عمل مفید ہو رہا ہے وہ یہ ہے کبھی بے وجہ طلاق دینے والے سے عدت کا خرچ زیادہ لیا جاتا ہے؛ تاکہ اسے سبق ملے اور دوسروں کو عبرت ہو، یہ خرچ کبھی تین چار ہزار کے بجائے پچاس ہزار اور لاکھ تک بھی لیا جاتا ہے، عدت کے اس خرچے کو سن کر بیجا طلاق دینے والوں میں کمی ہوتی ہے۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ:

① لڑکی والوں کا یہ خرچ لینا کیسا ہے؟ معاملہ کی اصلاح کرانے والوں کا یہ خرچ

دلانا کیسا ہے؟ اگر جو اب نفی میں ہو تو کیا اس خرچ لینے کے جواز کی کوئی صورت ہے، جس سے مظلوم کی مدد ہو سکے اور ظالم کو سبق ملے، کبھی یہ خرچ شادی کے نام سے لیا جاتا ہے کہ آئندہ کی شادی کا معاملہ ہوگا جس میں خرچ کرنا پڑے گا۔

(الجواب): حامداً ومصلياً ومسلماً

① نفقہ کی مقدار تو اصول شرع کے مطابق ہی طے کی جاسکتی ہے اور اصول کے مطابق جو مقدار نفقہ کی بنتی ہو وہی شوہر پر واجب ہے، اس سے زیادہ کا اس پر بار ڈالنا تعزیر بالمال ہی کی ایک شکل ہے جو شرعاً درست نہیں۔

تعزیر بالمال کے عدم جواز کے سلسلے میں تفصیلی بحث احسن الفتاویٰ ۵/ ۵۴۲ مستقل رسالہ ”تحریر المقال في التعزير بالمال“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔  
ہاں ایسے لوگوں کو بذریعہ مقاطعہ تعزیر کی جاسکتی ہے۔ دیکھئے: احسن الفتاویٰ ۵/ ۱۹۵۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(سوال): ② ہمارے یہاں چند روز پہلے ایک معلق طلاق کا واقعہ پیش آیا اور تعلیق پائے جانے سے طلاق مغلطہ واقع ہوگئی، اس معاملہ میں قریب تھا کہ کیس تک نوبت پیش آتی جس سے سماج اور اسلام بدنام ہوتا؛ لیکن اہل فکر حضرات نے اس میں پڑ کر صلح کرائی اور الحمد للہ صلح ہوگئی اور عدت کے خرچ کے طور پر لڑکی والوں نے بڑی رقم کا مطالبہ کیا اور آخر میں کمی بیشی ہوتے ہوتے ۴۵۰۰۰ روپے تین ماہ کی مدت میں دینا طے پایا، مذکورہ رقم طے کرتے وقت یہ بھی کہا گیا کہ عدت کا خرچ تو کم ہوتا ہے؛ لیکن آپ لڑکی پر احسان کر کے دے دو، لڑکے والوں سے مذکورہ رقم احسان کے نام پر طے کرائی گئی تو لڑکی کا یہ خرچ لینا اور دلانا کیسا ہے؟ لوگ جہالت کی وجہ سے طلاق

کے بعد ”تسریح باحسان“ کو نہ جانتے ہوں تو اس کی طرف توجہ دلائی جائے اور احسان کرایا جائے تو کیا حکم ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

② اگر لڑکے والوں نے برضا و رغبت اس رقم کو منظور کیا ہے تو اس کا لینا اور دلانا درست ہے ورنہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

**سوال:** ③ کبھی کوئی زنا کار تکاب کرتا ہے اور مرتکب سے اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے بجائے سو کوڑے یا رجم یا کسی اور تعزیر کے پچیس، پچاس ہزار روپے کا جرمانہ وصول کیا جاتا ہے، جواب طلب امر یہ ہے کہ اس جرمانہ کا لینا کیسا ہے؟ عموماً ہمارے یہاں ایسے معاملے کو سلجھانے والے حضرات جرمانہ لے کے پانچ چھ سال تک اپنے پاس رکھتے ہیں اور پھر جس سے لیا ہے اسے واپس کر دیتے ہیں، یہ جرمانہ سزا کا بدل سمجھ کر لیا جائے اور کسی کا رخیہ میں استعمال کیا جائے تو کیا حکم ہے؟ چوں کہ حد جاری کرنے میں مجبوری ہے، اگر جرمانہ لینا صحیح نہ ہو تو ان جیسی برائیوں کے سدّ باب کے لیے کوئی صورت ہو تو بتا کر ممنون فرمائیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

③ جیسا کہ جواب نمبر (۱) میں بتلایا گیا کہ تعزیر بالمال جائز نہیں، اس لیے یہ رقم لے کر رخیہ میں استعمال کرنا جائز اور درست نہیں، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت جواز منقول ہے اس کے جوابات حسب ذیل دیے گئے ہیں:

(۱) علامہ شامی و دیگر بعض فقہاء نے اسے روایت ضعیفہ قرار دیا ہے، اکثر کتب

میں یہ روایت ضعیفہ کی تعریض ”قیل“ سے مروی ہے۔

(۲) اس روایت ضعیفہ کا مطلب یہ ہے کہ یُسکھامدة لینزجر ثم یعیده

الحاکم الیہ الخ... (کذا فی الشامیہ؛ ۶۱/، بزازیہ، بحر، مجمع وغیرہ)

بعض کتب میں فان لیس من توبته یصرفه الی ما یرری تحریر ہے، یہ کئی وجوہ سے باطل ہے: (۱) یہ حضرت امام ابو یوسف سے منقول نہیں؛ بلکہ صاحبِ محبتی کی ذاتی رائے ہے کما یتضح من قوله و أری ان يأخذه الخ...

مزید تفصیل احسن الفتاویٰ ۵/ ۵۵۸ پر دیکھ لیجئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاءہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۲/ محرم الحرام ۱۳۶۱ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## مطلقةٌ ثلاثاً کانفقهُ عدت اور سامان کا حکم

**سوال:** زید نے تین مرتبہ اپنی بیوی کو طلاق، طلاق، طلاق کہا، تو بیوی کو طلاق ہوئی یا نہیں؟ اب اگر طلاق ہوگی تو اس کی عدت کی مدت کب تک؟ اور نفقہ کا مسئلہ کتنی مدت تک اور کتنا ماہانہ ہوگا؟ اور لڑکی کو جو سامان زیور وغیرہ دیا گیا وہ اب کس کا؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

زید نے جب اپنی بیوی کو تین طلاق دی تو وہ اس پر واقع ہو گئیں، اور وہ عورت زید پر حرام بہ حرمتِ مغلظہ ہو چکی ہے، شرعی حلالے کے بغیر زید کا نکاح اس عورت کے ساتھ درست نہیں ہے۔ اگر وہ عورتِ حامل سے ہے تو اس کی عدت بچہ پیدا ہونے تک ہے، اور اگر حمل نہیں ہے تو تین حیض پورے ہونے تک ہے۔ عدت کا نفقہ شوہر

پر ہے، دونوں کی مالی حیثیت مد نظر رکھ کر دو دین دار، تجربہ کار آدمی نفقہ کی مقدار طے کریں۔ لڑکی کا جہیز کا سامان لڑکی کا ہے، اور جو سامان اور زیور وغیرہ لڑکی کو سسرال والوں کی طرف سے دیا گیا ہے اس میں عرف اور عادت کا اعتبار ہوگا، اگر عرف عاریت کا ہے تو وہ سسرال والوں کو لوٹا دیا جائے، اور اگر عرف مالک بنا کر دینے کا ہے تو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری ۲۲ رمضان المبارک ۱۹۱۹ھ

## معتدہ وفات کے لیے بیرون ملک کا سفر

**سوال:** ہمارے والد کے انتقال پر ملال کے بعد ہماری والدہ محترمہ عدت شرعیہ کی پابند ہیں۔ بندہ آئندہ ہفتہ اپنے عمیال سمیت جنوبی افریقہ جا رہا ہے اور یہاں ہماری ایک والدہ اور ہماری ایک بھابھی جان ہے۔ دو بچوں کے ساتھ وہ جائیں گے مگر کچھ ہی دنوں میں ہماری بھابھی جان بھی اپنے دونوں بچوں کے ساتھ جنوبی افریقہ جانے والے ہیں ان کے جانے کے بعد چوں کہ ہمارے سارے بھائی بہن بیرون ملک میں مقیم ہیں لہذا والدہ محترمہ تنہا اپنے مکان میں رہ جائیں گی جن کی نگرانی اور دیکھ بھال اور سودا لانے کے لیے رشتہ داروں کے علاوہ ان کا اپنا کوئی نہیں رہ جائے گا۔ اس کے علاوہ والدہ خود بھی اکثر بیمار رہا کرتی ہیں ان سب وجوہات کے بناء پر اپنی والدہ کو بھی جنوبی افریقہ لے جانا چاہتے ہیں مگر حد و شرعیہ میں رہ کر تو ان حالات کے بنا پر شریعت میں ایسی کوئی گنجائش ہے جس کے تحت ہم انہیں جنوبی افریقہ لے جا سکیں جہاں ان کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں مقیم ہیں امید ہے کہ حضرت والا مندرجہ بالا استفتاء کے سلسلہ

میں شریعت کی روشنی میں مستفیض فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

معتدہ وفات کے لیے ضروری ہے کہ جس گھر میں عدت واجب ہوئی ہے اسی میں اپنی عدت پوری کرے وہاں سے منتقل ہونے کی اجازت نہیں۔ آپ نے سوال میں جو کیفیت تحریر فرمائی ہے وہ شرعاً ایسا عذر نہیں ہے جس کی وجہ سے ان کے لیے گھر چھوڑنا جائز ہو۔

وتعتدان ای معتدة طلاق و موت فی بیت و جبت فیہ ولا تخرجان منه الا ان تخرج او ينهدم المنزل او تخاف انه دامه او تلف مالها ولا تجد كراء البيت ونحو ذلك من الضرورات فتخرج لا قرب موضع اليه.  
(در مختار)

اگر آپ پانچ بھائیوں کو والدہ محترمہ کی خدمت اور سودا سلف وغیرہ کا لحاظ اور پاس ہے تو خود یا کوئی ایک اس مدت میں والدہ کے ساتھ قیام فرمائے والدہ کو اپنے ساتھ لے جا کر حکم خداوندی ﴿ولا یخرجن﴾ کی خلاف ورزی کا صریح مرتکب نہ بنائیں۔ ان کو معصیت میں ڈالنا خدمت کا تقاضہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۲/ جمادی الاول ۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

معتدہ کے لیے شوہر کے بھتیجے بھانجے سے پردہ کا حکم

سوال: معتدہ عدت سے پہلے اپنے شوہر کے بھتیجوں اور بھانجوں سے خوش اخلاقی سے پیش آ کر بات چیت کرتی تھیں، اور خصوصاً معتدہ جب کہ مشتھاء میں سے بھی نہ ہوں،



ان بھتیجوں بھانجوں کو بھی ان سے خوب تعلق ہو تو کیا عدت کی حالت میں باتیں کرنا ان سے، منہ دیکھنا وغیرہ حرام ہو جاتا ہے؟ جب کہ وہ آئیں تو دوسری عورتوں کا ان کو نکال دینا کیسا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اپنے مرحوم شوہر کے بھتیجوں اور بھانجوں کے ساتھ کوئی رشتہ حرمت نہیں ہے، تو ان کا حکم بھی دیگر اجنبی غیر محرم مردوں جیسا ہے، یعنی شرعی ضرورت کی صورت میں ان کے ساتھ گفتگو کر سکتی ہے، بلا ضرورت نہ کرے، اور منہ جس طرح دیگر غیر محرم کے سامنے نہیں کھول سکتی ان کے سامنے بھی نہ کھولے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۱/ شوال ۱۳۱۳ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

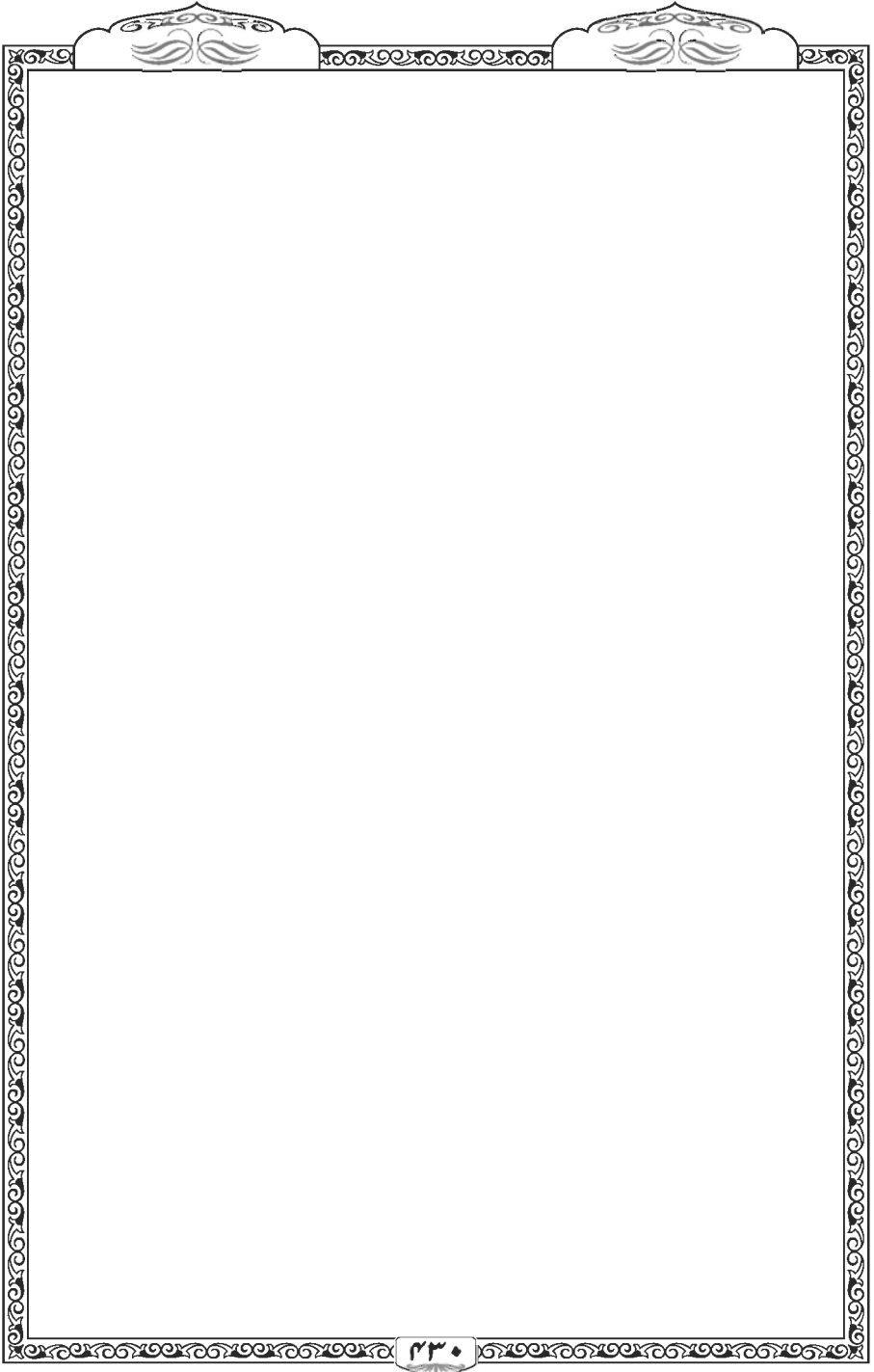
**معتدہ کا سونے کے کنگن پہننا**

**سوال:** معتدہ نے پہلے ہی سے سونے کے کنگن ہاتھ میں پہن رکھے تھے، اور خصوصاً جب کہ وہ مشتھاء میں سے بھی نہ ہوں تو کیا ان سے گاؤں کی عورت وغنیرہ اتر والیں تو درست ہے؟ پہن رکھنا کیسا ہے؟

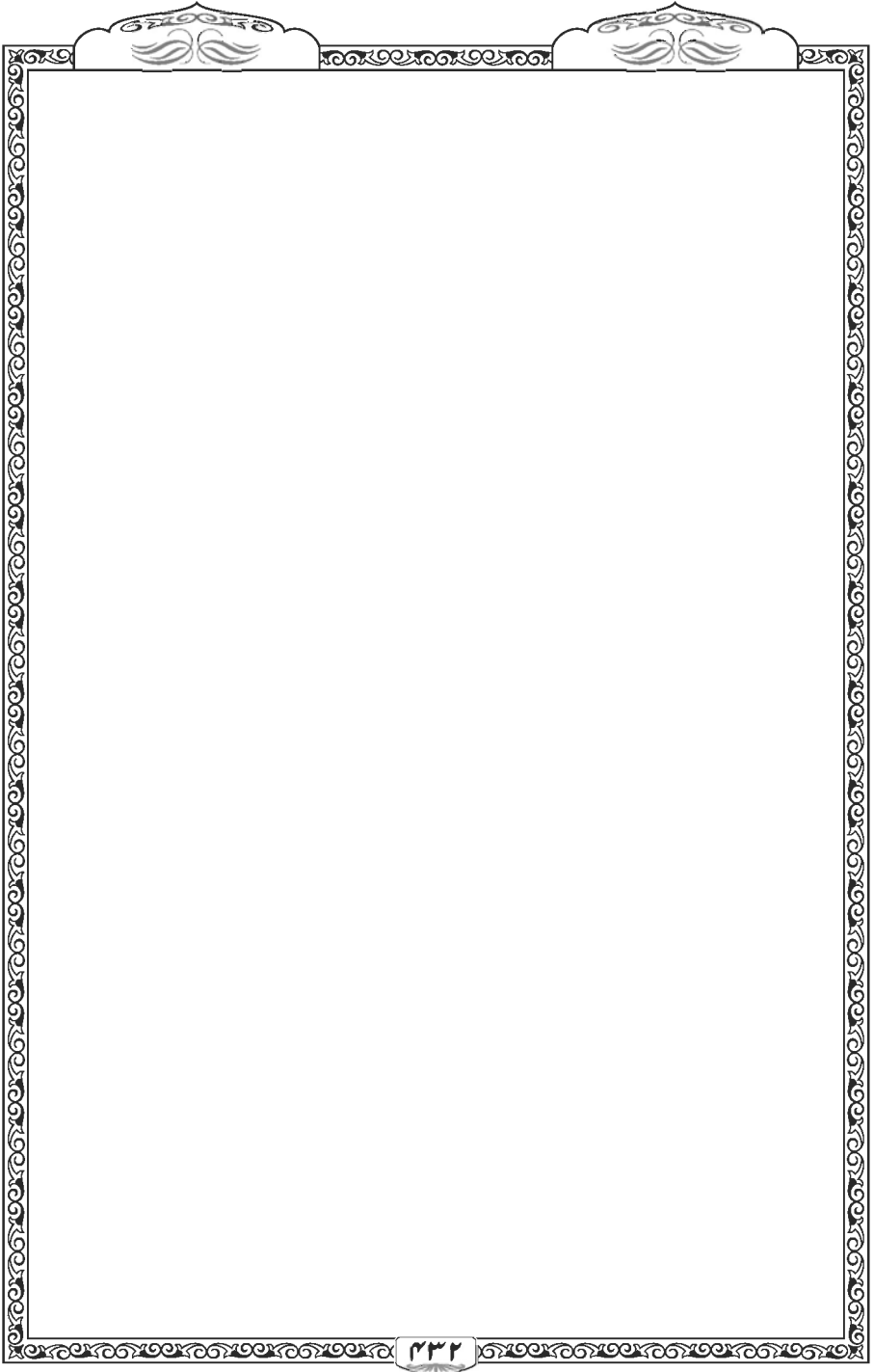
**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

سونے کے کنگن کا شمار بھی زینت میں ہے، اس لیے عدت کی حالت میں نہ پہن جائیں۔ (شامی ۶۷۰/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۱/ شوال ۱۳۱۳ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ



# كتاب البيوع



## نقد اور ادھار خریداری کے بھاؤ میں فرق رکھنا

**سوال:** تاجر اپنے نقد اور ادھار خریداروں کو خوب جانتا ہے؛ اس لیے جب کوئی نقد خریدنے والا تاجر سے اشیاء کی قیمت معلوم کرتا ہے تو اس کو کم دام بتاتا ہے، اور جب ادھار خریدنے والا اشیاء کی قیمت معلوم کرتا ہے تو اس کو زیادہ دام بتلاتا ہے اور اس کو خریدار قبول بھی کرتا ہے اس طرح کرنا شرعاً کیسا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً  
درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## نقد ثمن کی صورت میں کمیشن

**سوال:** تاجر زید نے بڑی منڈی سے کرانہ کی تجارت کا مال خریدا، فروخت کرنے والا غیر مسلم ہے، اس نے زید سے کہا کہ اشیاء کی قیمت یہ ہے؛ لیکن اگر نقد رقم دو تو فیصد روپیہ کمیشن دیا جائے گا، زید کے لیے اس طرح کی بیع درست ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

درست ہے۔ وفي البزازیة باعه علی أن یهبه من الثمن کذا لا یصح ولو علی ان یحط من ثمنه کذا جاز للحوق الحط باصل العقد دون الهبة (درمختار) (قوله للحوق الحط باصل العقد) كأنه باعه ابتداءً بالقدر الباقي بعد الحط ط أي بخلاف الهبة فكان شرطاً لا یقتضه العقد

وفیه نفع لاحدهما۔ (شامی ۱/۱۸۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۲۱/ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

## نقد اور ادھار کی قیمت میں فرق

**سوال:** چھڑا اگر نقد بیچتے ہیں تو اس کی قیمت ایک سو روپیہ میں اور اگر ادھار بیچتے ہیں مثلاً چھ ماہ کی مدت پر تو اس کی قیمت ڈیڑھ سو روپیہ ہیں، تو شرعی اعتبار سے اس طرح زیادہ قیمت لے کر بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو اس طرح کوئی جواز کی شکل نکل سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اس کی دو صورتیں ہیں: ایک تو یہ کہ بیچ کے وقت ثمن کی تعیین نہیں کی؛ بلکہ مشتری سے ترید کے ساتھ کہا کہ اگر اس کی قیمت اسی وقت دو گے تو ایک سو روپیہ لوں گا اور اگر چھ ماہ بعد دو گے تو ڈیڑھ سو روپیہ لوں گا تو یہ بوجہ جہالت ثمن کے جائز نہیں۔ دوسری شکل یہ ہے کہ اول مشتری سے طے کر لیا ہو کہ نقد لیتے ہو یا ادھار، اگر اس نے نقد لینے کو کہا تب تو ایک سو روپیہ قیمت ٹھہرائی اور اگر ادھار لینے کو کہا تو ڈیڑھ سو روپیہ ٹھہرائی یہ جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۳/۲۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۱۳/ شوال المکرم ۱۴۱۶ھ

## نقد اور ادھار میں قیمت کا تفاوت

**سوال:** ایک شخص کا کاغذ کا دھندا ہے، تو اس کے یہاں تجارت کی یہ صورت ہوتی

ہے کہ، اگر نقد دے کر خریدنا ہے مثلاً (۵۰۰) روپیہ میں، اور اگر ادھار خریدنا ہے تو (۶۰۰) روپیہ میں، تو اس طرح تجارت کرنا کیسا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

درست ہے،؛ البتہ پہلے سے یہ معلوم ہو جانا چاہیے کہ مشتری نقد خرید رہا ہے یا ادھار؛ تاکہ بوقت عقد ثمن مجہول نہ رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۳/۲ ذوالقعدة الحرام ۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد۔ بسم اللہ عفی عنہ

**وقت پر قیمت ادا نہ کرنے پر فسخ بیع یا زیادتی وصول کرنا**

**سوال:** میں نے مثلاً ایک مکان فروخت کیا ۵۰۰۰ میں، اس شرط پر کہ مشتری

مثلاً ۳ رقبہ میں اس کی قیمت مجھ کو ادا کرے گا، (اب معاملہ یہ ہوا کہ میرا انتقال ہو گیا میرے ورثاء کی طرف یہ معاملہ منتقل ہوا)؛ مگر ہوا یہ کہ مشتری نے معین مدت میں وہ قیمت ادا نہیں کی، نیز ایک ساتھ بھی ادا نہیں کی (جو طے ہوا تھا)؛ بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے مجھے وقت کے بعد ادا کی، تو کیا اب میرے لیے (یا میرے مرنے کے بعد ورثا کو) اختیار رہے گا کہ، وہ یہ کہہ کر سودا فیل کر دے کہ مشتری شرط پر پورا نہیں اترتا ہے؟ یا سودا تو فیل نہ کرے؛ مگر ۵۰۰۰ کی جگہ ۸۰۰۰ وصول کرے؟ یا اس کو شرعاً کیا کرنے کی اجازت رہے گی؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر بوقت عقد یہ شرط کی گئی تھی کہ ۳ ماہ میں اس کی قیمت ادا نہ کی تو معاملہ بیع

کالعدم ہوگا، اور خریدار نے مدت مقررہ میں قیمت ادا نہیں کی، تو یہ بیع فاسد ہوگی۔  
(مجلۃ الاحکام ص: ۷۷) لیکن اگر معاملہ بیع کالعدم ہونے کی شرط نہیں تھی، صرف قیمت کی  
ادا بیگی کے لیے مدت مقرر کی گئی تھی، تو اس صورت میں بیع فاسد نہیں ہوگی اور زیادہ  
قیمت وصول کرنے کا اختیار بھی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۰ ربیع الآخر ۱۴۲۱ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

ادھار میں زیادہ قیمت لینا اور کسی مجبوری کا غلط فائدہ اٹھانا

**سوال:** ایک آدمی مجبوری میں کسی مالدار سے قرض لیتا ہے، وہ مالدار بجائے  
نقدی کے سروسوں دیتا ہے، جس کے بھاؤ اس وقت مثلاً ہزار روپے فی کونٹل ہے؛ مگر وہ  
مالدار ایک سال کی ادھار پر پندرہ سو روپے فی کونٹل دے رہا ہے، اور یہ طریقہ  
ہمارے یہاں بہت چل پڑا تو اس تجارت کا کیا حکم ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر کوئی مال ادھار فروخت کیا جائے یا ادھار کی وجہ سے نقد کے مقابلہ میں قیمت  
زیادہ تجویز کی جائے تو شرعاً درست ہے، باقی مالدار حضرات لوگوں کی مجبوری سے  
فائدہ اٹھاتے ہوئے نقد رقم قرض دینے کے بجائے (کہ اس میں دی ہوئی مقدار  
سے زیادہ وصول کرنا سود ہے، اس لیے ایک تدبیر کے طور پر) ایسا کرنا پسندیدہ نہیں،  
مدارنیت پر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املأه: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ  
الجواب صحیح: عبد القیوم راجکوٹی



## کم قیمت میں ذخیرہ کر کے زیادہ قیمت پر ادھار بیچنا

**سوال:** زید نے ڈھائی سو روپے کو کھنٹل کی قیمت سے سو من گےہوں کا اسٹاک کیا، پھر وہ (زید مذکور) فی کھنٹل گےہوں کو پانچ سو روپے کی قیمت سے پانچ ماہ ادھار پر (یعنی پانچ ماہ بعد قیمت کی ادائیگی پر) لوگوں کو فروخت کرتا ہے، اور حال یہ ہے کہ لوگ یعنی مشتری بوقت معین ادا کرتا ہے اور کبھی مدت معین کے بعد قیمت ادا کرتا ہے، تو کیا زید کے لیے ایسا کام کرنا از روئے شرع درست ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر زید کا یہ اسٹاک کرنا اہل بستی کے لیے موجب ضرر نہیں ہے تو درست ہے، ایسے ہی اس کا فروخت کرنا بھی، اگر ادھار میں ادائیگی کا وقت متعین کر دیا گیا ہے تو درست ہے۔ (در مختار شامیہ ۲۸۲/ کتاب الحظر والإباحة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## بیع پر ملکیت سے پہلے بیع باطل ہے

**سوال:** زید اور بکر نے ایک غیر مسلم تاجر سے ولایتی کھاد مقررہ بھاؤ میں ادھار خریدا؛ لیکن تاجر کے پاس اسٹاک میں مال موجود نہیں تھا؛ اس لیے زید کو رقم دے کر کہا تم میری طرف سے وکیل ہو، فلاں دوکان سے کھاد خرید کر بکر کو دیدو، اور بکر کو رقم دے کر کہا کہ تم میری طرف سے وکیل ہو فلاں دوکان سے خرید کر زید کو دیدو، اس دوکان کا بھاؤ اس سے کم تھا جو زید و بکر سے غیر مسلم تاجر نے کہا تھا۔ سوال یہ ہے کہ شرعاً

یہ صورت زید و بکر کے لیے درست ہے، بالفرض اس غیر مسلم تاجر کی جگہ کوئی مسلمان ہو تو اس کے لیے بھی ایسا کرنے کا شرعاً جواز ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

جس وقت سودا ہو اس وقت مبیع بائع کی ملک میں نہیں تھی، اور یہ بیع سلم بھی نہیں ہے؛ اس لیے صورت مسؤلہ میں بیع باطل ہے۔

(وبيع ماليس في ملكه) لبطلان ببيع المعدوم. (درمختار) (قوله وبيع ماليس في ملكه) فيه أنه يشمل بيع ملك الغير بوكالة أو بدونها مع أن الأول صحيح نافذ والثاني صحيح موقوف وقد يجاب بأن المراد بيع ما سملكه قبل ملكه له ثم رأيته كذلك في الفتح في أول فصل ببيع الفضولي، وذكر أن سبب النهي في الحديث ذلك (قوله لبطلان ببيع المعدوم) إذ من شرط المعقود عليه أن يكون موجوداً ملاً متقوماً مملوكاً في نفسه وأن يكون ملك البائع فيما يبيعه لنفسه وأن يكون مقدور التسليم منح. (شامي ٤ / ١١٨) فقط والله تعالى أعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ٣ / ربیع الاول ١٣٠٩ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

## وزن کیے بغیر بیع کا استعمال

**سوال:** زید تاجر ہے، مسلم گا ہک (مشری) فون سے یا زبانی کہہ جاتا ہے کہ فلاں فلاں اشیاء اتنی اتنی مقدار میں مجھے چاہیے، تم تیار رکھو یا کسی کے ساتھ بھیج دو، زید نے اس کے حکم کے مطابق وہ چیزیں تیار کر کے گا ہک کے گھر بھیج دی یا گا ہک خود آ کر

لے گیا، گا ہک نے نہ تو چیزیں دیکھیں، نہ اپنے سامنے وزن کرایا تو اس مشتری کے لیے وزن کیے بغیر ان اشیاء کا استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس صورت میں تجربہ یہ ہے کہ مشتری اور بائع کے درمیان کوئی منازعت نہیں ہے۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

درست نہیں ہے۔

اشترى مكياً بشرط الكيل حرم اى كره تحريماً بيعه وأكله حتى يكيله، وقد صرحوا بفساده وبأنه لا يقال لأكله أنه أكل حراماً لعدم التلازم كما بسطه الكمال لكونه أكل ملكه، ومثله الموزون والمعدود بشرط الوزن و العدد لاحتمال الزيادة وهي للبائع. (درمختار على هامش الشامي ٤/ ١٨٢، ١٨٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## مال پر قبضہ کیے بغیر کسی دوسرے کو بیچنا درست نہیں

**سوال:** زید ایک بڑا تاجر ہے، عمر نے زید سے ایک ٹن انانج خریدا اور پھر بکر کے ہاتھ دس فیصد نفع لے کر اس طرح بیچ دیا کہ عمر نے زید سے کہا میں نے تجھ سے جو ایک ٹن انانج خریدا ہے وہ مال تو بکر کو پہنچادے؛ چنانچہ زید نے وہ مال بکر کو پہنچا دیا، اب سوال یہ ہے کہ عمر نے اس مال پر نہ تو قبضہ کیا اور نہ ہی وزن کیا، تو کیا شرعیہ خرید و فروخت درست ہے؟

**نوٹ:** عمر اگر مال کا وزن کرے اور قبضہ کرے تو اخراجات اس قدر بڑھ جاتے ہیں کہ کم نفع پر بھی تجارت نہیں کی جاسکتی، اور اس زمانہ میں عمومی طور پر اسی طرح خرید

وفروخت ہوتی ہے۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

یہ بیع (خرید و فروخت) درست نہیں۔

فلا يصح اتفاقا الخ (در مختار) ومن اشترى شيئاً مما ينقل ويحول لم يجز له بيعه حتى يقبضه، لأنه عليه الصلوة والسلام نهى عن بيع

مالم يقبض الخ (الهداية: ۷۴)

اناج کے سلسلہ میں یہ مسئلہ مجمع علیہ ہے۔ (تکملة فتح الملهم ۱/ ۳۰۰) فقط واللہ

تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

شمن پر قبضہ کیے بغیر وہی چیز کم قیمت میں مشتری سے خریدنا

سوال: زید نے اپنی زمین کی پیدا شدہ یا خریدی ہوئی رائی اپنے پاس رکھی تھی

تاکہ بھاؤ بڑھنے پر اس کو بیچے، اسی اثناء میں بکر کو نقد رقم کی ضرورت پڑی، بلا سود کے

قرض نہ ملنے پر اس نے زید سے وہ رائی بازار کے عام بھاؤ اسی روپے ایک من کے

بجائے بڑھا کر سو روپے ایک من کے حساب سے ایک سال بعد قیمت ادا کرنے کے

وعدہ پر خرید لی، پھر وہی رائی زید کو اسی روپے ایک من کے حساب سے نقد قیمت میں

بیچ دی اور نقد رقم لی تو کیا اس طرح معاملہ کرنا درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

یہ درست نہیں۔ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱/ ۲۴۵)

لوباع شيئاً وقبضه المشتري ولم يقبض البائع الشمن، فاشتره

بأقل من الشمن الأول لا يجوز الخ (شامی، ۱۲۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## ایک ممبر کا مکان کی تعمیر مکمل ہونے سے پہلے مکان بیچ دینا

**سوال:** کچھ احباب مل کر ایک ہاؤسنگ سوسائٹی بناتے ہیں، اور مشترک زمین خرید کر اس پر رہنے کے مکانات بناتے ہیں، اتنے ممبر بناتے ہیں جتنے مکانات بنانے ہوتے ہیں، اور سب سے قسط وار رقم لے کر جیسے جیسے رقم آتی ہے مکانات تعمیر کرتے جاتے ہیں، جب مکانات تیار ہو جاتے ہیں تو سب ممبران مل کر قرعہ اندازی سے مکانات تقسیم کر لیتے ہیں، جس کے قرعہ میں جس نمبر کا مکان نکلتا ہے وہ اس کا ہو جاتا ہے اور باقاعدہ اس کے نام پر کر دیا جاتا ہے؛ لیکن بعض ممبران تعمیر کے درمیان ہی اب تک ادا کردہ قیمت سے بہت زیادہ رقم پر اپنے مکان کو بیچ دیتے ہیں، تو اس طرح تعمیر کی تکمیل اور قبضہ سے قبل ہی اس مکان کو بیچ دینا صحیح ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر فروخت کرنے والا یہ کہہ کر فروخت کرتا ہے کہ میں نے اپنا مکان بیچا، حالانکہ مکان ابھی بنا نہیں ہے تو یہ بیع المحدثوم ہوئی جو باطل ہے؛ البتہ اگر وہ یہ کہہ کر اس خرید شدہ زمین میں اور مکانات کا جتنا حصہ تعمیر ہو چکا اس میں میرا جتنا حصہ ہے وہ تمہیں بیچا، تو یہ بیع درست ہوگی؛ لیکن اس صورت میں دیگر شرکاء کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## شرعی قبضہ اور تکمیل سے پہلے نفع لے کر مکان بیچنا

**سوال:** عمارت بنا کر بیچنے کا پیشہ کرنے والے جن کو بلڈر کہتے ہیں، زمین خرید کر اس پر مکانات تعمیر کر کے بیچتے ہیں، مکان تیار ہونے سے پہلے وہ اس کا پلان اور نقشہ تیار کر کے نقشہ بتا کر ان میں سے خریدار کو اس کی حسب پسند مکان بیچتے ہیں، مکان کا مجموعی رقبہ اور کمروں کی تعداد، سائز وغیرہ تفصیلات بتا دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ فی الحال تم کو اتنی رقم دینی ہوگی اور آئندہ قسط وار، ہر قسط ہزار روپے کے حساب سے مجموعی اتنی رقم دینا ہوگی، اور بلڈنگ تیار ہونے پر حکومت میں پاس کرا کے ہم تم کو قبضہ دے دیں گے، زید نے اس طرح کے بلڈر سے ایک مکان خریدا، چند قسطیں ادا کرنے کے بعد نفع لے کر بکھر کے ہاتھ بیچ دیا، بکرنے بھی چند قسطیں ادا کر کے نفع لے کر محمود کو بیچ دیا، اور محمود نے بھی مکمل ہونے سے قبل ہی چند قسطیں ادا کر کے شا کر کے ہاتھ بیچ دیا، سوال یہ ہے کہ تکمیل اور قبضہ سے قبل اس طرح نفع لے کر بیچنا درست ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

یہ بیع درست نہیں ہے۔

لأنه بيع ماليس عند الإنسان، وإنما أجز في الاستصناع استحساناً وهذا ليس من الاستصناع، كما هو ظاهر. فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## عقار کی بیع میں اندیشہ ہلاکت اور قبضہ کا حکم

**سوال:** آج کل زمین و مکان کی خرید و فروخت میں کچھ چیزیں عام طور پر رائج ہیں:

① خریدار بیچنے والے کو کچھ پیسے بیعانہ کے طور پر دے کر سودا پر کا کر لیتا ہے۔ (کیا یہ بیع ”بیع العربون“ ہے) اور مدت متعینہ پر باقی قیمت ادا کرنے کا وعدہ کرتا ہے، اسی دوران وہ اسی مکان وزمین کو نفع لے کر کسی اور کو فروخت کر دیتا ہے، تو کیا اس طرح پوری قیمت ادا کرنے سے پہلے خریدار کا اس چیز کو نفع لے کر بیچنا حلال ہے؟ حالانکہ اس دوران اگر کوئی اس زمین و مکان پر غاصبانہ قبضہ کر لے یا حکومت کی طرف سے کوئی پریشانی لاحق ہو جائے تو اس کا ضمان بیچنے والے کو پہنچتا ہے، تو کیا خریدار کے لیے غیر مضمون چیز کا نفع لینا جائز ہے؟

② بسا اوقات کسی بلڈنگ یا شاپنگ سینٹر میں فلیٹ یا دکان بک کراتے ہیں، اور رقم قسط وار دینا طے ہوتی ہے، اسی دوران کہ ابھی تعمیر جاری ہے، قیمتوں کے بڑھ جانے پر وہ اسے نفع لے کر کسی اور کو یا خود بنانے والے کو بیچ دیتے ہیں، تو کیا اس طریقے سے بیچنا جائز ہے؟

③ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شرح فتنح القدیر میں ”باب بیع العقار“ میں لکھا ہے کہ جہاں کہیں بیع کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو وہاں قبضہ شرط ہے، تو کیا ہمارے زمانے میں پیش آنے والے واقعات جیسا کہ غاصبانہ قبضہ، مقدمات اور حکومت کی طرف سے زمین پر دخل اندازی کر لینا وغیرہ ہلاکت معنوی کے حکم میں آکر بیع قبل القبض کے معنی نہیں بنیں گے؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

① آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ”خریدار بیچنے والے کو کچھ پیسے بیعانہ کے طور پر دے کر سودا پر کا کر لیتا ہے اور مدت متعینہ پر باقی قیمت ادا کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔“

آپ نے بیع کی جو صورت اپنے سوال میں ذکر کی ہے، ایسی بیع کو شریعت کی اصطلاح میں مؤجل کہا جاتا ہے، اور اس کا حکم یہ ہے کہ بیع ہوتے ہی بائع کے لیے ضروری ہے کہ مبیع مشتری کے حوالہ کرے، قیمت کی وصولیابی کے لیے مبیع کو روکے رکھنا بائع کے لیے صورت مسئولہ میں درست نہیں؛ اس لیے کہ بیع کو مؤجل طور پر قبول کر کے مبیع کو روکے رکھنے کے اپنے حق کو وہ ختم کر چکا۔

المادة (۲۸۳): في بيع نسيتة ليس للبائع حق حبس المبيع؛ بل عليه أن يسلم المبيع إلى المشتري على أن يقبض الثمن وقت حلول الأجل. (درر الحکام شرح مجلة الاحکام ۱/۲۶۷)

اسی طرح اگر بیع تو نقد کی پھر مشتری کی درخواست پر بائع نے ثمن کی ادائیگی کے لیے مہلت دی تو اس صورت میں بھی قیمت کی وصولیابی کے لیے بیع کو روکنے کا بائع کا حق ختم ہو جائے گا، اور اس کے لیے ضروری ہوگا کہ مبیع مشتری کے حوالہ کر دے اور قیمت دی گئی مہلت کے مطابق وصول کرے۔

چنانچہ ”مجلة الاحکام“ میں ہے: إذا باع حالاً أي معجلاً ثم أجل البائع الثمن سقط حق حبسه المبيع وعليه حينئذ أن يسلم المبيع للمشتري على أن يقبض الثمن وقت حلول الأجل. (المادة: ۲۸۴)

لأن تأجيل البائع في مابعد في حكم التأجيل ابتداء فيكون قد اسقط حقه في حبس المبيع حسب المادة الآنفه وليس له أن يحبس المبيع إلى حلول الأجل. (درر الحکام ۱/۲۶۸)

اس لیے صورت مسئولہ میں جب مشتری بیع پر قبضہ کرنے کے بعد اس کو فروخت کرے گا تو اس کے متعلق ”ربح مالم یضمن“ والا جو اشکال آپ نے کیا ہے وہ



درست نہیں، صورت مسئلہ میں خریدار نے بیچنے والے کو بیعانہ کے نام سے جو رقم دی ہے وہ جزو ثمن ہے۔

② یہ بیع درست نہیں۔ (محمود الفتاویٰ ۲/۳۶۶، ۳۶۷)

③ علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے عقار میں بھی جہاں حقیقتہً ہلاک کا اندیشہ ہو مثلاً سمندر یا دریا کے قریب زمین ہے، اس بات کا اندیشہ ہے کہ سمندر اس کے اوپر آجائے اور زمین ختم ہو جائے، اور جو پہاڑی علاقے ہیں ان کی یہ صورت حال ہوتی ہے کہ کسی وقت پوری کی پوری زمین گر جائے، وہاں زمین کی ہلاکت کے اس قسم کے اندیشے ہونے کی صورت میں وہ فرماتے ہیں کہ اصل اصول لوٹ آئے گی اور اس کی بیع بھی بیع قبل القبض کی وجہ سے ناجائز ہوگی؛ لیکن غاصبانہ قبضہ اور مقدمات وغیرہ کو ہلاکت معنوی سے تعبیر کر کے ”ہلاکت واقعی“ والے ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کے پیدا کئے ہوئے اندیشہ کے مساوی قرار دینا مکمل تاہل ہے؛ اس لیے کہ ان صورتوں میں کاغذات نیز حکومتی اعتبار سے شواہد موجود ہوتے ہیں، اور بینہ ہوتے ہوئے مدعی علیہ منکر کے انکار کا اعتبار نہیں کیا گیا، چنانچہ درباب وجوب زکوٰۃ مال ضمار کے سلسلہ میں جو تفصیلات فقہاء نے لکھی ہیں وہ دیکھی جاسکتی ہیں؛ نیز حسی قبضہ دے دینے کے بعد بھی حکومت کی دخل اندازی اور مقدمات کا خطرہ تو لگا ہوا ہے؛ اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ کوئی بھی بیع درست نہ ہو، اور اس طرح کے خطرات کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے، چنانچہ غرر استحقاق کو اسی لیے غیر معتبر قرار دیا گیا ہے اس لیے کہ اس میں بیع ہلاک نہیں ہوتی۔ دیکھیے: احکام المعاملات المالیتہ فی مذہب الحنفیۃ: ۲۹۸۔ فتح القدیر ۶/۵۱۳۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ  
کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۸/ رجب ۱۴۳۲ھ

## بیع کے بعد بیع پر قبضہ جمائے رکھنا

**سوال:** زینب اور کلثوم ۲ بہنیں راندر کے ایک مکان میں مشترکہ مالکان ہیں، کلثوم کا انتقال ہو گیا، ان کی اولاد نے پیش کش کی کہ اولاد در اولاد سے وارث دار بڑھتے جا رہے ہیں، اس مکان کا حصہ بٹ جائے تو اچھا ہے۔ زینب کے ورثاء بمبئی، حیدرآباد، مدراس سے آئے، ایک بیٹھک ہوئی، سب نے مل کر طے کیا کہ کلثوم کے وارث دار ایک قیمت جو اسی وقت طے پائی وہ لے کر ہٹ جائیں گے۔ زینب کے بچوں نے قیمت کی ادائیگی میں تاخیر کی، تو کلثوم کے لڑکے زید نے ایک تاریخ طے کر کے کہا: اس تاریخ تک میرے پیسے ادا نہ ہوئے تو پھر میں ویسے ہی مکان میں آ جاؤں گا جیسے پہلے تھا، اس تاریخ تک ادائیگی بفضلہ تعالیٰ مکمل ہوگئی۔ بعد ازاں زینب کی لڑکی نے مکان کے تخلیہ میں تاخیر ہونے سے یا کوئی اور وجہ سے زید و اہلیہ کو کچھ سخت الفاظ کہے، جس پر زید برہم ہوئے، اور اپنا قبضہ پھر برقرار رکھتے ہوئے زینب کے ورثاء کو ملی ہوئی رقم واپس کرنے لگے، ورثاء زینب نے کہا: ہمیں قبضہ چاہیے، رقم نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ: زید کو یہ رقم لے کر کسی وجہ سے لوٹا کر پھر قبضہ جمائے کا حق باقی رہتا ہے یا اسے بات طے ہونے کے بعد خالی کر دینا چاہئے؟ اگر زید کو یہ محسوس ہو کہ بہت کم رقم میں اتنے سال کا قبضہ چھوڑ رہا ہوں، یا یہ کہ بات طے ہو کر ڈیڑھ سال کا عرصہ ہوا، اب آج کی مزید قیمت ملنا چاہیے، تو کیا اس کا مطالبہ ہو تو یہ بھی حق ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

زینب اور کلثوم کے ورثاء کے درمیان جو معاملہ صلح ہوا ہے وہ بحکم بیع ہے۔

فالأول حكمه كبيع أن وقع عن مال بمال وحينئذ فتجري فيه  
 أحكام البيع. (درمختار)  
 اس لیے اب زید کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ رقم لوٹا کر ایک طرفہ طور پر اپنا حق اور قبضہ  
 جمائے رکھے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مکان خالی کر کے زینب کے ورثاء کے  
 حوالہ کر دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد خانپوری عفی عنہ

## ایجاب و قبول کے بعد قانونی رجسٹری سے پہلے زمین بیچنا

**سوال:** محمود شافعی المسلک ہے، اس نے حامد شافعی المسلک سے زمین خریدی،  
 ایجاب و قبول ہو گیا، اور ثمن کا کچھ حصہ بھی ادا کر دیا، اور زمین میں غلہ بونا بھی شروع  
 کر دیا، زمین ابھی حکومت کے قانون کے ذریعہ محمود کے نام رجسٹرڈ نہیں ہوئی تھی،  
 زمین محمود کے نام رجسٹرڈ ہونے کے پہلے ہی محمود نے اس زمین کو خالد کو بیچ دیا، اور  
 محمود نے حامد سے بات کر کے اس زمین کو حکومت کے قانون کے ذریعہ خالد کے نام  
 رجسٹرڈ کر دیا، اور حامد نے دستخط بھی کر دیا اب سوال یہ ہے کہ:

① مسلک شافعی کے اعتبار سے یہ بیع جائز ہے یا نہیں؟  
 ② مسلک شافعی کے اعتبار سے اس بیع کے نفع میں جو رقم محمود کو ملی ہے، حلال  
 ہوگی یا حرام؟

③ مسلک حنفی کے اعتبار سے یہ بیع جائز ہے یا نہیں؟  
 ④ مسلک حنفی کے اعتبار سے اس بیع کے نفع میں حاصل شدہ رقم حلال ہوگی یا حرام؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

ایجاب وقبول کے بعد اس میں غلہ ہونا بھی شروع کر دیا، تو اب اس زمین کے محمود کی ملک میں آنے میں کوئی تردد ہی نہیں ہے، اب جو اس نے وہ زمین خالد کے ہاتھ فروخت کی بیع بالکل درست اور صحیح ہے، اور اس بیع سے حاصل شدہ نفع بھی محمود کے لیے حلال ہے، قانونی مجبوری کی وجہ سے وہ زمین محمود کے نام پر نہیں ہوئی، اس سے بیع پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ (در مختار مع الشامی جلد رابع)

مذکورہ حکم فقہ حنفی کے اعتبار سے ہے، فقہ شافعی کے اعتبار سے اس کا کیا حکم ہوگا؟ یہ شافعی المسلک مفتی سے معلوم فرمائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۱۸/ ربیع الاول ۱۳۱۱ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ غنی عنہ

نام رجسٹری کر لینے سے ملکیت نہیں آتی

**سوال:** عبداللہ زید کا اکلوتا لڑکا ہے، شہر میں رہتا ہے، ماں باپ دیہات میں رہتے ہیں، زید کا شہر، دیہات دونوں جگہ سے تعلق ہے، دونوں جگہ زمین جائداد ہے۔ دیہات کی ایک زمین فروخت ہو رہی تھی، زید کے سدھی اور لڑکے کے خسر شدید خواہش مند ہیں کہ فروخت ہونے والی زمین خرید لیں، چنانچہ وہ مسلسل اس کے خریدنے پر اصرار کرتے رہے اور زید انکار لیکن ایک بار گاؤں میں موجود تھے، زید کے سدھی نے زمین والوں کو بلا کر اصرار کیا تھتا، اس کی خریدگی پر زور لگایا، تب زید راضی ہوا، بیعانہ دے کر زمین قبضہ میں لے لی گئی، کئی سال کے بعد زید کے پیسے سے ان کے

سمہی نے زمین کی رجسٹری کروائی، بعد میں جب دستاویز دیکھا گیا تو سمہی نے وہ زمین زید کے لڑکے کے نام رجسٹری کرائی تھی جس پر زید ناراض ہو اور اپنے سمہی سے پوچھا کہ آپ نے ایسا بلا مشورہ کیوں کیا؟ تب سمہی صاحب نے جواب میں فرمایا کہ آپ کے بعد تو آخر لڑکے کا ہی ہوگا؟ اس جواب سے زید مطمئن نہ ہوا، زمین اپنے جوت میں رکھی، اس کی فصل سے خود فائدہ اٹھاتے رہے؛ چونکہ گھریلو ماحول سب کے ساتھ مل کر زندگی گزارنے کا تھا؛ لہذا سلسلہ جاری رہا، زید اور اس کے لڑکے مع بال بچوں کے شہر میں رہتے رہے، اچانک زید کا اکلوتا لڑکا بیمار ہوا اور دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا صرف کسی کے نام زمین کی رجسٹری کر دینے سے وہ مالک ہو جاتا ہے جب کہ اس کا قبضہ اور عمل دخل نہ ہو؟ اور کیا کسی غنیر کے رجسٹری کر دینے سے اصل کی رجسٹری سمجھی جائے گی؟ اور کیا اس لڑکے کے وارثین حقدار بن سکتے ہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

دیہات کی وہ زمین زید نے مالک سے خود ہی خریدی یعنی سودے کا ایجاب و قبول مالک زمین کے ساتھ زید ہی نے کیا، تو زید اس زمین کا مالک بن گیا، اب ایک مدت کے بعد اس کی رجسٹری زید کے سمہی نے زید کے بیٹے عبد اللہ کے نام کرائی اور وہ بھی زید کی اجازت سے نہیں؛ بلکہ اپنی مرضی سے جس پر زید نے ناراضگی کا اظہار بھی کیا، اور اس کے بعد بھی زید نے کوئی ایسا معاملہ بخشش یا فروختگی وغیرہ کا اس زمین کے سلسلہ میں اپنے بیٹے سے نہیں کیا، تو یہ زمین زید ہی کی ہے، زید کے سمہی کے زید

کے بیٹے عبداللہ کے نام رجسٹری کرا لینے سے وہ عبداللہ کی ملکیت میں نہیں آئی۔ (ماخوذ از امداد الفتاویٰ ۳/۳۶، ۳۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۹/ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۱ھ  
الجواب صحیح: عباس دادود۔ بسم اللہ الجواب صحیح: عبدالقیوم راجکوٹی

## خرید و فروخت میں نفع کا حکم

سوال: ایک شخص نے ایک لاکھ میں مکان خریدا اور چار لاکھ میں فروخت کیا، زائد تین لاکھ جائز ہے یا ناجائز؟ واضح فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً  
شرعی طور پر خرید و فروخت ہوئی ہے تو وہ منافع جائز ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## تجارت میں نفع کی کوئی حد ہے؟

سوال: تجارت میں نفع کہاں تک درست ہے؟ جب کہ ایک ہی نوع کی بعض چیزوں میں نقصان اور کم نفع بھی ہوتا ہے جو نا کافی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً  
نفع کی مقدار کے سلسلہ میں کوئی صریح جزئیہ نظر سے نہیں گزرا؛ البتہ تاجر نے خود جس قیمت میں وہ خریدی ہے اس سے دو گنی قیمت لے کر بیچنے کو فقہا صریحاً ظلم و زیادتی سے تعبیر فرماتے ہیں۔

لا یدسعر إلا إذا ابوا أن یبیعوه إلا بغبن فاحش ضعف القيمة  
(تبیین الحقائق للزیلعی شرح کنز الدقائق: ۲۸۶) إلا إذا تعدی الأرباب عن القيمة  
تعدیا فاحشا فیسعر الخ (درمختار) (قوله تعد یا فاحشا) بینہ الزیلعی  
وغیره بالبیع بضعف القيمة. (الشامی ۵/۲۸۳)

اس سے مترشح ہوتا ہے کہ سو فیصد نفع لینا درست نہیں ہے؛ لیکن اس کے باوجود  
اگر اتنا نفع لیا اور مشتری نے بطیب خاطر خرید تو بائع کے لیے حلال ہے۔ فقط واللہ  
تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۲۹ شوال ۱۴۱۵ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

کیا گاہک سے مقدمہ کے مصارف وصول کر سکتے ہیں؟

سوال: کوئی گاہک تاجر کو بقایا ادا نہیں کرتا، اب اس تاجر نے کورٹ میں مقدمہ  
دائر کیا اور مقدمہ میں فیصلہ یہ ہوا کہ قرض دار قرض کی رقم مع سود اور مقدمہ کے خرچ  
کے ادا کرے، سود تو خیر لینے کا سوال ہی نہیں ہوتا مگر سوال یہ ہے کہ گاہک کی بد معاملگی  
اور خلاف عہد کی وجہ سے تاجر کو مقدمہ کا خرچ کرنا پڑا اور تکلیف اٹھانی پڑی تو مقدمہ کا  
خرچ گاہک سے وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

جب کسی کو اپنے حق کی حفاظت کے لیے بہ مجبوری نالش کرنا پڑے اور فریق  
مخالف کی طرف سے بالکل خصمانہ کاروائیوں کی وجہ سے بہت سے مصارف برداشت  
کرنا پڑے تو اس صورت میں خرچہ کاروپیہ لینا بہت سے علماء کے نزدیک (ومنہم

مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۳/۱۲۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

**شمن کی وصولیابی کے مصارف خریدار سے وصول کر سکتے ہیں؟**

**سوال:** ایک تاجر نے قرب و جوار کے دیہات کے کسی مشتری کو ایک ماہ کی مدت سے قرض مال دیا؛ لیکن مشتری نے حسب وعدہ وہ رقم ادا نہیں کی حتیٰ کہ تاجر کو اس رقم کی وصولیابی کے لیے خریدار کے پاس کرایہ خرچ کر کے جانا پڑا بلکہ کئی بار جانا پڑا تو کیا تاجر اس خریدار سے آمدورفت کے مصارف وصول کر سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

مشتری کے لیے ضروری ہے کہ حسب وعدہ شمن ادا کر دے؛ لیکن اس نے ادا نہیں کی اور تاجر از خود کرایہ خرچ کر کے اس کے پاس گیا تو اس کرایہ کی ذمہ داری خود تاجر پر ہے، وصولیابی کے لیے جانا تاجر کا اپنا فعل ہے اس کے مصارف وہ مشتری سے وصول نہیں کر سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

**قیمت کے تعین میں سیل ٹیکس شمار ہوگا؟**

**سوال:** اس ملک میں خرید و فروخت کا معاملہ سیل VAT ٹیکس کے ساتھ ہے تو سونا چاندی کی زکوٰۃ اور مہر فاطمی کی ادائیگی کے وقت اور قربانی کا نصاب متعین کرتے وقت VAT کے ساتھ قیمت لگائی جائے گی یا بغیر VAT کے؟



الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

سیل ٹیکس اگر قیمت کا جزء سمجھا جاتا ہے کہ اس کے بغیر خرید و فروخت نہیں ہو سکتی تو قیمت کے تعین میں اس کا بھی شمار ہوگا، اگر زر کوٹہ و مہر فاطمی کی ادائیگی بصورت قیمت ہو رہی ہے اور قربانی کے نصاب کا تعین بصورت قیمت کیا جا رہا ہے، تو قیمت کے تعین میں اس کا شمار ہوگا، اس لیے کہ قیمت کے تعین میں وہ تمام عوامل مدنظر رکھے جاتے ہیں جو اس کی کمی بیشی پر اثر انداز ہوتے ہیں؛ البتہ اگر کسی کے پاس خود سونا یا چاندی موجود ہے تو اس میں وزن کا اعتبار ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری

رعایتی دام سے خریدی ہوئی چیز زیادہ نفع لے کر بیچنا

سوال: ① چند افراد نے مل کر محدود افراد کی (پرائیویٹ لمیٹڈ) تجارتی سوسائٹی بنائی، جس میں مختلف اقسام کے سامان کی خرید و فروخت ہوتی ہے، یہ سامان سوسائٹی کے ممبران ہی کو فروخت کیا جاتا ہے، تجارتی سوسائٹی کو حکومت کی طرف سے ٹیکس معاف رہتا ہے، مثلاً کسی چیز کی قیمت پندرہ روپیے ہے، اور پانچ روپے اس پر ٹیکس لگتا ہے تو اس کی قیمت بیس روپے ہو جاتی ہے، مذکورہ چیز بازار میں بائیس روپے میں بکتی ہے، مگر سوسائٹی کے رکن (ممبر) کو وہ چیز پندرہ روپے میں ہی مل جاتی ہے۔

تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ سوسائٹی کا رکن اس چیز کو جو اسے پندرہ روپے میں ملی ہے اور جو اس کی اپنی ملکیت ہے کسی اور شخص کو سترہ روپے میں بیچ سکتا ہے یا نہیں؟

② سوسائٹی مختلف کمپنیوں سے مال خریدتی ہے، ممبران کو جس مال کی ضرورت

ہوتی ہے، اس کے حصول کے لیے ضروری کاغذات اس کمپنی کے دفتر میں جمع کرنا ہوتے ہیں، اس کے بعد وہ کمپنی اس ممبر کے لیے یومیہ ضرورت کے حساب سے کوٹہ مقرر کرتی ہے، بسا اوقات مقررہ کوٹہ زائد ہو جاتا ہے، تاہم کمپنی کی طرف سے پورے سال کا کوٹہ دیا جاتا ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ کہ کمپنی سے ملنے والے مال کو جو کبھی ضرورت سے زائد بھی ہوتا ہے، اور کبھی ضرورت کے برابر بھی یہ ممبر کسی اور ضرورت مند کو فروخت کر سکتا ہے یا نہیں؟ واضح ہو کہ یہاں بھی سوسائٹی کے مال پر حکومت کی جانب سے ٹیکس معاف ہے۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

① تجارتی سوسائٹی کے ممبران کو حکومت کی طرف سے ٹیکس میں دی جانے والی رعایت کے نتیجے میں جو چیز عام بازار میں فروخت ہونے والی اسی نوع کی چیز کے مقابلہ میں ارزاں ملی ہے، سوسائٹی کا ممبر خریدنے کے نتیجے میں اس کا مالک ہو جاتا ہے، اس کے بعد بحیثیت مالک اس کو اپنی چیز فروخت کرنے کا شرعاً حق ہے، جس قیمت پر چاہے فروخت کرے؛ لیکن اس کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ اگر اس کا یہ طریق کار خلاف قانون ہے تو اس میں عزت اور مال کا خطرہ ہے، نفع کے خاطر عزت اور مال کو خطرہ میں ڈالنا دانش مندی کی بات نہیں۔ (ماخوذ از فتاویٰ محمودیہ: ۱۲/۳۴۰)

② اس کا بھی وہی حکم ہے جو اوپر جواب نمبر ایک میں تحریر کیا گیا، البتہ مال کے حصول کے لیے جو ضروری کاغذات کمپنی میں جمع کرائے جاتے ہیں ان میں جھوٹ

اور فریب کار تکاب نہ ہو اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

الملاہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۵ / صفر المظفر ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## ایضاً

**سوال:** ایک تنظیم کے اراکین کو حکومت کی طرف سے ایندھن کم دام میں مہیا کیا جاتا ہے، مگر اس تنظیم کے بعض ممبران جن کی کشتیاں بند ہیں، یا جنہوں نے ایندھن منظور ہونے سے پہلے ہی اپنی کشتیاں بیچ ڈالی ہیں، یا ایندھن منظور ہونے کے بعد سال مکمل ہونے سے پہلے اپنی کشتیاں بیچ ڈالیں، اس کے باوجود یہ تینوں طرح کے ممبران حکومت کی مراعات (سہولت) کے ساتھ ایندھن حاصل کر کے اپنے طور پر دوسرے لوگوں کو زیادہ دام میں فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

حکومت کی طرف سے حاصل شدہ رعایتی دام کے ذریعہ سے خرید کر آدمی مالک ہو جاتا ہے، مالک کو اپنی چیز فروخت کرنے کا حق ہے، جس قیمت پر چاہے فروخت کرے؛ لیکن اس کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ اگر یہ خلاف قانون ہے تو پھر عزت اور مال کا خطرہ ہے نفع کی خاطر عزت اور مال کو خطرہ میں ڈالنا دانش مندی کی بات نہیں۔  
(فتاویٰ جمودیہ ۱۲ / ۳۴۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

الملاہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۵ / صفر المظفر ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## خیار عیب بہر حال خریدنے والے کو حاصل ہے

**سوال:** آج تقریباً پینتیس سال سے ہم ہوگ استعمال شدہ کارٹون خرید کر اور پھر بعد میں استعمال شدہ بتلا کر اور کہہ کر بیچنے کا دھندا کرتے ہیں، یعنی سیکنڈ بتلا کر بیچتے ہیں حالانکہ چند سال قبل جب کہ دعوت کے کام میں نہیں لگے تھے اس وقت مال بدلنے کی شرط نہیں لگاتے تھے، اب احساس ہوا تو مال بدلنے کی شرط بھی لگاتے ہیں اور جو بھی نقصان والا مال ہو تو اس کو واپس بھی لے لیتے ہیں؛ لیکن اس کے باوجود گاہک یعنی بیوپاری کو بتلا دیا جاتا ہے کہ جو مال آپ نے خریدا ہے اس میں اگر کوئی ڈیفیکٹ ہو تو دیکھ لینا اور جو مال آپ کو نہ چلے وہ مال ہم کو واپس کر دینا، اب چاہے تو اس کے بدلہ میں دوسرا اچھا مال لے لینا یا قیمت واپس لے لینا، اب اس طرح کے معاملہ میں گاہک چھ چھ مہینہ کے بعد بھی کوئی کارٹون واپس کرتا ہے تو ہم واپس کر لیتے ہیں؛ لہذا اس طرح خرید و فروخت کرنا کیسا ہے؟ اور جو اس طرح سے خرید و فروخت کے معاملہ میں مال کو واپس بھی نہ لے اور قیمت بھی واپس نہ کرے تو یہ معاملہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟

**الجواب:** حامداً و مصلياً و مسلماً

جب کوئی آدمی کسی کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرتا ہے، اس کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ فروخت ہونے والی چیز عیب سے پاک ہے؛ اس لیے اگر بعد میں معلوم ہوا کہ اس میں کوئی عیب ہے تو شرعاً خریدنے والے کو اختیار حاصل ہے کہ اگر اس کو اپنے پاس رہنے دینا چاہتا ہے تو جو قیمت ادا کی ہے اسی کے عوض رہنے دے، اور اگر واپس کرنا چاہے تو واپس کر کے اپنی پوری قیمت لوٹالے، اس کو شریعت کی اصطلاح میں

خیار عیب کہا جاتا ہے، بیچنے والا چاہے یہ اختیار دے یا نہ دے؛ بہر حال خریدنے والے کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے؛ البتہ اس کے لیے ضروری ہے کہ خریدنے والے کے پاس جا کر اس میں کوئی نیا عیب پیدا نہ ہوا ہو۔

فقہ کی مشہور کتاب کنز الدقائق اور اس کی شرح زیلعی میں ہے:

من وجد بالمبيع عيباً أخذه بكل الثمن، أو رده، لأن مطلق العقد يقتضي السلامة من العيب فكانت السلامة كالمشروط في العقد صريحاً لكونها مطلوبة عادة. (تبیین الحقائق، ۴/۳۱)

اس لیے آپ جو معاملہ کر رہے ہیں وہ درست ہے، اور شریعت کے مطابق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## خیار عیب کب ساقط ہو جاتا ہے؟

سوال: بلا عیب اور عیب کی وجہ سے بیچ کے فسخ کرنے کا اختیار کب تک ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

بوقت عقد یا قبضہ مبیع عیب پر خریدار کو واقفیت ہو، یا عقد و قبضہ کے بعد خریدار عیب پر راضی ہو جائے، یا بائع نے ہر عیب سے براءت ظاہر کر دی تھی، یا صلح کر لی تھی، یا کسی معین عیب کے متعلق خریدار نے یہ اقرار کر لیا کہ یہ عیب موجود نہیں ہے، تو ان تمام صورتوں میں خیار عیب ساقط ہو جاوے گا۔

قال في البحر والى هنا ظهر أن خيار العيب يسقط بالعلم به وقت البيع أو وقت القبض أو الرضا به بعدهما أو اشتراط البراءة من

کل عیب الخ (شامی، ۱۱۰/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

گڑ سے چائے خراب ہو جائے تو واپس کر سکتے ہیں؟

سوال: زید نے گڑ خریدا اور گھر جا کر چائے بنائی تو پھٹ گئی (خراب ہو گئی) تو

گا ہک کو اس گڑ کے واپس کرنے کا اختیار ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

عیب وہ بات ہے جس کی وجہ سے مال فروخت شدہ کی قیمت تاجروں اور جاننے والوں کے نزدیک کم ہو جائے۔ (شامی ۲/۸۰) صورت مسئلہ میں بھی اگر چائے کے گڑ میں یہ بات عیب شمار ہوتی ہے، اور یہ عیب گڑ میں پہلے سے یعنی بائع کی ملک ہی میں پیدا ہوا تھا تو خریدار کو خیار عیب حاصل ہے بشرطیکہ بائع نے بوقت عقد اس کو بیان نہ کیا ہو، اور نہ ہی اس نے تمام عیوب سے برأت کی شرط کی ہو۔ (کما فی کتب الفقہ فی باب خیار العیب) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

خیار عیب: یعنی مال میں خرابی اور عیب کی وجہ سے دکان دار کو مال لوٹانے

کا اختیار۔ از مرتب عفی عنہ

خریدار کی ملکیت میں دودھ خراب ہو تو بائع ذمہ دار نہیں

سوال: ایک شخص نے ہوٹل والے سے روزانہ پچاس لیٹر دودھ پہنچانے کا چھ

ماہ کا معاہدہ کیا، اور روزانہ ملازم کے ساتھ دودھ بھیجتا ہے اور خود مالک ہفتہ میں ایک

روز ہوٹل والے سے ہفتہ بھر کا حساب لینے جاتا ہے، اور اگر کسی روز دودھ خراب ہو گیا تو خریدار بائع سے کہتا ہے کہ فلاں دن کا دودھ خراب ہو گیا تھا اس کی قیمت نہیں دوں گا یا مقررہ قیمت سے کم دوں گا تو کیا از روئے شرع اس طرح کرنا درست ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

دودھ ہوٹل والے کے قبضہ میں آنے کے بعد پھٹ گیا تو اس کی ذمہ داری بائع پر نہیں ہے۔

و أما شرائط ثبوت الخيار فمنها: ثبوت العيب عند البيع، أو بعده قبل التسليم حتى لو حدث بعد ذلك لا يثبت الخيار.

(بدائع الصنائع: ۳/۶۶، عالمگیری ۵/۲۷۰)

اس لیے ہوٹل والے کا مقررہ قیمت سے کم دینا یا قیمت ہی نہ دینا شرعاً جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

**کپڑے کا رنگ کچا ہونا عیب ہے یا نہیں؟**

**سوال:** کسی تاجر نے گا ہک کو ایک رنگین کپڑا فروخت کیا، رنگ کی پائیداری یا عدم پائیداری کی کوئی بات تاجر و گا ہک کے درمیان میں نہیں ہوئی؛ لیکن گا ہک وہ کپڑا دھونے کے بعد واپس لایا کہ اس کا رنگ کچا ہے چلا جاتا ہے، آیا گا ہک کو ایسی صورت میں کپڑا واپس کرنے کا حق ہے، اور تاجر کے لیے واپس لینا ضروری ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر یہ چیز تاجر کے عرف میں عیب سمجھی جاتی ہے تو خریدار کو دھونے سے پہلے واپس

کرنے کا حق ہے، اور دھونے کے بعد واپس تو نہیں کر سکتا: البتہ عیب کا نقصان وصول کر سکتا ہے۔ (شامی، باب خيار العيب ۴/ ۸۰۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۰/ ربیع الثانی ۱۳۰۹ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## عیب سے سلامتی کی شرط پر گاہجن بھینس خریدنا

**سوال:** گاہجن بھینسوں کا اس شرط پر خریدنا بیچنا، کہ تھن اور دل کا عیب نہ ہو، تو طے شدہ پوری قیمت دی جائے گی، اور اگر عیب نکل آیا، تو قیمت میں کمی کر دی جائے گی، اور بعض مرتبہ واپس کر دینے کی شرط بھی کی جاتی ہے، تو کیا اس طرح معاملہ کرنا شرعاً درست ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

بیع میں اگر کوئی عیب ہے، تو خریدار کو خیار عیب حاصل ہے، چاہے بوقت عقد مشتری نے اپنے لیے خیار عیب کی شرط لگائی ہو، یا اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہو۔ عیب ہر اس چیز کو کہیں گے، جس کی وجہ سے تاجروں کے نزدیک اس مبیع کی قیمت میں کمی و نقصان آتا ہو۔

ان خيار العيب يثبت بلا شرط ولا يتوقت، ولا يمنع وقوع الملك للمشتري (شامی ۴/ ۷۶) (ومن وجد بمشريه ما ينقص الثمن) ولو يسيراً جوهره (عند التجار) المراد بهم أرباب المعرفة بكل تجارة وصنعة قاله المصنف (أخذه بكل الثمن أو رده) (در مختار مع الشامی ۴/ ۸۰)

صورتِ مسئلہ میں دل کے عیوب کا ذکر ہے، اگر بھینس کے تاجروں کے یہاں



عیب شمار کیے جاتے ہیں، تو اب خریدار کو خیار عیب حاصل ہے؛ البتہ یہ شرط ضرور ہے کہ عیب بائع کے یہاں سے آیا ہو، مشتری کے پاس آ کر پیدا نہ ہوا ہو۔  
لا بد للمسئلة من قيود الأول أن يكون العيب عند البائع.

(بحر الرائق ۶/ ۳۹)

اس لیے مذکورہ عیوب معلوم ہونے پر خریدار بھینس کو واپس کر سکتا ہے چاہے بوقت بیع ایسی شرط لگائی ہو یا نہ لگائی ہو؛ اس لیے واپسی والی شرط کے باوجود بیع درست ہوگی اور بصورتِ ظہور عیب واپس کرنا بھی درست ہوگا؛ البتہ مشتری قیمت میں کمی کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا یعنی اگر رکھنا ہے تو پوری قیمت ادا کرے یا پھر واپس کر دے۔

أخذہ بكل الثمن أوردہ۔ (در مختار علی هامش الشامی ۴/ ۸۰)

ہاں! اگر مشتری کے پاس آ کر اس بھینس میں زیادتِ متصلہ غیر متولدہ یا منفصلہ متولدہ (مثلاً بچہ، دودھ وغیرہ) پیدا ہوئی تو اس صورت میں جانور واپس کرنے کے بجائے اس عیب کی وجہ سے قیمت میں جتنی کمی تاجروں کے عرف میں آتی ہو اتنی مقدار (قیمت میں سے) واپس لے (اگر قیمت ادا کر چکا ہے) یا کم ادا کرے (اگر ادائیگی باقی ہے)۔

حدث عيب آخر عند المشتري رجع بنقصانه وله الرد برضا البائع.  
(تنوير الابصار علی هامش رد المحتار ۴/ ۸۸، ۸۹) إلا لما منع عيب أو زيادة.

(در مختار علی هامش الشامی ۴/ ۹۰)

وحاصله أنه يمتنع الرد في موضعين في المتصلة الغير المتولدة مطلقاً،  
وفي المنفصلة المتولدة لو بعد القبض كما في البزازية. (شامی ۴/ ۹۰)

جس صورت میں قیمت میں کمی کرنے کا اختیار مشتری کو نہیں (بلکہ یا تو پوری

قیمت دے کر رکھ لے یا بیع واپس کر دے) اس صورت میں اگر بائع کچھ رقم دے کر صلح کرنے پر آمادہ ہو گیا تاکہ مشتری واپس نہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

وجد المشتري بمشربه عيبا و أراد الرد به فاصطلحا على أن يدفع البائع الدراهم إلى المشتري ولا يرد عليه جاز و يجعل حطا من الثمن (در مختار) (قوله الدراهم) الأولى دراهم بالتنكير. (شامی، ۱۰۹/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۸/ صفر المظفر ۱۳۰۹ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ غنی عنہ

**بیع مرابحہ، مساومہ اور تولیہ کے طور پر ہوٹل کے حصوں کی بیع**

**سوال:** زید ایک ہوٹل دس ہزار روپیے میں خریدتا ہے اور اس میں دوسروں کو شریک کرنا چاہتا ہے، تو یہ کہہ کر شریک کرتا ہے کہ:

(الف) میں نے یہ ہوٹل دس ہزار میں خریدا ہے؛ لیکن اس کو پندرہ ہزار کا قرار دے کر حصہ دار بنانا چاہتا ہوں، گو یا اس ہوٹل کے سو حصے کرتا ہے تو ایک حصہ ایک سو پچاس (۱۵۰) کا پڑتا ہے، جو شخص جتنے چاہے حصے لے سکتا ہے۔

(ب) زید یہ نہیں کہتا کہ ہوٹل اس کو کتنے میں پڑا ہے، صرف یہ کہتا ہے کہ ایک حصہ ایک سو پچاس (۱۵۰) کا ہے، اور ایسے سو حصے ہیں حالاں کہ زید کو ایک حصہ سو میں پڑا ہے۔

(ج) زید کو یہ ہوٹل دس ہزار میں پڑا ہے؛ لیکن غلط بیانی سے کام لے کر یہ کہتا ہے کہ مجھے یہ ہوٹل پندرہ ہزار میں پڑا ہے، اس میں شریک کرنا چاہتا ہوں۔

ان تینوں صورتوں کا شرعاً جو حکم ہو بیان فرما کر ممنون فرمائیں۔

(الجواب): حامداً ومصلياً ومسلماً

(الف) یہ بیع مراحمہ ہے جو جائز ہے۔

وشرعاً: بیع ماملکہ بما قام علیہ وبفضل.

(تنویر الابصار متن در مختار علی هامش رد المحتار؛ ۱۷۰، ۱۷۱)

(ب) یہ بھی جائز ہے اس کو فقہاء کی اصطلاح میں بیع مساومہ کہتے ہیں۔

(قوله ولم يذكر المساومة) هي البيع بأي ثمن كان من غير نظر

إلى الثمن الأول وهي المعتادة. (شاي؛ ۱۷۰/۴)

وإن اعتبر من حيث تعلقه بالثمن أو بمقدار فهو أربعة أيضاً لأنه

إن كان بمثل الثمن الأول مع زيادة فمراجعة، أو بدون زيادة فتولية، أو

انقص من الثمن فوضيعة، أو بدون زيادة ولا نقص فمساومة، وزاد في

البحر خامسا وهو الاشتراك أي أن يشرك غيره فيما اشتراه أي بأن يبيعه

نصفه مثلاً، وتركه الشارح لأنه غير خارج عن الأربعة. (شاي؛ ۳/)

قوله (قوله بدون زيادة ولا نقص فمساومة) أي بدون نظر لزيادة

ولانقص لما يأتي أن المساومة هي البيع بأي ثمن كان من غير نظر إلى

الثمن الأول. (تقريرات الرافي على الشاي؛ ۱۱۰/۲)

(ج) اس طرح کرنا جائز نہیں ہے، اب اگر اس نے ساتھ میں یہ بھی کہا کہ مجھے

جتنے میں پڑا ہے، اس حساب سے میں شریک کرتا ہوں، تو یہ بیع تولیہ ہوگی جس کا حکم یہ

ہے کہ اس میں خیانت ثابت ہو جانے پر مشتری (خریدنے والا) اس مقدار خیانت کو

ثمن میں سے کاٹ لے گا، اور اس نے صرف اتنا کہا کہ یہ ہوٹل مجھے پندرہ ہزار میں

پڑا ہے، (حالاً کہ دس ہزار میں پڑا تھا) اور میں اس میں شریک کرنا چاہتا ہوں؛ لیکن

ساتھ میں یہ جملہ ”جتنے میں مجھے پڑا اسی حساب سے شریک کرتا ہوں“ نہیں کہا ہے تو اس صورت میں مشتری (خریدار) کو جب خیانت کا علم ہو اس کو اختیار ہے کہ اس بیع کو فسخ کر دے، البتہ قیمت کم نہیں کر سکتا یعنی مقدار خیانت کو ثمن میں سے کاٹ نہیں سکتا۔

وإن خان في المراجعة فهو بالخيار إن شاء أخذ بكل الثمن وإن شاء ترك، وإن خان في التولية حطها من الثمن. (عالمگیری ۱۶۲/۳)

(فإن ظهر خیانتہ فی مراجعة بإقراره أو برهان) علی ذلك أو (بنكوله) عن اليمين (أخذه) المشتري (بكل ثمنه أو ردّه) لفوات الرضاء، (وله الحط) قدر الخيانة (في التولية) لتحقيق التولية.

(در مختار علی هامش الشامی ۱۷۴/۴)

وقوله وحط أي أسقط قدر الخيانة من المسمى وفي السراج الوهاج، وصور الخيانة في التولية إذا اشترى ثوبا بتسعة وقبضه ثم قال لآخر اشتريته بعشرة ووليتك بما اشتريته فاطلع على ذلك اه..... وقد منا أنه إذا اشترى متاعاً ورقمه بأكثر من ثمنه وباعه مراجعة على الرقم فإنه يجوز وقيدہ فی المحيط بما إذا كان عند البائع أن المشتري يعلم أن الرقم غير الثمن، فأما إذا كان المشتري يعلم أن الرقم والثمن سواء فإنه يكون خيانة وله الخيار كذا في المحيط. (البحر الرائق ۱۲۰/۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۴/ ذوالحجۃ الحرام ۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## مختلف اشیاء مجموعی قیمت سے خریدنا

**سوال:** بعض مرتبہ گا ہک دکان پر آکر چند اشیاء کا آرڈر دے جاتا ہے، تاجر ان اشیاء کو تول کر رکھ دیتا ہے گا ہک آکر پوچھتا ہے کتنا پیسہ ہوا؟ تاجر مجموعی قیمت بتاتا ہے اور گا ہک پیسے دے کر اپنی خریدی ہوئی چیزیں لے کر چلا جاتا ہے، اس طرح کی خرید و فروخت درست ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً  
درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## خرید و فروخت کی ایک جائز صورت

**سوال:** بکر کو کچھ رقم کی ضرورت پڑی تو اس نے زید سے مطالبہ کیا، زید نے اس سے کہا کہ میں نقد رقم تو تجھ کو نہیں دے سکتا؛ البتہ غلہ ادھار دے سکتا ہوں جسے تو بیچ کر نقد رقم بنا سکتا ہے؛ چنانچہ بکر نے اتفاق کر لیا، پھر زید نے عمر سے اسی روپیہ من کے حساب سے غلہ لاکر بکر کو ایک سال کے وعدہ پر سو روپیہ من کے حساب سے بیچ دیا، جس کو بکر نے خرید کر بازار میں اسی روپے من کے حساب سے بیچ دیا اور رقم اپنے استعمال میں لے آیا، تو اب مذکورہ صورت میں زید کا اس طرح بیچ کر نادرست ہے یا کوئی حرج ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

درست ہے بشرطیکہ زید کا تاجر سے گٹھ جوڑ نہ ہو، اور بکر بعد میں اسی تاجر سے نہ

بیچے۔ (کما يفهم من الشامیة ۱/ ۳۱۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## ڈیلر اور بینک سے گاڑی خریدنے کی چند صورتیں

(سوال): ایک شخص گاڑی خرید رہا ہے خریدتے وقت گاڑی ڈیلر (Dealer) سے گاڑی کی قیمت طے کرتا ہے اور گاڑی ادھار لیتا ہے جس کی تین صورتیں ہیں:

مثلاً: (الف) گاڑی کی قیمت ۱۳,۶۵,۰۰۰

نقد لیتا ہے تو ڈسکاؤنٹ ۱,۲۵,۰۰۰

کل قیمت ۱۳,۴۰,۰۰۰ روپے

(ب) ادھار لیتا ہے تو ۱۳,۶۵,۰۰۰

نقد ادا کرنا ہے: ۶۵۰۰۰

باقی رہے ۱۳,۰۰,۰۰۰ روپے

یہ (۱۳,۰۰,۰۰۰) روپے چار سال کے اندر ادا کرنا طے ہوا ہے جس میں ہر

مہینہ (۲۹,۱۶۷) کے چیک ابھی دے دینے ہیں۔

(ج) اگر گاڑی میں ڈسکاؤنٹ نہیں ہے اور چار سال کی ادھاری پر لیتا ہے تو

گاڑی کی قیمت ۱۶,۳۳,۰۰۰ نقد ادا کرنا ہے ۶۵,۰۰۰ باقی رہے ۱۵,۶۸,۰۰۰

یہ (۱۵,۶۸,۰۰۰) چار سال کے حساب سے ہر مہینہ کے (۳۲,۶۶۷) کے

اڑتالیس چیک ابھی دے دینے ہیں۔

اوپر کیے گئے تینوں معاملوں میں نقد کا ایک چیک اور قسط کا ایک چیک ڈیلر کے

نام کا اور باقی تمام چیک بینک کے نام کے ہوتے ہیں، اور دوسری صورت میں نقد کا ایک چیک اور قسطوں کے اڑتالیس چیک رقم بھر کر بغیر نام لکھے یا تو ڈیلر کو یا بینک کو دے دیتے ہیں، اس طرح گاڑی خرید سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

آپ کے سوال میں یہ بات وضاحت طلب ہے کہ گاڑی کی خریداری کس سے کی جا رہی ہے؟ یعنی یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ گاڑی بیچنے والا کون ہے؟ ڈیلر یا بینک؟ اگر گاڑی بیچنے والا ڈیلر ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بینک بیچ میں کیوں آیا؟ سارا معاملہ ڈیلر سے ہونا چاہیے، قیمت کی ادائیگی یا چیک سب کچھ ڈیلر ہی کے نام کا ہونا چاہیے جیسا کہ سوال میں لکھا گیا ہے، بینک کے نام کے چیک کیوں لکھے جا رہے ہیں؟ ہم اصولی طور پر کون سا معاملہ جائز ہے اور کون سا معاملہ ناجائز ہے؟ آپ کو بتلائے دیتے ہیں آپ اس جواب کو سامنے رکھ کر ان معاملات کا حکم سمجھ لیں۔

① اگر ڈیلر ہی گاڑی کا بیچنے والا ہے چاہے نقد بیچتا ہو یا ادھار قسطوں پر، اور سارا معاملہ ڈیلر ہی سے ہو رہا ہے اندر میں بینک کا کوئی دخل نہیں، اور اس صورت میں نقد گاڑی خریدنے پر ادھار کے مقابلہ میں قیمت کم طے ہوتی ہے اور ادھار خریدنے پر نقد کے مقابلہ میں قیمت زیادہ طے ہوتی ہے؛ لیکن سودا کرتے وقت یہ بات صاف کر دی جاتی ہے کہ یہ سود نقد ہے یا ادھار تو اس صورت میں یہ معاملہ شرعی اعتبار سے درست ہے۔

② اسی طرح بیچنے والا بینک ہے اور اوپر لکھی ہوئی تفصیل کے مطابق دونوں

صورتیں ہیں تو اس صورت میں بھی معاملہ جائز ہوگا۔

③ اور اگر بیچنے والا تو ڈیلر ہے اور بینک خریدنے والے کی طرف سے ڈیلر کو ابھی پوری قیمت ادا کر دیتا ہے، اور پھر آئندہ قسطوں کی شکل میں اپنی ادا کی ہوئی رقم کچھ زائد مقدار کے ساتھ خریدنے والے سے وصول کرتا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ بینک نے خریدنے والے کی طرف سے قیمت کی جو مقدار ادا کی، بعد میں آگے چل کر بینک وہ قیمت خریدنے والے سے سود کے ساتھ وصول کر رہا ہے چوں کہ اس میں سود دینا لازم آتا ہے؛ اس لیے شرعاً یہ معاملہ درست نہیں۔

نوٹ: عام طور پر خریداری کے وقت صرف اتنا دیکھا جاتا ہے یہ گاڑی ادھار اتنی رقم میں ملی جس کو قسطوں کی شکل میں بینک کو اتنی مدت میں ادا کرنا ہے، اور اندر میں جو کاغذات تیار ہوتے ہیں وہ اسی طرح کے ہوتے ہیں کہ ڈیلر کے پاس سے خریدنے والا گاہک ہے اور بینک خریدنے والے کی طرف سے ڈیلر کو ساری رقم ادا کر دیتا ہے، اور بعد میں اپنے اصول کے مطابق خریدار سے وہ رقم سود کے ساتھ وصول کرتا ہے اور یہ ساری کارروائی بینک جا کر نہیں ہوتی بلکہ ڈیلر کے شوروم ہی میں ایک ٹیبیل بینک والے کا ہوتا ہے اور وہیں سے یہ سب کام انجام دیا جاتا ہے، جو لوگ سارے معاملہ کے اندر کی تفصیلات سے واقف ہوتے ہیں وہ اس حقیقت کو جانتے ہیں، اور جو لوگ اس کاغذی کارروائی کی اندرونی تفصیلات سے واقف نہیں ہوتے ان کو یہ نہیں چل پاتا اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ % بیاج (سود) سے گاڑی خریدی، اور پھر مفتیان کرام سے اسی طرح سوال کرتے ہیں کہ % بیاج (سود) سے گاڑی خریدنا درست ہے کہ نہیں؟ مفتی کے سامنے جب یہ بات رکھی جاتی ہے کہ بیاج (سود) ہے ہی نہیں تو پھر وہ جائز ہونے



کافتویٰ دیتے ہیں؛ اس لیے آپ نے سوال میں جو صورتیں لکھی ہیں اس میں آپ یہ دیکھ لیجیے کہ معاملات کے اندر میں کوئی ایسی صورت تو نہیں جس کے نتیجے میں بینک نے گاہک کی طرف سے ڈیلر کو قیمت ادا کی ہو اور بعد میں چل کر اپنی رقم زیادتی کے ساتھ وصول کر رہا ہو، اگر ایسا ہے تو سودی معاملہ ہونے کی وجہ سے یہ جائز نہیں، چاہے اس کو کوئی سا بھی نام دیا جائے۔

اوپر جواب میں جو تین صورتیں لکھی ہیں، اس میں دوسری صورت جس میں بینک کو بیچنے والا بتلایا گیا ہے وہ ایک حکم بتلانے کی غرض سے ہے ورنہ جیسا کہ ہمارے علم میں ہے بینک خود خرید و فرخت کا معاملہ قانونی طور پر نہیں کر سکتا ہے۔

املاہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۷/۹/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## مشترکہ ملکیت میں بیع اور وصیت

**سوال:** کریم محمد ابن ولی محمد نے اپنی زمین اور گھر اپنی حیات ہی میں اپنے حقیقی بھائی محمد یوسف ابن ولی محمد کو کورٹ سے لکھوا کر دیدی، اس لیے کہ کریم محمد کو کوئی اولاد وغیرہ نہ تھی، نہ لڑکا، نہ لڑکی، اور کریم محمد نے بھائی سے کہا کہ زمین اور گھر میری حیات میں میرے پاس رہیں گے، اور میرے مرنے کے بعد تم لے لینا، کچھ عرصہ کے بعد کریم محمد بھائی کا انتقال ہو گیا، تو ان کی بیوی دینے کے لیے تیار نہ تھی؛ بلکہ ضائع کرنے کی کوشش کر رہی تھی، اور اس میں دو فریق ہو گئے، ایک ان کی بیوی کی طرف، ان کی بیوی کا نام نوری ہے، تو نوری بہن کا فریق اس بات کی کوشش کر رہا ہے کہ ان کے بھائی یوسف کو کچھ نہ ملے، اور ان کا بھائی یوسف اور ان کا فریق اس بات کی کوشش کر رہے تھے

کہ مجھے میرے بھائی نے اپنی زندگی میں دیا ہے؛ لہذا مجھے ملنا چاہئے، اور یوسف بھائی نے کورٹ میں مقدمہ کیا کہ میں اس کا بھائی ہوں، اور ہماری شریعت کے اعتبار سے میں وارث ہوں؛ لہذا مجھے حق ملنا چاہئے جو میرا ہے، یہ لڑائی مسلسل دو سال چلتی رہی، کوئی نتیجہ نہیں نکلا، دو سال کے بعد اس بات پر صلح ہوئی کہ شرعی اعتبار سے کریم محمد بھائی کی ملکیت وارثوں میں تقسیم کی جائے، تو یہ طے ہوا کہ شرعی اعتبار سے یوسف بھائی کے آٹھ آنی حصہ ان کے بھائی کی ملکیت میں سے ہے، اور چار آنی کریم محمد بھائی کی بیوی، اور چار آنی کریم محمد اور یوسف بھائی دونوں کی ایک بہن ہے جن کا نام رتن ہے ان کی؛ لیکن اس وقت بھی صلح کرنے والے لوگوں میں یہ بات طے ہوئی کہ ابھی بارہ آنی وارثوں کو دے دیں گے تو چار آنی ملکیت میں نوری بہن کا گزارا ہونا مشکل ہے؛ لہذا نوری بہن کے مرنے کے بعد اس طرح حصے کئے جائیں؛ بلکہ نوری بہن کے دیور سے لوگوں نے کہا کہ یوسف بھائی! ابھی آپ کی آٹھ آنی اپنی بھابھی نوری بہن کے پاس رہنے دو، چار آنی پر ان کا گزارا نہیں ہوگا، اور آپ کی بھابھی کے انتقال کے بعد آپ کی آٹھ آنی حصہ ہم دے دیں گے، تو یوسف بھائی نے کہا کہ ٹھیک ہے۔

اس کے بعد تین سال گزرے اور نوری بہن نے اپنی موت سے چھ ماہ پہلے پوری زمین احمد بھائی کو بیچ دی، اور خریدار احمد بھائی نے وہ کاغذات، یعنی دستاویز کسی کو ظاہر نہیں کئے، اور جب نوری بہن کا انتقال ہوا تو اس کے بعد پتہ چلا کہ نوری بہن نے زمین احمد بھائی کو بیچ دی ہے، تو پھر میں احمد بھائی سے ملا اور کہا کہ بھائی آٹھ آنی ملکیت کے ہم وارث ہیں، اور وہ آٹھ آنی نہ تو ان کو بیچنے کا حق تھا، اور نہ تم کو خریدنے کا کوئی حق تھا، ہماری آٹھ آنی ہم نے ان کو موت تک استعمال کے لیے دی تھی، تو احمد

بھائی نے کہا کہ نوری بہن نے مجھے بیچی ہے اور میں نے خریدی ہے، اور دستاویز بھی ہو چکا ہے، چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھا؛ چوں کہ نیت خراب تھی، دولاکھ کی ملکیت بیس ہزار میں خریدی تھی، اور بیس ہزار بھی ابھی دیے نہیں، اور نوری بہن مرگئی، پھر ہم نے پوری زمین احمد بھائی سے کورٹ کی مدد لے کر چھڑائی، اور اس میں پچیس ہزار روپے خرچ ہوا، اور یہ خرچہ نوری بہن نے ہمارے حصہ کی ملکیت بچ دی جس کے نتیجے میں ہوا، تو اس صورت میں نوری بہن کے چار آئی حصہ میں سے ہم خرچ لے سکتے ہیں؟ اور اگر لے سکتے ہیں تو کتنا لے سکتے ہیں؟ اور اس سے پہلے کہ جہاں صلح ہوئی وہاں تک تیس ہزار خرچہ ہوا وہ بھی ہمارے حق کے طلب میں ہی ہوا ہے، تو اس صورت میں شریعت خرچ لینے کی اجازت نوری بہن کے حصہ میں سے دیتی ہے یا نہیں؟

تنقیح:

احمد بھائی نوری بہن کے انتقال کے بعد دعویٰ کرتے ہیں کہ میں نے یہ زمین نوری بہن سے خریدی تھی، تو وضاحت طلب یہ ہے کہ اس خریداری کا کوئی شرعی ثبوت احمد بھائی کے پاس موجود ہے؟ نیز کیا احمد بھائی کو یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ پوری زمین نوری بہن کی ملک نہیں ہے؛ بلکہ اس میں دیگر ورثاء کا حصہ ہے؟ آپ سوال میں ان دونوں امور کی وضاحت فرمائیں اس کے بعد ہی آپ کے سوال کا جواب دیا جاسکے گا۔

جواب تنقیح:

نوری بہن نے ایک گھر اور زمین جس میں ان کا چوتھائی حصہ تھا اور تین چوتھائی دوسرے کے تھے، اولاً انھوں نے مرنے سے تین سال پہلے مدرسہ کے لیے اپنے حصہ کے وقف کی وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد اس گھر اور زمین کو مدرسہ میں

وقف دینا، پھر انھوں نے اپنے انتقال سے چھ ماہ پہلے حالت صحت و ہوش میں اپنے حصہ کی اور دوسروں کے حصہ کی، یعنی پوری زمین ایک آدمی کے ہاتھ بیچ دی، اور اس مشتری کا پہلے ہی سے قبضہ تھا، وہی اس زمین کو جوتتا تھا، اور مشتری نے پیسے ادا نہیں کئے اور نوری بہن کا انتقال ہو گیا، پھر وہ پوری زمین دوسرے حصہ داروں نے کسی اور شخص کو بیچ دی، اب نوری بہن کے حصہ کی رقم مدرسہ میں وقف کے طور پر اس سے چھوڑا کر دی جاوے یا خریدار کو دی جاوے یا نوری بہن کے وارثوں کو دی جائے؟ شریعت میں اس کا جو بھی حکم ہو اس سے ہمیں آگاہ فرمادیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

نوری بہن نے اپنے انتقال سے پہلے جو بیچنے کا معاملہ کیا ہے، اگر اس کا شرعی ثبوت موجود ہے، تو نوری بہن کے حصہ میں بیع درست ہوئی، اور وفات سے پہلے شے موصی بہ موصی کی ملک سے نکل چکنے کی وجہ سے وصیت باطل ہوگئی، اور دیگر شرکاء کے لیے اتنی زمین کا مشتری کی اجازت کے بغیر کسی اور شخص کو بیچنا درست نہیں ہے، اتنے حصہ کا مالک وہی مشتری ہے جس نے نوری بہن کے پاس سے اس زمین کو حشریدا تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۳ / جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد۔ بسم اللہ عفی عنہ

**سوال:** بعدہ عرض کہ آپ نے اس فتوے میں دو باتوں کی وضاحت چاہی تھی

دونوں باتوں کی وضاحت حسب ذیل ہے:

پہلی بات آپ نے یہ پوچھی کہ جس کے ہاتھ نوری بائی نے زمین بیچی ہے اس کا

ثبوت کورٹ کے اعتبار سے دستاویز ہے، یعنی ایگریمنٹ ہے، اور دوسری بات وضاحت طلب یہ تھی کہ وہ خریدنے والا یعنی مشتری جانتا تھا کہ اس زمین میں دوسرے شرکاء کا حق ہے مکمل طور پر اس کو اس مذکورہ بات کا علم تھا یہ دو باتیں مکمل ہو گئیں، مزید ایک اور وضاحت آپ کے سامنے آجائے اس کی تفصیل نیچے ہے:

احمد بھائی سے زمین چھڑانے کے سلسلہ میں تیس ہزار روپیہ خرچ ہوا ہے، اس میں سے تیرہ ہزار روپیہ احمد بھائی نے نقد، دوسرے ورثاء کے پاس سے لیے، اس بات پر کہ میرا جو خرچہ ہوا ہے یعنی دستاویز کا، اور وکیل کو روکنے کا جو خرچہ ہوا ہے، آپ سب ورثاء مجھ کو خرچہ دیدو تو میں زمین واپس کر دوں اور میں اپنا قبضہ زمین پر سے چھوڑ دوں اور تمہارے حوالہ کر دوں، اور ان کا خرچہ جو ہوا ہے وہ تیرہ ہزار روپیہ ہے؛ چنانچہ ورثاء نے مل کر تیرہ ہزار روپیہ دیدے اور زمین قبضہ میں لے لی۔

(الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً)

آپ کی وضاحت سے یہ بات صاف ہو گئی کہ بوقت شراء احمد بھائی کو یہ معلوم تھا کہ اس خریدی جانے والی ملکیت میں دیگر ورثاء کا حصہ ہے، اس کے باوجود اس نے یہ معاملہ کیا اور بعد میں اس نے اپنا قبضہ غاصبانہ باقی رکھا، اور اس کو چھڑانے کے لیے ورثاء کو مصارف برداشت کرنا پڑے تو اب یہ مصارف احمد بھائی کے پاس سے وصول کرنا جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۳/۱۳۳)

بلکہ احمد بھائی نے ورثاء سے جو تیرہ ہزار وصول کئے ان کا لینا احمد بھائی کے لیے کسی صورت میں جائز نہیں تھا، صریح حرام ہے، احمد بھائی کو چاہئے کہ وہ تیسرہ ہزار واپس کریں، رہا نوری بہن کا چوتھائی حصہ اور ان کا بیچنا تو اگرچہ نوری بہن نے دیگر

ورثاء کا حصہ احمد بھائی کے ہاتھ بیچا، وہ درست نہیں تھا؛ لیکن نوری بہن کی حیثیت زیادہ سے زیادہ متسبب کی ہے جب کہ احمد بھائی مباشر ہیں، اس لیے ساری ذمہ داری احمد بھائی پر عائد ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد، بسم اللہ عفی عنہ

## فسخ بیع کا معاوضہ لینا

**سوال:** ایک شخص نے ۸۳/ ہزار روپے میں ایک مکان کا سودا کیا، اور کچھ رقم یعنی ایک ہزار نقد دے کر بیع کو پایہ تکمیل کر دیا، بقیہ رقم ۸۲/ ہزار تین ماہ کا وعدہ کیا، مکان کا قبضہ بھی بقیہ رقم کی ادائیگی کے وقت طے ہوا، وقت مقررہ پر مشتری نے اس سودے کو فسخ کرنے کا کہا، بائع نے انکار کیا، تو مشتری نے بائع کو پانچ ہزار روپے دے کر بیع فسخ کی، تو یہ پانچ ہزار روپے بائع کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

بائع کے لیے پانچ ہزار کی یہ رقم لینا جائز نہیں ہے۔

وتصح بمثل الثمن الأول وشرط الأكثر أو الأقل بلا تعييب  
وجنس آخر لغو ولزومه الثمن الأول. (کنز الدقائق)

قال الإيتقاني: وفي شرط الزيادة والنقصان والجنس الآخر بطل  
الشرط، ولم تبطل الاقالة؛ لأنها لا تبطل بالشروط الفاسدة الخ (حاشية  
الشلي على الزيلعي شرح الكنز؛ ۷۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## مقررہ وقت گزر جانے پر ثمن مع سود دینے کی شرط لگانا

**سوال:** کپڑے کی منڈی میں خود منڈی والوں کے کچھ اصول ہوتے ہیں چوں کہ علی العموم کاروباری غیر مسلم ہوتے ہیں؛ اس لیے اصول بھی ان لوگوں کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں جو بسا اوقات ہماری شریعت کے خلاف ہوتے ہیں، اب اگر ہم ان کے خلاف کریں تو ہمیں منڈی سے نکال دیا جائے گا اور منڈی میں ہم سے کوئی معاملہ نہ کرے گا مثلاً جب ہم مال خریدتے ہیں تو قیمت ادا کرنے میں ایک ماہ کی مہلت ملتی ہے، اب اگر ایک ماہ کے اندر اندر ادا کر دیں تو کوئی سود نہیں لگایا جاتا؛ لیکن اگر کسی وجہ سے خواہ کیسی ہی شدید مجبوری کیوں نہ ہو کچھ دن مہینہ کے اوپر گزر گئے تو سود دینا پڑتا ہے اور اگر سود نہ دیں تو دوسری بار ہم سے کوئی تاجر معاملہ کرنے پر تیار نہیں ہوتا تو کیا اس طرح کی شرائط کے ساتھ بہ مجبوری خرید و فروخت کر سکتے ہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر عقد بیع میں ایسی شرط رکھی گئی ہے تو یہ معاملہ یقیناً سودی ہوگا، اور اگر عقد میں ایسی شرط نہیں ہے تو معاملہ درست ہے، اس کے بعد اگر وہ زائد وصول کرتا ہے تو یہ ظلم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## بلڈ روڈی ہوئی رقم سے زائد وصول کرنا حرام ہے

**سوال:** بمبئی میں ایک آدمی بلڈنگیں بنا کر فلیٹ فروخت کرتا ہے، دس سال

پہلے اس نے اعلان کیا تھا کہ میں کئی بلڈنگیں بنانے والا ہوں جس کو بھی فلیٹ بک کرانا ہو وہ کرائے اور فلیٹ کے روپیے قسط وار ادا کرنے ہوں گے، یہ اعلان سن کر کئی لوگوں نے روپیے جمع کروا کر فلیٹ بک کرائے؛ البتہ بلڈر نے جتنی بلڈنگیں بنانے کا وعدہ کیا تھا وہ سرکاری پریشانی یا کسی اور وجہ سے بنانہ پایا اور لوگ تو برابر قسط وار رستم جمع کروا رہے تھے، اب ان رقم جمع کروانے والوں میں سے بعض کو بلڈر نے اگر یمینٹ دیے تھے اور بعض کو نہیں دیے تھے، اب آج دس سال کے بعد وہ اعلان کر رہا ہے کہ میں فلیٹ نہ دے سکوں گا؛ لہذا جنہوں نے اب تک رقم جمع کروائی ہے وہ اپنی رقم لے جائیں، اور جن کو میں نے اگر یمینٹ دیے ہیں ان کو دی ہوئی رقم سے زائد دوں گا اور جن کو اگر یمینٹ نہیں دیے ہیں ان کو اتنی ہی رقم دوں گا جتنی کہ انہوں نے جمع کروائی ہے، اب یہ لوگ احتجاج کر رہے ہیں کہ اگر یمینٹ نہیں دیا تو یہ قصور بلڈر کا ہے ہمیں بھی زائد رقم چاہیے، مختصر سوال یہ کہ جب فلیٹ بک کرایا تھا تب اس کی قیمت دو لاکھ تھی اور آج دس سال کے بعد چار لاکھ ہے، اب بلڈر کسی وجہ سے فلیٹ نہ دے سکا تو دو لاکھ کے بجائے چار لاکھ دے رہا ہے، تو کیا یہ دو لاکھ زائد لینا جائز ہے؟ جب کہ خریدنے والے کو یہ بھی پتہ نہ تھا کہ فلیٹ کہاں ملنے والا تھا۔

(الجواب): حامداً ومصلياً ومسلماً

جتنی رقم بلڈنگ بنانے والے کو دی تھی اس سے زیادہ رقم اس سے وصول کرنا حرام ہے، چاہے اگر یمینٹ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، یہ زائد رقم سود شمار ہوگی، اور حدیث میں سود لینے اور دینے والے پر لعنت آئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری



## حرام ثمن والے مشتری کے ساتھ خرید و فروخت

**سوال:** ایک شخص کاروبار کرتا ہے، اس کے یہاں مشتری ہر قسم کے آتے ہیں، حلال کمائی والے بھی اور حرام کمائی والے، اور بائع کو یہ معلوم ہے کہ اس مشتری کی کمائی حرام ہے تو کیا اپنا یہ مال حرام ثمن والے مشتری کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور آج کل تو یہ بہت ہی ہوتا ہے، اور اگر مشتری کافر ہے ان کے یہاں تو ہر قسم کی رقم کو صحیح سمجھتے ہیں، اگر ہم اس طرح سے خرید و فروخت کرنے جاتے ہیں تو بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ کتاب البیوع ۴۲۳ میں اس طرح کی بیع کو ناجائز قرار دیا ہے، اور ایسے ثمن کے استعمال کرنے کو بھی ناجائز قرار دیا ہے؛ مگر اس کے حلال کے دو حیلے لکھے ہیں جو بندہ کو برابر سمجھ میں نہیں آئے، آپ اس سوال کا جواب مفصل عنایت فرمائیں، مشکور ہوں گا۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر کسی کا غالب مال یا تمام مال حرام ہے تو اپنی حلال شئی کو اس کے حرام مال کے عوض فروخت کرنا جائز نہیں ہے؛ البتہ کافر کے ہاتھوں فروخت کرنا درست ہے۔ امداد الفتاویٰ ۳/۲۴ میں ہے کہ جو شئی اول کے لیے باصلہ حلال ہوگی، بعدہ کسی عارض کی وجہ سے اس میں کراہت پیدا ہو جائے وہ دوسرے کے لیے حلال ہوگی، اور چونکہ دوسری جگہ وہ عارض نہیں ہے، اس لیے وہ خبث عارضی بھی نہ ہوگا اور بیوع فاسدہ میں یہی مقصد ہے، اور جو اول کے لیے باصلہ حرام ہو وہ حرمت برابر متعدی رہے گی، جیسے بیوع باطلہ اور ربا اور رشوت۔

قيل: الخلط أو بعد الخلط بشرط الاكثرية اه  
فتاویٰ رشیدیہ میں دو حیلے تو نہیں ملے؛ البتہ ایک ملا، اس سلسلہ میں درمختار اور  
شامی کی عبارت پیش کرتا ہوں جو انشاء اللہ سمجھ میں آ جاوے گی۔

اكتسب حراماً، فاشترى به أو بالدرهم المغصوبة شيئاً، قال الكرخي:  
إن نقد قبل البيع، تصدق بالربح؛ وإلا لا، وهذا قياس، وقال أبو بكر:  
كلاهما سواء ولا يطيب له، وكذا لو اشترى ولم يقل بهذا الدرهم وأعطى  
من الدرهم. (درمختار) (قوله: اکتسب حراماً الخ) توضیح المسئلة ما في  
التاتارخانية حيث قال: رجل اکتسب مالا من حرام ثم اشترى، فهذا  
على خمسة أوجه: إما إن دفع تلك الدرهم إلى البائع أولاً، ثم اشترى  
منه بها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفعها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفع  
غيرها، أو اشترى مطلقاً ودفع تلك الدرهم، أو اشترى بدرهم آخر  
ودفع تلك الدرهم قال ابونصر: يطيب له، ولا يجب عليه أن يتصدق  
إلا في الوجه الأول، وإليه ذهب الفقيه أبو الليث؛ لكن هذا خلاف  
ظاهر الرواية؛ فإنه نص في الجامع الصغير: إذا غصب ألفاً، فاشترى بها  
جارية، وباعها بألفين، تصدق بالربح وقال الكرخي: في الوجه الأول  
والثاني لا يطيب، وفي الثالث الأخير يطيب وقال أبو بكر: لا يطيب في  
الكل؛ لكن الفتوى الآن على قول الكرخي دفعا للخرج عن الناس اه  
وفي الولوالجية: وقال بعضهم لا يطيب في الوجوه كلها، وهو المختار؛  
لكن الفتوى اليوم على قول الكرخي دفعا للخرج لكثرة الحرام اه وعلى  
هذا مشى المصنف في كتاب الغصب تبعاً للدرر وغيرها. (شامی ۱/ ۲۴۴)

عبارت بالا میں جس صورت پر خط کھینچ دیا ہے، فتاویٰ رشیدیہ میں اسی صورت کی

طرف اشارہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

ناجائز کمائی والے سے تعمیر کا اگر میمنٹ ہو چکا اب کیا کرے؟

**سوال:** میرا ایک تین منزلہ گیسٹ ہاؤس ہے، اور اب تک ہم یہ گیسٹ ہاؤس بالکل شرعی طریقے سے سے چلا رہے ہیں، اب غور طلب بات یہ ہے کہ ہم اس تین منزلہ گیسٹ ہاؤس کو مزید تین منزلہ بڑھانے والے تھے اور سارے سرکاری اور غیر سرکاری کاغذات مکمل ہو چکے تھے؛ مگر ہماری ہوٹل کے نیچے دو دکانیں ہیں: ایک ہماری ذاتی اور دوسری ایک مسلمان کی جس میں لڑکیوں کا ناچ اور شراب کا کاروبار ہوتا ہے، چوں کہ ہماری ہوٹل کا ستون (جس پر تین منزلہ مزید عمارت تعمیر کرنی تھی) ان کی دکان کے سامنے آ رہا تھا، جب ان کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا کہ ہم ایسا کرتے ہیں کہ ہم دونوں مل کر پرانی تین منزلہ ہوٹل گرا دیتے ہیں بشمول میری دکان کے اور ہم نئے سرے سے چھ منزلہ ہوٹل تعمیر کریں گے جس میں دو تہہ خانہ بھی ہوں گے؛ بشرطیکہ میرے حصے کے بقدر ایک تہہ خانہ اور اتنا ہی پہلے منزلہ پر حصہ لوں گا اور تعمیر کا کل خرچ میں برداشت کروں گا (جس کا حساب دو کروڑ ستر لاکھ بنتا ہے) اب ہم سے غلطی یہ ہوگئی کہ ہم نے اس سے معاہدہ کر لیا، اور سارے کاغذات مکمل ہو گئے اور انہوں نے بیعانہ بیس لاکھ روپے بہ شکل چیک دیا ہے، اور آئندہ بھی بقیہ رقم بہ شکل چیک ہمارے کھاتے میں جمع ہوگی، اب ہماری سمجھ میں یہ بات آئی کہ اس کا پیسہ غلط ہے، اب اگر

ہم معاہدہ منسوخ کرتے ہیں تو ہماری جگہ بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے گی: اس لیے کہ اگر یمنٹ بن چکا ہے، معاملہ عدالت میں جائے گا اور مزید پیچیدہ ہو جائے گا، نہ ہم ہوٹل بنا سکیں گے اور نہ چلا سکیں گے، اب صورتِ مسئلہ میں ہم کیا کریں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر اس کی کمائی جیسا کہ آپ نے سوال میں تحریر فرمایا ہے ناجائز طریقہ سے حاصل شدہ ہے تو اب آپ کے لیے اس رقم کو تعمیر میں استعمال کرنا درست نہیں، وہ آدمی اگر کسی غیر مسلم سے قرض لے کر رقم آپ کو دے تو اس سے تعمیر کی جاسکتی ہے، بعد میں وہ اس غیر مسلم کا قرض اپنی رقم سے ادا کر دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۰ / رجب المرجب ۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## غلہ کی تجارت کا ایک طریقہ

**سوال:** ہمارے اس علاقہ میں ایک طریقہ تجارت کا ایجاد ہوا ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ اناج کے تاجر یعنی کہ دلال سے کسی اناج کا سودا کیا جاتا ہے، جب کہ اناج کی سیزن ہو اور اس کے بھاؤ کم ہوتے ہیں، اور سیزن گزرنے کے بعد اس اناج کے بھاؤ بڑھنے کی امید اور توقع ہوتی ہے، اب سیزن میں مثلاً ۵۰ / بوری گیہوں کا سودا ہو گیا اور مشتری نے خرید کر قبضہ بھی کر لیا، اب تین چار مہینے یعنی جب تک اس اناج کی قیمت اور بھاؤ نہ بڑھے وہاں تک اس اناج کی ذخیرہ اندوزی اس دلال کے یہاں کی جاتی ہے؛ لیکن اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دلال اور تاجر یہ کہتا ہے کہ

تمہارا یہ متعین اناج ہے، وہی اناج باقی نہیں رہے گا؛ بلکہ تم کو جس وقت اپنا اناج چاہئے اس وقت اسی جنس کا اناج مل جائے گا، تو کیا یہ مذکورہ صورت شرعی اعتبار سے درست ہے یا نہیں؟ کیا بعد القبض بیع میں تبدیل جائز ہے یا نہیں؟

یہاں ایک مفتی صاحب سے دریافت کرنے پر انہوں نے فرمایا کہ یہ اناج تاجر دلال کو بطور قرض دیا جائے اور پھر جب ضرورت ہو اس وقت اپنا قرض واپس لیا جائے، اس سے جواز کی گنجائش ہے؛ مگر اس میں بندہ کو شرح صدر نہیں ہوا؛ کیوں کہ قرض میں مقروض کے لیے ضروری ہے کہ شئی مقروض جتنی مقدار میں لی ہے اتنی ہی مقدار واپس کرے، اور صورت مذکورہ میں دلالوں اور تاجروں کا عام تجارت کا طریقہ یہ ہے کہ واپس دیتے وقت وہ فی من ۵۰۰ / گرام اناج وضع کر کے واپس دیتے ہیں، اور اسی کے ساتھ جو مال اپنی بوریوں میں لیتے ہیں ان بوریوں کا کرایہ بھی وضع کرتے ہیں، تو کیا تجارت کا مذکورہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

مفتی صاحب نے صورت جواز کی بتلائی ہے، وہ بھی ایک صورت اس معاملہ کو درست کرنے کی ممکن ہے؛ البتہ آپ کا اشکال بھی درست ہے۔ ”الأقراض تقضی بأمثالها“ یہ فقہ کا مسلمہ اصول ہے، اس لیے فی من پانچ سو گرام وضع کرنا جائز نہیں؛ نیز بوریوں کا کرایہ بھی وصول کرنا درست نہیں، اس لیے کہ جب قرض قرار دیا تو گویا دلال نے بوریاں اپنے استعمال میں لیں جس کا کرایہ دوسرے سے لینا جائز نہیں ہے، اگر بوریوں کا کرایہ وصول کرنا ہو تو تبدیل جائز نہ ہوگا؛ نیز اس صورت میں بھی پانچ سو

گرام کا وضع کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۸/ شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ

## بیع فسخ ہونے کی صورت میں بیع کے بیچنے کی شرط لگانا

**سوال:** ایک معاملہ وقوع پذیر ہوا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک شخص نے چند فلیٹ کا سودا کیا اس شرط پر کہ ٹمن کی ادائیگی قسط وار ہوگی، اس کے بعد مشتری نے حسب شرط ٹمن قسطاً قسطاً ۷۰ فیصد کے قریب ادا کر دیا، پھر کسی وجہ سے عقد کو فسخ کرنے کی نوبت آئی، بائع بھی فسخ کرنے پر راضی ہو گیا اور عقد کو فسخ کر دیا گیا، مشتری نے ۲/ سال تک اپنے ادا کردہ ٹمن کا مطالبہ نہیں کیا، یہ سمجھ کر کہ ایک ساتھ اتنی رقم نکالنا مشکل ہے، جب دو سال کے بعد مطالبہ کیا تو بائع کہتا ہے کہ میں نے عقد اس شرط پر فسخ کیا تھا کہ فلیٹ بیچنے کی ذمہ داری تمہاری ہوگی؛ حالاں کہ فی الواقع ایسی کوئی شرط بین المتعاقدين نہیں ہوئی تھی، مشتری نے دفع نزاع کے لیے بائع کی بات پر عمل کرتے ہوئے ۳/ خریدار تعاقباً پیش کئے، تینوں کو بائع نے کسی نہ کسی بہانہ سے انکار کر دیا، کسی کو اصل قیمت سے زائد قیمت بتلائی اس لیے اس نے نہیں لیا، کسی کو فاسق و فاجر سمجھ کر رد کر دیا، غرض یہ کہ تینوں خریدار جو مشتری نے پیش کئے تھے ان کو اپنا فلیٹ بیچا نہیں، اور جب ٹمن کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو وہ ٹال مٹول کرتا ہے، اکتا کر اور بیزار ہو کر مشتری نے ایک روز بائع سے مسجد میں گفتگو کی اس حال میں کہ بائع کا ایک رفیق اور ساتھی جو عالم بھی ہے موجود تھا کہ ہماری رقم آپ کے پاس ہے، اور آپ ادا نہیں کرتے، ٹال مٹول کرتے ہیں، یہ دین اور شریعت کے خلاف ہے، اس پر بائع نے کہا کہ دین

اتنا سستا نہیں جس کو میں چار یا پانچ لاکھ روپیوں میں درمیان میں لاؤں، اس سلسلہ میں گفتگو ہو رہی تھی کہ اس عالم نے جو اس معاملہ کی نوعیت سے پورا واقف ہے، بات دبانے کے لیے اور کاٹنے کے لیے یہ کہا کہ چلو ہم مفتی صاحب سے پوچھ لیں گے، خیر یہ بات ہوئی اور بائع نے اب تک ثمن واپس نہیں کیا ہے، اور اب بائع نے وہ فلیٹ کسی اور کو کرایہ پر دیا ہے، اس معاملہ میں حسب ذیل سوالات مطلوب ہیں:

① یہ شرط لگانا کہ فلیٹ بیچنے کی ذمہ داری مشتری کی ہوگی، فی الواقع یہ شرط تو نہیں طے پائی تھی؛ مگر بائع کی بات مانتے ہوئے بالفرض ہم تسلیم کر بھی لیں تو کیا یہ شرط لگانا صحیح ہے؟

② خصوصاً یہ سوال کرنا ہے کہ ایسے شخص کا کیا حکم ہے جو یوں کہے کہ دین اتنا سستا نہیں جس کو ہم چار یا پانچ لاکھ روپیوں میں لے آئیں، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص معاملات میں دین کا دخل مانتا ہی نہیں، کیا اس جملہ سے اس کے ایمان پر اثر پڑے گا؟

③ ایسے عالم کا کیا حکم ہے جو اچھی طرح جانتا ہے کہ میرا ساتھی جو ٹال مٹول کر رہا ہے وہ غلط ہے، اسی طرح اس نے یہ کہا کہ دین اتنا سستا نہیں یہ بھی ٹھیک نہیں، اس کے باوجود اپنے ساتھی کو سمجھانے اور نصیحت کرنے کے بجائے اپنے سامنے والے کی بات کو کاٹتے ہوئے یہ کہے کہ اپنے مفتی صاحب کو پوچھ لیں گے؛ حالانکہ انہوں نے اب تک پوچھا نہیں ہے۔

④ بائع نے جو فلیٹ اجرت پر دیا ہے؛ حالانکہ اس میں ۷۰ فیصد مالکی مشتری کی ہے، اس فلیٹ کی اجرت کا مستحق کون ہوگا؟ بائع یا مشتری یا دونوں؟ اگر دونوں

ہیں تو پھر طریقہ تقسیم کیا ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

① ایسی شرط اگر لگائی بھی گئی ہے تو وہ شرط فاسد ہے، جس کی وجہ سے اصل معاملہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اور بائع کو چاہئے کہ جو رقم مشتری نے ادا کی تھی وہ فوراً مشتری کو واپس کرے، بائع کا اس رقم کی واپسی میں ٹال مٹول کرنا اور تاخیر کرنا جائز نہیں ہے، جس وقت دونوں سودا فسخ کر رہے تھے اس وقت بھی اگر بائع نے شرط لگائی ہوتی کہ میں رقم فوراً نہیں دوں گا؛ بلکہ تھوڑی تھوڑی کر کے دوں گا یا اتنی مدت کے بعد دوں گا تب بھی اس کے لیے ضروری ہوتا کہ رقم فوراً واپس کرتا؛ چہ جائیکہ ایسی شرط بھی نہیں کی ہے، اور مشتری نے اپنی شرافت و مروت سے از خود دو سال تک رقم کا مطالبہ نہیں کیا، بائع کا یہ رویہ یقیناً ناجائز اور لائق ملامت ہے۔

وتمر هذا الاختلاف إذا تقايلا ولم يسميا الثمن الأول أو سميا زيادة على الثمن الأول، أو سميا جنساً آخر سوى الجنس الأول قل أو كثر أو أجلا الثمن الأول فالإقالة على الثمن الأول في قول أبي حنيفة، وتسمية الزيادة والنقصان والأجل والجنس الآخر باطله سواء كانت الإقالة قبل القبض أو بعدها، والمبيع منقول أو غير منقول؛ لأنها فسخ في حق المتعاقدين والفسخ رفع العقد الخ (بدائع الصنائع/ ۳۰۶) (إلى أن قال) لأن اطلاق تسمية هذه الأشياء لا يؤثر في الإقالة؛ لأن الإقالة لا تبطلها الشروط الفاسدة. (بدائع/ ۳۰۶)

② بائع ہی سے اس جملہ کا مطلب معلوم کیا جائے، اس کے بعد ہی حکم شرعی



بتلایا جاسکتا ہے۔

③ اگر عالم صاحب کا مقصد بائع و مشتری کے درمیان ہونے والے نزاع اور جھگڑے کو ختم کرنا ہے، اور آگے بڑھنے سے روکنا ہے تو ان پر کوئی ملامت نہیں ہے؛ نیز ”اپنے مفتی صاحب کو پوچھ لیں گے“ بول کر عموماً یہ مراد ہوتی ہے کہ آپ حضرات مفتی صاحب سے پوچھ کر نزاع کا فیصلہ کیجئے، یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ عالم صاحب خود مفتی صاحب سے دریافت کریں گے؛ بہر حال اس معاملہ میں عالم کو الجھانا اور الزام دینا مناسب نہیں ہے۔

④ جب سودا فسخ ہو چکا تو اب فلیٹ پر مشتری کی ملکیت نہیں رہی؛ بلکہ وہ بائع کی ملکیت میں چلا گیا، اس لیے اجرت کا مالک مشتری نہیں ہے؛ بلکہ بائع ہی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۷/ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## بیع فاسد کے ثمن کو قرض میں شمار نہیں کر سکتے

سوال: رمضان سے قبل ہم نے اپنے استعمال کے لیے لوہا خریدا ہے، جس وقت خرید اس وقت دام مقرر کر لیا تھا، اور ابھی تک مال کی ڈیلیوری نہیں لی ہے، ڈیلیوری دس شوال کو لینے کی شرط ہے، اور دس شوال کو ہم ڈیلیوری لینے والے ہیں، سودا کرنے کے بعد اسی وقت ہم نے پانچ ہزار روپے دئے تھے، جو مال کی کل قیمت میں شمار کیا جائے گا جو چالیس ہزار کے قریب ہوں گے، تو یکم شوال کو جو یہ مال لینے کا باقی ہے اس

کی قیمت قرض میں شمار کی جائے گی یا نہیں؟ اور پانچ ہزار روپے جو ہم نے پہلے سے دیے ہیں، اس کے لیے کیا مسئلہ ہوگا؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اس شرط کے ساتھ جو بیع ہوئی وہ فاسد ہے، اس لیے کہ مبیع کو مؤجل رکھنا بیع مسلم ہے، اور بیع مسلم میں ثمن عاقدین کے جدا ہونے سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے، جو یہاں پایا نہیں گیا، جب بیع فاسد ہوئی تو آپ پر نفس عقد کی وجہ سے ثمن واجب نہیں ہوا، اس لیے آپ اس مقدار رقم کو قرض میں شمار نہیں کر سکتے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۶/ شوال ۱۴۰۸ھ

## علاقہ میں مال سپلائی کا حق فروخت کرنا

**سوال:** عام طور سے شہروں میں عرف چلا ہے کہ ایک مخصوص علاقہ میں ایک متعین شخص کے لیے حق حاصل ہوتا ہے کہ وہی شخص اس علاقہ میں اپنا مال تجارت سپلائی کر سکتا ہے، کسی دوسرے شخص کو اس علاقے میں مال تجارت فروخت کرنے کا حق حاصل نہیں ہے، اب دوسرا شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا یہ حق تجارت اس سے خرید کر خود اس علاقے میں اپنا مال تجارت سپلائی کرے، تو کیا اگر پہلا شخص اس دوسرے شخص کو اپنا یہ حق کچھ مخصوص رقم کے بدلے بیچنا چاہے تو یہ بیع صحیح ہے یا نہیں؟ یعنی پہلے شخص کا اس پر وہ رقم لینا صحیح ہے یا نہیں؟ کیا اس بیع کو بیع حق شرب پر قیاس کرنا درست ہے؟

**تنتقیح:**

آپ کے سوال میں ایک بات تنتقیح طلب ہے، وہ یہ کہ اس متعین شخص کو ایک

مخصوص علاقہ میں مال سپلائی کرنے کا حق کس طرح حاصل ہوا ہے؟ کیا وہ کسی مخصوص کمپنی کا مال ہے جس کی سپلائی کا حق اس کمپنی نے اس آدمی کو دیا ہے؟ یا حکومتی طور پر قانوناً اس کے لیے لائسنس نکلوانا پڑتا ہے جو حکومت نے اس کو دے رکھا ہے؟ جو صورت ہو اس کی وضاحت فرمائیں۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۱۲ / رجب المرجب ۱۴۱۲ھ

جواب تنقیح:

صورت مسؤلہ سابقہ میں جو حق اس شخص معین کو ملا ہے وہ عرف ناس کی وجہ سے ہے، اور یہ عرف تمام شہروں کا نہیں؛ بلکہ بعض ہی شہروں میں ہوتا ہے، اس کے علاوہ نہ اس شخص کو سرکاری لائسنس حاصل ہوتا ہے، نہ یہ وجہ ہے کہ یہ مال کسی مخصوص کمپنی کا ہے جس کی وجہ سے یہ حق حاصل ہوا ہو۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

مسؤلہ حق کو فروخت کر کے اس کی قیمت لینا درست نہیں ہے، اور حق شرب پر اس کا قیاس اس لیے درست نہیں کہ حق شرب اعیان سے متعلق ہونے کی وجہ سے مشائخ متاخرین احناف نے اس کی بیع کو عرف کی بنیاد پر جائز قرار دیا ہے؛ لیکن سوال میں مذکور حق ایسا ہے جو کسی عینی مال سے متعلق نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۱ / رجب المرجب ۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ غنی عنہ

## اینٹ کی بیع استصناع

**سوال:** زید اینٹ بنانے اور فروخت کرنے کا کاروبار کرتا ہے، اب بکر زید کے پاس اینٹیں خریدنے گیا، تو زید نے کہا کہ فی الحال میرے پاس مال تیار نہیں ہے؛ لہذا میں دس ہزار اینٹیں دو کلو وزن کی تین سو روپے ہزار اینٹ کے حساب سے بھٹ پکنے پر تمہارے گھر پہنچا دوں گا اس کی قیمت ابھی مجھے دیدو، بکر نے پوری قیمت دیدی اور معاملہ کر لیا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہاں نہ بیع (سامان) موجود ہے، نہ بیع (سامان) سپرد کرنے کا متعین وقت معلوم ہے، اور نہ بیع کا نمونہ موجود ہے ایسی صورت میں اس بیع (خرید و فروخت) کا کیا حکم ہے؟ نیز آج کل اس میں ابتلاء عام ہے؛ اس لیے ناجائز ہونے کی صورت میں جواز کی شکل کیا ہوگی؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

یہ بیع درحقیقت استصناع ہے جو درست ہے، اس میں یہ ضروری ہے کہ جس چیز کے بنانے کا آرڈر دیا جا رہا ہے اس کی جنس، نوع، مقدار اور وصف معلوم ہونے کے ساتھ لوگوں میں اس چیز کو آرڈر دے کر بنوانے کا عرف ہو۔ (انظر لتفصیل احکامہ البدائع الصنائع / ۵، ۳، ۴، کتاب الاستصناع) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## بلڈر سے معہود مکان خریدنا

**سوال:** عمارت بنانے والے جن کو بلڈر کہتے ہیں، وہ خود زمین خرید کر اس پر

مکانات، دوکانات تعمیر کرا کر بیچتے ہیں، مکان تیار ہونے سے پہلے وہ اس کا پلان اور نقشہ تیار کر کے نقشہ بنا کر ان میں سے خریدار کو اس کی حسبِ پسند مکان بیچتے ہیں، مکان کا مجموعی رقبہ اور کمروں کی تعداد سائز وغیرہ تفصیلات بتا دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ فی الحال تم کو اتنی رقم دینی ہوگی، اور آئندہ قسط وار ہر قسط ہزار روپے کے حساب سے مجموعی اتنی رقم دینی ہوگی، اور بلڈنگ تیار ہونے پر حکومت میں پاس کرا کے ہم تم کو قبضہ دے دیں گے تو کیا اس طرح بیع کرنا صحیح ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر اس کا تعامل ہے تو یہ استصناع میں داخل ہو کر درست ہوگا۔

ومن هان يكون مما يجرى فيه التعامل بين الناس الخ (بدائع الصنائع ۳/۵) فقط والله تعالى اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۵/ جمادی الاوٰی ۱۴۰۹ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## دال کی بوری کے ساتھ بیع کرنا

**سوال:** بعض مرتبہ میچ پیک ہو کر آتی ہے اور ظرف بھی معتدبہ وزن کا ہوتا ہے، مثلاً دال جس بوری میں آتی ہے وہ ایک کیلو کے لگ بھگ وزن کی بوری ہوتی ہے؛ لیکن عام طور پر بوری کا وزن وضع نہیں کیا جاتا، بلکہ میچ کے وزن کے ساتھ بوری کا وزن بھی اسی بھاؤ میں شامل کر لیا جاتا ہے، مثلاً: انچاس کیلو دال ہے اور ایک کیلو بوری ہے تو پچاس کیلو کی دال کی بوری شمار ہو کر پورے پچاس کیلو دال کی قیمت وصول کی جاتی

ہے؛ کیوں کہ گاہک عام طور پر بوری کی قیمت الگ سے دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے، مذکورہ حال میں اس طرح کی بیع درست ہے، بڑی منڈی سے پچاس کیلو دال کی بوری آئی ہے جس میں انچاس کیلو دال اور ایک کیلو بوری کا وزن ہوا ہے تو زید تاجر کے لیے بازار کے عام عرف کے مطابق پچاس کیلو دال کے حساب سے اس بوری کا بیچنا درست ہے یا نہیں بصورتِ عدم جواز شرعاً کیا صورت اختیار کرنی چاہیے؟ انچاس کیلو دال اور ایک کیلو کی بوری ہے، بوری کی قیمت پانچ روپے اور دال کی قیمت سات روپے اگر پچاس کیلو کی قیمت لے کر گاہک کو دیتے ہیں تو وہ بخوشی لیتا ہے؛ لیکن اگر انچاس کیلو دال کی قیمت لے کر بوری کی قیمت الگ مانگتے ہیں تو گاہک ناراض ہوتا ہے، اور چلا جاتا ہے، تو ایسی صورت میں شرعاً کیسا کرنا چاہیے، کیا پچاس کی قیمت لے سکتے ہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر سودا کرتے وقت یہ کہا گیا کہ: پچاس کیلو دال اتنی قیمت کے عوض آپ کے ہاتھ فروخت کی جا رہی ہے، تو اس صورت میں ضروری ہے کہ بائع پورے پچاس کیلو دال مشتری کے حوالہ کرے، اور اگر بوری بائع کی ہے تو اس کی قیمت الگ وصول کر سکتا ہے، ہاں اگر یہ کہہ کر فروخت کیا کہ بوری کے ساتھ اس کا وزن پچاس کیلو ہے، جس کی مجموعی قیمت یہ ہے، تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح مشتری بھی بعد میں فروخت کرے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

وصح بیع الطعام کیلا وجزافا. (تنویر الابصار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## بیع مجازفۃ کی ایک صورت

**سوال:** زید نے منڈی سے پچاس کیلو دال کی ایک بوری خریدی جس میں دال تو انچاس کیلو ہی تھی، ایک کیلو وزن تو بورے کا تھا؛ لیکن منڈی والے سے وہ پچاس کیلو کی قیمت سے خریدی، اب زید کے لیے اسی طرح پچاس کیلو بتا کر کسی کو بیچنا درست ہے یا نہیں؟

**نوٹ:** حقیقتہً بوری کا وزن کیلو سے کم و بیش ہوتا ہے؛ لیکن عرف میں وہ کیلو ہی شمار کرتے ہیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر بوری کا مجموعی وزن پچاس کیلو ہے اور یہ کہہ کر بیچتا ہے کہ بوری کے ساتھ پچاس کیلو وزن ہے تو درست ہے، مناسب یہ ہے کہ بوری کی طرف اشارہ کر کے بتلا دے کہ یہ بوری اس قیمت میں بیچی؛ تاکہ یہ بیع مجازفۃً ہو کر بلا تردد درست ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

ایضاً

**سوال:** زید نے منڈی سے پچاس کیلو دال کی ایک بوری خریدی، اور انچاس کیلو دال کی قیمت اور الگ سے بوری کی قیمت دی، اب زید کے لیے مشتری کو اسی طرح دال اور بوری کی قیمت الگ الگ کر کے بیچنا ضروری ہے یا مع بوری کے پچاس کیلو

کہہ کر بیچنا بھی درست ہے؟

نوٹ: حقیقتہً بوری کا وزن کیلو سے کم و بیش ہوتا ہے؛ لیکن عرف میں وہ کیلو ہی شمار کرتے ہیں۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

وزن کا تذکرہ نہ کیا جائے پوری بوری کا سودا کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ بوری کی طرف اشارہ ضرور ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۱/ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد، بسم اللہ عفی عنہ

## تھیلی اور کاغذ مبیع میں شامل ہے

سوال: پرچورن تاجر عام طور پر اشیاء پلاسٹک کی تھیلی یا کاغذ میں لپیٹ دیتے ہیں، اور اشیاء کا وزن کرنے میں اس تھیلی یا کاغذ کو شامل کر لیتے ہیں، حالاں کہ تھیلی اور کاغذ کی قیمت ان اشیاء سے کم و بیش ہوتی ہے، اور خریدار اس کو دیکھتا بھی ہے، اور کچھ کہتا بھی نہیں ہے؛ بالفرض اگر تھیلی یا کاغذ کو وزن میں شامل نہ کرے تو گا ہک اس کی قیمت دینے تیار نہیں ہوتے اور نہ چیز کی قیمت ہی بڑھا سکتے ہیں، کیوں کہ اس صورت میں گا ہک کم قیمت والوں کے یہاں چلے جاتے ہیں، ایسی صورت میں تھیلی اور کاغذ کو فروخت کردہ اشیاء کے ساتھ وزن میں شامل کرنا درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

عرف کی وجہ سے یہی سمجھا جائے گا کہ اس مبیع موزون کا وزن مع ظرف اتنا ہوگا؛



اس لیے درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## ”زائد بھاؤ“ کا عرف

**سوال:** زید اپنے ان گاہکوں کو جو ادھار مال خریدتے ہیں، پچھانتا ہے؛ اس لیے جب بھی وہ اشیاء کی قیمت معلوم کرتے ہیں، کچھ زیادہ قیمت بتاتا ہے، وہ گاہک اس کو قبول بھی کرتے ہیں؛ لیکن بعض مرتبہ گاہک چند چیزوں کا آرڈر دے کر چلا جاتا ہے، بھاؤ معلوم نہیں کرتا، دوبارہ آنے پر ان سب اشیاء کی قیمت مجموعی اسی زائد بھاؤ کے حساب سے گاہک کے ذمہ لکھ دیتا ہے، وہ اپنی اشیاء لے کر چل دیتا ہے تو اس طرح کرنا درست ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اس زائد بھاؤ سے آپ کی مراد کیا ہے؟ اگر مراد سابقہ بھاؤ ہے جو اس نے پہلے بتلایا تھا اور عرفِ تجار میں یہ طریقہ رائج و معتبر ہے تو معاملہ درست ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## مزدور کو قرض نہ دینا اور اجرت طے کرنا

**سوال:** کھیتی کے سلسلہ کے کاموں کے لیے ایک شخص کو سال بھر کے لیے مزدور طے کیا گیا، مزدور نے کچھ رقم بطور قرض پیشگی مانگی، جو مالک نے نہیں دی؛ لیکن اس کی اجرت جتنی ہونی چاہیے تھی پوری پوری طے کی، اس میں شرعاً کچھ حرج تو نہیں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

کوئی حرج نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۲ / ربیع الاول ۱۴۰۹ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## بیع وفا کی ایک صورت

سوال: زید نے اپنی کھیتی کی پیداوار رائی یا بازار سے خرید کر رہائی بھاؤ بڑھنے پر بیچنے کے لیے رکھی تھی، اسی اثناء میں بکر کو کسی وجہ سے نقد رقم کی ضرورت ہوئی، بے سودی قرض ملا نہیں؛ اس لیے اس نے زید سے رائی ایک سال کے بعد قیمت ادا کرنے کے وعدہ سے بازار کے عام بھاؤ اسی روپیہ بیس کلو کے بجائے ایک سو روپیہ بیس کلو کے حساب سے خریدی اور بازار میں جا کر عام بھاؤ ۸۰ / روپے بیس کلو سے بیچ آیا، کیا زید کے لیے صورت مذکورہ میں زیادہ بھاؤ سے بیچنا اور بکر کے لیے اس طرح زیادہ بھاؤ میں لے کر کم بھاؤ میں بیچنا تا کہ نقد رقم حاصل ہو جائے درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

درست ہے؛ لیکن خلافِ اولیٰ ہے۔ (شامی ۳/۱۱۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، یکم ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## مبیع کم قیمت پر بائع ہی کو بیچنا

سوال: زید نے اپنی کھیت کی یا خرید کی ہوئی رائی اپنے پاس رکھی تھی تا کہ بھاؤ

بڑھنے پر اسی کو بیچے، اس اثناء میں بکر کو کسی وجہ سے نقد رقم کی ضرورت ہوئی بلا سود کے قرض نہ ملنے پر اس نے زید سے وہ رائی بازار کے عام بھاؤ اسی روپے بیس کلو کے بجائے بڑھا کر ایک سو روپے بیس کلو کے حساب سے ایک سال کے بعد رقم ادا کرنے کے وعدہ سے خرید لی، پھر وہی رائی اسی زید کو اسی روپے بیس کلو کے حساب سے نقد قیمت میں بیچ دی اور نقد رقم کر لی، زید اور بکر دونوں میں سے ہر ایک کے لیے اس طرح معاملہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

یہ درست نہیں۔

سئل فيما إذا باع زيد جاريته من عمرو بيعاً باتاً شرعياً بثمن قدره ثلث مائة قرش حال في الذمة، ثم بعد ما تسلمها عمرو ومضى شهران طالب زيد عمراً بالثمن، فباعه الجارية سليمة بمائتين وخمسين قرشاً ودفع عمرو لزيد خمسين قرشاً ببقية الثمن الذي اشتراها به من زيد فكيف الحكم؟

(الجواب): حيث باعها من البائع بأقل مما اشترى قبل نقد الثمن والثن متحد يكون البيع الثاني فاسداً، ولزيد مطالبة عمرو ببقية الثمن الاول والله أعلم الخ (تنقيح الفتاوى الحامدية ١/ ٢٥٧)

لو باع شيئاً وقبضه المشتري ولم يقبض البائع الثمن فاشتراه باقل من الثمن الأول لا يجوز الخ (الشمي ٤/ ١٢٨) فقط والله تعالى أعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## نقد رقم حاصل کرنے کے لیے بیع

**سوال:** بکر کو ایک رقم کی ضرورت تھی، زید نے اس سے کہا میں نقد رقم تو تجھ کو نہیں دے سکتا؛ البتہ غلہ ادھار دے سکتا ہوں جسے تو بیچ کر نقد رقم بنا سکتا ہے؛ چنانچہ بکر نے اتفاق کر لیا اور زید نے عمر سے اسی فی من کے حساب سے غلہ لاکر بکر کو ایک سال کے وعدہ سے ایک سو روپے من کے حساب سے بیچ دیا، جس کو بکر نے خرید کر بازار میں اسی روپے من کے حساب سے بیچ کر نقد رقم بنالی، کیا زید کا صورت مذکورہ میں اس طرح بیع کرنا شرعاً درست ہے یا اس میں کوئی حرج ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

درست ہے بشرطیکہ زید کا تاجر سے گٹھ جوڑ نہ ہو، اور بکر بعد میں اسی تاجر سے نہ بیچے۔ (کما يفهم من الشامية؛ ۳۱۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری

## دودھ کی کمی بیشی پر دائر ثمن والی بیع فاسد ہے

**سوال:** زید نے اس شرط پر بھینس خریدی کہ اگر بارہ لیٹر دودھ دے گی، تو سات ہزار قیمت دوں گا، اور اگر اس سے کم دودھ دے گی، تو جتنا دودھ کم ہوگا اس کے اعتبار سے قیمت کم کر کے ادا کروں گا، تو کیا اس شرط کے ساتھ بھینس کا خریدنا از روئے شرع صحیح ہے؟

نوٹ: یہ اختیار پندرہ دن کا ہے اور اس سے کم و بیش بھی رہتا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

صورتِ مسئلہ میں ہوئی بیع شرعاً فاسد ہے۔

(بخلاف شراءه شاة على أنها حامل أو تحلب كذا رطلا) أو يخبز كذا صاعاً أو يكتب كذا قدراً فسد؛ لأنه شرط فاسد لا وصف (درمختار) قوله فسد) أى البيع (قوله لأنه شرط فاسد) لأنه شرط زيادة مجهولة لعدم العلم بها فتح أى لأن ما في البطن والضرع لا تعلم حقيقته.

(شامی ۱/۶۶)

ولو باع شاة على أنها تحلب كذا وكذا فالبيع فاسد باتفاق

الروايات الخ (واقعات المفتين: ۹۹)

بائع و مشتری دونوں میں سے ہر ایک پر واجب ہے کہ اس بیع کو فسخ کر دیں، اب اگر مشتری نے بیع پر قبضہ نہیں کیا ہے، تو ظاہر ہے، اور اگر وہ بیع پر قبضہ کر چکا ہے اور اس کے قبضہ کے درمیان بیع میں کوئی ایسا تغیر واقع نہیں ہوا جو فسخ سے مانع ہو، تو اس صورت میں بھی فسخ ضروری ہے۔

(ويجب على كل واحد منهما فسخه قبل القبض.....) (أو بعده

مادام) المبيع بحاله جوهره (درمختار) (قوله مادام المبيع بحاله) متعلق بقوله وعلى كل واحد منهما فسخه، واحترز به عما إذا عرض عليه

ماتعذر به رده مما يمنع الفسخ كما يأتي بيانه (شامی ۱/۱۴۰)

فسخ کے بعد بائع کے لیے ضروری ہے کہ جو رقم اس نے قیمت کے طور پر وصول کی تھی، وہ مشتری کو لوٹا دے، اور جب تک وہ اس قیمت کو نہیں لوٹائے گا وہاں تک مشتری اس بیع کو روک سکتا ہے، اور یہ روکے رکھنا منجھم رہن ہوگا۔

(و) بعد الفسخ (لا یأخذه) بائعه (حتى یرد ثمنه) المنقود (درمختار)  
 (قوله حتى یرد ثمنه) أى ما قبضه البائع من ثمن أو قيمة كما فی الفتح  
 (قوله المنقود) لأن المبیع مقابل به فیصیر محبوساً به كالرهن فتح  
 والمراد بالمنقود المقبوض احترازاً عن الدین (شامی ۱/۱۴۳)

اس درمیان جو دودھ مشتری کے یہاں نکلا اگر وہ خود بخود ہلاک ہوا تھا تو وہ اس کا  
 ضامن نہیں، اگر اس کے تصرف سے ہلاک ہوا تھا تو ضامن ہوگا۔

فلو منفصلة كولد أو متولد كسمن فله الفسخ ويضمنها  
 باستهلاكها. (درمختار)

وكذا منفصلة متولدة كالولد والعقر والارش ولو هلكت هذه  
 الزوائد في يد المشتري لا يضمنها، وإن استهلكها ضمن (شامی ۱/۱۴۷) فقط  
 والله تعالى أعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## گا بھن بنانے کی شرط پر بیع

**سوال:** زید نے ایک بھینسا اس شرط پر بیچا، کہ اس کو لے جاؤ اس کو دو تین ماہ تم  
 رکھو، اور دیکھو کہ اس سے بھینسیں برابر گا بھن ہوتی ہوں، تو اس کی قیمت پانچ ہزار  
 روپیہ، ورنہ مجھے واپس کر دینا، تو کیا یہ بیع شرعاً جائز ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اس سلسلہ میں کوئی صراحت نہیں مل سکی؛ البتہ مختلف عبارات فقہیہ سے اس نتیجے  
 پر پہنچا ہوں کہ صورتِ مسئلہ میں بھی بیع فاسد ہے۔

جواب نمبر ۱۰ میں منقول پہلی عبارت جس میں ہے: فسد لأنه شرط فاسد لا وصف (در مختار) (قوله لأنه شرط فاسد) لأنه شرط زيادة مجهولة لعدم العلم بها أي لأن ما في البطن و الضرع لا تعلم حقيقته. (شامی ۱/۶۶)

اور دوسری عبارت جس میں آگے چل کر ہے: فيكون اشتراط اللبن المحلوب أنه مجهول على خطر الوجود فاشتراطه يوجب غدرا في العقد فيوجب الفساد. (واقعات المفتیین: ۹۹)

اور ”مبسوط“ میں ہے: وكذلك إن شرط أنها تحلب كذا فالبيع فاسد لأنه لا يدري لعل الشرط باطل يعني إن اشتراط مقدار من البيع ليس في وسع البائع إجاده ولا طريق إلى معرفته فكان شرطا باطلا فيفسد به العقد. (۱۳/۲۴)

اجرت عسب التیس کے مسئلہ میں فقہاء جو تعلیل کرتے ہیں وہاں بھی عدم قدرت علی التسليم کا ذکر فرماتے ہیں۔

مبسوط میں ہے: وإذا استاجر فحلا لينزیه لم يجز للأثر الذي جاء به النهي عن رسول الله عن التيس، ولأن المقصود الماء ولاقيمة له وصاحب الفحل يلتزم ايفاء ما لا يقدر عليه. (۱۶/۴۵)

”در مختار“ و ”شامی“ میں ہے: لا تصح الايجار لعسب التيس، وهو نزوه على الاناث. (در مختار) (قوله لا تصح الاجارة لعسب التيس) لأنه لا يقدر عليه وهو الإحبال. (شامی ۵/۳۸)

چوں کہ یہاں بھی گابھن بنانے کی شرط لگائی گئی ہے، جو بائع کے اختیار میں نہیں ہے؛ اس لیے شرط فاسد ہے، اس کو وصف مرغوب قرار دے کر بیع کو صحیح قرار نہیں دیا

جاسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غفی عنہ خانپوری

## مثن کی ادائیگی کا وقت مقرر کیے بغیر بیع

**سوال:** ادھار کاروبار کیا اور ادائیگی کی کوئی مدت مقرر نہیں کی، بغیر مدت کی تعیین کے اس طرح کا معاملہ کرنا، جب کہ باہم تنازع بھی نہیں ہے شرعاً درست ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

یہ بیع شرعاً درست نہیں۔

اعلم أن البيع بأجل مجهول لا يجوز إجماعاً الخ. (شامی، ۱/۱۳۶)  
بعض متعاقدين کے مابین تنازع کا نہ ہونا علت کے منافی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غفی عنہ خانپوری

## کپڑے کے تھان پر درج مقدار میں کمی بیشی کا امکان

### اور بیع کا حکم

**سوال:** کپڑے کا تاجر میلہ یا منڈی سے جو کپڑا خرید کر لاتا ہے وہ تھانوں کی شکل میں ہوتا ہے، اور تھانوں پر میٹر کی مقدار لکھی ہوتی ہے؛ لیکن چوں کہ وہ مشین کے ذریعہ سے کھینچ کر ناپا ہوتا ہے؛ اس لیے بعض کپڑے جب کھول کر دوبارہ ناپے جاتے ہیں تو لکھی ہوئی مقدار سے کم مقدار ہوتے ہیں؛ نیز منڈی کے عرف کے مطابق



پیک مال کو کھولنا اور دوبارہ پھرانے کی اجازت نہیں کرتے، تو مذکورہ تفصیل کے مطابق پیک آئے ہوئے مال کو اسی طرح پیک اتنی ہی مقدار تسلیم کر کے جو اس پر لکھی ہوئی ہے، اسی مقدار کی قیمت میں بیع کرنا درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

درست ہے، اور اگر خریداریہ جانتے ہوئے کہ اس میں بیان کردہ مقدار سے کم ہے مال پر قبضہ کرے تو خیانت بھی نہیں ہے، ورنہ خیانت ہے۔ (عجلۃ الاحکام العریۃ: ۵۸)  
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

مال تجارت میں نفع کمیشن پر لینا۔ کمیشن پر چندہ کرنا

سوال: مال تجارت خریدنے میں نفع بشکل کمیشن دینا لینا کیسا ہے (ایک سو روپے کا مال ایک سو بیس میں)؟ نیز چندہ وصولی پر کمیشن متعین کر کے لینا بھی واضح فرمادیں؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر مجلس عقد میں بائع نے مشتری کو مقررہ ثمن سے باخبر کر دیا ہے تو معاملہ درست ہوگا؛ ورنہ نہیں۔

حتى لو باعه بربح ده يازده اى العشر بأحد عشر لم يجز؛ إلا أن يعلم بالثمن في المجلس فيخير. (در مختار)

چندہ کی وصولیابی میں محصل کا اپنی اجرت بشکل کمیشن متعین کرنا جائز نہیں ہے۔  
(فتاویٰ محمودیہ ۱۰/۲۳۶، ۲۳۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۹/شوال ۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## حکومت کی طرف سے طے شدہ نرخ سے زیادہ لینا

**سوال:** حکومت کی جانب سے جن اشیاء کی قیمت مقرر کی جاتی ہے، بائع کو اس قیمت سے زائد قیمت لینا کیسا ہے؟ یا ٹیکسی چلانے والے کو میٹر سے زائد رقم کو طلب کرنا کیسا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

حکومت کے مقرر کردہ نرخ سے زیادہ لینے کی صورت میں حکومت کی طرف سے قانونی کارروائی ہو کر قید و بند کا اندیشہ ہے، جس میں اپنی ہتک ہے، اور عزت کی حفاظت ضروری ہے؛ اس لیے زیادہ نہ لینا چاہیے؛ لیکن اس کے باوجود اگر آپس کی رضامندی سے زیادتی مقرر کر کے وصول کی تو یہ معاملہ شرعاً جائز ہو کر زیادتی اس کی ملک قرار پائیگی۔

یہ یاد رہے کہ ٹیکسی والا میٹر سے زیادہ اسی وقت لے سکتا ہے کہ پہلے سے زیادہ لینا سواری کے ساتھ طے کر لیا ہو، اگر پہلے سے طے نہیں کیا تھا تو اس صورت میں وہ صرف میٹر کے مطابق ہی لے سکتا ہے، زیادہ لینا جائز نہیں، اگر لے گا تو اس کی ملک ثابت نہ ہوگی۔ (شامی ۵/۲۸۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۳۰ ذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ

## ڈاکخانہ وغیرہ کی اشیاء کو زیادہ قیمت سے خرید و فروخت کرنا

**سوال:** ڈاکخانہ کی اشیاء خطوط وغیرہ کو تاجرین مقرر کردہ نرخ سے زیادہ قیمت سے وصول کر کے فروخت کرتے ہیں، اس طرح کی خرید و فروخت کرنا کیسا ہے؟

جب کہ ان اشیاء کی قیمت بھی حکومت مقرر کرتی ہے۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

درست ہے۔ (مکملہ فتح الملہم ۱/۳۶۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد خانپوری عفی عنہ، ۲۸/ ذوالحجہ ۱۴۱۳ھ

کسی چیز کا حکومتی قیمت سے زیادہ پر فروخت کرنا

**سوال:** جو خط یعنی پوسٹ کارڈ اور انٹرنیشنل جس پر حکومت کی جانب سے

قیمت لگی ہوتی ہے اس پر نفع لے کر بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

محکمہ ڈاک کی طرف سے جاری کردہ کارڈ لفافہ وغیرہ کو اس کی مقررہ قیمت پر منافع لے کر فروخت کر سکتے ہیں؛ البتہ اس کے لیے حکومت کی اجازت حاصل کر لینا مناسب ہے، تاکہ بعد میں قانون کی گرفت کا خطرہ نہ رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۵/ صفر ۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

ریلوے ٹکٹ، منافع لے کر بیچنا

**سوال:** ریلوے ٹکٹ کی قیمت ہو، اس قیمت کے اوپر ۲۰ روپیہ ۲۵ روپیہ

لے سکتے ہیں؛ کیوں کہ ایک آدمی ہماری دکان سے ہم بھیجتے ہیں، وہ شخص لائن میں

کھڑا کر ٹکٹ لیتا ہے، یا ٹکٹ نکالنے والے سے ملاقات کر کے ایک ٹکٹ پر ۵ روپیہ

یا ۱۰ روپیہ اس کو دے کر ٹکٹ خریدتا ہے، پھر وہ ٹکٹ اپنے گاہکوں کو دیتے ہیں، تو وہ لینا

دینا شرعاً کیسا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر وہ ٹکٹ کسی خاص آدمی کے نام سے جاری کیا گیا ہے تو اس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر وہ کسی خاص نام سے جاری نہیں کیا گیا ہے؛ بلکہ جس کے پاس وہ ٹکٹ ہو اس کے لیے اس ٹکٹ کے ذریعہ سفر کی اجازت ہے، تو اس صورت میں اس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے، اور اس پر منافع لینا بھی درست ہے۔ (تکریم فتح الہلم، ۱/۳۶۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۱ رذوالقعدہ ۱۴۱۵ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## اقالہ کی فضیلت و حکم

**سوال:** ایک صاحب نے دس روپے کلو کے حساب سے بیس لاکھ کلو لوہا خریدا، خریدار نے بائع کو پچاس ہزار روپیے پیشگی دے دیے اور یہ طے ہوا کہ ایک ہفتہ کے بعد مال اٹھانا شروع کریں گے اور ایک وقت میں جتنا مال اٹھائیں گے اس کی رقم اسی وقت ادا کی جائے گی چونکہ مال زیادہ ہے؛ اس لیے کئی قسطوں میں مال اٹھایا جانا طے ہوا، اچانک لوہے کا دام پورے ملک میں گر گیا ہے، اب اگر خریدار وہ مال لیتا ہے تو اس کو تیس لاکھ (۳۰۰۰۰۰۰) روپے کا خسارہ ہوگا، خریدار چاہتا ہے کہ پچاس ہزار کی پیشگی رقم چھوڑ دوں اور سودا فسخ کر دیا جائے مگر بائع سودا فسخ کرنے کے لیے تیار نہیں ہے، مال ابھی بائع کے گودام ہی میں رکھا ہے، خریدار کا کہنا ہے کہ اگر شریعت

کی طرف سے اجازت ملتی ہے تو میں بیع فسخ کروں گا۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

شرعاً بائع اور مشتری دونوں کو یہ حق حاصل ہے کہ باہمی رضامندی سے بیع کو مکمل ہو جانے کے بعد توڑ دیں۔ (مجلة الاحکام: ۱۹)

اسی کو شریعت کی اصطلاح میں ”اقالہ“ کہتے ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ جو آدمی اپنے سودے پر پچھتارہا ہو اس کو جو شخص فسخ کر دے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے گناہوں کو معاف کرے گا۔ (درر الحکام ۱/ ۱۴۲)

صورتِ مسئلہ میں بائع کو چاہیے کہ خریدار کے مطالبہ پر اس سودے کو فسخ کرنے پر راضی ہو جائے تاکہ اس کو حدیث میں وارد شدہ فضیلت حاصل ہو؛ لیکن اگر بائع اس پر راضی نہیں تو خریدار کو یک طرفہ طور پر سودا فسخ کرنے کا اختیار نہیں، بیع کو فسخ کرنے کے لیے دونوں کی رضامندی شرط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ: العبد احمد خانپوری، ۱۹/ ربیع الآخر ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

**فروخت شدہ مکان کو غصب کر کے پرانی قیمت واپس کرنا**

**سوال:** ایک آدمی نے مکان خریدا چند سال خریدنے والے کی ملکیت میں مکان رہا پھر بیچنے والا انتقال کر گیا اور اس کی زندگی میں قیمت بھی دے دی لیکن اس کے مرنے کے بعد اس کی عورت نے اس مکان کو خریدنے والے سے خالی کروایا تو کیا اس کو حق ہے یا نہیں؟ پھر دو سال بعد عورت کا بھی انتقال ہو گیا اور مرتے وقت عورت

نے اس مکان کو اپنی لڑکی کے نام پر کروایا اور اب خریدنے والا مکان مانگتا ہے لیکن لڑکی نہ کہتی ہے تو وہ خریدنے والا پرانی قیمت پر راضی نہیں ہوتا بلکہ نئی قیمت کا کہتا ہے تو اب کیا کریں پرانی قیمت دینی ہوگی یا نئی قیمت یا صلح کی کوئی شکل ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

مالک مکان سے مشتری نے جب وہ مکان خریدتا تو وہ مالک کی ملکیت سے نکل کر مشتری کی ملکیت میں آچکا اس کے بعد سابق مالک کی بیوی کا اس مکان کو خریدار سے خالی کروانا غصب ہے جو حرام ہے۔ ایسا کرنے سے وہ عورت مالک نہیں بنی۔ جب وہ مالک نہیں بنی تو اس کا اس مکان کو اپنی لڑکی کے نام کروانا بھی درست نہیں ہے بلکہ مزید جرم ہے۔ لڑکی کو چاہئے کہ وہ مکان مشتری کے حوالہ کر دے تاکہ خود بھی گناہ سے بچے اور اپنی ماں کو بھی مؤاخذہ آخرت سے بچا سکے ساتھ ہی لڑکی پر توبہ بھی ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۳۰/ محرم الحرام ۱۴۱۴ھ

## بیع میں جھوٹ وغیرہ کے مسائل

ملازم کا متعین نرخ سے زائد قیمت پر چیز بیچنا

سوال: ایک آدمی کسی تاجر کی دکان پر ملازمت کرتا ہے، تاجر کسی چیز کا نرخ متعین کر دے مثلاً: ساٹھ روپیہ میں فروخت کرتا ہے، اب یہ ملازم اس کو ستر روپیہ میں فروخت کر کے دس روپیہ اپنے پاس رکھ لیتا ہے اور مالک کو ساٹھ روپیہ دیتا ہے تو کیا

اس طرح ملازم کے لیے دس روپیہ لینا جائز ہے؟ اس کا کیا حکم ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اس ملازم کی حیثیت وکیل بالبیع کی ہے؛ اس لیے صورت مسئولہ میں اگر اس نے اس چیز کو جس کے متعلق مالک نے اس کو ساٹھ روپیہ میں بیچنے کو کہا تھا، ستر روپیہ میں بیچا تو وہ بیع درست اور صحیح ہے؛ لیکن زائد رقم دس روپیہ بھی مالک کی ملک سمجھے جائیں گے، وہ ملازم اس رقم کو اپنی جیب میں نہیں رکھ سکتا، اگر ایسا کیا تو یہ خیانت ہے۔

الوكيل إذا خالف ان خلافا الى خير في الجنس كبيع بالف درهم فباعه بألف ومائة نفذ. (درمختار علی هامش الشامي؛ ۱/ ۱۵۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

**بغیر سامان کے صرف بل (رسید) بیچنا کیسا ہے؟**

**سوال:** زید نے خالد سے دس ہزار کی رقم کا سامان خریدا؛ لیکن خالد نے کسی مصلحت کی وجہ سے زید کو سامان کا بل نہیں دیا، اب زید کو سرکار میں حساب پیش کرنے کے لیے بل کی ضرورت پڑی تو زید نے بکر نامی تاجر کے پاس جا کر کہا کہ میں نے خالد سے مال خریدا ہے مگر اس نے بل نہیں دیا تو کیا تم مجھے بل دے سکتے ہو؟ بکر نے کہا دوں گا مگر فی صد پانچ روپیہ اس بل کے عوض دینے ہوں گے، سوال یہ ہے کہ زید کے لیے عوض دے کر بل لینا اور بکر کے لیے بغیر مال دیے ہوئے صرف بل دینے کے عوض رقم لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

درست نہیں ہے، فریب اور دھوکہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری

بی پی ایل کارڈ اور راشن کارڈ سے ناجائز فائدہ اٹھانا

سوال: ① غیر مستحق حضرات (یعنی جو سرکاری شرائط پر پورے نہ اترتے ہوں) ان کا کسی طرح سے بی پی ایل (B.P.L) کا کارڈ بنالینا اور اس کارڈ پر ملنے والی مختلف راحتوں کا حاصل کرنا (مثلاً دواخانہ کی راحتوں کا حاصل کرنا) از روئے شرع کیسا ہے؟

② زید نے اپنا راشن کارڈ عمر کو دیا اور کہا کہ اپنے روپیوں سے مٹی کا تیل لاؤ اور پچاس روپیے مجھے دینا کیوں کہ کارڈ میرا ہے، عمر نے کل سو روپیے خرچ کیے پچاس بائع کو دیے، اور دوسرے پچاس زید کو دیے، جب کہ پانچ لیٹر تیل کی قیمت پچاس روپیے ہیں تو کیا اس طرح زید کا کارڈ دینا اور اس کے عوض پچاس روپیے لینا صحیح ہے؟ نیز اس مسئلہ کا کون سے باب کے ساتھ تعلق ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

① بی، پی، ایل کارڈ کی حقیقت سے مجھے واقفیت نہیں؛ البتہ اصولی طور پر یہ جان لیں کہ حکومت کی طرف سے بعض لوگوں کو بعض مخصوص شرائط کے ساتھ جو سہولتیں بہم پہنچائی جاتی ہیں، کسی ایسے آدمی کا جو ان مخصوص شرائط پر پورا نہ اترتا ہو فائدہ اٹھانا شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔



② راشن کارڈ کے ذریعہ حکومت کم داموں پر جو اشیاء (تیل، شکر، غلہ) مخصوص حضرات کو دیتی ہے، اس کے لیے حکومت کی طرف سے مخصوص شرائط کی پابندی کی جاتی ہے، جو آدمی ان شرائط پر پورا اترتا نہ ہو اس کے لیے اس طرح کارڈ حاصل کر کے اس سے فائدہ اٹھانا جائز اور درست نہیں؛ نیز راشن کارڈ جس کے نام پر جاری کیا گیا ہے حکومت کی طرف سے یہ بھی پابندی ہے کہ اس کے علاوہ دوسرا کوئی شخص اس راشن کارڈ سے فائدہ اٹھانے نہیں سکتا، حکومت اس کی اجازت نہیں دیتی ہے؛ اس لیے صورت مسئولہ میں زید نے اپنا راشن کارڈ عمر کو دے کر اس سے فائدہ اٹھانے کی جو اجازت دی ہے وہ درست نہیں، یہ ایک نوع کی خیانت ہے؛ نیز اس راشن کارڈ کے استعمال کے عوض میں زید کا عمر سے پچاس روپیے وصول کرنا بیع حقوق کے قبیل سے ہونے کی وجہ سے درست اور جائز نہیں؛ البتہ اگر زید اس راشن کارڈ کے ذریعہ خود تیل خرید کر اسی دام میں یا اس سے زیادہ میں عمر کے ہاتھ فروخت کرے گا تو شرعاً یہ سود اور درست ہو جائے گا؛ البتہ اگر حکومتی قانون کے طور پر اس طرح کرنے کی بھی اجازت نہ ہو تو زید کو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاء: العبد احمد عفی عنہ خانیوری، ۲۰/ جمادی الاول ۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## تمباکو کے اصلی ڈبہ میں نقلی مال فروخت کرنا

سوال: کوئی کمپنی تمباکو بناتی ہے، کمپنی کا تمباکو ڈبے سے ختم ہونے کے بعد ہم یا کوئی اپنی طرف سے زردہ بنا کر اصل کمپنی کے ڈبہ میں بھر کر پیک کر کے فروخت کرے

تو کیا جواز کی شکل یہ ہوگی؟ دوسری شکل یہ ہے کہ اصل ڈبہ میں اپنا بنایا یا کسی اور کا بنا ہوا زردہ پیک کر کے مارکٹ میں فروخت کرتے وقت دوکان دار سے بتلا دیں کہ یہ ڈبلیکیٹ ہے، یعنی نقلی ہے، اس وقت کیا شکل ہوگی؟ تیسرے خالی اصلی ڈبے نقلی زردہ بنانے والے کے ہاتھ فروخت کر سکتے ہیں کہ نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

صورتِ مسئلہ میں خریدار اس ڈبہ میں بند تمباکو کو اصل کمپنی کی چیز سمجھ کر خریدتا ہے، جس میں دھوکہ ہے، اس لیے جائز نہیں ہے۔

دوسری صورت میں آپ تو دوکان دار کو مال کے نقلی ہونے سے واقف کر دیتے ہیں؛ لیکن دوکان دار اگر اس کو اصلی میں کھپائے گا تو اس کا ذریعہ آپ بنے ہیں، اس لیے یہ بھی جائز نہیں۔ ﴿ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان﴾۔  
تیسری صورت کا بھی یہی حکم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۱۸/ رجب ۱۴۰۹ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ غنی عنہ

ٹیکس سے بچنے کے لیے بیع کی قیمت کم بتلانا

**سوال:** سیل ٹیکس سے متعلق:

(الف) زید نے گا ہک کو بیع بیچی اور اس پر دس ڈالر ٹیکس لیا، مثال کے طور پر ۱۰۰/ ڈالر کی چیز پر ۱۰/ ڈالر ملا کر ۱۱۰/ ڈالر لیے؛ لیکن حکومت کو ثمن ۹۰/ ڈالر بتایا، تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

(ب) زید نے ایک لاکھ ڈالر کا مال منگوا لیا اور حکومت کو پچاس ہزار ڈالر بتلایا، کیا یہ شرعی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

(الف) اس کا حکومت کو ثمن ۹۰ / ڈالر بتلانا جھوٹ اور دھوکہ ہے جو حرام ہے۔  
(ب) یہ جھوٹ اور دھوکہ ہے جو شرعاً حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

**ٹیکس سے بچنے کے لیے تدبیر اختیار کرنا کیسا ہے؟**

**سوال:** حکومت تاجروں سے مختلف قسم کے ٹیکس وصول کرنے کے لیے تاجروں کے حساب کتاب کو باقاعدہ دیکھتی ہے، تاجر لوگ ان ٹیکسوں سے بچنے کے لیے مختلف تدبیریں کرتے ہیں، شرعاً اس طرح سرکاری ٹیکسوں سے بچنے کے لیے تدبیریں کرنا کیسا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

حکومت کے ناجائز اور ظالمانہ ٹیکس سے بچنے کے لیے کوئی جائز تدبیر اختیار کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

**اپنی مصنوعات پر جاپانی مارک لگانا**

**سوال:** زید ایک فیکٹری کا مالک ہے، اور وہ نقلی اشیاء فیکٹری میں تیار کرتا ہے مثلاً

ایک پارٹ ہے وہ اصلی اور جاپان کا ہے، اس کی قیمت پانچ سو روپے ہے، زید بھی یہاں (ہندوستان) میں اس کے ہم مثل کمزور پارٹ تیار کرتا ہے، اور اس کو بھی پانچ سو میں فروخت کرتا ہے، اور مشتری کو اس بات کا علم ہے کہ یہ چیز حقیقت میں جاپان کی نہیں ہے اور ہندوستان کی ہی ہے، اس کے باوجود خود خریدنے والا اس چیز کو پانچ سو میں خریدتا ہے، اس کو علم اتنا ہے کہ میں جو چیز خرید رہا ہوں وہ درحقیقت اصلی چیز نہیں ہے، اور زید (بائع) یہ آشنا کر کے بھی دیتا ہے کہ یہ میری چیز اتنی مضبوط نہیں ہے، چند روز کام آئے گی، اب دریافت یہ ہے کہ زید کی یہ تجارت صحیح ہے یا نہیں؟ اور زید اس سال اپنے پیسوں سے حج کو جانا چاہتا ہے، کیا جاسکتا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر زید اپنی مصنوعات پر وہی مارک لگاتا ہے جو جاپانی مصنوعات پر لگتا ہے، تب اس کا یہ عمل ایک نوع کا دھوکہ ہے، اس لیے کہ چاہے وہ اپنے پاس سے خریدنے والوں کو یہ بتلاتا بھی ہے کہ اصلی مال نہیں ہے؛ لیکن یہ احتمال موجود ہے کہ وہ خریدار جب دوسرے آدمی کو وہ مال فروخت کرے گا تو اس کو یہ بات نہ بتلا کر اندھیرے میں رکھے، اور اس کا ذریعہ زید بنا ہے، اس لیے اس صورت میں زید کا حاصل کردہ منافع خبیث ہے، پاک نہیں؛ البتہ اگر زید نے جاپانی مارک استعمال نہیں کیا تو اس کے لیے وہ منافع درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۳/ شعبان ۱۴۱۸ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## بغیر لائسنس کے منجن فروخت کا کاروبار کرنے میں رشوت دینا

**سوال:** بندہ نے بمبئی میں ایک مدرسہ قائم کیا ہے، کئی سالوں سے الحمد للہ قرآن پاک کی تعلیم دیتا ہوں، چوں کہ علم طب بھی سیکھا ہوں؛ اس لیے اسی مقام پر مریضوں کا علاج بھی کرتا ہوں، یونانی جڑی بوٹیوں کے ذریعہ ایک منجن تیار کیا ہوں جس کا پرچہ ارسال خدمت ہے؛ چوں کہ ہندوستان میں بغیر لائسنس کے اس کا بازار میں لانا قانونی جرم ہے اور لائسنس بنوانے کے لیے جو اسباب مثلاً ایک خاصی بڑی جگہ اور لمبی رقم درکار ہے وہ میرے پاس نہیں ہے، اب بغیر لائسنس کے اس منجن کو بازار میں فروخت کروں، اگر کوئی حکومت کا آدمی کبھی آوے اور کچھ رقم کا سوال کرے تو ایسی صورت میں کچھ رقم دے کر اس سے چھٹکارا حاصل کیا جائے، بندہ کے متعارفین میں کچھ قانون دان لوگوں کا کہنا ہے کہ اس طرح یہ کاروبار کیا جاسکتا ہے، بندہ اس باب میں متردد ہے کہ ایسا کرے یا نہ کرے، اب حضرات والا سے درخواست ہے کہ بندہ کی اس سلسلہ میں دینی رہنمائی اور مفید مشورہ سے نوازیں عین کرم ہوگا۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر آپ کا تیار کردہ منجن اصول طب کے اعتبار سے درست اور مفید ہے تو شرعاً آپ اس کو فروخت کر سکتے ہیں، حکومت نے بھی لائسنس وغیرہ کا جو قانون رکھا ہے اس کا مقصد بھی لوگوں کو نقصان اور فریب سے بچانے کا ہی ہے کہ ہر کس ونا کس اہل ونا اہل اس نام سے لوگوں کی صحت و مال سے کھلو اڑ نہ کرے، اسلام نے یہ بھی تعلیم دی ہے کہ ایسا کوئی کام نہ کیا جائے جس سے اپنی عزت و وقار کو ٹھیس پہنچے، بغیر لائسنس منجن

فروخت کرنے کی صورت میں حکومتی قانون کی خلاف ورزی کی وجہ سے یہی خطرہ ہے، اس لیے بہتر اور مناسب تو یہی ہے کہ آپ لائسنس حاصل فرمائیں، اب اگر آپ کا فارمولہ درست اور مفید ہونے کے باوصف سرکاری کارکنان لائسنس بغیر رشوت نہ دیتے ہوں تو ان کے دفع شر کے لیے ایسا کرنے کی گنجائش ہے۔

دفع المال للسلطان الجائر لدفع الظلم عن نفسه وماله ولا استخراج حق له ليس برشوة يعنى في حق الدافع. (شایہ ۲۷۲/۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۲/ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## رجسٹرڈ شدہ کمپنی کے لیبل سے اپنی مصنوعات فروخت کرنا

**سوال:** ایک شخص ایسی چیزیں تیار کرتا ہے جو اصولِ صحت کے مطابق مفید ہوتی ہیں مثلاً درد کے لیے تیل، منجن، پاؤڈر، معجون وغیرہ، اس کو بازار میں فروخت کرنے کے لیے گورنمنٹ سے رجسٹرڈ کرانا ضروری ہوتا ہے، ورنہ سرکاری قانون کی خلاف ورزی کی وجہ سے سرکار کی طرف سے گرفت کا اندیشہ رہتا ہے، چوں کہ اس شخص کے پاس گورنمنٹ سے رجسٹرڈ کرانے کے وسائل نہیں ہیں؛ تاہم دو صورتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

① جو کمپنیاں یہ سب چیزیں تیار کرتی ہیں اور ان کا رجسٹریشن بھی ہے۔

② کچھ ایسے ادارے ہیں جو حکومت سے رجسٹرڈ ہیں، لیکن بذات خود کوئی چیز تیار نہیں کرتے؛ بلکہ دوسروں کی تیار کردہ چیزوں پر اپنے نام کا لیبل لگا کر دے دیتے ہیں؛ البتہ یہ دونوں کمپنیاں اس طرح اپنے ادارے سے منسلک کرنے پر فوراً کچھ

فیس لیتی ہیں، پھر اس کے علاوہ بھی جب تک ان اشیاء کو فروخت کرتے رہیں گے کمپنی ماہانہ یا سالانہ وغیرہ فیس متعین کر دیتی ہے اور اسے ادا کرتے رہنا پڑتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ کہ ایسا کرنا یعنی مندرجہ بالا شخص کے لیے ان مذکورہ بالا کمپنیوں سے ان کی شرائطِ مذکورہ کے مطابق منسلک ہونا شرعاً جائز ہے؟

(الجواب) : حامداً ومصلياً ومسلماً

کوئی بھی کمپنی جب اپنی دوائیاں کرتی ہے تو حکومت فنِ طب کے اصول کے لحاظ سے اسے جانچتی ہے، اگر وہ دوا حکومت کی شرائط پر پورے طور پر اترتی ہے تو حکومت کمپنی کو دوا فروشی کی اجازت دیتی ہے، بصورتِ دیگر اجازت نہیں دیتی، مفید دوائیں جب بازار میں اپنا خاص مقام اور شہرت حاصل کرنے لگیں تو سند یافتہ کمپنیوں کے نام سے غلط فائدہ اٹھایا جانے لگا یعنی جن کمپنیوں کو صارفین میں اچھی شہرت حاصل تھی ان کے نام کا غلط استعمال ہونے لگا، تو عامۃ الناس کے دھوکہ کا مسئلہ پیدا ہوا، اس وقت سے حکومت کی طرف سے دوا ساز کمپنیوں اور ٹریڈ مارکوں کا رجسٹریشن ہونے لگا اور تاجروں کو دوسروں کے رجسٹر کرائے ہوئے ناموں کو استعمال کرنے سے قانوناً روکا گیا۔

(ماخوذ از فقہی مقالات ۱/۲۲۰)

صورتِ مسئلہ میں آپ نے از خود اپنے تجربہ کی بنا پر جو منجن اور دفعِ درد کے لیے تیل وغیرہ تیار کیا ہے وہ حکومت کی نظر میں طبی نقطہ نظر سے مفید ہے یا نہیں؟ اصولِ طب کے مطابق ہے یا نہیں؟ اس کی گارنٹی نہیں؛ لہذا حکومت سے رجسٹریشن شدہ کمپنی کے لیبل سے فروخت کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کی مصنوعات حکومت کی منظور شدہ اور

سند یافتہ و معتمد ہیں جو سراسر جھوٹ اور فریب ہے، خود رجسٹریشن کمپنیوں کے لیے اس طرح غیر سند یافتہ کو اپنے ساتھ لاحق کرنا اور کمیشن لینا بھی قانوناً جرم ہے، لہذا ایسی کمپنیوں کے ساتھ منسلک ہونا اور ان کو کمیشن دے کر اپنی مصنوعات بیچنا جائز نہیں۔  
حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم اپنی کتاب ”فقہی مقالات“ میں رقم طراز ہیں:

اگر لائسنس کسی مخصوص فرد یا مخصوص کمپنی کے نام ہو اور قانون دوسری کمپنی کی طرف اس کی منتقلی کی اجازت نہ دیتا ہو تو اس لائسنس کی بیع جائز نہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں، کیوں کہ اس صورت میں لائسنس کی فروختگی سے جھوٹ اور دھوکہ لازم آئے گا، اس لیے کہ لائسنس خریدنے والا بیچنے والے ہی کے نام سے استعمال کرے گا نہ کہ اپنے نام سے، لہذا ایسا کرنا جائز نہ ہوگا۔ (۲۲۳/۱)

عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ مر على صبرة من طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللاً، فقال: يا صاحب الطعام! ما هذا؟ قال: أصابته السماء يا رسول الله قال: أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس، ثم قال: من غش فليس منا.

(رواه الترمذي، كتاب البيوع، باب ماجاء في كراهة الغش في البيوع ۱۶/ ۲۴۵)

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ بازار تشریف لے گئے، وہاں آپ نے دیکھا کہ ایک شخص گندم بیچ رہا ہے، آپ ﷺ اس کے قریب تشریف لے گئے اور گندم کی ڈھیری میں اپنا ہاتھ ڈال کر اس کو اوپر نیچے کیا تو یہ نظر آیا کہ اوپر تو اچھا گندم ہے اور نیچے بارش اور پانی کے اندر گیلا ہو کر خراب ہو جانے والا گندم ہے، اب دیکھنے والا



جب اوپر سے دیکھتا ہے تو اس کو نظر آتا ہے کہ گندم بہت اچھا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے اس شخص سے فرمایا: کہ تم نے یہ خراب والا گندم اوپر کیوں نہیں رکھا؛ تاکہ خریدار کو معلوم ہو جائے کہ یہ گندم ایسا ہے، وہ لینا چاہے تو لے لے، نہ لینا چاہے تو چھوڑ دے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ! بارش کی وجہ سے کچھ گندم خراب ہو گئی تھی میں نے اس کو نیچے کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کرو؛ بلکہ اس کو اوپر کر دو، اور پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ”من غش فلیس منّا“ جو شخص دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں یعنی جو شخص ملاوٹ کر کے دھوکہ دے کہ بظاہر تو خالص چیز بیچ رہا ہے؛ لیکن حقیقت میں اس میں کوئی دوسری چیز ملا دی گئی ہے یا بظاہر تو پوری چیز دے رہا ہے، لیکن حقیقت میں وہ اس سے کم دے رہا ہے تو یہ غش اور دھوکہ ہے اور جو شخص یہ کام کرے وہ ہم میں سے نہیں یعنی مسلمانوں میں سے نہیں ہے۔ دیکھیے! ایسے شخص کے بارے میں حضور اقدس ﷺ کتنی سخت بات فرما رہے ہیں، لہذا جو چیز بیچ رہے ہو اس کی حقیقت خریدار کو بتا دو کہ اس کی یہ حقیقت ہے؛ لیکن خریدار کو دھوکہ میں اور اندھیرے میں رکھنا منافقت ہے، مسلمان اور مومن کا شیوہ نہیں ہے۔

(اسلام اور جدید معاشی مسائل ۱/۲۳۹، ۲۵۰)

آپ نے خود استفتاء میں تحریر فرمایا ہے ”سرکاری قانون کی خلاف ورزی کی وجہ سے سرکار کی طرف سے گرفت کا اندیشہ ہے“۔ ایسا کام کرنا جس میں جان و عزت کا خطرہ ہو عقلمندی نہیں، اپنی عزت بچانا واجب ہے، اپنی عزت بچانے کے لیے قانون کی خلاف ورزی کی بھی اجازت نہ ہوگی۔ (منتجات نظام الفتاویٰ، ۳/۲۸)

”طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض“ (الدر المختار مع رد المحتار،

کتاب الجہاد، باب البغاة ۴/ ۲۶۴) (معارف القرآن: ۶/ ۶۲۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
کتبہ: العبد عبدالقیوم راجکوٹی، ۲۳/ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

بگڑنے سے بچانے کے لیے دودھ میں برف ڈالنا کیسا ہے؟

(سوال) بمبئی میں جب بھینسوں کا دودھ نکالا جاتا ہے تو اس دودھ کو ایک بڑے برتن میں جمع کیا جاتا ہے پھر اس کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے مندرجہ ذیل دو شکلیں اختیار کی جاتی ہیں تاکہ خراب نہ ہو:

① بعض لوگ براہ راست دودھ میں برف ڈال دیتے ہیں تاکہ دودھ ٹھنڈا رہے خراب نہ ہو۔

② اور بعض لوگ برف کو دوسرے برتن میں بند کر کے اس برتن کو دودھ میں رکھتے ہیں تاکہ دودھ کو ٹھنڈک پہنچے اور خراب نہ ہو۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ دونوں شکلوں والے اپنے دودھ کو خالص کہہ کر پوری قیمت سے بیچتے ہیں تو کیا شرعاً اس طرح ٹھنڈا کر کے بیچنا درست ہے؟

(الجواب) حامداً ومصلياً و مسلماً

دودھ کی حفاظت کے لیے عام طور پر جو تدابیر اختیار کی جاتی ہیں اس قسم کی تدبیر اختیار کرنے کی اجازت ہے؛ البتہ جس صورت میں برف دودھ میں ڈالی گئی تھی اس صورت میں دودھ کو خالص کہنا ایک قسم کا دھوکہ ہے جو جائز نہیں ہے، اور مشتری (خریدار) کو معلوم ہونے کی صورت میں اگر وہ واپس کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، بشرطیکہ واپسی سے

مانع کوئی بات پیدا نہ ہوئی ہو۔ کما هو مصرح فی کتب الفقہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## مٹی کا تیل زیادہ دام سے بیچنا

**سوال:** ہماری دوکان میں گھاسلیٹ کا پرمٹ ہے، تو وہ کوٹا پورا نہیں پڑتا ہے، تو بلیک سے زیادہ پیسہ سے گھاسلیٹ لینا پڑتا ہے، تو میں اپنے دوست سے ایک پرمٹ لایا، اس کے پاس کوٹا زیادہ تھا، تو اس نے میری دوستی کے خاطر وہ پرمٹ کا کوٹا دیا ہے، اور اس میں بلیک کا گھاسلیٹ لیتے ہیں، اس اعتبار سے آٹھ آنہ (۵۰ / پیسہ) نفع رہتا ہے، تو وہ پچاس پیسہ کے اعتبار سے میرے پاس کچھ رقم جمع ہے، وہ کاروبار میں ڈالا نہیں ہے، اور ایسی باتیں ہمارے سامنے آئی، تو کیا میں اس نفع والی رقم جو نو کروں کو پیسہ دیا ہے، اس میں وصول کر سکتا ہوں، اور اگر یہ رقم والد صاحب یا کاروبار میں ڈال دیتا ہوں تو جو نو کروں کو پیسہ دیا ہے وہ میرے جیب سے جاتا ہے، اور نو کروں کو پالیسی کے خاطر دینا پڑتا ہے، اور بعد میں والد صاحب دینے سے انکار کرتے ہیں، تو ایسی منافع والی رقم میں لے سکتا ہوں، وضاحت فرمائیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

حکومت کی طرف سے جو مٹی کا تیل برائے فروخت دکاندار کو دیا جاتا ہے، اس میں اگر یہ شرط ہے کہ اتنے دام میں ہی بیچا جائے، تو اس صورت میں زیادہ دام لے کر بیچنے کی اجازت نہیں؛ اس لیے کہ یہ حکومت کے ساتھ دھوکہ ہے، اور مومن دھوکہ نہیں دیتا ”المؤمن لا یخدع ولا یُخدع“ زائد رقم جن لوگوں سے آپ نے وصول کی

ہے، وہ اگر معلوم ہیں تو ان کو دیدی جائے، اگر معلوم نہیں تو اس کا صدقہ کر دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری

## مکان فروخت کرنے کے بعد دستخط نہ کرنا

**سوال:** ہماری والدہ حیات ہیں، اور چار بھائی اور چار بہنیں ہیں، والد کے انتقال کے بعد وراثت تقسیم ہو چکی ہے، اب والد کے انتقال کے بعد سے چھوٹا بیٹا والدہ کے ساتھ ہی رہتا ہے، اور والدہ کا وراثت کی دکان میں حصہ ہے، اور والدہ جس مکان میں رہتی ہیں وہ مکان بڑے بھائی سے خریدا ہوا ہے، اس کی قیمت والدہ ادا کر چکی ہیں؛ لیکن مکان بڑے بھائی کے ہی نام پر ہے، والدہ نے اپنے نام پر نہیں کروایا تھا، اور بڑے بھائی اسٹامپ پیپر پر لکھ کر دے چکے ہیں کہ اب اس مکان کی مالک والدہ ہیں وہ جو چاہیں کریں (چاہے اس میں رہیں یا بیچیں)، اس مکان کو خرید کو بیس برس ہو چکے ہیں، اب یہ مکان والدہ جس چھوٹے بیٹے کے ساتھ رہتی ہیں اس کو دینا چاہتی ہیں اور دکان میں والدہ کا جو حصہ ہے وہ فی سبیل اللہ کرنا چاہتی ہیں، اور دوسرے بھائی، بہنیں اپنے چھوٹے بھائی کو مکان دینے پر راضی ہیں؛ لیکن جس بھائی سے خریدا تھا وہ بھائی چاہتے ہیں اس مکان میں سے آدھا حصہ مجھے بھی دو؛ لیکن ان کو دینے سے انکار کرتی ہے، اب مسئلہ یہ ہے کہ جس مکان میں والدہ اپنے چھوٹے بیٹے کے ساتھ رہتی ہے، اب اس مکان کا لینٹ لوڈ اس جگہ پر نئی عمارت بنانا چاہتا ہے، والدہ یہ مکان اپنے اس چھوٹے بیٹے کے نام پر کرنا چاہتی ہے جس کے ساتھ وہ رہتی ہے، اب یہ مکان جو اپنے بڑے بیٹے سے خریدا تھا ان کے ہی نام ہے، ان سے اب دستخط چاہئے؛ لیکن وہ

دستخط کرنے سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھے بھی اس میں سے آدھا حصہ دو؛ لیکن والدہ ان کو دینے سے انکار کرتی ہیں، آپ سے درخواست ہے کہ اس مسئلہ کا حل مہربانی کر کے جلد از جلد روانہ فرمائیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

وہ مکان بڑا بیٹا اپنی والدہ کو فروخت کر چکا ہے تو اب اس مکان کی مالکہ والدہ ہیں، والدہ کو نام ٹرانسفر کروانے کے لیے بڑے بیٹے کے دستخط کی ضرورت ہے اور وہ انکار کرتا ہے اس کا انکار کرنا شرعاً ناجائز اور گناہ ہے، ساتھ ہی یہ معاملہ والدہ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے اس گناہ کی شدت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۸ / محرم ۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد۔ بسم اللہ

## سرکاری امداد کے لیے جعلی بل دینا

**سوال:** حکومت چھوٹے صنعت کاروں اور دست کاروں کے لیے سلائی مشین جیسی مشینوں وغیرہ کے لیے رقم دیتی ہے؛ لیکن اس رقم لینے کے لیے رقم حاصل کرنے والے کو دوکان دار سے لے کر بھاؤ بل پیش کرنا پڑتا ہے، جتنا بھاؤ اس بھاؤ بل میں لکھا ہوتا ہے اتنی رقم ملتی ہے اس بھاؤ کو کوٹیشن کہتے ہیں، اس کوٹیشن سے حکومت بذریعہ بینک لون دیتی ہے تو اس کوٹیشن کا دینا زید تاجر کے لیے درست ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر اس صنعت کار یا دست کار نے دوکان سے مال خریدا ہے، اور دوکان دار

نے اس کا بل دیا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور اگر بھاؤ بل کا کچھ اور مطلب ہے تو اس کی وضاحت کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۲/ ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنہ

## جعلی بل پیش کر کے حکومت سے روپے وصول کرنا

**سوال:** حکومت چھوٹے صنعت کاروں کو مشین وغیرہ لینے کے لیے رستم دیتی ہے، جس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ مدد چاہنے والے کو پہلے تاجر سے بھاؤ بل لے کر پیش کرنا ہوتا ہے، اس پر حکومت بینک کے ذریعہ چیک دلاتی ہے، بعض لوگ اس ترکیب سے اس چیک کو حکومت سے حاصل کرتے ہیں؛ لیکن مشین نہیں خریدتے بلکہ تاجر کو وہ چیک دے کر نقد رقم لے لیتے ہیں، تاجر بھی فیصد کچھ کم کر کے نقد رقم دیتا ہے، سوال یہ ہے کہ مدد خواہ کے لیے اس طرح سے مشین لینے کے لیے، لیے ہوئے چیک سے بجائے مشین کے رقم لینا صحیح ہے؟ نیز تاجر کا بغیر مال بیچے ہوئے چیک کو لے کر نقد روپیہ دینے کے عوض کمیشن کی رقم لینا درست ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اس میں فریب و کذب دونوں موجود ہیں، جو ناجائز اور حرام ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری

## زیادہ رقم کا بل بنا کر زائد رقم واپس لینا

**سوال:** این آر کمپنی لیمیٹڈ کے ساتھ ہمارا دھندا ہے، اور ابھی اس کا کہنا یہ ہے

کہ: مثلاً مال دو ہزار کا ہو تو تم اس کا بل ڈھائی ہزار کا بناؤ، اور ہم چیک بھی ڈھائی ہزار ہی کا دیں گے؛ لیکن بینک سے پیسے لینے کے بعد ۵۰۰ روپیہ ہم کو نقد واپس دینے ہوں گے۔ اب تک اس کی اس طریقہ پر کوئی بات نہیں تھی؛ لیکن ابھی اس نے یہ بات لکھی ہے، تو کیا اس طریقہ سے دھندا کرنا شرعی اعتبار سے درست ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اس کا مقصد کمپنی کے کارندوں کا کمپنی کے مالکین کے ساتھ خیانت اور چوری کا ہے تو آپ کے لیے اس لیے جائز نہ ہوگا کہ اس صورت میں آپ ان کے اس ناجائز کام میں معاون ثابت ہوں گے، ﴿ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾، اور اگر کوئی اور مقصد ہے، تو اس کی وضاحت فرما کر دوبارہ دریافت فرمائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
کتبہ: العبد احمد خان پوری عفی عنہ، ۲۴/ ذوالحجۃ الحرام ۱۴۱۲ھ

## ممنوع اور مباح اشیا کی خرید و فروخت کے مسائل

انسان کے پاخانہ کی بیع

**سوال:** انسان کا پاخانہ جو سوکھ کر مٹی کی طرح کھا دیا ہو کیا اس کی بیع جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر اس میں مٹی کی ملاوٹ ہے تو اس کی بیع جائز ہے، ورنہ نہیں۔

ولم یعتقد بیع النحل ودود القز إلا تبعاً، ولا بیع العذر خالصة بخلاف بیع السرقین والمخلوط بتراب الخ. (شامی ۱/ ۱۱۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔  
کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری

## ذی روح کھلونے کی تجارت

**سوال:** ① کھلونے وغیرہ جو تفریح و طبع کے لیے بنائے جاتے ہیں جس کا کاروبار دور حاضر میں کافی پھل پھول رہا ہے جن میں بعض تو خالص غیر ذی روح اشیا کی ہوتی ہیں ان کے بیع و شراء میں تو کوئی تاہل نہیں۔

② لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ ایجنسی (ہول سیل) اسی صورت میں ملتی ہے کہ ملے جلے کھلونے اپنی دکان پر فروخت کیے جائیں، نہ چاہتے ہوئے بھی صرف ایجنسی باقی رکھنے کے لیے مجبوراً ایسے کھلونے فروخت کرنا جن میں مختلف غیر ذی روح پلین، موٹر، گاڑیاں وغیرہ، اور ذی روح اشیا مثلاً کتے، بندر، بلی، گڑیاں وغیرہ کی مماثل کھلونے ہوتے ہیں تو شرعاً یہ مخلوط کاروبار کیا حکم رکھتا ہے؟ اور حاصل شدہ منافع کا کیا حکم ہے؟

③ فقہ کی کتابوں میں شراب اور خنزیر کا تو مسلم کے لیے مال غیر معقوم ہونا مصرح ہے، تو کیا اس کا اور اوپر مذکور کاروبار کا حکم یکساں ہے؟ یا کچھ فرق ہے؟

④ متحدہ عرب امارات میں ایسے کاروبار کافی منفعت بخش ہوتے ہیں، اور خریداروں میں کچھ مسلم جب کہ اکثر غیر مسلم سیاح ہوتے ہیں تو کیا ذی روح کھلونا غیر مسلم سیاح کو فروخت کر سکتے ہیں؟



⑤ مصورین کو قیامت کے دن سخت عذاب ہونا حدیث میں مذکور ہے، تو کیا غیر ذی روح اور ذی روح کھلونے کا مخلوط کاروبار اس حدیث پاک کے عموم میں شامل ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

① ② کسی بھی جان دار کی تصویر بنانا سخت حرام اور گناہ کبیرہ ہے، خواہ تصویر کسی بھی قسم کی ہو، بڑی ہو یا چھوٹی۔ کپڑے، کاغذ پر بنائی جائے یا درود یوار پر و سلم سے بنائی جائے یا کیمرہ سے، اسی طرح تصویر کا پریس میں چھاپنا، مشین یا سانچے میں ڈھالنا بھی ناجائز ہے، تصویر کی خرید و فروخت حرام ہے، اس ذریعہ سے کمایا ہوا پیسہ حرام اور ناقابل انتفاع ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۸/۴۳۷)

مصور گڑیوں، مصور کھلونوں اور مصور مٹھائیوں کا بھی یہی حکم ہے کہ ان کا بنانا، بیچنا، خریدنا اور کھانا ناجائز نہیں، بغیر خریدے بھی کھانا ناجائز نہیں؛ اس لیے کہ اس میں تعاون علی المعصیۃ ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۸/۴۳۸)

گڑیا کی یا کسی اور کھلونے کی شکل و صورت جان دار کی نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں، جان دار کی صورت بنانا اور گھر میں رکھنا منع ہے، بچوں کے لیے بھی نہ رکھیں، ایسی صورتوں کی تجارت بھی نہ کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۲/۲۷۷)

ایجنسی حاصل کرنے کے لیے ذی روح کھلونوں کی خریداری کو بھی شرط قرار دیا گیا ہے جو حرام ہے؛ اس لیے یہ ایجنسی حرام کو متضمن ہونے کی وجہ سے حرام اور ناجائز ہے۔

③ ④ (وکذا) بطل (بیع مال غیر متقوم) ای مال لا یباح الانتفاع

به، ذكره ابن الكمال وغيره فليحفظ (كالخمر) في ما بين مسلمين،  
ومسلم وكافر (والخنزير) ..... ويدخل فيه فرس أو ثور من خزف  
لاستيناس الصبي لأنه لاقيمة له ولا يضمن متلفه.

(در المنتقى على هامش مجمع الانهر ٢/ ٥٤)

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ سوال میں مذکور ذی روح کھلونے بھی مال غیر مستحکم  
ہونے کی وجہ سے ان کی بیخ باطل ہے؛ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر مسلم کے  
ہاتھوں بھی اس کو فروخت کرنا جائز نہیں۔

⑤ جیسا کہ جواب نمبر ۱۱ میں لکھا جا چکا، یہ اس وعید میں داخل ہے۔ فقط واللہ  
تعالیٰ اعلم۔

الملاء: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱/ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

”اے ٹوزیڈ مارکیٹنگ“ نامی کمپنی کا گاہک بننے کا حکم

سوال: (الف) ایک کمپنی ہے جس کا نام ”اے ٹوزیڈ مارکیٹنگ“ ہے یہ کمپنی  
اپنے بننے والے گاہک کو ۳۵۰ روپیے کی مالیت پر ایک کیڈ دیتی ہے (جس میں  
ضروریات زندگی مصالحات کی چیزیں) وغیرہ ہوتی ہیں۔

جب کوئی مثلاً زید اس کو خرید کر گاہک بنے گا تو اس کو بجائے ساڑھے تین سو روپیے  
کے تین سو روپیے ادا کرنے ہوں گے، اور وہ کیڈ زید کو سپرد کردی جائے گی (اب زید  
اس کا ممبر بن گیا) اب یہ زید اس کمپنی کا گاہک بن گیا اب وہ دوسروں کو بھی اپنے  
ذریعہ اس کمپنی کا گاہک بنا سکتا ہے تو زید کے ذریعہ جو بھی مشتری مثلاً عمر اس کمپنی

سے جو کیڈ خریدے گا تو اس کو بھی ساڑھے تین سو والی کیڈ تین سو میں مل جائے گی، پھر یہ زید کے واسطے سے گا ہک بننے والا عمر و کمپنی سے جتنا مال خریدے گا اس پر زید کو بھی دو فیصد کمیشن ملتا جائیگا پھر ہلم جرا۔ اگر عمر و بھی اس طرح گا ہک بناتا ہے تو اس کو بھی اپنے ذریعے بننے والے گا ہک پر دو فیصد کمیشن ملتا رہے گا، تو قابل دریافت امر یہ ہے کہ اس طرح کی کمپنیوں میں مذکورہ طریقے سے شرکت کرنا چہ حکم دارد؟

(ب) یہی کمپنی ہمارے گاؤں میں ایک دکان شروع کر رہی ہے جس کو ”ڈپو“ کہتے ہیں کمپنی والے خود اس ڈپو میں بیچنے کے تمام سامان کیڈ وغیرہ پہنچا دیتے ہیں، اس ڈپو پر بیٹھ کر سودا کرنے والا ذمہ دار خود کمپنی کا کوئی آدمی نہ ہو بلکہ ہمارے گاؤں ہی سے مثلاً زید ہی کو اس ڈپو کا ذمہ دار، مال کا سودا کرنے والا اس شرط پر مقرر کرتا ہے کہ تیرے ہاتھ سے اس ڈپو سے جتنا مال بکے گا، جتنا سودا ریٹل میں ہوتا رہے گا اس میں سے زید کو ۱۵ / فیصد ملتے رہیں گے، تو اس ڈپو میں زید کا ذمہ دار بن کر مذکورہ شرط پر کام کرنا کیسا ہے؟

(ج) اگر صورت مذکورہ (ب) میں مثلاً زید کو ۱۵ / فیصد نہ دیا جائے تو وہ لوگ زید کو اس طرح بھی ڈپو میں رکھنے کو تیار ہیں کہ فیصد کے بجائے تجھے ہم ماہانہ دو تین ہزار بطور ملازمت کے دیتے رہیں گے، تو اس کمپنی کے ڈپو میں ملازمت کرنا کیسا ہے؟  
نوٹ: اس میں اگر صورت جواز بن سکتی ہو تو رقم فرمادیں۔

(الجواب) : حامداً ومصلياً ومسلماً

(الف) زید کے واسطے سے براہ راست گا ہک بننے والے حضرات جتنی خریداری کریں، اس پر زید کو دو فیصد کے حساب سے کمیشن دینا بشرطیکہ یہ سلسلہ آگے جاری نہ

ہوتا ہو، یہ دلالی ہونے کی وجہ سے درست ہے، اور اگر اس کے ذریعہ بالواسطہ بننے والے گاہکوں کو بھی یہ کمیشن دیا جاتا ہو تو دلالی کا مصداق نہ ہونے کی وجہ سے درست نہیں۔  
 (ب) یہ طریقہ تفسیر طحان کے قبیل سے ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔  
 (ج) اگر ڈپو کا طریق کار جواب نمبر الف میں لکھی ہوئی صورت جواز کے مطابق ہو تو درست ہے؛ ورنہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ: العبد احمد خانپوری، ۱۹/ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## گانے بھرے ہوئے کیسٹ کی تجارت جائز نہیں

(سوال): ایک آدمی پان وغیرہ کی دکان چلا رہا ہے اور اس کے ساتھ بیچنے کے لیے ٹیپ ریکارڈ میں بجانے کی کیسٹ بھی رکھتا ہے جس میں گانے وغیرہ بھرے ہوئے ہوتے ہیں تو ایسی کیسٹ کا بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب): حامداً ومصلياً ومسلماً

گانے بھرے ہوئے کیسٹ کا بیچنا اور اس کی تجارت جائز نہیں، ممنوع و حرام ہے۔ (احکام القرآن للمفتی محمد شفیع ۵/ ۱۰۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ: العبد احمد خانپوری

## گانے کی کیسٹ فروخت کرنا

(سوال): اگر کوئی شخص کٹلیری کی دوکان میں گانے کی کیسٹ فروخت کرتا ہے

اور گانا بجاتا ہے بیچنے کی غرض سے، تو اس کا یہ بجانا اور اس طرح سے بیچنا کیسا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

گانا بجانا اور گانے کی کیسٹ فروخت کرنا حرام ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ”احکام القرآن“ میں تحریر فرماتے ہیں: ”الغناء المحرم إجماعاً (۱) كل غناء كان لمحض اللهو واللعب من دون غرض صحيح: ديني أو دنيوي، سواء كان لنفسه أو لغيره مع المزامير وبدونها (۲) إتحاذ الغناء وضرب الآلات مكسبة. (۳/ ۲۵۱، ۲۵۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔“

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

ایضاً

**سوال:** اگر کوئی شخص کلیری کی دوکان میں گانے کی کیسٹ فروخت کرتا ہے

اور گانا نہیں بجاتا ہے، تو اس کا یہ بیچنا کیسا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اس کا بھی جواب آگیا، حرام شی کو رواج دینا حرام ہے۔

﴿وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان﴾  
 (فتاویٰ محمودیہ ۶/ ۳۰۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۰/ صفر ۱۴۱۲ھ

شراب کی خالی بوتلوں کی تجارت درست ہے؟

**سوال:** شراب کی خالی بوتلوں کو شراب کے کارخانہ سے خریدی ہوئی قیمت سے

زائد قیمت میں فروخت کرنا، یعنی کاروبار کرنا جب کہ کاروبار کرنے والا نہ تو شراب پیتا ہے اور نہ اس کا کوئی شراب بنانے کا کارخانہ ہے، درست ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

جن بوتلوں میں شراب رہ چکی ہے اس کے بعد وہ خالی ہوئیں اور پاک کر لی گئیں تو ان کو دوسرے کسی بھی کام میں استعمال کر سکتے ہیں، ان کی تجارت بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## شراب کی بوتلوں کا کاروبار

**سوال:** ایک شخص شراب کے شیشے خرید کر ان کو دھو کر صاف کر کے پھر شراب تیار کرنے والوں کو بیچتا ہے، اس شخص کا یہ کاروبار کیسا ہے؟ کیا تعاون علی الاثم میں شمار ہوگا؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

جب وہ بوتلیں شراب ہی کے لیے خاص طور پر استعمال ہوتی ہیں، تو یہ تعاون علی الاثم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری ۱۸/رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ

## مورتی کی تجارت جائز نہیں

**سوال:** زید کی ایک دوکان ہے جس میں کھانے پینے کی مختلف اشیا کی فروخت ہوتی ہے، ہندوؤں کے تہوار کے موقع پر پوجا وغیرہ کا سامان بھی بیچتا ہے، ادھر دو سال سے مورتی بھی بیچنے لگا؛ البتہ اس کی بیچ صرف خاص خاص موقع پر ہی کرتا ہے، ہمیشہ نہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ: آیا زید جو الحمد للہ مسلمان ہے، اس کے لیے مورتی کی تجارت جائز ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

مورتی کی تجارت ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۱۸/ربیع الآخر ۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: عباس داود بسم اللہ

گمراہ کن عقائد پر مشتمل کتابوں کی تجارت درست نہیں

**سوال:** دنیا میں مختلف مذاہب کے ماننے والے ہیں، ساتھ ہی مسالک مختلف ہیں، جس میں سے اسلام کے ماننے والے مسلمانوں کے عقائد میں بھی فرق ہے، بعض مسلمانوں کا عقیدہ اسلامی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ کتابوں کے تاجر کے لیے فاسد العقیدہ کتابوں کی تجارت کیا درست ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

باطل اور گمراہ کن عقائد کی ترویج و اشاعت جس طرح بھی ہو معصیت اور حرام ہے، ایسے عقائد پر مشتمل کتابوں کی طباعت و اشاعت اور تجارت بھی اسی حکم میں ہونے کی وجہ سے ممنوع اور ناجائز ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: ﴿ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان﴾ (المائدہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری

## الکحل کی خرید و فروخت

**سوال:** میری دکان میں سینٹ بکتا ہے جو عطر کی قسم ہے جس میں الکحل گرتا ہے، تو الکحل آمیز عطر استعمال کی گنجائش ہے؟ سنا ہے کہ موجودہ الکحل معدنی ہے اور خمری نہیں ہے، تو کیا یہ تحقیق صحیح ہے؟ خلاصہ یہ ہے کہ سینٹ کا لگانا اور بیچنا کیسا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

الکحل اگر کشمش یا کھجور سے حاصل کی گئی ہو تو بالاتفاق نجس ہے، اور ان کے سوا کسی دوسری چیز سے بنائی گئی ہو تو شیخین رحمہم اللہ علیہما کے نزدیک پاک، اور امام محمد رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک نجس ہے، تحقیق سے معلوم ہوا کہ آج کل الکحل کے لیے انگور اور کھجور استعمال نہیں کی جاتی؛ لہذا شیخین رحمہم اللہ علیہما کے قول کے مطابق پاک ہے؛ اس لیے الکحل آمیز سینٹ کا لگانا اور بیچنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۳ / جمادی الاخریٰ ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## الکحل اور کیمرہ کی خرید و فروخت

**سوال:** ایک صاحب کی پرفیوم (سینٹ) الکحل کے عطریات کی دکان ہے، اس میں کیمرہ وغیرہ دوسری چیزیں بھی بیچی جاتی ہیں، یہ دھندا کرنا کیسا ہے؟ اس سے حاصل شدہ نفع استعمال کرنا کیسا ہے حلال یا حرام؟ ایسے ہی جو کوئی نوکری کی غرض سے ایسی دکان پر کام کرے اس کا کیا حکم ہے؟ اور اس کمائی سے حج کرنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟



**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

الکل اگر انگور کشمش یا کھجور سے حاصل کی گئی ہو تو بالاتفاق نجس ہے، اور ان کے علاوہ کسی دوسری چیز سے بنائی گئی ہو تو شیخین رحمہ اللہ علیہا کے نزدیک پاک اور امام محمد رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک نجس ہے، آج کل الکل کے لیے انگور اور کھجور کا استعمال نہیں کیا جاتا؛ لہذا شیخین رحمہ اللہ علیہا کے قول کے مطابق پاک ہے، آج کل ضرورت و عموم بلوئی کی رعایت کے پیش نظر قول شیخین رحمہ اللہ علیہا پر طہارت کا حکم دیا جاتا ہے، پھر بھی اہل علم و فضل کے لیے احتیاط اولیٰ ہے۔

کیمہ جائز و ناجائز دونوں کاموں میں استعمال کیا جاسکتا ہے، اس لیے اصولاً اس کی بیچ درست ہے؛ لہذا مذکورہ فی السؤال کمائی اور اس دکان میں ملازمت جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۶/ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

**الکل والے سینٹ اور عطریات فروخت کرنا**

**سوال:** ہم ایک کاروبار کرنا چاہتے ہیں، جس کا نام پر فیوم یعنی سینٹ ہے، اس میں کچھ حصہ الکل کا ہوتا ہے، اور باقی حصہ عطریات کا ہوتا ہے، کیا یہ کاروبار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تفصیلی جواب دیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اسپریٹ کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ یہ چیز شراب کا جوہر ہے، اس میں سے بذریعہ

علم کیمیا خاص منشی جزء علاحدہ کر لیا جاتا ہے، اس کا نام الکحل ہے، اگر انگور یا کھجور یا منقہ سے بنی ہوئی ہو تو بالاتفاق ناپاک و حرام ہے، ایک قطرہ بھی استعمال کرنا جائز نہیں ہے، اور جو اسپرٹ بیر، آلو، جو، گیہوں، مہو سے بنتی ہے، اس میں اختلاف ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد ششم)

عطریات میں اس کا استعمال کرنے کے لیے کوئی شرعی مجبوری بھی نہیں ہے؛ اس لیے اس کے استعمال نیز تجارت دونوں سے بچنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد خان پوری عفی عنہ، ۷/۲۷ ذوالحجۃ الحرام ۱۴۱۳ھ

## الکحل والے پر فیوم فروخت کرنا

**سوال:** ہم نے نئی دوکان کھولی ہے، اس میں پر فیوم بیچنا چاہتے ہیں، جس میں الکحل ملا ہوا ہوتا ہے؛ تو اس کی شریعت میں گنجائش ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

تحقیق سے معلوم ہوا کہ آج کل اسپرٹ اور الکحل کے لیے انگور اور کھجور استعمال نہیں کی جاتی، لہذا شیخین رحمہم اللہ علیہما کے قول کے مطابق پاک ہے، حضرات فقہاء رحمہم اللہ علیہم نے اگرچہ فسادِ زمان کی حکمت کی بنا پر امام محمد رحمہم اللہ علیہ کے قول کو مفتی بہ قرار دیا ہے؛ مگر آج کل ضرورتِ تداوی اور عمومِ بلوی کی رعایت کے پیش نظر شیخین رحمہم اللہ علیہما کے قول پر طہارت کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ ویسے بھی اصولِ فتویٰ کے لحاظ سے قول شیخین رحمہم اللہ علیہما کو ترجیح ہوتی ہے الا لعراض (حسن الفتاویٰ ۲/۹۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خان پوری، ۱۵/۱۱ رجب ۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: عباس دادو بسم اللہ عفی عنہ

## زندہ جانور وزن کر کے بیچنا

**سوال:** زندہ جانور کو وزن کر کے کیلو کا حساب لگا کر زندہ ہی بیچنا کیسا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اصل مسئلہ یہی ہے کہ زندہ جانور کو وزن کر کے فروخت کرنا جائز نہیں ہے؛ لیکن اگر وزن کرنے سے مقصود صرف قیمت کی تعیین ہو، یعنی مال کا کسی درجہ اندازہ کر کے قیمت تجویز کی جائے، تو اس کی گنجائش ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ عام طور پر لوگ خریدنے کے بعد کبھی دوبارہ نہیں تولتے، اور اگر تولیں بھی اور کچھ کم زیادہ نکلے تو اس کا حساب نہیں کرتے، یہ سب اس بات کے قرائن ہیں کہ مقصود وزن نہیں ہے، صرف اندازہ ہے قیمت کی تعیین کے لیے؛ لہذا اس طرح وزن کر کے اندازہ کر کے قیمت تجویز کر کے قیمت پر مدار رکھ کر اور وزن کو بعد میں کالعدم قرار دے کر زندہ جانور فروخت کرنے کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری

## مختلف مردہ جانوروں کی بیع کا حکم

**سوال:** اگر کوئی چیز عند المسلمین حرام ہو، مثلاً حرام مذبوح گائے وغیرہ، تو کیا اس کا بیچنا بھی حرام ہے، اگر ہمارے مسلک کے اعتبار سے حرام ہو، مثلاً مچھلی کے علاوہ کوئی دریائی جانور، تو اس کا بیچنا کیسا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر گائے بطریق شرعی ذبح نہیں کی گئی تو وہ بحکم میتہ ہے، اور مردار کی بیع باطل ہے۔

بطل بیع مالیس بمال کالدم، والمیتة، سوی سمک وجراد ولا فرق فی حق المسلم بین التي مات حتف أنفها أو یخنق ونحوه. (درمختار ۴/ ۱۱۲، ۱۱۳) سوائے خنزیر کے زندہ سب جانوروں کی بیع کسی فائدے کے لیے درست ہے، خواہ بری ہوں یا بحری، چھوٹے ہوں یا بڑے؛ حتیٰ کہ کتے اور چیتے اور سانپ وغیرہ کی بھی، اور مردہ ان حیوانات کی بیع درست ہے جو پاک ہیں، جیسے دریائی جانور یا حشرات غیر ذی دم، یا ذی دم بعد ذبح؛ کیوں کہ ذبح سے ہر جانور پاک ہو جاتا ہے، سوائے سور کے، تو خارجی استعمال کے لیے اس کے گوشت وغیرہ کا بیع و شراہ ہو سکتا ہے۔

(رسالہ طبی ضمیمہ انٹرنی بہشتی زیور حصہ نم ۱۰۳)

شامی میں ہے: نقل السائحانی عن الہندیة: ویجوز بیع سائر الحیوانات سوی الخنزیر وهو المختار اھ وعلیہ مشی فی الہدایة وغیرھا. (شامی ۴/ ۱۲۵، ۱۲۶) والحاصل أن جواز البیع یدور مع حل الانتفاع مجتبی واعتمده المصنف (درمختار علی هامش الشامی ۴/ ۱۲۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## مچھلی کے علاوہ بحری جانوروں کی خرید و فروخت کا حکم

**سوال:** مچھلی کے علاوہ بحری جانوروں کو اپنے قبضہ میں لا کر اس کی بیع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز بحری خنزیر کی بیع کے متعلق بھی تحریر فرمائیں کہ کیا حکم رکھتا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

بحری جانوروں میں سے مچھلی اور وہ جانور جن کی کھال اور ہڈی سے انتفاع جائز

ہو اس کی بیع (فروخت) درست ہے۔ (بحر الرائق ۶/ ۱۸۷، شامی ۴/ ۱۲۹)

خنزیر بحری کا وہی حکم ہے جو بری کا ہے۔

و لنا قوله تعالى: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةُ وَالِدَمُ وَحَلْمُ الْخَنزِيرِ﴾  
من غير فصل بين البري والبحري. (بدائع الصنائع/ ۳۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## ٹی۔ وی اور ریڈیو کی بیع کے حکم میں فرق

**سوال:** کیا ٹی وی کی بیع جائز ہے؟ بآلح نہ اس کو دیکھتا ہے، نہ اس کو پسند کرتا ہے؛ لیکن کوئی دوسرا پیشہ نہ ہونے کی بناء پر اس کو اختیار کئے ہوئے ہے، اگر ناجائز ہے تو اور چیزیں جو شریعت میں معصیت شمار ہوتی ہیں، مثلاً: ریڈیو یا ایسا کپڑا جس سے پتلون و ناجائز لباس بنتا ہے اس کی بیع بھی ناجائز ہونی چاہئے، یا درزی ان چیزوں کو سیتا ہے تو وہ بھی گویا ”تعاون علی الاثم والعدوان“ کا فعل انجام دے رہا ہے۔  
المستفتی: عبد القیوم راجکو ٹی، معلم جامعہ درجہ ششم

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

ٹی وی آلات لہو و لعب میں سے ہے، اس کا عمومی استعمال یہی ہے، اس لیے اس کی فروخت جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۶/۲۹۲)

ریڈیو آلات لہو و طرب میں داخل نہیں، ناجائز طریقہ پر استعمال کرنے کا جرم ان پر عائد ہوگا جو اس کو ناجائز طور پر استعمال کرتے ہیں؛ لہذا اس کا فروخت کرنا مباح ہے۔ (ایضاً ۶/۲۶۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۸ھ

## چرس، حشیش وغیرہ کا استعمال اور خرید و فروخت کا حکم

**سوال:** آج کل ہیروئن، چرس اور حشیش کی تشکری کی جاتی ہے، اخبارات کے بیان اور عام لوگوں کی زبان سے ان اشیاء کا منشیات میں سے ہونا سمجھ میں آتا ہے؛ کیوں کہ ان کا مواد افیون کا مواد ہے؛ البتہ تیار ہونے میں مختلف ہے، طاقت اور اسپرٹ میں بھی مختلف ہے، یہ چیزیں زیادہ تر افغانستان کے علاقہ اور پاکستان کے صوبہ سرحد میں تیار کی جاتی ہیں، اور وہاں سے ہندوستانی سرحد پار کر کے دہلی اور بمبئی پہنچائی جاتی ہیں اور پھر یہ اشیاء امریکہ وغیرہ ممالک اسمگلنگ سے بھیج دی جاتی ہیں، ان میں بعض نہایت گراں ہیں ایک تولہ کی قیمت ۸۰ / اسی ہزار روپے ہیں۔

ان کا استعمال پان، سگریٹ کے ساتھ ملا کر ہوتا ہے، اور ان کی ایک مرتبہ کھانے کی مقدار رتی سے بھی کم ہے، اس سے زیادہ اگر کوئی کھالے تو مر جائے، اور ان کو رتی برابر کھانے سے شہوانی اور جنسی طاقت ابھر کر جوش میں آ جاتی ہے اور اس کا اثر ایک ہفتہ تک رہتا ہے، اور بعض کا نصف ہفتہ رہتا ہے، اور ان چیزوں کے عادی شخص کا نتیجہ بہت خطرناک ہوتا ہے کہ وہ ادھیڑ عمر سے پہلے ہی کھوکھلا ہو کر مر جاتا ہے، یعنی حیات انسانی کا جو ہر منی اس کے بدن سے نکل کر ختم ہو جاتا ہے۔

اس سے زیادہ ان اشیاء کی حقیقت معلوم نہیں ہے؛ لہذا تحقیق فرما کر ان کی خرید و فروخت اور کرایہ پر پہنچانے کا حکم بیان فرمائیں؛ نیز بعض لوگ ان اشیاء کو معروف کرایہ سے زیادہ اجرت لے کر دہلی، بمبئی پہنچاتے ہیں، مثلاً بیکانیر سے دہلی یا بمبئی مال لے جانے کا عام کرایہ دس یا پندرہ ہزار روپے ہیں، اسی طرح ایک آدمی کی اجرت ہزار یا

پانچ سو روپے ہیں؛ لیکن یہ تشکری لوگ ٹرک کا کرایہ پچاس ہزار روپے یا اس سے زائد اور آدمی کی اجرت دس ہزار یا پندرہ ہزار روپے دیتے ہیں، تو ایسے کرائے میں سے کتنا ناجائز ہے اور کتنا جائز ہے؟ یا تمام کرایہ ناجائز اور حرام ہے؟ حکم بیان فرما کر شکر یہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

(الجواب): حامداً ومصلياً ومسلماً

چرس اور حشیش وغیرہ کا استعمال دور حاضر میں جس طرح ہوتا ہے وہ حرام ہے، اس لیے اس کی بیچ و شراء بھی ممنوع ہوگی، اور اسی مقصد کے لیے اس کی ہیرا پھیری میں حصہ لینا بھی ممنوع ہے۔

ونقل في الأشربة عن الجوهرة حرمة أكل بنج وحشيشة وافيون؛ لكن دون حرمة الخمر الخ (درمختار) فيه أيضاً عن القهستاني عن متن البزدوي: أنه يحد بالسكر من البنج في زماننا على المفتي به اه وتقدم أول الطلاق عن تصحيح العلامة قاسم أنه إذا سكر من البنج والأفيون يقع زجراً وعليه الفتوى وقد منا هناك أيضاً عن الفتح أن مشائخ المذهبين من الحنفية والشافعية: اتفقوا على وقوع طلاق من غاب عقله بالحشيشة وهي ورق القنب بعد أن اختلفوا فيها قبل أن يظهر أمرها من الفساد. (شامی ۳/ ۱۸۱، ۱۸۲)

إذا استأجر رجلاً ليحمل له خمراً فله الأجر في قول أبي حنيفة، وقال أبو يوسف ومحمد لا أجر له. (عالمگیری، ۴/ ۴۹)

یہ اجرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بقول جائز ہوگی اور صاحبین کے نزدیک درست

نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۷ / شوال المکرم ۱۴۱۱ھ

## مردار کے چمڑے کی بیع

**سوال:** بندہ جانور (گائے، بھینس) کے چمڑے کا بیوپاری ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ مردار کے چمڑے کی بیع و شراء کا حکم کیا ہوگا؟ واضح ہو کہ یہ کھال غیر مدبوغہ ہوتی ہے۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

مردار کی خرید و فروخت کا جو حکم ہے وہی حکم مردار کی اس کھال کا بھی ہے جو غیر مدبوغہ ہو، اس لیے مردار کی غیر مدبوغہ کھال کی بیع باطل ہے۔

وبطل بیع مالیس بمال کالدم والمیتة. (تنویر الأبصار ۴/ ۱۱۳، ۱۱۴)

البتہ یہ یاد رہے کہ شرعاً دباغت کی دو قسمیں ہیں: حقیقی اور حکمی، حکمی دباغت کا مطلب یہ ہے کہ کھال کو دھوپ میں ڈال کر، یا کھال میں مٹی وغیرہ ڈال کر کھال کو خراب و فاسد ہونے سے محفوظ کر لیا جائے، بدائع میں ہے۔

والحکمی: أن یدبغ بالشمیس والتتربیب والإلقاء فی الریح.

(بدائع الصنائع ۱/ ۸۶)

الدباغ ما یمنع النتن والفساد والذی یمنع علی نوعین. (شامی ۱/ ۱۴۹)

عموماً جو لوگ مردار کی کھال نکال کر بیوپاری کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں وہ لوگ اتنا تو کر لیتے ہیں کہ دھوپ میں ڈال کر یا اس میں مٹی بھر کر اس کو بگڑنے سے محفوظ کر دیتے



کہیں، اگر ایسا ہے تو وہ بیخ و شراب درست ہوگی؛ ورنہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

گڑ، پھٹکری اور سیاہ مرچ شراب بنانے والے کے ہاتھ بیچنا

**سوال:** ① زید گڑ خریدتا ہے اور پھر اس کو کسی بیوپاری کی معرفت بیچتا ہے، اور اس بیوپاری سے ایسے آدمی لے جاتے ہیں جو اس گڑ کی شراب بناتے ہیں یا کوئی شراب بنانے والا زید ہی سے لے جائے، تو کیا اس طریقے کا خرید و فروخت اور سامان کا کاروبار جائز ہے؟

② نیز زید پھٹکری بیچتا ہے جو شراب بنانے کے کام میں آتی ہے، اسی طریقے سے یہ پھٹکری دوسرے کام میں بھی آتی ہے۔

③ اسی طریقے سے سیاہ مرچ زید بیچتا ہے جو کہ شراب میں بھی استعمال ہوتی ہے اور دوسرے طریقے سے بھی استعمال ہوتی ہے، جیسا کہ آپ جانتے ہیں، تو گویا یہ سب سامان زید خرید و فروخت کے لیے اپنے دکان میں رکھ سکتا ہے۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

① اگر وہ گڑ صرف شراب بنانے کے ہی کام آتا ہے اور کسی جائز استعمال میں نہیں آتا تب تو اس کی فروخت اعانت علی المعصیت ہونے کی وجہ سے درست نہیں ہے، اور اگر دوسرے جائز کاموں میں بھی استعمال ہوتا ہے تو اس کی تجارت جائز ہے۔

② جب پھٹکری دیگر جائز کاموں میں بھی استعمال ہوتی ہے تو اس کی تجارت

جائز ہے۔

③ جواب نمبر ۱ کی طرح اس کا بھی حکم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## پوجا پاٹ کا سامان خریدنا

سوال: صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ پوجا پاٹ کے سامان مثلاً ناریل، سندرو وغیرہ،

اگر بتی زید بیچنے کے لیے اپنی دکان پر رکھ سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

سوال میں ذکر کردہ تینوں چیزیں دیگر کاموں میں بھی استعمال ہوتی ہیں، اس

لیے ان کی تجارت جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## گوچن کو بیچنا

سوال: جیسا کہ ہم کو معلوم ہے کہ حلال جانور میں سات اشیاء حرام کی گئی ہیں،

ان حرام کردہ اشیاء میں سے ایک پتہ بھی ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ اس پتہ میں سے

ایک چیز نکلتی ہے جس کا نام گوچن ہے جو بڑی قیمتی چیز ہے، یہاں تک کہ سونے کے

بھاؤ (قیمت) میں بکتی ہے اور دواؤں میں اس کا استعمال اکسیر ہے، اور دوسری بات

کہ وہ چیز ہزاروں جانوروں میں سے کبھی ایک دو مرتبہ نکل جاتی ہے۔

نوٹ: خاص دریافت کرنے کی نوبت اس لیے پیش آئی ہے کہ وہ چیز پتہ میں

سے نکلتی ہے جو حرام ہے (شرعی طور پر) تو کیا اس چیز کا بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جواب

نفسی میں ہے تو اگر کسی نے اس کو بیچ کر کپڑے سلوائے ہو یا دوسرا کوئی استعمال کیا ہو تو کیا کرے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

گوچن کی ماہیت سے احقر ناواقف ہے، اگر وہ از قبیل جمادات ہے جس کو اس جانور نے کھایا تھا اور وہ اس کے پتہ میں جا کر محفوظ ہوگئی جو اب بوقت ذبح منکلی تو وہ پاک ہے، اور اگر وہ مضر نہیں ہے تو بطریق اکل اس کا استعمال بھی درست ہے، اور اس کو فروخت کر کے حاصل کی گئی قیمت بھی حلال ہے، اور اگر وہ اور شئی ہے تو اس کی ماہیت بتلا کر دوبارہ دریافت فرمائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۱۳/ شوال المکرم ۱۴۱۶ھ

## گوچن کی خرید و فروخت

**سوال:** ہم نے چند ایام پہلے گائے، بیل کے پتہ سے نکلنے والی چیز گوچن کے متعلق پوچھا تھا، کچھ تفسیر اس کی یہ ہے کہ وہ چیز (پتہ جو حرام ہے) اس میں سے بقدر ایک یا تقریباً ڈیڑھ گرام نکلتی ہے، اور جمادات کے قبیل سے ہے، اس کو اگر پیس دیا جائے تو ذرہ ذرہ ہو جاتی ہے، یہ اللہ کو معلوم ہے کہ پتہ کے اندر پیدا ہوتی ہے یا باہر سے جا کر ٹھہر جاتی ہے۔ (امید کہ تشفی بخش جواب مرحمت فرمائیں گے)۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

ذبح کرنے سے جانور کا گوشت اور اس کے اجزاء پاک ہو جاتے ہیں، اس لیے پتہ بھی اسی حکم میں ہے، اس کی خرید و فروخت درست ہے، گوچن بھی اسی کے تابع

ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## دھات کی انگوٹھی کا استعمال اور خرید و فروخت

سوال: ① لوہے کی انگوٹھی، بنگڑی، ہار اور دوسری چیزیں جو زینت کے لیے عورتیں استعمال کرتی ہیں وہ پہننا حلال ہے یا حرام؟

② ایسی نقلی چیزوں کی خرید و فروخت کرنا، اسی کو ذریعہ معاش، دھندا بنالینا کیسا ہے؟

③ اس کی کمائی کا کیا حکم ہے؟

④ اگر کسی کا دھندا جما جمایا ہوا اچھا خاصہ چلتا ہو تو وہ کیا کرے؟ فوری طور پر تو

بند نہیں کر سکتا ہے آئندہ کیا شکل اختیار کرے؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

① چاندی کے علاوہ کسی اور دھات (مثلاً: سونا، لوہا، تانبا، پیتل وغیرہ) کی انگوٹھی

مرد کے لیے جائز نہیں ہے، اور سونے، چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کی انگوٹھی عورت

کے لیے مکروہ ہے؛ البتہ لوہے کی وہ انگوٹھی جس پر چاندی چڑھادی گئی ہو اس کے پہننے

میں حرج نہیں۔ (ازفتاویٰ رحیمیہ ۵/۲۸۳-۶/۲۷۹، ۲۸۰)

بجز انگشتری کے دوسرا زور حدید و صفر و نحاس و رصاص کا عورتوں کے لیے جائز

ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۳/۱۳۶)

② انگوٹھی کے علاوہ دیگر اشیاء کے پہننے کا جواز معلوم ہو گیا، تو اب اس کی بیع کا

جواز بھی ظاہر ہے، حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک انگوٹھی کی بیع مسیئ

کراہت تتریبی ہے۔

③ اس کی کمائی حلال ہے۔

④ اس کی ضرورت نہیں رہی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۶/ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## بینک کی ضبط کردہ گاڑی خریدنا

**سوال:** اگر کسی نے بینک کے ذریعہ گاڑی خریدی، پھر وہ مفلس ہو جاتا ہے، بینک کی رقم ادا نہیں کر سکتا تو بینک گاڑی اس سے ضبط کر لیتی ہے، اور جو رقم ادا نہیں ہوئی، اتنے پر فروخت کرتی ہے، کیا ایسی گاڑی کا خریدنا جائز ہے؟ مکانات میں بھی اس قسم کا معاملہ کیا جاتا ہے، کیا ایسے مکانات کا خریدنا جائز ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر بینک کا یہ تصرف حکومت کی تائید و توثیق سے ہے تو خریدنے کی وجہ سے ملک ثابت ہوگی؛ لیکن اس نوع کی خریداری سے احتیاط برتی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲/ ذوالحجۃ المحرم ۱۳۱۲ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## جو کے باغات شراب بنانے والے کے ہاتھ بیچنا

**سوال:** ہمارے یہاں عام طور پر جو کے باغات پائے جاتے ہیں، اور عام طور پر اس سے شراب بنائی جاتی ہے، اب مسلمان مالک تو اس سے بذات خود شراب نہیں

بناتے؛ البتہ ہندوؤں سے پھلنے تک اس باغ کا سودا کر لیتے ہیں، اور مسلمان مالک کو یقین ہے کہ ہندو ضرور اس سے شراب بنائے گا تو کیا اس طرح کی بیع درست ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر مسلمان مالک جو کی بیع غیر مسلم کے ہاتھ بہ نیت تجارت کرتا ہے تو جائز ہے، چاہے وہ غیر مسلم اس سے شراب بناتا ہو؛ البتہ یہ یاد رہے کہ پھل آنے سے پہلے یا پھل آ کر اتنا بڑا ہو جائے کہ اس کے ضیاع کا اندیشہ باقی نہ رہے، اس سے پہلے باغ کے پھلوں کی بیع درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۳/ صفر المظفر ۱۴۱۳ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## گورنمنٹ کی دی ہوئی زمین خریدنا

**سوال:** زید کی زمین پر ایک ہندو کاشت کاری کر رہا تھا، زید کی زمین ہندو کاشت کار کے قبضہ میں حکومت نے کر دی، اب ہندو کاشت کار اس زمین کو بیچ رہا ہے، اب تیسرا شخص خالد اس کو خریدنا چاہتا ہے، بصورت مذکورہ خالد کا ہندو کاشت کار سے خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اگر خالد اس زمین کو نہیں خریدتا ہے تو کسی ہندو کے ہاتھ وہ زمین چلی جائے گی، جواب طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں شرعاً متین کا حکم مفصل تحریر فرمایا جائے۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر اس زمین سے خود گورنمنٹ نے زید کو بے دخل کر دیا کہ ہندو کاشت کار کے

ہاتھ فروخت کیا ہے، یا اسکو دیا ہے تو اب اس ہندو کاشت کار (جو اس کا مالک ہے اس) سے اس کا خریدنا خالد کے لیے درست ہے۔ (ماخوذ از فتاویٰ محمودیہ ۵/ ۱۸۵، ۱۸۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۷/ صفر المظفر ۱۴۱۲ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## آتش بازی کی خرید و فروخت اور استعمال

**سوال:** آتش بازی کی خرید و فروخت کرنا کیسا ہے؟ اور اس کا استعمال کرنا خوشی کے موقعوں پر، مثلاً شادی بیاہ میں کیسا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اس کی تجارت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۵/ ۱۱۳)  
اس کا استعمال اگر قمار پر مشتمل ہے تو حرام ہے؛ ورنہ مکروہ ہے۔

واللعب بالناریات (آتش بازی) وأمثالها فإنها کلها لو لم يتضمن معاصي ومنكرات لا تخلو عنها عادة، فهي في نفسها من اللهو المجرد الذي وقع الاجماع على تحريمه أو كراهته (”أحكام القرآن“ للمفتي محمد شفيع، إدارة القرآن کراچی ۳/ ۲۰۲، سورۃ لقمان، رسالۃ ”الناهي عن الملاهي“ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## کان میں جمے ہوئے پتھروں کی خرید و فروخت

**سوال:** ① زید پتھر کی کان کا مالک ہے، عمرو نے زید کی کان میں جمے ہوئے

پتھر کا ناپ کرتے ہوئے کہا کہ میں یہ پتھر ۴۵۰۰ / میں خریدتا ہوں اور پیسے دے دیے، زید نے قبول کرتے ہوئے کہا کہ اگر میں نے یہ پتھر وقت مقررہ پر آپ کے حوالہ نہ کیا تو میں آپ کو ۶۰۰۰ / روپے دے دوں گا، (دھیان رہے کہ ایک پتھر جو کان میں جڑا ہوا ہوتا ہے اس کو باہر آنے میں تقریباً دو، تین مہینے لگ ہی جاتے ہیں اور باہر آنے کے بعد وہی پتھر جو جمے ہوئے ہونے کی حالت میں ۴۵۰۰ / کا تھا چھ ہزار یا سات ہزار میں بکتا ہے، انہی باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے زید نے خود ہی کہا تھا کہ اگر میں نے وقت مقررہ پر آپ کے حوالہ نہ کیا تو میں آپ کو ۶۰۰۰ / روپے دے دوں گا) تو کیا عمر کو ۴۵۰۰ / روپے دے کر ۶۰۰۰ / روپے لینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ جب کہ عمر نے ۴۵۰۰ / روپے کے اوپر کا جو منافع ہے ڈیڑھ یا دو ہزار اس کو حاصل کرنے کے لیے ہی زید کو تین مہینے پہلے ۴۵۰۰ / روپے دیے تھے۔

② زید ایک پتھر کی کان کا مالک ہے، عمر خریدار نے ۲۰ / روپے کے حساب سے کٹ سائز کے پیسے ادا کر دیئے اور زید نے قبول کرتے ہوئے کہا کہ کان سے پتھر نکلتے ہی اس کو کٹ سائز کے اعتبار سے کٹوا کر اور اس کی ٹائلیں بنوا کر آپ کے حوالہ کر دوں گا، اب جب پتھر کان سے باہر آتا ہے تو زید بجائے اس کی ٹائلیں بنانے کے دوسرے شخص بکر کے ہاتھوں دگنی قیمت میں بیچتا ہے، (قطع نظر اس سے کہ بکر کو اس پتھر کے بکے ہوئے ہونے کا علم تھا یا نہیں) اور زید عمر مشتری اول کو کہتا ہے کہ ۲۵ / روپے کے اعتبار سے تمہارا حصہ رکھ کر نفع سمیت تمہیں دے دوں گا اور باقی منافع میں رکھ لوں گا، تو کیا زید کا مشتری اول عمر کی اجازت سے پتھر کو بیچنا اور پراسکویرفٹ ۵ / روپے کا منافع عمر کو دے کر باقی خود رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر بحکم شرع زید کے



لیے بقیہ منافع رکھنا جائز نہ ہو تو عمر و نے جو فی فٹ ۵ / روپے کا منافع لیا ہے وہ اس کے لیے حلال رہے گا یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

① زید پتھر کی کان کا مالک ہے اور عمر و نے اس سے پتھر کا معاملہ کیا اس طرح کہ پتھر کا طول و عرض وغیرہ بیان کر دیا اور پتھر کان سے نکال کر سپرد کرنے کا وقت بھی بتلا دیا، مطلب یہ ہے کہ بیع کے سلسلہ میں کوئی جہالت باقی نہ رہی، یہ بیع درست ہے۔  
مبسوط سرخسی میں ہے:

وإذا احفر موضعاً من المعدن ثم باع تلك الحفرة، فإن بيعه باطل؛ لأنه باع مالا يملك، فإن تلك الحفرة لم يملكها بمجرد الحفر؛ لأن الملك إنما يثبت بالإحراز، وهو لم يحزره، فإن إحرازه فيما رفع من التراب دون الباقي في مكانه، فهو كبيع صخرة من الجبل قبل أن يحزرها ويحرجها. (المبسوط ۷/ ۱۴، ۱۵)

یعنی کسی شخص نے زمین میں کان کا کوئی حصہ کھودا، پھر اس گڑھے کو بیچا تو یہ بیع باطل ہے، اس لیے کہ اس نے غیر مملوک شئی کو بیچا، کھودنے کی وجہ سے گڑھے کا مالک نہیں بنتا، (مباح الاصل اشیاء میں) احراز کے بعد ملکیت ثابت ہوتی ہے، یہاں صورت حال یہ ہے کہ گڑھا کھودنے سے جو مٹی نکلی اس کا احراز ہوا ہے، مٹی جس جگہ سے کھودی گئی اس (کان) کا احراز نہیں ہوا ہے، پس یہ ایسا ہے جیسے پہاڑ کی چٹان کو نکالنے اور احراز کرنے سے پہلے بیچنا (یہ بیع درست نہیں)۔

مبسوط کی عبارت بالا مباح الاصل زمین میں گڑھا کھودنے کے سلسلہ میں ہے،

جب کہ صورت مستولہ میں زید پتھر کی کان کا مالک ہے، پس عدم احراز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا؛ نیز پہاڑ کی چٹان کی بیع والی تشبیہ سے واضح ہوا کہ اگر پہاڑ مسلو کہ ہو تو ملکیت اور احراز موجود ہونے کی وجہ سے چٹان کی بیع درست ہے، اس لیے صورت مستولہ میں کان کے پتھروں کی بیع بلا تردید صحیح ہے۔

وكذلك أفقى قارئ الهداية بأنه يجوز بيع ما هو مغيب في الأرض كالفجل والبصل الجزرو القلقاس. (تنقيح الفتاوى الحامدية ۱/ ۲۵۷)

رہی یہ بات کہ بن دیکھے کان کے پتھر خریدنے سے بوقت تسلیم عمر و کو خیار رویت حاصل ہوگا یا نہیں؟ اس میں تفصیل ہے۔

سوال میں لکھا ہے ”عمرو نے کہا میں یہ پتھر ۲۵۰۰ / میں خریدتا ہوں“ یہاں عمرو نے جس پتھر کی طرف اشارہ کر کے کہا ہے کہ میں اس پتھر کو خریدتا ہوں اس سے عمرو کی مراد یہ ہے کہ نمونہ کے طور پر جو یہ پتھر رکھا ہے اس طرح کے پتھر مطلوب ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ کان سے نکلنے والے پتھر کو بوقت عقد عمرو نے نہیں دیکھا، صرف اس کا نمونہ دیکھا ہے، ایسی صورت میں کان سے پتھر نکلنے کے بعد مطلوبہ اوصاف کے مطابق ہو تو یعنی جو نمونہ بوقت بیع بتلایا تھا اس کے مطابق ہو تو ایسی صورت میں عمرو کو خیار رویت حاصل نہ ہوگا، یعنی عمرو کے لیے یہ حق نہیں کہ ان پتھروں کو دیکھنے کے بعد معاملہ کو ختم کر دے؛ بلکہ قبول کرنا ضروری ہے، بیع اگر ایک نوع کی ہے تو اس کا کوئی حصہ دیکھ لینا کافی ہے۔

صورت بالا میں کان سے نکلنے والے پتھر دیکھے ہوئے نمونہ کے مطابق ہوں تو یوں سمجھا جائے گا گویا بیع کے تمام اجزا کو دیکھ لیا ہے، ایسی صورت میں خیار رویت

حاصل نہیں ہوتا۔

عطر ہدایہ میں ہے: اگر مبیع یا اس کا نمونہ سامنے موجود نہ ہو ویسے ہی بغیر دیکھے خرید لیا تو خیار رؤیت باقی رہے گا۔ (عطر ہدایہ: ۸۲)

اس سے معلوم ہوا کہ نمونہ دیکھنے کے بعد معاملہ کرنے سے خیار رؤیت ساقط ہو جاتا ہے بشرطیکہ مبیع نمونہ کے مطابق ہو۔

اور اگر عمر و نے کان میں جمے ہوئے پتھر کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا کہ ”میں یہ پتھر ۴۵۰۰ / میں خریدتا ہوں“ یعنی جس نوع اور اوصاف کے پتھر مطلوب ہیں خارج میں ان کا وجود نہیں تھا، پتھروں کی کان کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا تو پتھر تیار ہونے کے بعد عمر و کو خیار رؤیت حاصل ہے یعنی مطلوبہ اوصاف کے مطابق پتھر نہ ہوں تو عمر و کو بیع کا معاملہ باقی رکھنے یا ختم کر دینے کا حق ہے۔

بیع ما أصله غائب وعلم وجوده يجوز له خيار الرؤية إن شاء رده وإن شاء أخذه، وتكفي روية البعض عندهما وعليه الفتوى كما في شرح المجمع والتنوير ومثله في البحر. (تنقيح الفتاوى الحامدية ۱/ ۲۵۱)

یہ حکم تو نفس بیع کے سلسلہ میں ہے، بیع میں مقتضائے بیع کے خلاف کوئی شرط لگائی جائے تو بیع فاسد ہو جاتی ہے۔

صورت مسئولہ میں زید بائع کا یوں کہنا کہ ”اگر میں نے یہ پتھر وقت مقررہ پر آپ کے حوالہ نہ کیا تو میں بجائے ۴۵۰۰ / کے آپ کو ۶۰۰۰ / روپے دے دوں گا“ یہ شرط فاسد ہے، مشتری کا اس میں فائدہ ہے، یہ بیع فاسد ہے، لہذا نسخ معاملہ کی صورت میں عمر و کا ۱۵۰۰ / زائد لینا جائز نہیں۔

② زید اور عمر کے مابین کان سے نکلنے والے پتھر کے متعلق جو معاملہ ہوا، اس میں بیع (پتھر) کا طول و عرض طے ہو چکا تھا یعنی بیع کے تعارف میں کسی قسم کی جہالت نہیں تھی؛ البتہ اشارہ وغیرہ کے ذریعہ سے بیع کا تعین نہ ہوا ہو تو ایسی صورت میں زید کان سے پتھر نکلنے کے بعد بکر کو بیچ سکتا ہے، مشتری اول عمر کو بعینہ پہلی بار نکلنے والے پتھر دینا وعدہ کے مطابق لازم تھا، مگر وعدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پہلی بار نکلنے والے پتھر عمر کو دینے کے بجائے بکر کے ہاتھ بیچ دیا تو یہ بیع درست ہے، مشتری اول عمر کا اس بیع سے کوئی تعلق نہیں؛ لہذا اس سے اجازت لینے اور منافع میں شریک کرنے کے کیا معنی؟ اگر مشتری اول نے زید سے منافعہ لیا ہے تو واپس کر دے، لیکن یہ یاد رہے کہ مشتری اول کو بیع (پتھر) سپرد کرنے کا جو وقت بتلایا ہے اس کی پابندی زید پر لازم ہے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ اشارہ کے ذریعہ متعین نہ کیا ہو، اور اگر کان میں جیسے ہوئے پتھر کی طرف اشارہ کر کے معاملہ کیا تھا تو ایسی صورت میں مبیع متعین ہونے کی وجہ سے ان ہی پتھروں کو مشتری اول کے سپرد کرنا لازم ہے، بکر کے ہاتھ دو گنا قیمت سے بیچنا جائز نہیں، مشتری اول اجازت دے تو بھی بیع ثانی مشتری اول کے قبضہ سے پہلے ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

إذا باع شخص مالہ المنقول من آخر وقبل أن يسلمه باعه ثانية من شخص آخر، فإذا أجاز المشتري الأول هذا البيع فلا يصح؛ لأن هذه الإجازة عبارة عن إجازة بيع المشتري لمبيع غير مقبوض. (درر الحکام شرح مجلة الاحکام ۱/ ۲۳۷، ۲۳۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## الہم اور فوٹو فریم بیچنا

**سوال:** میں الہم اور فوٹو فریم فروخت کرتا ہوں، الہم سے مراد جس کو لوگ تصویریں رکھنے کے لیے استعمال کرتے ہیں، تو کیا ایسے الہم جو خاص تصویریں رکھنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں، اُن کا فروخت کرنا از روئے شرع کیسا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

شریعت نے جاندار کی تصاویر بنانا حرام قرار دیا ہے؛ لیکن بے جان چیزوں کی تصویر بنانے کی اجازت دی ہے؛ اس لیے اگر آپ کے تیار کیے ہوئے الہم کا استعمال صرف جان دار کی تصاویر میں ہی ہو سکتا ہے، تو اس کا تیار کرنا اور فروخت درست نہیں، کہ یہ اعانت علی المعصیت ہے۔ ﴿ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان﴾ اور اگر اس کا استعمال بے جان کی تصاویر میں بھی ہو سکتا ہے، تو آپ کے لیے اس کا تیار کرنا اور فروخت کرنا درست ہے، اس صورت میں اگر کوئی اُس کو جاندار کی تصاویر میں استعمال کرتا ہے تو یہ اُس کا اپنا اختیاری فعل ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ العبد: احمد غنی عنہ خانپوری ۲۲/ جمادی الاولیٰ ۱۹۱۹ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## پان کا ٹھیلہ کھولنا

**سوال:** یہ بندہ محمد اسماعیل برہان پوری ہے، اور پان پٹی (پان کا ٹھیلہ) چالو کرنے کا ارادہ ہے، اب جب پان کا ٹھیلہ چالو ہوگا تو اس میں بیڑی، سگریٹ، تمباکو،

ویمیل وغیرہ بیچنا ہوگا، تو یہ پان کا ٹھیلہ کھولنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

پان کا ٹھیلہ کھولنا جس میں تمباکو، بیڑی، سگریٹ وغیرہ کی تجارت بھی ہو جائز ہے۔

(ماخوذ از فتاویٰ محمودیہ ۵/۱۱۲-۱۴/۲۸۱)

ویمیل کے اجزاء اگر تمباکو، کتھہ، چونا وغیرہ جائز و پاک اشیاء ہیں تو اس کی بھی تجارت جائز ہے، اور اگر اس کا کوئی جزء ناپاک یا ناجائز ہے تو اس کی تجارت درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ العبد احمد عفی عنہ خانپوری ۳۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

**لپسٹک اور پاؤڈر وغیرہ میک اپ کی تجارت کرنا**

**سوال:** اور اس میں کوسمیٹک (میک اپ) کی چیزیں بیچنا چاہتے ہیں، جیسے سوکھا اور گیلا پاؤڈر، لپسٹک (ہونٹوں پر لگائی جانے والی لالی)، تو اس کی شریعت میں کتنی گنجائش ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

لپ اسٹک کے متعلق کئی حضرات سے معلوم ہوا کہ اس میں سور کی چربی کی ملاوٹ ہوتی ہے، اگرچہ ہمیں براہ راست اس کی تحقیق نہیں ہے، اس لیے اس کے استعمال و فروخت سے احتیاط کرنا بہتر ہے، پاؤڈر کی تجارت درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۵/رجب ۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## لکس صابن بیچنا

**سوال:** لکس صابن بیچنے میں شریعت میں کیا گنجائش ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

لکس کے متعلق ہمیں کوئی تحقیق نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۵ رجب ۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## ویڈیو گیم کی تجارت کرنا

**سوال:** ویڈیو گیم جو کھیلنے کی چیز ہے (ویڈیو گیم لوگ ٹائم پاس کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں، اس میں کوئی شرط نہیں لگائی جاتی، اور اس میں بالکل مشغولی نہیں ہوتی، کہ دوسرے چیزوں میں دل نہ لگے، اور اس میں ایک گیم پورا ہونے کے لیے پندرہ سے بیس منٹ درکار ہیں؛ تو اس کا بیچنا کیسا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر یہ بچوں کے کھیل کے قبیل سے ہے اور اس میں مشغولی کی وجہ سے دینی و دنیوی نقصان نہیں ہے، تو بقصد تفریح و طبع بقدر ضرورت اس کی گنجائش ہے، اس کی تجارت بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۵ رجب ۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## آلات لہو و لعب کی بیع

**سوال:** سینما، ٹی وی، وی سی آر، ویڈیو اور ڈیکس اینٹننا دیکھنا شرعی اعتبار سے مطلق جائز ہے یا ناجائز؟ یا بالیقید مذکورہ اشیاء کی تجارت اور مرمت کرنا یا بنانا سیکھنا سکھانا کیسا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

سینما، ٹی وی، ویڈیو، وی سی آر کا آلات لہو و لعب اور خراب اخلاق اور مروج فواحش ہونا اظہر من الشمس ہے اس لیے اس کا دیکھنا یا گھر میں پاس رکھنا اس کی مرمت کرنا وغیرہ تمام امور ناجائز اور گناہ ہیں۔

قال الله تعالى: ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزواً أولئك لهم عذاب مهين﴾ (لقمان)  
اس موضوع پر مستقل رسائل و تصانیف موجود ہیں ان کا مطالعہ کر لیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۶/ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ

## چور بازار کی اشیاء کا حکم

**سوال:** ممبئی چور بازار میں جو اشیاء ملتی ہیں ان کا خریدنا اور استعمال کرنا اور خرید و فروخت کرنا کیسا ہے؟ ان اشیاء کے چوری کے متعلق مطلق علم نہیں ہوتا۔ تحقیق کرنے پر صحیح تحقیق نہیں ہوتی۔



**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

ان چیزوں کے متعلق اگرچہ قطعی طور پر معلوم نہیں کہ وہ چوری کی ہیں؛ لیکن گمان غالب تو ہے۔ اور ایسے مواقع پر جہاں قطعی علم ممکن نہ ہو غالب گمان پر حکم کا مدار رہتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۰/ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

### ضبط کردہ مشین خریدنا

**سوال:** ہم نے ایک مشین خریدی مگر اس کا لائسنس ہمارے پاس نہیں ہے حکومت نے وہ مشین ضبط کر لی اور کہا اس کا لائسنس بتلاؤ اور مشین واپس لے لو۔ چوں کہ میرے پاس اس کا لائسنس موجود نہیں ہے اس لیے میں جا کر لے نہیں سکتا پھر حکومت اس کو چھتی ہے کیا کوئی دوسرا اس کو خرید سکتا ہے؟ کیا شرعاً خریدنا جائز ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

چوں کہ آپ اس مشین کے مالک ہیں اس لیے وہ بیچ آپ کی اجازت پر موقوف ہے۔ آپ اجازت دیں گے تو درست اور نافذ ہو جائے گی ورنہ فسخ و باطل ہو جاوے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۱/ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

### اخبار کی کوپن خریدنا جائز ہے

**سوال:** آج کل اخبار میں کوپن اسکیم آرہی ہے، روزانہ اخبار میں ایک کوپن

آتی ہے، پورے مہینے کی جمع کر کے اخبار والوں کو دینے کی صورت میں یقینی طور پر ہر کوپن جمع کرانے والے کو پچاس، ساٹھ روپے تک کی کوئی چیز ملتی ہے اور ان تمام امیدواروں میں ڈرا (قرعہ اندازی) کیا جاتا ہے جس میں گاڑی وغیرہ ملتی ہے، تو اس طرح سے کوپن جمع کر کے دینا اور اس میں انعام کو حاصل کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ بعض لوگوں کے یہاں پہلے سے اخبار آرہا ہے وہ خاص انعام کے لیے اخبار خریدتے نہیں ہیں تو وہ لوگ کوپن جمع کر کے انعام حاصل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر جمع نہیں کرتے تو ویسے ہی یہ انعام ہاتھ سے چلا جاتا ہے اگر خود نہیں کرتے لیکن پڑوس والے وہ کوپن لے جاویں تو ان کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ بعض لوگ خاص انعام کی غرض سے دو تین اخبار خریدتے ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اخبار میں آنے والی ان کوپنوں کا اخبار والوں کی طرف سے دیے گئے فارم پر ترتیب سے چپکانے کے نتیجے میں عموماً جاندار کی تصویر تیار ہوتی ہے، اور اس کے نتیجے میں یہ شخص تصویر بنانے پر جو وعیدیں احادیث میں آئی ہیں ان کا مستحق ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے روز سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو عمل تخلیق میں میرا امت بلکہ کرنے لگا، یہ لوگ ایک دانہ یا ایک ذرہ کو پیدا کر کے دکھائیں۔ (بخاری شریف) نیز ایک اور روایت میں تصویر بنانے والے پر نبی کریم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اس طرح

کی کئی وعیدیں تصویر بنانے والوں کے متعلق آئی ہیں۔ یہ وعیدیں ہر قسم کی تصویر سے متعلق ہیں خواہ بڑی ہو یا چھوٹی کپڑے، کاغذ پر بنائی جائے یا درود یوار پر، پھر ان وعیدوں کا مصداق فقط تصویر بنانے والا ہی نہیں؛ بلکہ علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق اس کی تحسین و تصویب کرنے والا، اس کا ہمنشین، اس کے فعل پر دل سے راضی ہونے والا، اس فعل کو دیکھ کر قدرت کے باوجود نکیر نہ کرنے والا، سب شریک گناہ ہیں۔ (ماخوذ از حسن الفتاویٰ ۸/۳۱۹، ۳۲۲)

اب آپ فیصلہ کریں کہ اخبار والے کی طرف سے پچاس، ساٹھ روپے کی قیمت کی ملنے والی چیز آپ کے نزدیک زیادہ اہمیت رکھتی ہے یا نبی کریم ﷺ کے یہ ارشادات؟ دنیا کے چند روپیوں کی چیز کے لیے اللہ کے پاک رسول ﷺ کی لعنت اور قیامت کے روز ہونے والا سخت ترین عذاب خریدنا یقیناً بڑی بدبختی کی بات ہے۔

اس طرح یہ انعام حاصل کرنا یا کسی دوسرے کو یہ کوپن دیکر انعام حاصل کرنے میں مدد کرنا یہ سب ناجائز اور حرام ہے، اور جو لوگ اسی مقصد کے لیے اخبار خریدتے ہیں ان کے لیے تو وعید اور سخت ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

الملاء: العبد احمد غفی عنہ خانپوری، ۲۶/ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

اخبارات میں امور معاصی کا اشتہار اور اس کی آمدنی کا حکم

**سوال:** اسی طرح اخبار و رسائل کے متعلق بھی بتائیں، کیوں کہ اخبارات میں اشتہارات فلمی بھی ہوتا ہے۔ کیا تاجروں کی آمدنی غیر شرعی شمار ہوگی؟ اور مالکان اخبارات و

رسائل فلمی اشتہارات دینے کی وجہ سے گنہگار ہوں گے، حالاں کہ اشتہارات ہی کی وجہ کر آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے؛ ورنہ فلمی اشتہارات نہ دینے کی وجہ سے اخبارات کی فروخت متاثر ہوگی؛ کیوں کہ بہت سے لوگ اشتہارات کی وجہ کروہ اخبارات و رسائل خریدتے ہیں۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

اخبارات و رسائل میں فلمی اشتہارات دینے میں ایک طرح فواحش و منکرات کی ترویج و اشاعت میں حصہ لینا ہے، جس پر قرآن میں سخت وعید آئی ہے۔ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ﴾ (النور) ترجمہ: جو لوگ چاہتے ہیں کہ بے حیائی کی بات مسلمانوں میں چرچا ہو ان کے لیے دنیا و آخرت میں سزائے دردناک ہے۔ (معارف القرآن ۳۵۶/۶)

یہ گناہ کا کام ہونے کی وجہ سے اس کا اشتہار اخبار میں دینا یہ بھی گناہ ہے اور گناہ کے کام کا معاوضہ لینا جائز نہیں، ایسی کمائی شریعت کی نگاہ میں ناجائز اور حرام ہے۔ اگر کوئی آدمی اللہ سے ڈر کر گناہ کا کام چھوڑ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چھٹکارے کی راہ نکال دیتے ہیں، اور اس کو ایسے طریقہ سے روزی عطا فرماتے ہیں جہاں اس کو گمان بھی نہ ہو، یہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: ﴿مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ (الطلاق) ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے نجات کی شکل نکال دیتے ہیں اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتے ہیں

جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا، اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے۔ (معارف القرآن ۸/۴۷۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

أماہ العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۳ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## باب بیع الصرف والسلام

سونے چاندی کو ادھار بیچنے کی مختلف صورتوں کا حکم

سوال: ① کیا سونا چاندی کو ادھار بیچ سکتے ہیں یا نہیں اور تعین اجل ضروری ہے یا نہیں؟

② یہاں جو سونا دس کیریٹ کا مروج ہے اس کا مادہ ترکیبی اس طرح ہے: ۲۰ پیٹی ویٹ (پیٹی وزن) سونا۔ ۲۰ پیٹی ویٹ (پیٹی وزن) پیتل، ۶ پیٹی ویٹ چاندی؛ جس کا مجموعہ ۴۶ پیٹی ویٹ ہوا، اس کو ”دس کیریٹ سونا“ کہتے ہیں، اس قسم کے سونے کو ادھار بیچ سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز جس سونے کے مادہ ترکیب میں کھوٹ غالب ہو اسے ادھار بیچ سکتے ہیں یا نہیں؟ اسی طرح ۱۲-۱۳ کیریٹ سونا ہو اس کی ادھار تجارت کا حکم کیا ہے؟ جو سونا دس کیریٹ کا ہوتا ہے اس کی ترکیب ہم خود کرتے ہیں کہ: اصلی سونا خرید لیتے ہیں، پھر اس میں مذکورہ بالا مقدار پیتل و چاندی ملا تے ہیں۔ بندہ کے والد صاحب کا دستور ہے کہ: دیانتاً دس کیریٹ سونے میں سونے کی مقدار ۲۰ پیٹی ویٹ ہونی چاہیے؛ لیکن وہ اس سے کچھ زیادہ ہی سونا ملا تے ہیں، چنانچہ

اگر ہمارے اس دس کیریٹ سونے کو کسی دوسرے جوہری سے کسوٹی کروائی جائے تو مقدار کیریٹ بڑھ جائے گی؛ بہر حال! اس قسم کے سونے میں سونے کی ملاوٹ ۲۰/ پینی ویٹ اور چاندی ۶/ پینی ویٹ ہے اور پینیل ۲۰/ پینی ویٹ؛ گویا ٹمنین کی مقدار پھر بھی زیادہ ہی رہی، اسے ادھار بیچ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) جو سونا ۱۲-۱۴-۱۸-۲۲-۲۴ کیریٹ کا ہو اسے ادھار تجارت کرنے کے متعلق کیا مسئلہ ہوگا؟ اسی طرح چاندی جو اصلی ہو یا ملاوٹ والی، اس کی ادھار تجارت کے متعلق بھی شرعی رہنمائی فرمائیں۔

(۴) بعض گا ہک جو یک مشت نقد خریدنے کی حیثیت نہیں رکھتے وہ یہ کرتے ہیں کہ انگوٹھی بالی (ایرن) وغیرہ پسند کر کے الگ رکھوا دیتے ہیں اور اس کی پوری مقدار قیمت میں سے کچھ رقم جمع کر دیتے ہیں مثلاً قیمت ۲۰۰/ ڈالر ہیں تو اس نے ۵۰/ ڈالر جمع کروائے اور وہ چیز متعین کر دی اور دو چار قسطوں میں پوری رقم ادا کر کے وہ چیز ہم سے وصول کر لیتے ہیں آیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

پھر بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ اس نے ابھی ۱۰۰/ ڈالر جمع کروائے تھے کہ اتفاقاً اس کو کوئی ضرورت پیش آئی تو وہ گا ہک متعین چیز کو خریدنے سے انکار کرتے ہیں اور جو رقم اب تک جمع کر چکا ہے اس کو واپس کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں، اگر ہم اس کے مطالبہ پر رقم لوٹا دیں تو ہمارا ظاہری نقصان یہ ہوتا ہے کہ وہ چیز اس گا ہک کی وجہ سے اتنے دنوں رکی رہی، ممکن ہے اور کوئی خرید لیتا یہ تو نہ اس نے خریدی، نہ کسی اور کو بیچ سکے، آیا ایسی صورت میں ہمیں اس کی جمع کردہ رقم لوٹانا ضروری ہے یا ہم اس سے کہیں کہ: یہ چیز نہ لینا، تو جمع کردہ رقم کے عوض کچھ اور خرید لو، کیا ہم ایسا کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

آپ کے سوالات کا جواب دینے سے پہلے ایک وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے جس سے آپ کے سارے اشکالات دور ہو جائیں گے، دورِ حاضر میں خرید و فروخت عام طور پر کرنسی نوٹ کے ذریعہ ہوتی ہے اور کرنسی نوٹ کے متعلق یہ بات ذہن نشین رہے کہ وہ خلقتِ ثمن نہیں ہیں؛ بلکہ ثمنِ عرفی یا اصطلاحی ہیں، کتب فقہ میں مبیع کی ایک قسم ”بیعِ صرف“ بیان کی جاتی ہے اور بیعِ صرف کے احکام صرف خلقی اثمان (سونا چاندی) میں جاری ہوتے ہیں؛ چنانچہ بیعِ صرف کی تعریف کی گئی ہے:

والصرف شرعاً بیع الثمن بالثمن جنساً بجنس أو بغير جنس كذهب بفضة والمراد بالثمن ما خلق للثمنية. (الفقه الحنفی فی ثوبہ الجدید ۴/۳۱۶)

در مختار میں ہے: هو لغة الزيادة وشرعاً بیع الثمن بالثمن؛ أي ما خلق للثمنية، ومنه المصوغ جنساً بجنس أو بغير جنس كذهب بفضة.

(الدر المختار علی هامش الشامیة ۴/۲۶۱)

اس لیے اگر سونا یا چاندی کی خرید و فروخت کرنسی نوٹوں کے ذریعہ سے ہو رہی ہے تو وہ بیعِ صرف نہیں ہے اور نہ اس میں بیعِ صرف والے شرائط کی پابندی ہے۔ اب آپ کے سوالات کے جوابات پیش خدمت ہیں:

① سونا چاندی کو ہم جنس یا ایک دوسرے کے بدلہ میں ادھار بیچنا درست نہیں اس لیے کہ اس صورت میں یہ بیعِ صرف ہے اور بیعِ صرف کے شرائط میں سے ”عدم تاجیل“ بھی ہے اور اگر سونا یا چاندی کو کرنسی نوٹوں کے بدلے میں ادھار بیچا جا رہا ہے تو یہ درست ہے اور تعینِ اجل ضروری ہے؛ اس لیے کہ اس کے بغیر ادھار خرید و فروخت

فاسد ٹھہرتی ہے۔

درمختار میں ہے: وضح بضمن حال، وهو الأصل، ومؤجل إلى معلوم  
لئلا يفضي۔ إلى النزاع (درمختار) قوله لئلا يفضي إلى النزاع (تعديل  
لاشترط كون الأجل معلوما؛ لأن علمه لا يفضي۔ إلى النزاع، وأما  
مفهوم الشرط المذكور وهو أنه لا يصح إذا كان الأجل مجهولا فعلته  
كونه يفضي إلى النزاع فافهم. (شامی، ۲۰/۱)

② اس کی ادھار تجارت کرنسی نوٹوں کے ذریعہ جائز اور درست ہے۔

③ اس کا بھی حکم حسب سابق ہے۔

④ چیز متعین کرنے کا مطلب اگر پختہ سودا ہے تو آپ کو چاہیے کہ وہ چیز قیمت  
کی پہلی قسط وصول کرنے کے ساتھ اس کے حوالے کر دیں اور حسب وعدہ باقی قسطیں  
مقررہ اوقات پر وصول کرتے رہیں، اس صورت میں یہ ادھار سودا کہلانے گا اور اگر  
اس کا مقصد پختہ سودا نہیں ہے؛ بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ وہ جب تک پوری قیمت کا انتظام  
کر لے وہاں تک آپ یہ چیز اس کے لیے روکے رکھیں تو اس صورت میں آپ ان کو  
یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس مدت کے درمیان اگر کوئی گاہک اس کی خریداری چاہے گا تو ہم  
اس کے ہاتھ فروخت کر دیں گے۔ باقی یہ درحقیقت معاملے کی چیز نہیں ہے؛ بلکہ  
رابطے کے قبیل سے ہے کہ دوکان دار اپنے گاہکوں کو اس طرح کی سہولتیں دے کر ان  
کا دل جیت کر اپنی تجارت کو فروغ دیتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

أما: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۶/شوال ۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: عباس داود بسم اللہ



## ہنڈی کا کاروبار کرنا کیسا ہے؟

**سوال:** ہنڈی کے کاروبار یعنی بیرون سے کچھ رقم غیر قانونی طور پر ہندوستان روانہ کرنا جس میں رقم زیادہ ملے، یہ کیسا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

ایک عوض پر قبضہ کر لیا گیا تو بوقت ضرورت یہ معاملہ درست ہے؛ لیکن قانون کی خلاف ورزی کر کے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنا جائز نہیں، اپنی عزت کی حفاظت بھی شرعاً ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## حوالے کا کاروبار جائز ہے؟

**سوال:** بعض لوگ بیرونی ملک سے حوالہ کا کاروبار کرتے ہیں کیا اس طریق سے ایک ملک سے دوسرے ملک میں ارسال رقومات جائز ہوتی ہے پھر بہ ذریعہ بینک تبدیل کرنسی میں حرج نہیں تو شخصی طور پر کرنے میں شرعاً کیا ممانعت ہے؟ نیز اس کا حکم بیع کا ہوگا یا اجارہ کا؟ حوالہ کی صورت و نوعیت مرقوم ہو جائے تو ذرہ نوازی ہوگی۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں کہ اب سوال یہ ہے کہ کرنسی کا ادھار معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں جیسا کہ تاجروں اور عام لوگوں میں اس کا رواج ہے کہ وہ ایک کرنسی دوسرے شخص کو اس شرط پر دیتے ہیں کہ تم اس کے بدلے

میں اتنی مدت کے بعد فلاں ملک کی کرنسی فلاں جگہ دینا مثلاً زید عمر کو سعودی عرب میں ایک ہزار ریال دے اور یہ کہے کہ تم اس کے بدلے میں مجھے پاکستان میں چار ہزار پاکستانی روپیے دے دینا تو یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ معاملہ جائز ہے اس لیے کہ ان کے نزدیک اثمان کی بیع میں بیع کے وقت ثمن کا عقد کرنے والے کی ملکیت میں ہونا شرط نہیں لہذا جب جنسین مختلف ہوں تو ادھار کرنا جائز نہیں۔  
(فقہی مقالات ۴۱۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

أماہ: العبد احمد خانپوری، ۳ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## ہنڈی کا حکم

سوال: میں ہنڈی (مسلک شافعی کے متعلق) کے ذریعہ (بتوسط ایجنٹ) روپیہ روانہ کرتا ہوں جس کی شکل یہ ہے کہ میں نے تاجر سے ادھار مال خریدا اور دو ماہ بعد قیمت دینے کا وعدہ کیا اور قیمت کی رسید (چیک) دو ماہ بعد تاریخ کی دے دی اب تاجر کو آج روپے کی ضرورت ہے تاجر بینک میں جاتا ہے، اور یہ رسید بتاتا ہے کہ دو ماہ بعد فلاں شخص سے یہ روپے ملنے کا وعدہ ہے، مگر بینک سے فی الحال روپے طلب کرتا ہے بینک وہ چیک لے لیتی ہے اور چیک میں مثلاً دو ہزار ہیں تو بینک تاجر کو ایک ہزار سات سو دیتی ہے اور خریدار سے مقررہ تاریخ کو دو ہزار وصول کرتی ہے اس طرح بینک کو تین سو کا فائدہ ہو جاتا ہے۔ اگر یہ شکل ناجائز ہوتی ہے سو درہوا کا پہلو ہونے کی بنا پر تو یہ کیسے؟ کیوں کہ ایک ہی جنس کی چیز میں رہا، تو حرام ہے اور ہنڈی سے پیسے روانہ کرنے میں کرنسی بدل

جاتی ہے۔ المجموع کی عبارت: فأما يحرم فيه الربوا فينظر فيه فإن باعه بجنسه حرم فيه التفاضل فإذا اختلف هذه الأصناف فبيعوا كيف شئتم. (۱۰۹/۸)

دوسری شکل کے ذریعہ اس نیت کے تحت روانہ کرتا ہوں کہ جس صورت میں فائدہ ہو اس کو اختیار کرنا شرعاً جائز ہے وہ یہ کہ بینک دینار یا ریال وغیرہ کی قیمت کم دیتی ہے، اور دوسری کمپنی (مراد ہنڈی سے تعلق رکھنے والے لوگ) زیادہ دیتی ہے لہذا کمپنی کے ذریعہ روانہ کرتا ہوں اور اس وجہ سے بھی کہ میں جس ملک میں ہوں (یا اس کے علاوہ ایسے ملک میں ہوں) کہ وہاں کرنسی اس ملک کی کرنسی سے جس ملک میں مجھے پیسے بھیجنا ہے الگ ہے لہذا سود کا پہلو نہیں کیوں کہ سود تو ایک جنس کی چیزوں میں ہوتا ہے نہ کہ مختلف جنس کی چیزوں میں اگر ملکی قانون کی وجہ سے مذکورہ صورت ناجائز ہوتی ہے تو برائے مہربانی ملکی قانون کی وجہ سے ناجائز ہونے کی تشریح مع دلیل و حوالہ واضح فرمائیں۔

اگر مذکورہ بالا صورت میں حوالہ کی شکل ہے بایں وجہ جائز ہو تو کیسے؟ کیوں کہ حوالہ کے شرائط تو یہ ہیں:

كفاية الاخير: وشرائط الحوالة أربعة رضا المحيل وقبول المحتال وكون الحق مستقرا في الذمة واتفاق ما في الذمة المحيل و المحال عليه في الجنس والنوع والحلول والتأجيل وتبرأبها ذمة المحيل.

برائے مہربانی جلد از جلد مفصل مدلل جواب مرحمت فرمائیں کیوں کہ تمام نظریں آپ کے جواب کی منتظر ہیں اور جواب مسلک شافعی کے مطابق ہو۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

آپ نے ہنڈی کی جو تعریف فرمائی ہے اس کو عربی میں قطع الکمیالات (bils)

(of exchange) کہتے ہیں اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ کرنسی بدل جاتی ہے  
حالاں کہ کرنسی بدلتی نہیں ہے۔

وهذه المعاملة غير جائز لكونها بيع الدين من غير من عليه الدين  
أو لكونها مبادلة النقود بالنقود متفاضلة ومؤجلة وحرمة منصوصة  
في أحاديث ربا الفضل ولكن هذه المعاملة يمكن تصحيحها بتغير  
طريقها وذلك أن يوكل التاجر البنك باستيفاء دينه من المشتري ويدفع  
إليه أجر على ذلك ثم يستقرض منه مبلغ الكميالة ويأذن له أن يستوفي  
هذا القرض مما يقبض من المشتري بعد نضج الكميالة فتكون هناك  
معاملتان مستقلتان الأولى معاملة التوكيل باستيفاء الدين بالأجر  
المعينة والثانية معاملة الاستقراض من البنك والإذن بالاستيفاء القرض  
من الدين المرجو وصوله بعد نضج الكميالة ولا يجوز أن يكون  
إحدى المعاملتين شرطا للأخرى لئلا تكون صفقة في صفقة فتصح  
كلتا المعاملتين على أسس شرعية. الخ (تكملة فتح الملهم ١/٣٦٣)

آپ کو چاہئے تھا کہ آپ جو معاملہ کرتے ہیں صرف اس کی تفصیل تحریر فرمادیتے؛  
لیکن آپ نے اس کے حکم پر بھی کلام فرما کر سوال کو الجھادیا ہے، اس لیے آپ کیا معلوم  
کرنا چاہتے ہیں یہ متعین کرنا بھی دشوار ہو گیا ہے اور اوپر جو حکم میں نے لکھا ہے وہ فقہ  
حنفی کے اصول پر ہے فقہ شافعی کے مطابق اس کا حکم بتلانے پر قاصر ہوں اس لیے کہ  
اس سلسلہ میں شافعی فقہ کی جزئیات و کلیات بھی مستحضر نہیں ہیں۔ جن صورتوں میں ملکی  
قانون کی وجہ سے منع کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر حکومت اسلامی ہے تو یہ  
مخالفت اولی الامر ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے اور اگر حکومت غیر اسلامی ہے تو اس

صورت میں اپنے آپ کو قانونی سزا اور رسوائی کے لیے پیش کرنا لازم آتا ہے اور نفس و عزت نفس کی حفاظت ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، کیم جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## ریال کے عوض نو سکے لینا

**سوال:** ریال کا دس کانوٹ دے کر اس کے عوض میں نو سکے (ریال ہی کے) لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

سوال میں مذکور مبادلہ شرعاً جائز نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۳/۷۷)

ثم الذي يظهر أن فلوس مملكة واحد كلها جنس واحد، و التماثل فيها تكون بالقيمة دون الوزن والعدد أما الأوراق النقدية تجرى عليها أحكام الفلوس النافقة سواء بسواء الخ (تكملة فتح الملهم ۵۸۹، ۵۹۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۲۲/ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۱ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## بیرونی کرنسی زیادہ دام میں فروخت کرنا

**سوال:** ڈالر اور بیرونی کرنسی بلیک میں یعنی زیادہ دام میں خریدنا بیچنا کیسا ہے؟

سود تو نہیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اس معاملہ میں شرعاً سود تو نہیں ہے؛ البتہ قانون کی خلاف ورزی میں عزت داؤ پر لگتی ہے جو درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۷/ ذوالقعدة الحرام ۱۴۱۲ھ

## کاغذی نوٹ کی شرعی حیثیت

**سوال:** ہم نے جو فتویٰ سونا چاندی ادھار بیچنے کے مسئلہ میں استفتاء مؤرخہ.....

جمعرات کو کیا تھا، ان کے حوالہ کی ضرورت ہے، لکھ کر ممنون فرمائیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

آپ کے سابقہ استفتاء کے جواب میں یہاں سے جو تحریر گئی ہے، اس سلسلہ میں آپ ایک بات ذہن نشین رکھئے کہ کاغذی نوٹ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس پر اس جواب کا مدار ہے، کاغذی نوٹ کی شرعی حیثیت کے سلسلہ میں دو قول تھے: علماء کی ایک جماعت اس طرف گئی کہ کاغذی نوٹ خود دشمن نہیں ہیں؛ بلکہ مالی دستاویز اور سند ہے، گویا وثیقہ قرض ہے، اس کے برخلاف دوسرے فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اب یہ نوٹ بذات خود دشمن عرفی ہیں، حوالہ یا سند نہیں ہے، ہمارے اکابر دیوبند کی زمانہ سابق میں یہی رائے تھی کہ نوٹ سند اور حوالہ ہے، اور اسی کی بنیاد پر فتوے دیے گئے، بہشتی زیور میں نوٹ کے متعلق جو مسائل ہیں ان کی بنیاد بھی یہی ہے؛ لیکن مرور زمانہ سے نوٹ کے سلسلے میں حکومتی اور استعمالی طور پر جو تبدیلیاں ہوئیں اور جو تغیرات ہوئے، ان کے پیش نظر اب اکثر حضرات علماء دوسری رائے کو زیادہ صحیح قرار دیتے ہوئے نوٹ

کوٹمن عرفی ماننے لگے ہیں، گویا اب نوٹ کی حیثیت حوالہ اور سند کی نہیں رہی، اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب (دارالعلوم کراچی) کا ایک مستقل رسالہ ”احکام الاوراق النقدية“ کے نام سے عربی زبان میں موجود ہے۔ ”تکملہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم“ جلد اول از ۵۱۶ تا ۵۲۰ پر بھی تفصیلی بحث موجود ہے، فتاویٰ محمودیہ ۳/۱۷۳ کے حاشیہ پر بھی نوٹ کی حیثیت میں واقع شدہ تبدیلی پر متنبہ کیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۹/ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## ڈالر کے ذریعہ بخش تجارت

**سوال:** ایک آدمی مجھ سے پیسہ لے کر پاؤنڈ اور ڈالر کی تجارت کرنا چاہتا ہے، اور اس کو فی ڈالر چالیس پیسہ نفع ملتا ہے، وہ کہتا ہے کہ میں آپ کو پندرہ پیسے دوں گا اور میں پچیس پیسہ لوں گا، تو اس طرح کالین دین جائز ہے یا نہیں؟ ڈالر کی تجارت کس طرح پر صحیح ہو سکتی ہے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

قانونی حدود میں رہ کر ڈالر کی خرید و فروخت کرتا ہے تو جائز ہے، قانون کے خلاف کرتا ہے تو اس میں اپنی عزت کو داؤ پر لگانا ہے جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی، منافع میں اگر فیصد کے حساب سے دونوں کے حصے مقرر کئے جائیں تو درست ہے۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۷/ صفر ۱۴۱۹ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## ریزگاری بیچنے کی ناجائز صورت اور اس کے جواز کی شکلیں

**سوال:** ریزرو بینکوں آف انڈیا RBI بینک میں سے چلر ملتی ہے، چلر لینے کے لیے صبح آٹھ بجے جا کر لائن لگاتے ہیں اور گیارہ بارہ بجے نمبر آتا ہے، پانچ ہزار کی یا دس ہزار کی چلر ملتی ہے، پانچ ہزار کی چلر ایک جو لے میں آتی ہے، ایسا ایک جولایا دو جولایا ملتا ہے تو اس چلر کو بازار میں لاکر کسی بھی ہوٹل یا کسی بھی دکان میں دیتے ہیں اور اس سے ایک جو لے کی قیمت کبھی تین سو روپیہ، کبھی ساڑھے تین سو تو کبھی چار سو روپے لیتے ہیں، تو کبھی اس سے زیادہ لیتے ہیں تو یہ لینا کیسا ہے؟ آر بی آئی سے چلر لے کر بیچنا کیسا ہے؟

### الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

سوال میں مذکورہ صورت شرعاً جائز اور درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۶/۲۴۳)

لیکن اس صورت میں ہوٹل والوں اور دکان داروں کے لیے بڑی دشواری پیدا ہوگی؛ اس لیے کہ ان کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ بینک جا کر لائن میں لگیں اور چار پانچ گھنٹے لائن میں لگ کر ریزگاری حاصل کریں، اس لیے اگر وہ ایسا کریں کہ پانچ ہزار یا دس ہزار کے نوٹ کسی معتبر آدمی کو دے کر اپنا وکیل بنائیں، اور وہ بحیثیت وکیل کے اس کے ان نوٹوں کی ریزگاری بینک سے حاصل کریں، اور اپنی وکالت اور محنت کے معاوضہ کے طور پر ان سے اپنی اجرت کے طور پر (۳۰۰ یا ۵۰۰ یا ۴۰۰) روپے جو بھی پہلے سے طے کئے جائیں وصول کرے۔

والصواب أن مراده أن يكون في نفس الوكالة تعاوض كما إذا أخذ



الوكيل أجره فإنه لا يمتنع إذا الوكالة عقد جائز لا يجب على الوكيل.

(تکلمہ شامی ۱۱/۳۶۳)

نوٹ: جواز کی ایک دوسری صورت یہ بھی ہے کہ ریزگاری فروخت کرنے والا ریزگاری کے ساتھ کوئی چھوٹی سی چیز مثلاً بسکٹ کا پیکٹ یا ماچس یا قلم وغیرہ ساتھ میں دے، اس صورت میں زائد رقم اس چیز کا معاوضہ ہو جائے گی، یہ عقد درست ہو جائے گا اور دونوں گناہ سے بچ جائیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۷/ شوال ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

پھٹے ہوئے روپے کم قیمت سے بیچنا

**سوال:** آج کل یہ جو رواج ہے کہ پھٹے ہوئے روپے دیے جاتے ہیں اور ان کو نئے روپے سے بدلنے کے لیے مثلاً فی روپیہ دس پیسہ لیتے ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

روپیہ کا نوٹ (چاہے نیا ہو یا پرانا) نوے پیسے کے عوض بیچنا جائز ہے۔ (کفایت المفتی ۸/۱۰۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری

بیع سلم میں مبیع پر قبضہ کے بعد بیع

**سوال:** زید نے بکر کے ساتھ بیع سلم کا معاملہ کیا کہ میں تجھے ایک لاکھ روپے اس وقت دیتا ہوں تو مجھے ایک لاکھ کی اینٹیں فلاں تاریخ کو دینا، معاملہ سلم کی تمام

شرائط کو سامنے رکھ کر ہوا، پھر جب اینٹیں تیار ہو گئیں تو زید نے کہا کہ یہ اینٹیں میری طرف سے کسی کو بیچ دے، تو زید کے لیے پہلے ان اینٹوں پر قبضہ شرط ہے؛ لیکن اینٹوں پر قبضہ کرنے کے لیے اس کو یعنی اینٹوں کو الگ کرنا دشوار ہے تو بکر کی مشترک اینٹوں میں سے زید کی ایک لاکھ اینٹوں کو الگ کرنے کی کیا شکل ہوگی؟ اگر بیچ کے پاس کھڑے ہو کر بل پر قبضہ کر لیا اور پھر بکر کو بیچنے کا وکیل بنایا تو صحیح ہوگا یا نہیں؟ یا پھر اینٹوں کو الگ کئے بغیر حکماً قبضہ کی کوئی شکل ہو تو وضاحت فرمائیے، زید یہ چاہتا ہے کہ میری خریدی ہوئی اینٹیں وہیں سے بیچ دوں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

جس جگہ بکر کی اینٹیں رکھی ہوئی ہیں وہیں قریب میں کوئی جگہ زید اپنے لیے عاریت یا اجارہ کے طور پر لے لے، اس کے بعد اپنی اینٹوں کو وہاں رکھو ادے تو اس کا قبضہ مکمل ہو جائے گا، پھر بکر کو وکیل بالبیع بنا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۴ / صفر ۱۴۱۸ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ

## اینٹ میں بیع سلم اور استصناع کا حکم

**سوال:** ہمارے یہاں یہ رواج ہے کہ موسم برسات میں اینٹوں کے بھٹے پر رقم جمع کر دیتے ہیں، اس پیشگی رقم جمع کرنے کی وجہ سے جب مال تیار ہو جاتا ہے تو بھٹے والا پیشگی رقم جمع کرنے والوں کو رعایتی قیمت پر اینٹ فروخت کر دیتا ہے، مثلاً موجودہ قیمت ۷.۵ (ساڑھے سات) روپیے ہے، اور پیشگی رقم جمع کرنے والوں کو

چھ سو روپے کے حساب سے دیتا ہے، آیا یہ بیع سلم میں داخل ہے یا نہیں؟ اور اس طرح خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں؟ دراصل جانین سے فائدہ ہے، خریدار کو ابھی اینٹ کی ضرورت نہیں، ۵ ماہ میں ضرورت ہے، اس کا تو یہ فائدہ ہے کہ کم قیمت پر چیز مل جائے گی، اور بھٹے والے کا یہ فائدہ ہے کہ جب اس کے پاس روپیہ زائد ہوگا تو برسات کے زمانہ میں کونکہ وغیرہ زائد خرید لے گا، جو بھٹے چلنے پر اس کو موسم میں زیادہ قیمت پر ملتا ہے، وہ اس کو برسات میں ذرا کفایت سے درست قیمت پر مل جائے گا، تو ہمیں تو معلوم کرنا یہ ہے اس طرح کا معاملہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) : حامداً ومصلياً ومسلماً

اینٹ میں بیع سلم درست ہے۔

ولین بکسر الباء وأجر بملین معین بین صفتہ ومکان ضربہ  
(در مختار) (قوله بین صفتہ الخ) فیہ نظر فإن عبار الخلاصة ولا بأس فی  
السلم فی اللبن والأجرة الخ (شامی ۴/۲۲۷)

البتہ بیع سلم کے تمام شرائط کی رعایت ضروری ہے۔ استحصان بھی ممکن ہے۔

(وکیفیتہ وشرائطہ مبسوط فی البدائع) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۵ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ

## گیہوں میں بیع سلم

(سوال) : خالد پچاس روپے محمود کو اس عوض میں دیتا ہے کہ مجھے ایک کونٹھل گیہوں

چاہئے، (موسم گیہوں میں) خالد جس وقت محمود کو پچاس روپے دیتا ہے اس وقت گیہوں

کی قیمت سو روپے کو کنٹنل ہے، اور محمود جس وقت گیہوں ادا کرے گا اس وقت گیہوں کا بھاؤ تین سو روپے کو کنٹنل ہے، کیا یہ صورت درست ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر بیع سلم کے تمام شرائط و قیود کا لحاظ کیا گیا ہے تو یہ معاملہ درست ہوگا؛ ورنہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۶/ ذوالقعدة الحرام ۱۴۱۲ھ

## متفرقات بیوع

جمعہ و عیدین کے خطبہ کے وقت خرید و فروخت

**سوال:** جمعہ اور عیدین کے خطبہ کے وقت کیا خرید و فروخت حرام ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

جمعہ کی اذان اول کے بعد خرید و فروخت اور ہر ایسا کام جو نماز جمعہ کے لیے جانے سے مانع بنتا ہے ممنوع ہے، عید کا خطبہ جب ہو رہا ہو، اس وقت جو لوگ وہاں موجود ہیں ان کے لیے اس کا سننا واجب ہے؛ لیکن جو وہاں موجود نہیں ان کے لیے اپنی اپنی جگہ پر خرید و فروخت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

جمعہ کی اذان کے بعد بیع کا حکم

**سوال:** زید کی جس شہر میں ہوٹل ہے، اس شہر میں دو مختلف مسجدوں میں، مختلف

اوقات میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے، زید نے جمعہ کے وقت کاروبار بند کرنے کے بجائے ہوٹل کے آدھے ملازمین کو ایک مسجد میں جہاں ایک بچے جمعہ کی نماز ہوتی ہے نماز پڑھنے کے لیے بھیج دیا، اور جب وہ نماز پڑھ کر آئے تو کاروبار میں لگ گئے، اور بقیہ ملازمین کو دوسری مسجد میں جہاں دو بچے نماز جمعہ ہوتی ہے نماز پڑھنے کے لیے بھیج دیا تو کیا شرعاً ایسا کرنا درست ہے؟ دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(الف): نماز جمعہ کے وقت کاروبار کو جاری رکھتے ہوئے ہر ایک آدمی نماز جمعہ ادا کر لے یہ شرعاً درست ہے؟

(ب): اگر نماز جمعہ کے وقت کاروبار کو بند کرنا ضروری ہے، تو جس شہر میں مختلف مسجدوں میں مختلف اوقات میں اذان جمعہ ہوتی ہے، تو کونسی مسجد کی اذان کے وقت کاروبار بند کرنا ضروری ہوگا؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

جمعہ کی اذان اول کے بعد بیع و شرا (خرید و فروخت) مکروہ تحریمی ہے، ایسی بیع سے توبہ اور اس کا فسخ دینا واجب ہے قضاء نہیں، بیع فاسد قضاء بھی واجب الفسخ ہوتی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۳/۱۱۴) اس لیے.....

(الف) نماز جمعہ کے وقت کاروبار کو جاری رکھتے ہوئے ہر ایک کا جمعہ پڑھ لینا کافی نہیں بلکہ کاروبار کا بند رکھنا ضروری ہے۔

(ب) اس سے متعلق صریح جزیئہ اس لیے نہیں ملتا کہ پہلے زمانہ میں پورے شہر میں صرف ایک ہی جگہ جمعہ ہوتا تھا لہذا اس کو عام نمازوں کی اذان پر قیاس کیا جائیگا، عام اذان کی اجابت باللسان میں اذان اول کا اعتبار ہے، اور اجابت بالقدم میں

اذانِ محلہ کا اعتبار ہے، اس سے ثابت ہوا کہ وجوب سعی الی الجمعہ و کراہیت بیع میں مسجدِ محلہ کی اذانِ معتبر ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۴/۱۱۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری

## چٹھی کے ذریعہ رقم جمع کرنا

**سوال:** ایک شخص اپنے یہاں چٹھی جمع کرتا ہے، یعنی چند لوگوں کے پیسے جمع کرتا ہے، اور مہینہ ختم پر قرعہ اندازی کر کے جس کو دس ہزار روپیہ ملے؛ اس کا نام نکلنے کے باوجود بھی اس کو چٹھی ختم ہونے تک پیسے بھرتے رہنا پڑتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اگر وہ شخص، یعنی جو گھر گھر پھر کر اپنے یہاں پیسے جمع کرتا ہے، جب قرعہ کی باری آتی ہے تو جس کا نام قرعہ میں نکلتا ہے، تو اس کے پاس سے دو سو روپے لے لیتا ہے، تو یہ دو سو روپے کالینا اس کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ معلوم کریں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

سوال میں چٹھی جمع کرنے کی نوعیت واضح نہیں فرمائی ہے، عموماً چٹھی کی یہ صورتیں خلاف شرع ہوتی ہیں، اس میں تعاون بھی اسی حکم میں داخل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری

## باہمی تعاون کے لیے مساوی رقم جمع کر کے قرعہ اندازی کرنا

**سوال:** (الف) آج کل کاروبار کی نوعیت کچھ اس قسم کی بن گئی ہے، کہ معمولی رقم سے کوئی کاروبار کرنا محال سا ہو گیا ہے؛ اس لیے کم آمدنی والے لوگوں کے کاروبار

کے لیے معتد بہ رقم فراہم کرنے کے لیے کہ جس میں سود بھی نہ ہو، اور کسی ایک صاحب مال پر قرض کا بوجھ بھی نہ ڈالنا پڑے حسب ذیل صورت اختیار کی جاتی ہے جس کو ہماری عرف میں سوسائٹی کہتے ہیں، جس کا خلاصہ تو یہ ہے کہ ایک سو افراد پہلے ہر ماہ دس ہزار روپے جمع کرتے ہیں، اور وہی رقم قرضہ اندازی سے ہر ایک ممبر کو باری باری سے ملتی رہتی ہے، اسی طرح دوسری بار پانچ پانچ ہزار روپے کی رقم ہر ایک کو ملتی ہے؛ الغرض ہر ممبر بالاقساط پندرہ ہزار روپے جمع کرتا ہے اور وہی پندرہ ہزار روپے دو قسطوں میں پاتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک سو افراد مل کر باہم یہ طے کرتے ہیں کہ ہر فرد ہر ماہ کی ۲۰/ تاریخ تک ایک سو روپے معین اشخاص کے پاس جمع کروائے گا اور اس رقم کی ۲۵/ تاریخ کو قرضہ اندازی سے جس کے نام کا قرضہ نکلے گا اس کو دے دی جائے گی، جس کے نام پہلی ہی مرتبہ قرضہ اندازی میں قرضہ نکل آیا وہ اب ہر ماہ ایک سو روپے تو حسب سابق جمع کرے گا ہی؛ لیکن مزید ڈھائی سو روپے بھی ہر ماہ بطور ادائیگی قرض جمع کرائے گا، یہ مزید ڈھائی سو روپے کی رقم اس کو رقم لینے کے وقت سے چالیس ماہ تک جمع کرانی ہوتی ہے، اور ماہانہ ایک سو روپے والی رقم مجموعی ۵۰ ماہ تک، اس طرح ایک سو روپے ماہانہ کے حساب سے پچاس ماہ کے پانچ ہزار، اور ہر ماہ ڈھائی سو کے حساب سے چالیس ماہ کے دس ہزار روپے ہر فرد کے جمع ہوتے ہیں، پچاس ماہ کے ختم ہونے تک ہر ایک کو ایک بار دس ہزار روپے یک مشت ضرور مل جاتے ہیں اس کے بعد پانچ پانچ ہزار روپے اسی طرح قرضہ اندازی سے ملتے رہتے ہیں شرعاً اس معاملہ کا کیا حکم ہے؟

(ب) ۲۰ تاریخ جو رقم جمع کرنے کی معینہ تاریخ ہے رقم جمع کرنے میں اس

تاریخ سے تاخیر پر یومیہ دس روپے جرمانہ لیا جاتا ہے جس کو سوسائٹی کی ضروریات مثلاً رسیدوں کی طباعت وغیرہ میں صرف کیا جاتا ہے یہ جرمانہ لینا شرعاً کیسا ہے، اور اس کا یہ مصرف شرعاً صحیح ہے یا غلط؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

(الف) یہ آپسی تعاون کی ایک صورت ہے جس میں کوئی بات خلاف شرع معلوم نہیں ہوتی۔

(ب) مالی جرمانہ لینا درست نہیں ہے، جن سے لیا ہے ان کو لوٹا دیا جائے سوسائٹی کی ضروریات کے لیے بھی سب مل کر رقم نکالیں۔ فقط نوٹ: قرض کی ادائیگی کے لیے ڈھائی سو روپیہ کی جو قسط مقرر کی گئی ہے اس میں آخری یعنی چالیسویں قسط بجائے ڈھائی سو روپے کے ڈیڑھ سو کی رکھی جائے؛ اس لیے کہ دس ہزار میں ایک سو روپے خود اس کے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۲/ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۹ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ غفرلہ

ماہ رمضان میں دن کے وقت ہندو محلہ میں ہوٹل کھلا رکھنا

**سوال:** زید کی ہوٹل ہندو محلہ میں ہے اور ہوٹل کے گاہک اکثر ہندو ہیں تو ماہ رمضان میں دن میں ہوٹل کا کھلا رکھنا اور گاہکوں کو کھلانا پلانا شرعاً کیسا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

ماہ رمضان المبارک کے احترام کے خاطر دن کے وقت کھانے پینے کی ہوٹل بند



رکھنا ضروری ہے، کھانے پینے والے خواہ کسی بھی مذہب کے ہوں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۵/ ۱۹۷)  
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری، ۱۷/ صفر المظفر ۱۴۰۹ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عنی عنہ

## بیع میں چھ ماہ میں رقم ادا کرنے کی شرط

**سوال:** زید نے بکر سے ایک مکان ایک لاکھ روپے میں اس شرط پر خریدا کہ چھ مہینے میں اس رقم کو ادا کر کے قبضہ لے لیا جائے گا، اور بیعانہ کے طور پر پانچ ہزار روپیہ نقد ادا کیے، مدت مقررہ پوری ہونے سے قبل سوالا کھ روپیہ میں زید سے اس مکان کو لینے کے لیے عمر تیار ہو گیا، چنانچہ زید نے بکر سے یہ بات کر کے کہ مکان عمر کے نام کر دے، عمر سے سوالا کھ روپیہ لے کر ایک لاکھ روپے بکر کو دیئے، اور عمر کے نام مکان کروادیا، کیا یہ بیع درست ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

عقد میں جو یہ شرط لگائی ہے کہ چھ مہینے میں اس رقم کو ادا کر کے قبضہ لے لیا جائے گا، اس سے کیا مقصد ہے؟ اگر اس سے مراد یہ ہے کہ زرِ ثمن کی ادائیگی میں زید نے بکر سے چھ مہینہ کی مہلت طلب کی جو بکر نے دیدی، تو یہ سودا ادھار ہوا، اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ زید اگر چھ مہینہ میں زرِ ثمن ادا نہ کرے تو یہ عقد فسخ سمجھا جاوے گا، تو یہ اختیار نقد ہوا، دونوں میں سے جو صورت بھی ہو اس کی تعیین فرمائی جائے اس کے بعد جواب دیا جاوے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عنی عنہ خانپوری

## پولٹری فارم کے مسائل

چوزے دینے کی شرط پر انڈے دوسرے کی مرغی سے سینا  
**سوال:** بکرنے دس انڈے زید کی مرغی کے نیچے سینے کے لیے زید کو دیے اور  
 معاملہ یہ طے کیا کہ بچے دونوں کے نصف نصف ہوں گے یہ صورت جائز ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

یہ صورت درست نہیں ہے، جواز کا حیلہ یہ ہے کہ بکر آدھے انڈے زید کے ہاتھ  
 فروخت کر کے اس کی قیمت معاف کر دے۔

والحيلة في جنس هذه المسائل أن يبيع صاحب البيضة نصف  
 البيضة وصاحب الدجاجة نصف الدجاجة من المدفوع إليه ويبرئه  
 عن ثمن ما اشترى، فيكون الخارج بينهما كذا في المحيط. (عالمگیری ۱/۴۶۶)  
 فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## صنعت کے لیے حکومت سے سبسڈی لینا

**سوال:** حکومت پولٹری فارم اور اس جیسے بعض کاروبار کے لیے رعایا کو امداد  
 دیتی ہے، جس کو سبسڈی کہتے ہیں؛ لیکن اس امداد کو حاصل کرنے کے لیے حکومت سے  
 کچھ رقم سودی قرض کے طور پر لینی پڑتی ہے، اگر اس رقم کو جلد ہی ادا کر دی جائے تو  
 امداد کی رقم سے سود کی رقم کم رہے گی یا برابر ہوگی، مثلاً پانچ ہزار امداد حاصل کرنے کے

لیے دس ہزار روپیہ سودی قرض سے لیے اور دو مہینوں میں وہ سودی قرض مع دو ہزار سود کی رقم کے بارہ ہزار واپس کر دیے، کیا شرعاً یہ امداد حاصل کرنا جب کہ دو ہزار سود دینے کے بعد بھی تین ہزار روپے امداد کے بچ گئے صحیح ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

کسی نے کوئی صنعت قائم کرنے کے لیے حکومت سے نقد روپے لیے اور حکومت نے اپنے قاعدے کے ماتحت اس میں سے ایک حصہ معاف کر دیا، اور باقی حصے کی ادائیگی کے لیے ایک مدت مقرر کر کے اس کی قسطیں بنا دیں، اور اس وصولیابی میں ان قسطوں پر کچھ اضافہ کر کے وصول کیا؛ مگر کل رقم وصولیابی کی (حکومت سے لیے گئے) اصل قرض سے زائد نہ ہوئی، تو ان قسطوں میں اصل پر جو زیادتی حکومت نے وصول کی وہ شرعی طور پر سود کی تعریف میں نہیں آتی؛ اس لیے یہ معاملہ کیا جاسکتا ہے۔ (ماخوذ از نظام الفتاویٰ ۱/۲۵۶ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔)

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری

## نرخ متعین کیے بغیر انڈا فروخت کرنا

**سوال:** تاجر نے مرغی فارم والے کو کچھ رقم پیشگی دی تاکہ مرغی فارم والا انڈے صرف اسی تاجر کو دے کسی اور کو نہ بیچے؛ لیکن انڈوں کا نرخ (بھاؤ) طے نہیں کیا؛ بلکہ بازاری بھاؤ سے اور کبھی اس سے کچھ کم اور کبھی اس سے کچھ زیادہ بھاؤ سے لیتا رہتا ہے، شرعاً یہ بیع کیسی ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

گنجائش ہے۔

مايستجره الانسان من البيع إذا حاسبه على أثمانها بعد استهلاكها  
 جاز استحسانا. (در مختار) وفي الشامية: ولو أعطاه الدراهم وجعل يأخذ  
 منه كل يوم خمسة امناء، ولم يقل في الابتداء اشترت منك يجوز وهذا  
 حلال وإن كان نيته وقت الدفع الشراء لأنه بمجرد النية لا ينعقد  
 البيع وإن ما ينعقد الآن بالتعاطي الخ (شامی ۱۴/۴)

البتہ یہ یاد رہے کہ پیشگی رقم دینے کی وجہ سے تاجر انڈوں کی قیمت عام رائج  
 نرخ سے کم نہ لگاتا ہو، اگر ایسا ہے تو ناجائز ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## انڈوں کی مقدار طے کیے بغیر بیع کرنا

**سوال:** مشتری اور مرغی فارم والے کے درمیان انڈے کی قیمت طے ہوتی  
 ہے؛ مگر بیع کی مقدار طے نہیں ہوتی؛ بلکہ ایک متعین مدت تک فارم والے کے ذمہ  
 ہوتا ہے، کہ انڈے صرف اسی تاجر کو دے، یہ معاملہ کیسا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

یہ ایک وعدہ ہے جس کی پابندی ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## انڈوں میں بیع مسلم

**سوال:** خریدار اور مرغی فارم والے کے درمیان قیمت اور انڈوں کی مقدار  
 طے ہو کر بیع ہوتی ہے؛ لیکن یہ انڈے فارم والے کو ایک مدت کے بعد دینا ہوتے

ہیں؛ بلکہ ان انڈوں کا اس وقت وجود بھی نہیں ہوتا، اس بیج کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

اگر ادائیگی کی مدت متعین ہے، اور بیج مسلم کے دیگر شرائط بھی موجود ہیں تو یہ درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۹/ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۹ھ  
الجواب صحیح: عباس داؤد۔ بسم اللہ عفی عنہ

## مرغیوں کی بیج وزناً و عدداً میں تطبیق

**سوال:** زمر مرغیوں کی بیج دو طرح مروج ہے: عدداً، وزناً۔ خردہ فروشی (رٹیل)

میں عدد سے فروخت ہوتے ہیں؛ مگر تمام مرغے خردہ فروشی سے فروخت نہیں ہو پاتے، لازماً تھوک فروش تاجر سے فروخت کرنا پڑتے ہیں اور تھوک فروش تاجر وزن سے خریدتے ہیں، فارم عدد کے حساب سے فروخت کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں، مگر وہ تاجر اپنے کسی فائدہ کی خاطر عدد انہیں خریدتے، تو بدرجہٴ مجبوری وزن سے فروخت کرنا پڑتا ہے، وزن کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بالعموم پانچ عدد مرغوں کی ٹانگیں ایک ساتھ باندھ کر خاص قسم کی ترازو کے کانٹے پر الٹا لٹکا کر تول لیا جاتا ہے، اسی سلسلہ میں مولانا سعید صاحب پالنپوری کا جواب ساتھ ہی ارسال خدمت ہے اور اسی سوال پر دارالافتاء سہارنپور کا جواب بھی ارسال خدمت ہے اور سہارنپور کے جواب میں قابل سوال یہ امر ہے کہ ماحول میں دیکھا جاتا ہے کہ وزناً مرغوں کی بیج مفضی الی التزاع نہیں ہوتی ہے؛ نیز اس وجہ سے بھی کہ فارم کے مرغے گوشت خوری میں مستعمل ہیں اور ایسے

جانوروں کی خرید و فروخت کے وقت بائع مشتری ان سے حاصل ہونے والے گوشت کا اندازہ لگا کر قیمت کرتے ہیں اور صورتِ مسئلہ میں وزن کرنے سے طرفین کو اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ اور کیا زندہ جانور کی وزن بائع ممنوع ہونے کی وجہ، صرف مفضی الی النزاع ہونا ہی ہے، یا اور کوئی نص وغیرہ شرع شریف میں وارد ہے؟ اور بصورتِ جواز وزن کرنے کے مذکورہ طریقہ میں کوئی قباحت ہے یا نہیں؟ اور ان دونوں جوابوں کے بارے میں جو کسی درجہ میں متضاد نظر آتے ہیں، وضاحت فرما کر رہبری فرمائیں، اللہ جل شانہ اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

(الجواب) : حامداً ومصلياً ومسلماً

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب مدظلہم نے جو وضاحت فرمائی ہے، اس سے دونوں جوابات میں تطبیق ہو جاتی ہے، فقہاء نے مچھلی کی بیج و زنا جائز لکھی ہے۔ (فتاویٰ عثمانی ۳/۹۸ تا ۱۰۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## مرغیوں کی کھاد کی بیج

(سوال) : مرغیوں کی بیٹ مرغی خانہ میں جمع ہوتی رہتی ہے، جس کو فارم فروخت کرتے ہیں اور وہ بطور کھاد کے کھیتی میں مستعمل ہے، لہذا مرغیوں کے کھاد کی بیج جائز ہے یا نہیں؟ کیوں کہ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس کی بیج ناجائز ہے اور شکل جواز یہ ہے کہ اس میں کوئی بھوسا وغیرہ ملا کر اس طرح سودا کیا جائے کہ میں تم سے بھوسے کی قیمت لیتا ہوں اور دوسرے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ صاحبین کے قول

پر جواز کا فتویٰ ہے، لہذا اس بات میں قول فیصل تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

مرغیوں کی کھاد کی بیج درست ہے۔

لا يكره؛ بل يصح بيع السرقين أي الزبل (در مختار) (قوله أي الزبل) وفي الشرنبلالية: هو رجيع ماسوی الانسان. (شايه/ ۲۷۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

## فارمی مرغیوں کے لیے بنائی جانے والی غذاؤں کا حکم

**سوال:** ہمارے یہاں ملک ملاوی میں آخری تین سالوں سے ایک تنظیم گوشت اور مرغیوں کی نگرانی کا کام کر رہی ہے تاکہ عوام کو حلال گوشت اور مرغیاں مہیا ہو سکیں، ادھر چند سوالات اسی سے متعلق درپیش ہیں مہربانی فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں۔

جزاکم اللہ خیراً

① فارم کی مرغیاں یا فارم کی وہ گائیں جو خاص طور سے گوشت کے لیے تیار کی جاتی ہیں اگر ان کی غذا دم مسفوح سے تیار کی گئی ہو یا کسی مرے ہوئے گائے بکرے کے گوشت کا قیمہ اسی فارم کے جانوروں کے لیے بطور غذا کے استعمال کیا جائے تو اس کا کھانا شرعاً جائز ہے؟

② سور (خنزیر) کا گوشت یا اس کا خون اسی مذکورہ طریقے پر دوسرے فارم کے حلال جانوروں کو بطور غذا یومیہ دیا جائے، پھر انہی حلال جانوروں کو شرعی طریقہ پر ذبح کیا جائے تو کیا اس کا کھانا مسلمان کے لیے جائز ہے؟

۳) مغربی ممالک سے آنے والی فارم کے جانوروں کی تیار غذا کا کیا حکم ہے؟  
 مہربانی فرما کر معادلہ شرعیہ کے اس کے حکم سے نوازیں تاکہ خود بھی مطمئن ہوں  
 اور دوسروں کو بھی قابل اطمینان جواب دے سکیں نیز کتب فقہ میں جلالہ کا جو لفظ ہے  
 اس کی بھی تشریح فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

۱) اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد  
 صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ایسی غذا کی خرید و فروخت اور مرغیوں کو کھلانا جائز  
 نہیں، البتہ ایسی مرغیاں حلال ہیں، گوشت کی حرمت کے لیے شرط یہ ہے کہ نجس غذا  
 کی وجہ سے گوشت میں بدبو پیدا ہو جائے جس کا مفقود ہونا یہاں مشاہدہ ہے۔

قال العلامة ابن عابدين تحت (قوله وكره لحم الجلالة التي تأكل  
 العذر): أي فقط حتى أنتن لحمها، قال في شرح الوهبانية: وفي المنتقى:  
 الجلالة المكروهة التي اذا قربت وجدت منهاراًحة فلا تؤكل ولا يشرب  
 لبنها ولا يعمل عليها وتلك حالها ويكره بيعها وهبتها وتلك حالها  
 وذكر البقالي أن عرقها نجس اه قدمناه في الذبائح. (رد المحتار ۵/۲۳۹)

وقال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى وتحبس الجلالة حتى يذهب  
 نتن لحمها وقدر ثلاثة أيام لدجاجة، وأربعة لشاء، وعشر لابل وبقرة على  
 الاظهر ولو اكلت النجاسة وغيرها بحيث لم ينتن لحمها حلت كما حل  
 أكل جدي غذي بلبن خنزير لأن لحمه لا يتغير وما غذي به يسير  
 مستهلكاً لا يبقى له أثر، وقال العلامة ابن عابدين: (قوله حلت) وعن  
 هذا قالوا لا بأس بأكل الدجاج لأنه يخلط ولا يتغير لحمه وروي أنه



عليه الصلاة والسلام كان يأكل الدجاجة وما روي أن الدجاجة تحبس  
ثلاثة أيام ثم تذبح فذلك على سبيل التنزه زيلعي (رد المحتار ۵/۲۱۷)  
(احسن الفتاویٰ ۸/۱۲۶)

② حوالہ بالا میں مذکورہ عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سور کا گوشت یا خون بھی بطور غذا دیا گیا ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

③ مغربی ممالک سے آنے والی تیار غذا میں اگر دم مسفوح یا مردار اور سور کے گوشت کی ملاوٹ ہے تو اس کا خریدنا اور جانوروں کو کھلانا جائز نہیں ہے۔

جلالہ: یہ لفظ الجلاۃ سے ماخوذ ہے، الجلاۃ میٹگنی اور لید کو کہتے ہیں المعجم الوسیط میں ہے: الجلاۃ: البعر و الروث (ص ۱۳۱) جو جانور میٹگنی اور پلیدی کھاتا ہو اس کو عربی زبان میں جلاۃ کہتے ہیں۔ (الجلالة) من الماشية: التي تأكل الجلة والعذرة (ص ۱۳۱) قواعد الفقہ میں ہے: الجلاۃ: هي التي تأكل العذرة ولا تأكل غيرها حتى انتن لحمها (ص ۲۵۰) (یعنی وہ جانور جو پلیدی ہی کھاتا ہو دوسری چیز نہ کھاتا ہو یہاں تک کہ اس کے گوشت میں بدبو پیدا ہو جائے) خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء کے یہاں جلاۃ کے گوشت میں کراہت (تحریمی) کی علت صرف نجاست کھانا نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ سے اتنا تغیر پیدا ہو جائے کہ بدبو آنے لگے اسی لیے جو جانور نجاست کے ساتھ دوسری غذا بھی کھاتا ہے تو اس میں چوں کہ بدبو پیدا نہیں ہوتی اس لیے اس کا کھانا مکروہ نہیں ہے۔

بدائع میں ہے: أن الكراهة في الجلاۃ لمكان التغير والنتن لالتناول النجاسة ولهذا اذا خلطت لا يكره وان وجد تناول النجاسة لأنها

لا تبتن فدل أن العبرة للنتن لا لتناول النجاسة. (۱۰/۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری، ۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

## مرغیوں کو لڑائی سے بچانے کے لیے چونچ کا حصہ کاٹنا

**سوال:** زندہ مرغیوں کو آپس میں لڑنے سے بچانے کے لیے ان کی چونچ کے

اگلے حصہ کو کاٹ دیا جاتا ہے، بظاہر یہ حصہ سخت، بے جان ہونے کی وجہ سے تکلیف کا

اندیشہ نہیں ہے، تاہم زندہ جانور کے عضو کو اس طرح کاٹنا کیسا ہے؟

**الجواب:** حامداً ومصلياً ومسلماً

مصلحتِ مذکورہ کے پیش نظر جائز ہے۔

ویجوز فصد البھائم وکیتھا وکل علاج فیہ منفعۃ لھا. (درمختار علی

ہامش الشامی ۵۳۰/۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد غنی عنہ خانپوری

## ضرورت کی وجہ سے مرغیوں کی چونچ کاٹنا

**سوال:** دراصل ہمارے علاقہ میں بڑے پیمانہ پر پولٹری فارم (مرغی خانہ) کا

کاروبار چلتا ہے اور فارم (مرغی خانہ کے مالک) بالعموم مولوی صاحبان ہیں، اس وجہ

سے جو اشیاء مشتبہ ہیں، ان کی تحقیق کر کے جائز صورتیں اختیار کرنا چاہتے ہیں:

① من جملہ ان مسائل کے ایک مسئلہ یہ ہے کہ ضرورتاً ان کی چونچ (منقار)

سال بھر کے عرصہ میں دو مرتبہ کاٹی جاتی ہے اور کاٹنے کی ضرورت اور علت یہ ہے:

(الف) کاٹنے میں خود ان کی حفاظت ہوتی ہے، کیوں کہ اگر نہ کاٹی جائے تو آپس میں لڑتی ہیں اور جہاں کسی مرغی کو ایک قطرہ بھی خون نکلا تو ساری مرغیاں مل کر اس کو مار ڈالتی ہیں، اسی طرح روزانہ مرغیاں مرتی جائیں گی؛ اس لیے چونچیں سب کی کاٹ دی جاتی ہیں؛ تاکہ لڑائی نہ کر سکیں اور یہ سب سے بڑی وجہ کاٹنے کی ہے۔

(ب) دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر نہ کاٹی جائیں تو دانہ (خوراک) بگاڑتی زیادہ ہیں اور کھاتی کم ہیں۔

(ج) ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان مرغیوں کو مخصوص قسم کا خوراک (فیڈ) کھلایا جاتا ہے، جس میں بعض باریک قسم کے پاؤڈر ان کی نشوونما اور تقویت کے لیے ملائے جاتے ہیں، تو اگر چونچیں نہ کاٹی جائیں تو فیڈ میں سے بڑے بڑے دانے کھالیں گی اور باریک پاؤڈر جو ان کے تقویت کے لیے کھلانا ضروری ہے، نہیں کھا سکتی، جس کی وجہ سے ان کے نشوونما میں کمی ہوگی، جس سے پروڈکشن (انڈوں کی پیداوار) پر غیر معمولی اثر پڑتا ہے، اور فارمر کو نقصان اٹھانا پڑے گا؛ لہذا اس کا شرعی حکم واضح فرمائیں۔

② چونچیں کاٹنے کا طریقہ یہ ہے کہ کاٹنے کا ایک خاص برقی آلہ ہوتا ہے، جس کی بلیڈ بجلی سے گرم سرخ ہوتی ہے، جس کے نیچے دبا کر چونچ کا اوپر والا حصہ تقریباً نصف اور نیچے والا تہائی کے قریب کاٹا جاتا ہے اور کاٹتے وقت خون بھی آجاتا ہے، جس کو بند کرنے کے لیے گرم بلیڈ پر داغ دیا جاتا ہے، لہذا یہ طریقہ شرعاً جائز ہوگا یا نہیں؟ بصورت عدم جواز کوئی دیگر شکل جواز کی دل میں آئے تو تحریر فرما کر ممنون فرمائیں، چونچیں کاٹنے کا اور اس کا طریقہ جو مذکور ہوا، ان دونوں کا تفصیلی جواب مطلوب ہے۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً

①②: جائز ہے۔

ويجوز (فصد البهائم، وكيئها، وكل علاج فيه منفعة لها)

(در مختار علی هامش الشامي ۵/ ۵۳۰)

ولا بأس بقطع إلية الشاة إذا انفلتت ويمنعها اللحوق بالقطيع،

يخاف عليها الذئب. (عالمگیری ۵/ ۳۶۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

